

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# امام ابن ماجہ

اور

## علم حدیث

عہد رسالت سے لیکر امام ابن ماجہ کے زمانہ تک کی تاریخ تدوین حدیث  
اور امام ممدوح کی کتاب سنن ابن ماجہ پر تفصیلی نظر

مؤلفہ

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

ناشر

نور محمد صالح المطالع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی

## فہرست مضامین اجمالی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۷۶	دمشق	۱	امام ابن ماجہ کا نام و نسب
۷۷	حمص	۸	ولادت
۷۸	عسقلان	۹	عہد طالب علی
۷۸	رملہ	۱۱	قرہ دین میں امام ابن ماجہ کے شیوخ
۷۹	ایلہ	۱۳	طلب حدیث کے لئے رحلت
۷۹	بیت المقدس	۲۰	محاسن درس حدیث
۷۹	باس	۲۸	تحصیل علم کے لئے مراکز دینیہ کا سفر اور شیوخ سے استفادہ
۷۹	مصر		
۸۳	تنیس	۲۹	مدینہ طیبہ
۸۴	رفہ	۳۱	مکہ معظمہ
۸۵	حران	۳۶	کوفہ
۸۵	اہواز	۵۳	بصرہ
۸۵	رے	۶۰	بغداد
۱۰۱	اصفہان	۷۱	واسط
۱۰۲	ہمدان	۷۲	سامرا
۱۰۲	دامغان	۷۳	جرجہ رایا
۱۰۲	رہمان	۷۳	حدیثہ
۱۰۳	نیشاپور	۷۳	باکسایا



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۷۶	موطاً	۱۱۲	مرو
۱۸۳	موطاکا زمانہ تالیف	۱۱۳	بلخ
۱۸۴	جامع سفیان ثوری	۱۱۹	تلاشیات ابن ماجہ
۱۸۷	اُس دور کے بعض اور مصنفین	۱۲۲	عام حالات زندگی
۱۸۸	فن جرح و تعدیل کی ابتداء	۱۲۲	وفات
۱۸۹	اُس دور میں علماء کا طرزِ عمل	۱۲۴	علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین
۱۹۴	امام ابو حنیفہ و امام مالک کے تلامذہ {	۱۲۵	تصانیف
	اور علم حدیث	۱۲۵	التفسیر
۱۹۸	علم حدیث تیسری صدی میں	۱۲۶	التاریخ
۲۰۸	مسند اسحق بن راہویہ	۱۲۷	السنن
۲۰۸	مسند امام احمد	۱۲۸	حدیث کیا ہے ؟
۲۱۱	صحاح ستہ کی تدوین	۱۲۹	حدیث کی دینی حیثیت
۲۱۲	صحیح بخاری	۱۳۱	کتابت حدیث
۲۱۵	صحیح مسلم	۱۳۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے املا
۲۱۷	سنن نسائی	۱۳۹	عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کے بعض نوشتے
۲۲۰	سنن ابی داؤد	۱۴۳	صحابہ کرامؓ کے بعض اور نوشتے
۲۲۶	جامع ترمذی	۱۴۵	عہد صحابہ میں تابعین کے نوشتے
۲۳۱	سنن ابن ماجہ	۱۴۶	حفظ حدیث
۲۳۲	سنن ابن ماجہ کا صحاح ستہ میں شمار	۱۴۸	حفاظ حدیث کے تذکرے
۲۳۸	صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ	۱۵۲	تدوین حدیث
۲۴۱	صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ	۱۵۸	دوسری صدی ہجری کی تصنیفات
۲۴۴	تعداد ابواب و احادیث سنن ابن ماجہ	۱۵۸	کتاب الآثار
۲۴۴	امام ابن ماجہ کے تلامذہ	۱۷۰	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۲۴۵	سنن ابن ماجہ پر شروح و تعلیقات	۱۷۲	کتاب الآثار کے نسخے



# فہرست مضامین تفصیلی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴	فتح قزوین	۱	امام ابن ماجہ کا نام و نسب
۵	اہل قزوین کا جویش جہاد	۱	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قول
۵	ہارون الرشید کی قزوین میں آمد	۱	علامہ زبیدی شائع قاموس کا قول
۵	اہل قزوین پر سے خراج کی موقوفی	۱	نواب صدیق حسن خان کی رائے
۵	فضائل قزوین	۲	محدث رافعی کی تحقیق
۶	قرنِ حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز	۲	علامہ ابن کثیر کا بیان
۶	تیسری صدی کے قزوین کے محدثین فقہاء	۲	حافظ ابوالحسن بن ابقطان کا بیان
۶	امام ابن ماجہ حجتی النسل تھے	۲	امام نووی کا بیان
۶	اہل فارس کی فضیلت کے بارے	۲	علامہ ابوالحسن سندی کی تصریح
	میں رسول اللہ کا ارشاد	۲	”ساجہ“ نام کی اصل
۶	نواب صدیق حسن خان کی تشریح	۲	”ربعی“ کی نسبت کا استعمال
۷	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک	۳	موتی ابن خلکان کا بیان
	علماء اہل فارس	۳	”موتی“ کا استعمال
۷	قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا بیان	۳	امام اعظم کی نسبت ولاء کے بارے
۸	اصحاب صحاح ستہ میں اہل فارس		میں مخالطہ کا ازالہ
	کون ہیں؟	۳	عبداللہ بن یزید معتسری اور امام
۸	ولادت امام ابن ماجہ		اعظم کے درمیان عقدِ موالات پر
۹	ارباب صحاح ستہ سے امام ابن ماجہ کی معارف		مختصر گفتگو
۹	عہدِ طالب علمی	۴	شہر قزوین کا محل وقوع
۹	خلافتِ مامون عباسی	۴	تواریخ قزوین



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۶	حدیث کی قدر و قیمت اور اصحاب سلف	۹	مامون کی حکومت کا دائرہ
	کا تحصیل علم کے لئے والہانہ اشتیاق	۹	مامون کا علمی درجہ
۱۶	اما مالک طلب علم کیلئے مدینہ باہر تشریف	۱۰	مامون اور مرو کے محدثین کے درمیان
	نہیں لے گئے		بعض مسائل پر گفتگو
۱۶	طلب علم کے لئے امام ابو حنیفہ کا سفر	۱۱	دربار مامون میں علماء کی قدر شناسی
۱۷	طلب علم کے لئے امام شافعی کا سفر	۱۱	وفات مامون اور خلافت معتمد باللہ
۱۷	طلب علم کے لئے امام احمد بن حنبل کا سفر	۱۱	معتمد باللہ کا رعب و دبدبہ
۱۷	طلب علم کے لئے امام ابو یوسف کا سفر	۱۱	اما ابن ماجہ کا ابتدائی زمانہ تعلیم
۱۷	طلب علم کے لئے امام محمد کا سفر	۱۱	شہر قزوین، علم حدیث کی درس گاہ
۱۷	خلف بن ایوب، امام اہل بلخ	۱۱	قزوین کے مشائخ کا تذکرہ
۱۸	جسے دین کا فکر ہو اس کے لئے بلخ ناکوفم	۱۱	علی بن محمد، حافظ ابو الحسن طنافسی
	کوئی بعید مسافت نہیں	۱۲	عمرو بن ارفع، حافظ ابو جحجیح کلی
۱۸	رحلت سے گھبرانے والے کے بارے	۱۲	احلیل بن توبہ، حافظ ابو ہریر قزوینی
	میں ابن معین کا قول	۱۳	ہارون بن موسیٰ بن حبان تمیمی، ابو موسیٰ
۱۸	ابراہیم بن ادہم، تلمیذ امام اعظم	۱۳	محمد بن ابی خالد، ابو بکر قزوینی
۱۹	طلب حدیث میں رحلت کیلئے چند ہدایات	۱۳	طلب حدیث کے لئے رحلت
۱۹	اما ابن ماجہ کی رحلت علیہ کی صحیح تاریخ	۱۳	تحصیل علم کے لئے رحلت کی ترغیب و تاکید
۲۰	بلاد اسلامیہ میں علم حدیث کا درس و شوق	۱۴	طلب علم کے لئے صحابہ کی رحلت
۲۰	سند لائق نظر ابو الحسن علی بن عاصم مدنی اور ان کا حلقہ درس	۱۴	عبداللہ بن انیس کا ایک حدیث کیلئے سفر شام
۲۱	اما ابو الحسین، امام بن علی واسطی کی مجلس درس	۱۵	ایک حدیث کے لئے ایک صحابی کا سفر مصر
	اور لوگوں کا اثر و حاسم	۱۵	ابو ایوب انصاری کا ایک حدیث کیلئے سفر مصر
۲۱	حافظ یزید بن ہارون، اور ان کے	۱۵	عبداللہ بن عدی (تابعی) کا ایک
	درس میں حاضرین کی تعداد		حدیث کے لئے سفر عراق
۲۲	حافظ سلیمان بن حرب کے درس میں	۱۶	ایک حدیث کیلئے ایک تابعی کا سفر دمشق
	مامون کی حاضری		



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۹	فقہاء سب سے	۲۲	حافظ ابو مسلم کجی کے درس حدیث کا منظر
۳۰	علیہ اللہ بن غنیم بن مسعود	۲۲	حاج جعفر ریائی کے درس میں حاضرین کی تعداد
۳۰	عروہ بن الزبیر بن عوام	۲۲	امام ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری اور انکی مجلس امداد
۳۰	قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق	۲۳	حافظ عبد القادر تشرشی
۳۰	سعد بن المسیب	۲۴	کوفہ میں امام محمد کا درس موطا
۳۰	ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام	۲۵	موطا کا سماع اور اہل کوفہ
۳۰	سلیمان بن یسار	۲۵	امام شافعی نے امام محمد سے حدیث میں حجت پکڑی کہ
۳۰	خارجہ بن زید بن ثابت	۲۵	فہمیں امام شافعی پر امام محمد کا احسان
۳۱	حافظ ابو مصعب زہری، شیخ اہل مدینہ	۲۵	امام مالک کے تلامذہ میں امام محمد کی خصوصیت
۳۱	حافظ ابراہیم بن المنذر	۲۶	حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ
۳۱	حافظ اسحق بن موسیٰ الانصاری		کے حلقہ درس میں لوگوں کا اجتماع
۳۱	مدینہ کے بعض دیگر شیوخ	۲۶	خلیفۃ الملوک کے عہد میں مجالس درس کا قیام
۳۱	مکہ معظمہ	۲۶	تیسری صدی ہجری میں حفاظ حدیث کی کثرت
۳۲	حرین کے علم پر اعتماد	۲۶	ایک شہر میں ایک ہزار شیوخ (اساتذہ حدیث)
۳۲	اہل مدینہ کا تقدم علی	۲۶	امام عبد اللہ بن مبارک کے شیوخ کی تعداد
۳۳	علماء مدینہ کا دوسرے شہروں میں قیام	۲۷	امام شافعی کے شیوخ کی تعداد
۳۴	حافظ حلوانی، محدث مکہ	۲۷	امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی تعداد
۳۴	حافظ زبیر بن بکوار، قاضی مکہ	۲۷	حافظ ابو داؤد طیالسی کے شیوخ کی تعداد
۳۵	حافظ سلمہ بن شیبہ	۲۷	امام بخاری کے شیوخ کی تعداد
۳۵	حافظ عدنی، شیخ الحرم	۲۷	حافظ ابو یوسف یعقوب بن سفیان کا
۳۵	حافظ یعقوب بن حمید بن کاسب		عصہ رحلت اور شیوخ کی تعداد
۳۵	مکہ کے بعض دیگر شیوخ	۲۷	شمس اللہ بن محمد بن علی زرنجری ابو حنیفہ صغیر
۳۶	کوفہ	۲۸	حدیثوں کے شہر
۳۶	حضرت علی نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا	۲۸	امام ابن ماجہ نے طلبہ حدیث میں کن کن شہروں کا سفر کیا
		۲۹	علوم دینیہ کے مراکز
		۲۹	مدینہ طیبہ، دار الحجۃ



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۵	حدیث کے چار بے نظیر علماء	۳۶	کوفہ، عہد فاروقی میں
۳۶	مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور ان کی ممتاز خصوصیات	۳۷	تحصیل علم حدیث میں فقہاء کوفہ کا خاص اہتمام
۳۷	اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے	۳۸	کوفہ میں صحابہؓ کی آمد و قیام
۳۷	زائد سلسلے میں ائمہ کے درمیان اجتہادی مسائل پر اختلاف	۳۸	حافظ ابو بشر دلابی
۳۹	مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اندلس میں	۳۹	علماء کوفہ کا تحصیل علم کے لئے مدینہ کا سفر
۵۰	مصنف کے قلمی نسخے	۴۰	کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ
۵۰	شیخ الاسلام اشج	۴۰	کوفہ کے محدثین کا شمار
۵۰	حافظ کبیر عثمان بن ابی شیبہ	۴۱	شتر اسبجہ
۵۱	حافظ محمد بن عبداللہ بن نمیر و ذرۃ العراق	۴۱	عبداللہ بن کثیر
۵۱	ابو کریب، محدث کوفہ	۴۱	نافع بن عبدالرحمن
۵۱	ہنار، شیخ الکوفہ	۴۱	ابن مامر
۵۲	حافظ ولید بن شجاع	۴۱	ابو عمرو بن العلاء
۵۲	حافظ ہارون بن اسحق	۴۱	عاصم بن ابی النجود
۵۲	کوفہ کے بعض دیگر محدثین	۴۱	حمزہ بن حبیب
۵۳	بصرہ	۴۱	کسانی
۵۴	بصرہ میں محدثین کی کثرت	۴۱	حدیث کی نشر و اشاعت میں کوفہ کا درجہ
۵۴	حافظ طحان	۴۲	جب محدثین احادیث کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے
۵۵	حافظ زید بن اخزم		مراد متون احادیث نہیں بلکہ طرق و اشاہوت ہیں
۵۵	حافظ عباس عنبری	۴۳	طلب حدیث میں امام بخاری کے سفر
۵۵	حافظ عباس بجرانی	۴۳	تعداد احادیث کے بارے میں منکرین حدیث کا نفاط
۵۵	حافظ بدہ	۴۴	فقہ میں کوفہ کی خصوصیت
۵۶	حافظ عتبہ	۴۴	کوفہ میں صحابہؓ کی درس گاہوں کے آثار
۵۶	امام ابو عاصم نبیل	۴۵	کوفہ، امام ابن ماجہ کے زمانہ میں
۵۶	حافظ عبدالباقی بن قانع	۴۵	حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۶۷	حافظ ابو خثیمہ زہیر بن حرب	۵۷	حافظ عمر بن شہبہ
۶۷	حافظ زہیر بن محمد	۵۷	حافظ عمرو بن علی فلاس
۶۸	حافظ عباس دوسی	۵۷	حافظ کبیر بن دار
۶۸	حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا	۵۸	حافظ محمد بن المثنیٰ
۶۸	حافظ ابو قتلابہ	۵۸	حافظ محمد بن حمران
۶۸	حافظ رحامی	۵۸	حافظ نصر بن علی
۶۹	حافظ ابو بکر صاغانی	۵۸	حافظ یحییٰ بن حکیم
۶۹	حافظ محمد بن عبد الملک	۵۹	بصرہ کے بعض دیگر محدثین
۶۹	حافظ ابو الاحوص	۶۰	بغداد
۶۹	حافظ ہارون حسدال	۶۱	بغداد میں تابعین تہج تا بعین کی سکونت
۶۹	حافظ یعقوب دورقی	۶۱	حافظ شمیم
۶۹	بغداد کے بعض دیگر محدثین	۶۱	امام احمد بن حنبل کا امام ابو یوسف سے تلمذ
۷۱	واسطہ	۶۲	امام اسد بن عمرو
۷۱	حافظ احمد بن سنان	۶۳	بغداد میں علم حدیث فقہ کی نشر و اشاعت
۷۱	واسطہ کے بعض دیگر محدثین	۶۳	بغداد، امام ابن ماجہ کے زمانہ میں
۷۲	سامرا (سمرقند) (آسی)	۶۳	واثق باللہ، مانون اصغر
۷۲	حافظ احمد بن عیسیٰ	۶۴	حافظ کبیر احمد دورقی
۷۲	سامرا کے بعض دیگر محدثین	۶۴	حافظ رمادی
۷۲	حبرہ	۶۴	حافظ احمد بن منیع
۷۳	حبرہ کے محدثین	۶۵	امام ابو ثور
۷۳	حدیثہ (حدیثہ النورہ)	۶۶	حافظ جوہری
۷۳	حافظ سعید بن سعید حدثانی	۶۶	حافظ کبیر ابو اسحاق ہروی
۷۳	باکسیا	۶۶	قتیبہ کبیر حافظ عفرانی
۷۳	حافظ ابو محمد عباس بن عبد اللہ	۶۷	حافظ رجا بن مرجی



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۸۰	اماکلیث بن سعد	۷۲	دمشق
۸۱	حافظ ابن السرح	۷۲	دمشق میں صحابہ کرام کی آمد
۸۱	مشائخ ائمہ مجتہدین کا امام اعظم سے تلمذ	۷۲	حضرت عمر کے زمانہ میں اہل شام کی دینی تعلیم و تربیت
۸۲	حزب بن یحییٰ، فقیہ مصر	۷۵	امام اوزاعی
۸۲	ربیع مرادی، محدث مصر	۷۵	حافظ حسیم
۸۲	حافظ محمد بن ریح	۷۶	ہشام بن عمار، شیخ الاسلام
۸۳	حافظ یحییٰ بن عثمان	۷۷	دمشق کے بعض دیگر محدثین
۸۳	حافظ یونس بن عبد الاعلیٰ	۷۷	محض
۸۳	مصر کے بعض دیگر محدثین	۷۷	حافظ عمرو بن عثمان
۸۳	تنیس	۷۷	حافظ محمد بن مصطفیٰ
۸۳	جعفر بن مسافر	۷۸	حافظ ابوالثقی
۸۴	رقہ	۷۸	محض کے بعض دیگر محدثین
۸۴	کتاب الرقیات کی اطلاع	۷۸	عسقلان
۸۴	حافظ ابو یوسف صیدلانی	۷۸	عسقلان کے محدثین
۸۴	حافظ محمد بن سماعہ	۷۸	رقمہ
۸۵	رقہ کے بعض دیگر محدثین	۷۸	رقمہ کے محدثین
۸۵	حران	۷۹	ایلمہ
۸۵	حران کے محدثین	۷۹	ایلمہ کے محدثین
۸۵	اہواز	۷۹	بیت المقدس
۸۵	جیل بن الحسن، ابو الحسن البصری	۷۹	ابراہیم بن محمد بن یوسف
۸۵	رے	۷۹	باس
۸۶	حافظ سہیل بن زنجبہ	۷۹	مصر
۸۶	امام ابو زرہ، حافظ عصر	۷۹	مصر میں صحابہ کرام کی آمد
۸۶	حافظ جریر بن عبد الحمید	۸۰	مذہب شافعی کی تدوین



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۰۲	محمد بن جعفر سمنانی	۸۸	رہتے کے تین بے نظیر علماء
۱۰۳	نیشاپور	۸۸	حفظ حدیث میں امام ابو زرعه کا مرتبہ
۱۰۳	خراسان کے چار بڑے شہر	۸۹	امام ابو زرعه کی وفات کا واقعہ
۱۰۳	امام ابراہیم بن طہمان	۹۰	امام ابو حاتم رازی، حافظ کبیر
۱۰۴	حافظ ابو الازھر نیشاپوری	۹۰	طلب حدیث کے لئے امام ابو حاتم رازی کی کلا
۱۰۵	امام ابو جعفر داری	۹۱	حفظ حدیث میں امام ابو حاتم رازی کا درجہ
۱۰۵	حافظ حمدان نیشاپوری	۹۲	امام ابو حاتم رازی اور تشیع
۱۰۵	حافظ کوچ	۹۳	امام بخاری، امام ابو زرعه اور امام ابو حاتم
۱۰۵	حافظ عبداللہ بن الجراح		کے درمیان تعلقات
۱۰۶	امام ذہلی، حافظ نیشاپور	۹۳	خلق قرآن کا مسئلہ
۱۰۶	جس حدیث کو امام ذہلی نجائیں اس کا اعتبار نہیں	۹۴	امام بخاری کی کتاب التایخ پر تنقید
۱۰۷	امام ذہلی اور امام بخاری کے درمیان اختلاف	۹۶	حافظ ابن حجر کی امام مسلم پر تنقید
۱۰۸	امام مسلم کا انصاف	۹۹	امام مسلم کا قرن رجال میں درجہ
۱۰۸	امام ابو حنظلہ صغیر	۱۰۰	حافظ محمد بن حماد الطہرانی
۱۰۹	مسئلہ خلق قرآن اور مسئلہ ایمان و عمل	۱۰۰	حافظ محمد بن حمید
۱۱۰	امام بخاری کی امام ذہلی سے روایت	۱۰۰	رہتے کے بعض دیگر محدثین
۱۱۱	حافظ ابو بکر جاردی حنفی	۱۰۱	حافظ معالی بن منصور رازی
۱۱۲	نیشاپور کے بعض دیگر محدثین	۱۰۱	اصفہان
۱۱۲	مرد	۱۰۱	حافظ ابو الحسن رستہ
۱۱۳	حافظ محمود بن غیلان مروزی	۱۰۲	ہمدان
۱۱۳	مرد کے بعض دیگر محدثین	۱۰۲	مرابن حمویہ، ابو احمد
۱۱۳	بلخ	۱۰۲	دامغان
۱۱۳	حافظ مکی بن ابراہیم بلخی	۱۰۲	حسین بن عقیقہ دامغانی
۱۱۴	حافظ محمد بن ابان "مردویہ"	۱۰۲	سمنان



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۲۸	لفظ "حدیث" کا استعمال قرآن پاک میں	۱۱۵	امام ابن ماجہ کے شیوخ کی تعداد
۱۲۹	حدیث کی دینی حیثیت	۱۱۵	علو اسناد
۱۲۹	قرآن پاک میں رسول اللہ کی مخصوص حیثیات کی تصریح	۱۱۶	امام ابو حنیفہ کی وحدانیات
۱۲۹	آپ مبلغ تھے	۱۱۸	امام ابو حنیفہ کی ثنائیات
۱۲۹	آپ مراد الہی کے بیان کر نیوالے ہیں	۱۱۹	امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی ثلاثیات
۱۲۹	آپ معلم کتاب و حکمت ہیں	۱۱۹	شیخ بخاری، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں ثلاثیات کی تعداد
۱۳۰	تحلیل و تحریر آپ کے منصب میں داخل تھا	۱۱۹	ثلاثیات ابن ماجہ
۱۳۰	آپ امت کے تمام معاملات و فیصلوں میں قاضی ہیں	۱۲۱	حافظ جبارة بن المغلس
۱۳۰	آپ امت کے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں حکم ہیں	۱۲۲	امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات
۱۳۰	آپ کی ذات قدری صفات میں ہر مومن کیلئے اسوہ حسنہ	۱۲۲	وفات امام ابن ماجہ
۱۳۰	آپ کی اتباع سب پر فرض ہے	۱۲۳	یحییٰ بن زکریا طرافقی کا مرثیہ
۱۳۱	جو کچھ آپ میں اس کا لینا اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے	۱۲۳	محمد بن الاسود قرظی کا مرثیہ
۱۳۱	آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے	۱۲۴	علماء کا امام ابن ماجہ کی خدمت میں خراج تحسین
۱۳۱	ہدایت آپ کی اطاعت و استقامت ہے	۱۲۵	امام ابن ماجہ کی تصانیف
۱۳۱	آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے	۱۲۵	تفسیر تشرآن
۱۳۱	کتابت حدیث	۱۲۵	مشہور مفسرین کا ذکر بحوالہ "الاتقان"
۱۳۲	اہل عرب کی قوت حافظہ	۱۲۶	تاریخ امام ابن ماجہ
۱۳۲	رسول اللہ کے زمانہ میں حفظ و کتابت قرآن کا اہتمام	۱۲۶	علم تلخیص و رجال کی اہمیت و افادیت
۱۳۲	حدیث اور قرآن میں مشرق	۱۲۷	سنن ابن ماجہ
۱۳۳	ابتداء اسلام میں حدیث کی زبانی روایت کا حکم	۱۲۸	کتب احادیث میں سنن ابن ماجہ کا درجہ
۱۳۳	کتابت حدیث کی وقتی اور عارضی مانعت کیوجہ	۱۲۸	تاریخ فن حدیث پر ایک تفصیلی نظر
۱۳۴	احادیث فعلیہ	۱۲۸	حدیث کیلئے
		۱۲۸	لفظ حدیث کے معنی عربی زبان میں



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۳۵	صحیفہ ہمام بن منبہ یافعی	۱۳۴	اعادیت تقریری
۱۳۵	صحیفہ سعید بن جبیر	۱۳۵	کتابت حدیث کی اجازت
۱۳۶	حضرت زید بن ثابت اور مروان (امیر مدینہ)	۱۳۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
۱۳۶	حفظ حدیث		احکام و ہدایات کی اسلا
۱۳۶	پہلی صدی ہجری تک علماء کتابت برکھفظ	۱۳۶	حرم محترم کی عظمت حرمت اور قتل کے
	پر کار بند تھے،		سلسلہ میں نیت قصاص پر خطبہ اور اس کی تحریر
۱۳۸	حفاظ حدیث کے تذکرے	۱۳۶	عمر بن حزم وغیرہ کے لئے صدقات و ایات
۱۵۲	تدوین حدیث		فرائض اور سنن کی متعلق کتاب کی تحریر
۱۵۳	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے	۱۳۸	زرعی پیداوار کی بابت زکوٰۃ کے احکام
	احادیث نبوی کی تلاش و جمع کا حکم		سے متعلق اہل یمن کے نام تحریر
۱۵۴	میچ بخاری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے	۱۳۸	کتاب الصدقہ کی تحریر
	نسران کا ذکر	۱۳۹	قبیلہ جہینہ کے نام تحریر
۱۵۵	قاضی ابوبکر ابن حزم کی خدمات	۱۳۹	عہد رسالت میں صحابہ کے بعض نوشتے
۱۵۵	عمرہ بنت عبدالرحمن	۱۴۰	کتاب صادقہ
۱۵۶	امام زہری کی تالیفات	۱۴۲	حضرت علیؑ کا صحیفہ
۱۵۷	امام مکحول	۱۴۲	صحیفہ علیؑ کے احکام و مسائل
۱۵۷	امام شعبی	۱۴۳	حضرت داغ بن خدیج کی تحریرات
۱۵۸	دوسری صدی ہجری کی تصنیفات	۱۴۳	حضرت انسؓ کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی تحریر
۱۵۸	کتاب الآثار	۱۴۳	صحیفہ حضرت جابر بن عبداللہؓ
۱۵۸	فقہ میں رسول اللہؐ کی خلافت عبداللہؓ	۱۴۴	حضرت سمرقہ بن جندب کا مجموعہ احادیث
	بن مسعود کے حصہ میں آئی تھی	۱۴۴	حضرت ابو ہریرہؓ کی کتب احادیث
۱۶۱	امام ابو حنیفہ کی تصانیف کا مالک کا استفادہ	۱۴۴	حضرت ابن عباسؓ کی کتب احادیث
۱۶۱	امام ابو حنیفہ کا امام مالک سے تلمذ	۱۴۵	حضرت عبداللہ بن مسعود کا نوشتہ مجموعہ احادیث
۱۶۳	مولانا ابوالکلام آزادؒ کی نسبت جو جو مسلم کو میچ بخاری ہے	۱۴۵	عہد صحابہ میں تابعین کے نوشتے
		۱۴۵	بشیر بن خبیك سدوسی کی کتاب



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۷۵	امام حسن بن زیاد سے کتاب الآثار کی روایت	۱۶۴	اسناد روایت کے اعتبار سے کتاب الآثار
۱۷۶	امام اعظم سے کتاب الآثار کے بعض دیگر ادوی		کی مرویات کا درجہ
۱۷۶	موطا	۱۶۴	صحیح احادیث میں امام اعظم کی احتیاط
۱۷۶	موطا کی ترتیب تدوین میں کتاب الآثار کا	۱۶۵	امام اعظم کی شان میں امام ابن المبارک کی نظم
	تتبع کیا گیا ہو	۱۶۶	تفصیل علم میں امام اعظم کی توجہ و کوشش
۱۷۷	موطا کی مقبولیت	۱۶۶	علم حدیث میں امام مسعر بن کدام کا درجہ
۱۷۷	موطا کی صحت کا درجہ	۱۶۷	امام اعظم کے نزدیک کسی حدیث کو روایت
۱۷۸	موطا اور صحیح بخاری کا موازنہ		کرنے اور اس پر عمل کرنے کے شرائط
۱۸۰	موطا کو صحیحین پر ترجیح کی وجوہات	۱۶۷	حافظ حدیث کی روایت کو غیر حفاظ کی روایت پر ترجیح
۱۸۲	امام عبداللہ بن ادیس	۱۶۸	امام اعظم کی شرط عمل بالحدیث
۱۸۳	موطا کا زمانہ تالیف	۱۶۸	امام اعظم کا صرف صحیح احادیث کا استدلال
۱۸۳	منصور اور امام مالک کے درمیان گفتگو	۱۶۹	کتاب الآثار کا موضوع
۱۸۳	فروعی اختلافی مسائل میں شدت برتنے والوں کو مشورہ	۱۶۹	کتاب الآثار کا نمایاں امتیاز
۱۸۴	جامع سفیان ثوری	۱۷۰	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۱۸۵	امام ابو حفص کبیر	۱۷۰	کیا حدیث میں امام اعظم کی کوئی کتاب
۱۸۶	امام بخاری کا جامع سفیان کا سامع		موجود نہیں ہے ؟
۱۸۷	دوسری صدی کے بعض اور مصنفین	۱۷۲	کتاب الآثار کے نسخے
۱۸۸	قرن جرح و تعدیل کی ابتداء	۱۷۲	بروایت امام ازفر بن الہذیل
۱۸۹	احادیث کے بارے میں تابعین کے	۱۷۳	امام ازفر سے کتاب الآثار کی روایت
	آخری دور میں علماء کا طرز عمل	۱۷۳	بروایت امام ابو یوسف
۱۹۲	امام اعظم اور امام مالک کے تلامذہ اور علم حدیث	۱۷۴	امام ابو یوسف سے کتاب الآثار کی روایت
۱۹۵	حقہ حنفی کیا ہے ؟	۱۷۴	بروایت امام محمد بن حسن شیبانی
۱۹۷	صاحب ہدایہ کے متعلق غلط فہمی	۱۷۴	امام محمد سے کتاب الآثار کی روایت
		۱۷۴	بروایت امام حسن بن زیاد کو تو سی



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۱۵	صحیح مسلم	۱۹۸	علم حدیث تیسری صدی میں
۲۱۵	صحیح احادیث کے انتخاب میں امام مسلم کی محنت شاقہ	۱۹۹	فن اسماء الرجال کی تدوین
۲۱۶	علماء کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درجہ	۱۹۹	”حدیث مرسل“ کی تعریف
۲۱۷	امام مسلم کے تلامذہ	۲۰۰	اس دہائی میں نادونستہ اور بغیر سند اول صحیفوں کی تلاش
۲۱۷	ابراہیم ابن سفیان نیشاپوری	۲۰۱	قلین کی حدیث پر بحث
۲۱۷	سنن نسائی	۲۰۳	آئین بالجر کی حدیث پر بحث
۲۱۷	سنن نسائی کی بعض خصوصیات	۲۰۳	حدیث ”خیار مجلس“ اور حدیث ”مصراتہ“
۲۱۸	اہل مغرب کے نزدیک سنن نسائی کا درجہ	۲۰۳	روایات کے بارے میں اور بار بار دہائی کے نقطہ نظر میں سرق
۲۱۹	ناقدین فن کے نزدیک امام نسائی کا مقام	۲۰۴	فقہاء کا طرز عمل
۲۱۹	راویان سنن نسائی	۲۰۴	ارباب روایت کا طرز عمل
۲۱۹	امام ابوالحسن طحاوی	۲۰۵	تحقیق کے نزدیک صد اول کا فیصلہ مختصر
۲۲۰	سنن صغریٰ	۲۰۶	مسانید کی تصنیف کا آغاز
۲۲۰	سنن ابی داؤد	۲۰۶	ابواب و مسانید کا فرق
۲۲۰	امام ابو داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا	۲۰۷	مصنفین مسانید کا مقصد
۲۲۰	سنن ابی داؤد کی خصوصیت	۲۰۷	روایات مسانید کی جانچ پڑتال
۲۲۱	سنن ابی داؤد کا تعارف	۲۰۸	مسند سخی بن راہویہ
	خود امام ابو داؤد کی زبانی	۲۰۸	مسند امام احمد
۲۲۳	سنن ابی داؤد کی افادیت پر علماء کے اقوال	۲۱۰	مسند امام احمد میں کوئی موضوع روایت
۲۲۳	راویان سنن ابی داؤد		موجود ہے یا نہیں؟
۲۲۵	امام ابو بکر جصاص	۲۱۱	صحاح ستہ کی تدوین
۲۲۶	جامع ترمذی	۲۱۲	صحیح بخاری
۲۲۶	جامع ترمذی کی ممتاز خصوصیات	۲۱۳	صحیح احادیث کے انتخاب میں امام بخاری کا راز
۲۲۸	امام بخاری کا امام ترمذی سے سماع حدیث	۲۱۳	امام بخاری کے تلامذہ
۲۲۸	احادیث کی تصحیح کے سلسلہ میں بعض مواقع پر	۲۱۳	حافظ ابراہیم بن معقل
	امام ترمذی کا امام بخاری امام مسلم سے اختلاف		







# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وصلى وسلم على عباده الذين اصطفى

## اما بعد

نام و نسب

محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، الربیع القزوینی نسبت، اور ابن ماجہ عرف ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے، ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربیع مولانا ہم بالوالا بالقزوینی الشہیرا بن ماجہ،

عام کتابوں میں دادا کا نام نہ کور نہیں لیکن شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں شجرہ نسب دادا تک پہنچایا ہے اور ان کا نام عبد اللہ لکھا ہے۔

”ماجہ“ کے بارے میں سخت اختلاف ہے بعض اس کو دادا کا نام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے بعض علماء سے اس قول کی تصحیح بھی نقل کی ہے، چنانچہ تلج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں:

وهناك قول آخر صحيح وهو ان ماجة اسم لامه والله اعلم اور اس بارے میں ایک اور قول بھی ہے اور اس کی بھی علمانی تصحیح کی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ واللہ اعلم۔

اور شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں سی کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وصحح آنت کہ ماجہ تخفیف جیم مادر او بود پس بالا، اور صحیح یہی ہے کہ ماجہ (جس میں جیم پر تشدید نہیں ہے) آپ کی والدہ تھیں، لہذا ابن میں الف لکھنا چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبد اللہ کی، جس طرح سے کہ عبد اللہ بن مالک ابن بکینہ ازدی میں کہ جو مشہور صحابی ہیں اور اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ کہ معاصر امام شافعی بود۔

لفظ ”ابن“ میں الف لکھنے کا دستور ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے بھی الحوطہ بذکر الصلح الستہ اور اخاف النبلا را المتقین باچار مائرا القہار والمحدثین میں بعینہ یہی نقل کر دیا ہے۔

مگر خود شاہ صاحب موصوف کے عقائد نافعہ میں یہ الفاظ ہیں۔

وماجہ لقب پیدر ابو عبد اللہ است نہ لقب جد او و نہ نام ماجہ، ابو عبد اللہ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں، اور ماں کا

ملہ بستان المحدثین ص ۱۱۲ طبع محمدی لاہور ۱۳۸۰ طبع نظامی کراچی ۱۳۸۳۔ ص ۳۸۱ طبع نظامی ۱۳۸۰۔ لطف یہ کہ نواب صاحب موصوف نے اخاف النبلا میں بستان المحدثین کی عبارت تو بعینہ نقل کر دی مگر سلسلہ نسب میں عبد اللہ کا سرے سے نام نہیں لیا جس کی وجہ سے عبارت مذکورہ (ابن ماجہ صفت محمد است نہ صفت عبد اللہ) میں پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ عبد اللہ کون مراد ہے۔



مادر، و تخفیف جیم باید خواند نہ بہ تشدید و وقع فی  
ذلك اغلاط كثيرة۔ ۱۷

شاہ صاحب نے عجلہ نافعہ میں جو لکھا ہے اکثر علماء کی تصریحات اسی کے مطابق ہیں۔ یاد رہے کہ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مورخین قزوین کو ہے کہ اہل البیت ادری بمائیکہ، اور ان حضرات کے بیانات حسب ذیل ہیں۔ محدث رافعی، تاریخ قزوین میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

”ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے، جس پر تشدید نہیں ہے، یہ فارسی نام ہے اور کبھی ان کا

شجرہ نسب یوں بھی بیان کر دیا جاتا ہے محمد بن یزید بن ماجہ، لیکن پہلی بات زیادہ ثابت ہے۔“ ۱۸

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حافظ خلیلی کے حوالے سے جو قزوین کے مشہور مورخ ہیں نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کی تصریحات کے ہوتے ہوئے اب اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ ماجہ درحقیقت آپ کے والد ماجد ہی کا لقب تھا۔ اسی لئے امام نووی نے تہذیب الاسامی واللغات میں اور علامہ محمد الدین میرزا آبادی نے القاموس المویط میں اور علامہ ابوالحسن سندھی نے شرح ابن ماجہ میں صراحت کی ہے کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔ اور ایسی صورت میں قواعد املا کے مطابق ابن ماجہ میں ابن کو الف کے ساتھ لکھنا چاہیے تاکہ اس کو محمد کی صفت سمجھا جائے، یزید یا عبد اللہ کی نہیں۔

ماجہ جب سا کہ محدث رافعی نے تصریح کی ہے فارسی نام ہے جو غالباً ماہ یا ماچہ کا مغرب ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ امام ابن ماجہ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں، اس لئے رافعی جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں بلکہ نسبت ولایت ہے۔ چنانچہ مورخ ابن خلکان نے صاف تصریح کی ہے الربیع بالولکاء، اس زمانہ کا اسلامی دستور تھا کہ جب کوئی نو مسلم مشرف بہ اسلام ہوتا تو وہ جس قبیلہ کے کسی شخص سے عقد موالات یعنی دوستی کا عہد و پیمان کرتا اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا تھا اور اس کا حلیف اور مولیٰ کہلاتا تھا۔

ربیع بن نفیع، رافعی بن زرارہ کی طرف نسبت ہے۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ عام طور پر یہ نسبت قلیل الاستعمال ہے کیونکہ بنو ربیعہ بن زرارہ ایک بہت بڑی قوم ہے جس میں بڑے بڑے قبیلے اور بہت سے خاندان اور شاخیں ہیں لہذا لوگ بجائے ربیعہ کے ان قبائل اور خاندانوں کی طرف

۱۷ ص ۲۸ طبع مجتہائی دہلی۔ ۱۸ اس صورت میں چونکہ بنو میں الف مذکور نہیں اس لئے وہ دادا کا نام قرار پائے گا کیونکہ اس وقت وہ یزید کی صفت ہو گا محمد کی نہیں۔ ۱۹ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں تاریخ قزوین کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۵۲ طبع مصر۔ ۲۰ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں اپنے شیخ ابوالطیب فاسی سے ناقل ہیں کہ

”مصنف (صاحب قاموس) جس طرف گئے ہیں اسی کو ابوالحسن بن القطان نے جزم سے بیان کیا ہے اور

بہت اشرار و زانان وغیرہ نے ان کی رائے سے موافقت کی ہے۔“

۲۱ و فیات الاعیان تذکرہ ابن ماجہ۔ ۲۲ گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانتے ہیں۔



منسوب ہو جاتے ہیں۔ علامہ سمعانی نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جو لوگ قبیلہ ربیعۃ الازد کی طرف منسوب ہیں ان کو بھی ربیعی کہا جاتا ہے۔ ۱۰

امام ابن ماجہ کا انتساب عرب کے ربیعہ نامی کوئے قبیلہ کی طرف ہے اس کے تعین سے تاثر کے اوراق بالکل خاموش ہیں۔ چنانچہ مشہور مورخ قاضی شمس الدین ابن خلکان کے الفاظ اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں:

هذه النسبة الى ربیعة وهي اسم لعدة قبائل لا ادري الى ايها ينسب المذكور۔ ۱۱

یہ ربیعہ کی طرف نسبت ہے جو متعدد قبائل کا نام ہے مجھے معلوم نہیں کہ امام ابن ماجہ ان میں سے کس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں۔

بہر حال ابن ماجہ اگرچہ عجمی النسل ہیں لیکن قبیلہ ربیعہ سے نسبت ولار کی بنا پر ان کو ربیعی اور مولی ربیعہ

۱۲ کتاب الانساب ورق ۲۴۸ طبع لیڈن یورپ۔ ۱۳ وفيات الاعیان ج ۳ ص ۴۰۸ طبع مصر ۱۹۲۸ء۔ ۱۴ چنانچہ حافظ ابن الجوزی نے المتظم دہ ص ۹۰ طبع دائرة المعارف میں اور علامہ مورخ جمال الدین ابوالحسن ابن تہری بردی ضلی نے النجوم الزاہرہ (ج ۱) طبع مصر میں ان کو مولی ربیعہ اور علامہ ابن العاد ضلی نے شذرات الذہب میں بحوالہ مورخ ابن ناصر الدین الربیع مولی الفزونی لکھا ہے۔ واضح رہے کہ مولی کا لفظ جیسا کہ علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کے مقدمہ میں تصریح کی ہے اگرچہ زیادہ تر حلیف اور مولی الموالاة ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔ تاہم چونکہ مولی غلام کو بھی کہتے ہیں اس لئے لفظی شراکت کی بنا پر بعض وقت دھوکہ ہو جاتا ہے، امام ابن ماجہ کے متعلق چونکہ ہم مورخ ابن خلکان سے بصراحت نقل کر چکے ہیں کہ یہ نسبت ولار ہے اس لئے اب یہاں دوسرے احتمال کی قطعاً گنجائش نہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں بھی بعض لوگوں کو یہی مغالطہ ہوا ہے کہ وہ مولی کے معنی غلام کے سمجھے لیکن خود امام اعظم رحمہ اللہ کی تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ مشکل الآثار میں جو فن حدیث میں اپنے موضوع (یعنی شکل احادیث کی تطبیق) پر ایک بے مثل کتاب ہے، عقیدہ موالات پر بحث کرتے ہوئے امام اعظم رحمہ اللہ سے باسناد صحیح راوی ہیں:

قال عبد الله بن يزيد المقرئ فيما سمعت بكار بن قتيبة يقول قال ابو عبد الرحمن المقرئ اتيت ابا حنيفة فقال لي من الرجل فقلت رجل من الله عليه بالاسلام فقال لي لا نقل هكذا ولكن وال بعض هذه الاحياء ثم انتم اليهم فاني كنت انا كذ لك، قال ابو جعفر ولم يسمع بكارا الحديث من المقرئ ولكن حدثني محمد بن جعفر بن محمد بن اعيان قال سمعت احمد بن منصور الرمادي يقول سمعت المقرئ يقول ثم ذكر هذا الحديث۔

۱۵ شکل الآثار ج ۲ ص ۵۴

طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن

عبد اللہ بن یزید ابو عبد الرحمن مقرئ امام اعظم کے خاص شاگرد ہیں۔ انھوں نے امام صاحب سے نو سو حدیثیں سنی ہیں بڑی جلالت شان کے مالک تھے۔ فن حدیث میں ان کا شمار امام بخاری کے اکابر شیوخ میں ہے۔

۱۶ علامہ کردی لکھتے ہیں عبد اللہ بن یزید المقرئ المکی سمع من الامام تسع مائة حديث (سابق الامام الاعظم از کردی



کہا جاتا ہے، جس طرح سے کہ امام اعظم کو تہی یا مولیٰ بنی تیم اللہ اور امام بخاری کو جعفی یا الجعفی مولا ہم کہا جاتا ہے۔ بالنسب تو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ عقد موالات کس نے کیا تھا لیکن قیاس چاہتا ہے کہ خاندان کے مورثہ اول نے جو پہلے پہل مسلمان ہوئے ہوں گے یہ تعلق قائم کیا ہوگا اور چونکہ عام تاریخوں میں آپ کا سلسلہ نسب باپ تک پہنچا کر ختم کر دیا جاتا ہے اس لئے ظن غالب یہی ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار یزید نے جو ماجہ کے لقب سے مشہور ہیں، ربیعہ نامی قبیلہ کے کسی فرد سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے عہد ولہ کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

**قزوینی**، قزوین کی طرف نسبت ہے جو عراق عجم کا مشہور شہر ہے اور جس کو امام ابن ماجہ کے وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے، یہ ایران کے صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے۔ علامہ یا قوت حموی، معجم البلدان میں جو عربی زبان میں قدیم جغرافیہ پر مشہور ترین کتاب ہے رقمطراز ہیں:

”قزوین میں قاف پرند، زاپر سکون، واو پرند، اودیہ ساکن ہے اور یہ مشہور شہر ہے، اس کے اور رستے کے درمیان ستائیس فرسخ کی مسافت ہے اور اس کے بارہ فرسخ پر ہے، یہ شہر اعلیٰ چہارم میں پچھتر درجہ طول بلد اور ستیس درجہ عرض بلد پر واقع ہے، ابن الفقیہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی وہ شاہ پور ذوالکف تھا“۔

امام ابن ماجہ، حافظ خلیلی اور محدث رافعی نے قزوین کی تاریخ پر مفصل کتابیں لکھی ہیں جن کا ذکر صاحب کشف الظنون نے تواریخ قزوین کے ضمن میں کیا ہے۔ رافعی کی کتاب کا نام التذوین فی اخبار قزوین ہے، شیخ علامہ بن خطیب الناصریہ کے کتب خانے میں اس کا ایک قابل اعتماد نسخہ موجود تھا جس پر حلب میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتخاب کیا تھا۔ حافظ صاحب کا یہ انتخاب چند کراسوں پر مشتمل تھا۔ بعد کو جب یہ نسخہ محب بن النعمان کے پاس آیا تو اس کی متعدد نقلیں لی گئیں۔

قزوین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا ہے، آپ نے سلسلہ ہجری میں حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کو رے کا والی مقرر کیا تھا انہوں نے اسی سلسلہ میں پہلے ابہر کو فتح کیا اور پھر قزوین پر آکر اپنی فوجیں ڈال دیں۔ اہل شہر نے صلح کی درخواست کی، حضرت براہ رضی اللہ عنہ نے اہل ابہر سے جن شرائط پر صلح ہوئی تھی وہی شرطیں ان کے سامنے رکھیں۔ قزوین والوں نے سب شرطیں منظور کیں مگر جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے لیکن جب حضرت براہ رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو سب نے اسلام قبول کر لیا جس کی بدولت ان کی سابقہ حالت برقرار رہی اور قزوین کی سب اراضی عشری قرار پائیں۔ پھر حضرت براہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے پانچ سو مسلمانوں کی ایک جماعت مرتب کی جن میں طلحہ بن خویلد اسدی، میسرہ عائدی اور بنو تغلب کے بھی کچھ لوگ شامل تھے اور ان کو اراضی و قطعات کا

۱۔ معجم البلدان ج ۴ ص ۸۰ طبع مصر۔ ۲۔ کشف الظنون ج ۱ ص ۳۰۰ طبع جدید دمشق۔ ۳۔ ملاحظہ ہو الاعلان بالتاریخ لمن ذم الناریخ از حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی ص ۱۲۸ طبع دمشق ۱۳۱۲ھ۔ ۴۔ کراسہ جزریہ کا پی جو کتاب سے کم ہو۔



وہ حصہ کہ جو کسی کی ملکیت میں نہ تھا بطور جاگیر عنایت فرمایا چنانچہ ان لوگوں نے ان زمینوں کو آباد کیا وہاں  
 نہریں نکالیں کنوئیں کھودے اور وہیں کے باشندے کہلائے۔ ان لوگوں کی آبادکاری کی شرطیں وہی تھیں جو  
 اساورہ بصرہ کی تھیں کہ جس کے ساتھ چاہیں گے رہیں گے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ وہاں سے کوفہ آگئے  
 اور سرہن حویہ کے حلیف ہو گئے۔ یہاں یہ حمزہ الدہلیم کہلاتے تھے مگر اکثر و بیشتر قزوین ہی میں مقیم رہے،  
 بعد کو جب ولید بن عقبہ کے بعد سعید بن العاصی بن امیہ، کوفہ کے والی ہوئے اور جہاد میں دہلیسوں سے  
 ان کے سخت خونریز معرکے ہوئے تو اس وقت انھوں نے قزوین آکر نئے سرے سے اسے آباد کیا اور  
 جنگی ضرورتوں کے پیش نظر دہلیسوں کی روک تھام کے لئے اس کو اہل کوفہ کی چھاؤنی بنا دیا۔ چنانچہ صدیوں  
 تک قزوین غازیوں کا پڑاؤ بنا رہا۔ یہاں کے لوگ عام طور پر بڑے مجاہد اور جاناں موتے تھے۔ ایک دفعہ  
 ہارون الرشید، خراسان کے ارادے سے ہمدان آیا ہوا تھا، اہالی قزوین نے موقع کو غنیمت جان کر دوبارہ  
 خلافت میں عرض کیا کہ امیر المومنین، ہمارا شہر دشمن کی سرحد پر واقع ہے ہر وقت جہاد کے لئے کمر بستہ  
 رہنا پڑتا ہے اس لئے آپ ہماری مشکلات پر نظر فرما کر عشر میں تخفیف فرمائیں، ہارون نے یہ سنا تو خود  
 قزوین آیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے جامع مسجد تعمیر کرائی اور دروازہ مسجد پر اپنے نام کا کتبہ نصب کیا۔  
 بہت سی دکانیں اور جاگیریں خرید کر ان کو شہری ضروریات، شہر نپاہ اور اس کے قبوں کی تعمیر کے لئے  
 وقف کیا۔ ان ہی ایام میں ایک روز ہارون الرشید سیر کی غرض سے ایک قہر پر چڑھا۔ یہ قہر دروازہ  
 شہر پر بنا ہوا تھا اور نہایت بلند تھا۔ خلیفہ نے بازاروں کی طرف جو نظر ڈالی تو عجیب منظر دیکھا کہ بغیر عام  
 ہے اور اہالی شہر دکانوں کو بند کئے ہوئے شمیر و سپر ہاتھ میں ہتھیار بدن پر سجائے پرچم اڑاتے جوق در  
 جوق تیزی سے نکلے چلے جا رہے ہیں۔ ہارون الرشید یہ پرچوں منظر دیکھ کر بڑا متاثر ہوا کچھ لگا یہ لوگ  
 مجاہد ہیں اور ہم پر ان کی خبر گیری واجب ہے چنانچہ خواص اور ندیموں سے مشورہ کیا سب نے اپنی اپنی  
 رائے بتائی۔ ہارون الرشید نے کہا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر سے خراج بالکل ہٹا دیا جائے  
 البتہ شہری ضرورتوں کے لئے جو معمولی رقم مقرر ہے وہ رہتے دی جائے چنانچہ دس ہزار درہم سالانہ  
 بالاقساط مقرر کر کے سارا خراج یک قلم موقوف کر دیا۔ ۱۷

قزوین کے فضائل میں متعدد حدیثیں روایت کی جاتی ہیں، خود سنن ابن ماجہ میں بھی اس سلسلہ میں  
 ایک روایت موجود ہے لیکن ناقدین فن کے نزدیک یہ تمام روایتیں پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ چنانچہ علامہ  
 یاقوت حموی المتوفی ۸۰۷ھ بمعجم البلدان میں ارقام فرماتے ہیں۔

وقد سوي المحدثون في فضائل قزوین  
 اخباراً لا تصح عند الحفاظ النقاد  
 الحديث على المقام بما لكونها من الثخور  
 محدثین نے فضائل قزوین میں متعدد روایتیں نقل کی ہیں جو حقا  
 حدیث اور ناقدین فن کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ قزوین چونکہ  
 سرحد اسلام پر واقع ہے اس لئے ان روایتوں میں وہاں کے

۱۷ قزوین کے بارے میں یہ ساری تفصیلات بمعجم البلدان طبع مصر ۷ ص ۸۰ و ۸۱ سے لی گئی ہیں۔  
 ۱۸ "اساورہ" وہ تو سلم غمی جنہوں نے اس زمانے میں بصرہ میں قوطن اختیار کر لیا تھا۔ یہ ساری عربی جمع ہے۔



واما امثله ذلك وقد تركتها كراهة  
 قیام کی ترغیب اور اسی قسم کی باتیں مذکور میں چنانچہ میں نے ان  
 روایات کو طوالت کے ناپسند ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا ہے۔  
 للاطالۃ (ج ۷ ص ۸۱)

فن حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس  
 صدی میں جو مشہور محدث یہاں کے باشندے یا تزیل تھے ان میں محمد بن سعید بن سابق ابو عبد اللہ رازی  
 المتوفی ۲۱۵ھ حافظ علی بن محمد ابو الحسن طنافی المتوفی ۲۳۳ھ حافظ عمرو بن رافع ابو حجر بجلی المتوفی  
 ۲۳۳ھ اسمعیل بن توبہ ابو سلیمان قزوینی خفی المتوفی ۲۴۲ھ اور امام ابن ماجہ خاص طور پر قابل ذکر  
 ہیں۔ بعد میں یہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے جن کے ذکر سے "تواریخ قزوین"  
 بالامال ہیں۔

امام ابن ماجہ کا عجمی النسل ہونا قطعی ہے اور ماجہ چونکہ فارسی نام ہے اس لئے قیاس ہی چاہتا  
 ہے کہ آپ نسل فارس سے ہوں۔ فارس کے بارے میں صحیحین اور جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ  
 رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے اسی  
 اشار میں سورہ جمعہ نازل ہوئی اور جب آپ نے آیت وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (اور اٹھایا  
 اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی ان ہی میں سے جو ابھی ان میں نہیں ملے) کی تلاوت فرمائی  
 تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جو ابھی تک ہم سے نسل کے۔ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی۔ سائل نے مکرر سے کر دیا کہ کیا تب آپ نے حضرت  
 سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جو اس وقت حاضر خدمت تھے اپنا دست مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا:  
 لو كان الايمان عند الثريا لئلا رجالا اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوا، تو ان میں سے کچھ لوگ  
 من هؤلاء لے اس کو پالیں گے۔

اور مندا امام احمد بن حنبل میں ایک اور اسناد کے ساتھ یہ الفاظ بھی مروی ہیں:  
 لو كان العلم بالثريا لئلا ناوله ناس اگر علم ثریا کے پاس بھی ہوا تو نسل فارس کے کچھ لوگ اس کو  
 من ابناء فارس لے حاصل کر لیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا مصداق عام طور پر علماء امام ابو حنیفہ اور دیگر  
 ائمہ احناف کو قرار دیتے ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ فارس و عجم میں جو قبول عام خفی مذہب کو حاصل ہوا وہ دوسرے  
 مذاہب کو نصیب نہ ہو سکا، لیکن سرخیل اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں کے خیال میں اس حدیث کا  
 مصداق مصنفین صحاح ستہ و دیگر محدثین ہیں چنانچہ وہ عون الباری محل اذلۃ البخاری میں لکھتے ہیں۔

قلت وهؤلاء الرجال هم امثال البخاري و میں کہتا ہوں اور یہ لوگ جیسے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد،  
 مسلم و الترمذی و ابی داؤد و النسائی و ابن ماجہ۔ نیز وہ اشخاص کہ جو ان کے دھنگ پر  
 لے صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ جمعہ، صحیح مسلم باب فضل فارس۔ جامع ترمذی کتاب التفسیر سورہ جمعہ ابواب اللغات فی  
 فضل النعم۔ جامع ترمذی میں یہ روایت والذی نفی بیلہ کے ساتھ مکرر قسم آئی ہے۔ مندا امام احمد ج ۲ ص ۲۲۲۔



رہے اور ان کے قدم بقدم چلے۔

ومن نحا نحوهم وحذا حذوهم۔ ۱۵

اور اتحاف النبلاء المتقین میں فرماتے ہیں،

جہاں بڑے محدثین مثل بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و  
دہلوی ماجہ و اٹال ایٹان اولے ترواحی ترائذ بمصداق  
بودن آں، زیرا کہ ہمد ایٹان از عجم و سرزمین فرس  
بودہ اند۔ (ص ۳۲۲)

بڑے بڑے محدثین جیسے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد،  
ابن ماجہ اور ان جیسے حضرات اس کا مصداق بننے کے لئے  
زیادہ موزوں اور زیادہ حقدار ہیں کیونکہ یہ سب کے سب عجم  
اور سرزمین فارس سے ہوئے ہیں۔ ۱۶

نواب صاحب نے تو اس بشارت کو صرف محدثین تک محدود رکھا ہے لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث  
دہلوی نے اس میں محدثین کے ساتھ فقہار کو بھی شامل کر لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

خبر دادند کہ از فارس رجال علماء پیدا خواهند شد،  
کبار محدثین بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی  
و ابن ماجہ و دارمی و دارقطنی و حاکم و بیہقی و غیر ایشان  
ہما از فارس پیدا شدند طراز فقہاء ابو طیب و شیخ ابو حامد  
و شیخ ابو اسحاق فیرازی و جوینی و امام الحرمین و امام غزالی  
و غیر ایشان از فارس پیدا شدند۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ فارس سے علماء پیدا  
ہوں گے، چنانچہ بڑے بڑے محدثین، بخاری، مسلم، ترمذی،  
ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، حاکم، بیہقی،  
و غیر سب فارس سے پیدا ہوئے اور فقہا میں ابو طیب، شیخ  
ابو حامد، شیخ ابو اسحاق فیرازی، جوینی، امام الحرمین و امام غزالی  
و غیر سب فارس ہی سے پیدا ہوئے۔

بلکہ امام ابو حنیفہ و یاران ماوراء النہر و خراسانی و غیر  
از اہل فارس اند و در میان اس بشارت داخل، ۱۷

بلکہ امام ابو حنیفہ و یاران ماوراء النہر و اصحاب  
خراسان بھی اہل فارس سے ہیں او اس بشارت میں داخل ہیں۔

اور شاہ صاحب کے مشہور شاگرد بیہقی وقت قاضی ثنائی شاہ صاحب پانی پتی نے اس کو اور زیادہ  
عام کر کے فقہاء و محدثین کے ساتھ مشائخ صوفیہ کو بھی اس کا مصداق بتایا ہے، چنانچہ تفسیر مظہری میں  
از قلم فرماتے ہیں:

قلت و لعل فی ہذہ الاحادیث اشارۃ  
الی مشائخ ماوراء النہر جماع الدین نقشبند  
وامثالہ فان هؤلاء الکرام من الاعاجم  
توطنوا و ان کان اکثرہم من آل النبی

میں کہتا ہوں غالباً ان احادیث میں اشارہ مشائخ ماوراء النہر  
حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند اور ان جیسے بزرگوں کی  
طرف ہے کیونکہ یہ حضرات وطن کے اعتبار سے عجمی ہیں، گو  
نسب کے لحاظ سے ان میں سے بیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸ عون الباری ج ۵، ص ۵، طبع مصر برجاشہ نیل الاوطار۔ ۱۹ نواب صاحب موصوف نے عون الباری میں تو اس  
پیشین گوئی کو صرف ترمذی و محدثین تک محدود رکھا ہے لیکن اتحاف النبلاء میں (امام سیوطی اور حافظ شامی مصنف  
سیرۃ شامیہ پر بحث برہمی کے باوجود کہ انہوں نے اس حدیث کا مصداق خاص امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو کیوں قرار دیا)  
بہت کچھ چٹاں چین کے بعد آخر اقرار کر لیا ہے کہ

مواہب آمنت کہ ہم امام دران داخل است و ہم جملہ  
محدثین فرس باشارۃ النص و اللہ اعلم (ص ۳۲۲)  
صحیح یہی ہے کہ اشارۃ النص کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ بھی اس بشارت  
میں داخل ہیں اور فارس کے سارے محدثین بھی، واللہ اعلم

۲۰ انزالہ الخفا عن خلافتہ الخلفاء از شاہ ولی اللہ صاحب ج ۱ ص ۲۷۱ طبع صدیقی بریلی۔



صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ نسباً، قد  
احیوا سنتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد  
ما میتت وما رضوا بالبدعة وان كانت  
حسنة ولنعم ما قال الجاحی

سکہ کہ در ثرب و بطحا زدند

نوبت آخر بجہارا زدند

وایضاً الی علماء مالوراء النہر مثل ابی عبد اللہ البخاری  
وامثالہ من المحدثین والفقہاء واللہ اعلم، لہ

بہر حال جبکہ حدیث میں رجال من ہولاء بصیغہ جمع آیا ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کو علماء کے کسی  
خاص گروہ اور طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اور فقہاء محدثین اور صوفیہ سب کو داخل سمجھا جائے تو اس میں  
کیا حرج ہے، گو یہ ظاہر ہے کہ عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا اہل قلم  
صوفیہ ہوں یا علماء ان میں اکثریت اخلاف ہی کی رہی ہے، وللا کثر حکم الکمل ہاں یہ ضرور ہے کہ اس بشارت  
میں داخل ہونے کے لئے صرف توطن کافی نہیں جیسا کہ قاضی صاحب موصوف کا خیال ہے بلکہ نسل فارس  
سے ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ابناء فارس کی صاف تصریح موجود ہے اور ظاہر ہے  
کہ توطن سے نسل نہیں بدلا کرتی

تعبیب ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن خاں نے مصنفین "مصلح ستہ" کو اہل فارس  
میں شمار کیا ہے حالانکہ تاریخ سے بجز امام بخاری یا امام ابن ماجہ کے اور کسی کا فارسی نسل ہونا ثابت نہیں،  
امام مسلم کے متعلق خود علامہ نووی کی تصریح موجود ہے "القشیری نسباً نیسابوری و طناً عربی صلیبۃ"  
اور امام ابو داؤد و ترمذی ہیں۔ امام ترمذی، سنی، اسی طرح محدث حاکم ضعی ہیں۔ اور امام دارمی منسوب ہیں  
بنی دارم کی طرف جو قبیلہ یمیم کی مشہور شاخ ہے۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں ان کے متعلق  
صاف لکھا ہے "من بنی دارم بن مالک بن حنظلہ" شاہ صاحب نے فقہاء میں بھی جن لوگوں کے نام لئے  
ہیں ان کے بارے میں بھی یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سب فارسی نژاد ہیں۔

بہر حال امام ابن ماجہ کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ بھی اس حدیث کے عموم میں داخل ہیں۔  
فی الجملہ نسبتے بنو کافی بود مرا ببل ہمیں کہ قافیہ گل بودیں است

امام ابن ماجہ کی ولادت با سعادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن ادریس  
ولادت نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے سنہ ہجری میں واقع ہوئی جو سنہ عیسوی کے مطابق ہے۔

۱۔ تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۵۸ سورۃ نازعہ طبع دہلی۔ ۲۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم از امام نووی، تذکرہ امام مسلم۔  
۳۔ معجم البلدان ج ۷ ص ۸۲۔ ۴۔ عارف جامی کا یہ شعر ان کی مشہور شہنوی تحفۃ الاحرار کا ہے جو انھوں نے  
حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ کی منقبت میں کہا ہے۔

کی آل واصحاب کی اولاد ہیں۔ ان حضرات نے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مٹ جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا  
اور بدعت سے (چلے) وہ بدعت حسنہ کیوں نہ ہو (راضی نہ ہوئے)  
عارف جامی نے بہت خوب کہا ہے

سکہ کہ در ثرب و بطحا زدند

نوبت آخر بجہارا زدند

نیز اس حدیث میں علماء مالوراء النہر امام بخاری اور ان کے ہم پایہ  
دیگر محدثین و فقہاء کی طرف بھی اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال جبکہ حدیث میں رجال من ہولاء بصیغہ جمع آیا ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کو علماء کے کسی  
خاص گروہ اور طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اور فقہاء محدثین اور صوفیہ سب کو داخل سمجھا جائے تو اس میں  
کیا حرج ہے، گو یہ ظاہر ہے کہ عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا اہل قلم  
صوفیہ ہوں یا علماء ان میں اکثریت اخلاف ہی کی رہی ہے، وللا کثر حکم الکمل ہاں یہ ضرور ہے کہ اس بشارت  
میں داخل ہونے کے لئے صرف توطن کافی نہیں جیسا کہ قاضی صاحب موصوف کا خیال ہے بلکہ نسل فارس  
سے ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ابناء فارس کی صاف تصریح موجود ہے اور ظاہر ہے  
کہ توطن سے نسل نہیں بدلا کرتی



اس اعتبار سے اگر ہبیہ ارباب صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین سے آپ کی معاشرت کا حساب لگایا جائے تو حسب ذیل ہوتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین المتوفی ۲۴۳ھ نے جب انتقال کیا تو اس وقت امام ابن ماجہ کی عمر ۲۴ سال تھی۔

امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ

امام محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ

امام مسلم بن الحجاج المتوفی ۲۶۱ھ

امام ابو داؤد المتوفی ۲۶۵ھ کی ولادت آپ سے سات سال پہلے ہوئی اور دو سال بعد انتقال کیا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ کی وفات آپ سے چھ سال بعد ہوئی۔

امام احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۲۰ھ آپ سے عمر میں چھ سال چھوٹے ہیں اور آپ سے تین سال بعد

قضا کی ہے۔

**عہد طالب علمی** | امام ابن ماجہ کے بچپن کا زمانہ علوم و فنون کے لئے بارغ و بیار کا زمانہ تھا، اس وقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ اور دو دیوان عباسی کا گل سرسبز

مامون عباسی سر ریائے خلافت بغداد تھا۔ عہد مامونی خلافت عباسیہ کے اوج شباب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم و فنون کی جیسی سرپرستی مامون نے اپنے دور حکومت میں کی مسلمان بادشاہوں میں سے کم کسی نے کی ہوگی۔ مامون کی حکومت کا دائرہ حجاز و عراق سے لیکر شام، افریقہ، ایشیائے کوچک، ترکستان، خراسان، ایران، افغانستان، اور سندھ تک پھیلا ہوا تھا اور ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ مختلف علوم و فنون کے لئے یونیورسٹی کا کام دیتا تھا۔ مامون خود بہت بڑا عالم اور علماء کا قدر شناس تھا۔ علوم مروجہ وقت میں سے ہر علم میں اس کو دستگاہ کمال حاصل تھی۔ خاص طور پر شعر و ادب، تاریخ، ایام عرب، فقہ اور حدیث میں وہ بڑے بڑے ماہرین فن کا ہمسر سمجھا جاتا تھا۔ علامہ تلج الدین بسکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں اس کے متعلق لکھتے ہیں:

و ذکر المورخون ان کان بارعاً فی الفقہ و  
العربیۃ و ایام الناس (ج ۱ ص ۲۱۷ طبع مصر)

اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں تصریح کی ہے کہ

ولم یل الخلفاء من بنی العباس اعلم منه

اور ابو منشر منجم کہتے ہیں کہ

کان المامون اماماً بالعدل فقیہ النفس

یعد من کبار العلماء۔ ۳۰

حدیث و فقہ کی تکمیل مامون نے اس عہد کے مشہور ائمہ فن سے کی تھی؛ امام مالک سے موطا اور امام محمد سے

۱۲۵ھ ان دونوں حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص ۲۱۲ طبع مجتبائی دہلی۔



سیر کبیر پڑھی تھی علمی مباحثہ میں بڑے بڑے علماء کو ساکت کر دیتا تھا۔ چنانچہ جس زمانہ میں وہ مرو میں قیام پذیر تھا بعض مشہور محدثین سے فقہ حنفی کے بعض مسائل پر جب اس کی گفتگو ہوئی تو ان کو اس کی وسعت معلومات کے سامنے سیر ڈالنی پڑی۔

سلطہ مرو میں عرصہ سے فقہ حنفی کی حکمرانی تھی اور امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کی ایک بڑی جماعت یہاں درس و افتاء میں مشغول تھی۔ علامہ نصر بن شکیل جب بصرہ سے مامون کی قدردانی کا شہرہ سن کر مرو آئے ہیں تو چونکہ وہ ارباب ظواہر میں سے تھے فقہ حنفی کا قبول عام برداشت نہ کر سکے اور بعض نوعمر محدثین کو اپنے ساتھ ملا کر مخالفت پر آمادہ ہو گئے چنانچہ صدرالائمہ کی فتح بن عمرو راق سے بہ سند ناقل ہیں کہ نصر بن شکیل جس زمانہ میں مرو میں مقیم تھے میں وہیں تھا۔ ان لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو آب رواں میں بھیج کر دھونا شروع کر دیا۔ خالد بن صبیح نے جو ان دنوں مرو کے قاضی تھے جب یہ واقعہ سنا تو وہ خود اور آل صبیح کے دیگر افراد سوار ہو کر فصل بن سہل کے پاس پہنچے (جو مامون کا وزیر اعظم تھا) وراق کا بیان ہے کہ لوگ بتاتے تھے اس زمانہ میں آل صبیح میں پچاس یا اس سے بھی زائد ایسے علماء موجود تھے جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے تھے، خالد کے ساتھ ابراہیم بن رستم اور سہل بن مزاحم بھی سوار ہوئے۔ ان سب حضرات نے آکر فصل بن سہل سے اس امر کی شکایت کی۔ فصل نے کہا کہ میں جب تک خلیفہ کو جا کر صورت واقعہ نہ بتا دوں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ کہہ کر فصل مامون کے پاس آیا اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا۔ مامون نے دونوں فریقوں کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ فصل نے بتایا کہ یہ نوخیز۔ تو اسحق بن راہویہ اور احمد بن زہیر وغیرہ ہیں مگر نصر بن شکیل ان کے ساتھ ہیں۔ اور یہ لوگ خالد بن صبیح، سہل بن مزاحم اور ابراہیم بن رستم ہیں۔ مامون نے کہا اچھا پھر کل دونوں فریق کو حاضر کرنا تا کہ میں ان کے باہم فیصلہ کر سکوں اور دیکھوں کہ دلیل کس فریق کے ہاتھ میں ہے۔ اسحق اور ان کے رفقاء نے مامون کی گفتگو سنی تو اسحق بولے کل مامون کے سامنے کون بحث کرے گا۔ ادھر نصر بن شکیل کا یہ حال تھا کہ وہ مامون کے مقابلہ میں نہ کلام میں ٹھہر سکے تھے اور نہ حدیث میں۔ آخر سب کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ احمد بن زہیر، مامون سے گفتگو کریں۔ چنانچہ دوسرے دن علی الصبح سب لوگ دربار میں جمع ہوئے۔ مامون نے آتے ہی سلام کیا اور نصر بن شکیل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کے متعلق آپ لوگوں نے یہ کیا رویہ اختیار کیا کہ انھیں آب رواں میں بھیج کر دھو ڈالا۔ نصر تو خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا مگر احمد بن زہیر نے عرض کیا، امیر المؤمنین اگر اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ مامون نے کہا اگر تم بہتر طریقہ پر گفتگو کر سکتے ہو تو تم ہی کرو۔ وہ کہنے لگے امیر المؤمنین ہم نے ان کتابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پایا مامون نے کہا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کس طرح، اتنا کہہ کر خالد بن صبیح سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ نے کیا کہا ہے۔ خالد نے امام ممدوح کے قول پر فتویٰ بتایا۔ احمد بن زہیر اس کے خلاف روایت بیان کرنے لگے مگر مامون نے امام ابو حنیفہؒ کی تائید میں وہ احادیث پیش کیں جو ان لوگوں کے علم میں بھی نہ تھیں۔ آخر اسی قسم کی باتیں جب ان لوگوں نے زیادہ بنائیں تو مامون کہنے لگا لو جو خدا ناہ مخالفانہ لکتاب اللہ و سنت رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما استعملناہ۔ (اگر ہم ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پاتے تو ان پر عمل کرانے کے خواہشمند ہی کیوں ہوتے) خبردار اب آئندہ ایسی حرکت کرنے سے باز رہنا۔ اگر یہ بڑے میان در نصر بن شکیل) تم میں نہ ہوتے تو میں تم کو ایسی سزا دیتا کہ یاد رکھتے

مخالف امام الاعظم از صدرالائمہ



اسی کے ساتھ علماء کی قدر شناسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے عہد خلافت میں جب اس نے بغداد میں آکر قیام کیا ہے تو دو سو فقہ اس کے دربار میں بیٹھے تھے دستور تھا کہ اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو دوسرے کو بلا کر اس کی جگہ پُر کی جاتی تھی، مامون خود بھی ان سب میں فقہ و علم کے اعتبار سے ممتاز تھا۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ مامون نے فقہاء آفاق کو جمع کر لیا تھا۔ سیوطی نے حافظ ابن عساکر کی تاریخ کے حوالہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سہ شنبہ کا دن خاص فقہی مباحثہ کے لئے مخصوص تھا اور مامون خود بہ نفس نفیس اس مباحثہ میں حصہ لیتا تھا۔ ۱۷

مامون نے پنجشنبہ ۱۲ رجب ۲۱۸ھ کو وفات پائی اور اس کا بھائی معتمد بادشاہ اس کی جگہ تخت خلافت پر متمکن ہوا، امام ابن ماجہ کا سن اس وقت نو سال کا تھا معتمد اگرچہ علم سے بالکل عاری تھا لیکن ایسا شکوہ و دبدبہ رکھتا تھا کہ شاہان عالم کا اس کے سامنے زہرہ آب تھا۔ آذربائیجان، طبرستان، سیستان، اشیا ص، فرغانہ، طیمارستان، صفہ اور کابل ان تمام ممالک کے بادشاہ اس کے دربار میں گرفتار ہو کر آچکے تھے۔ معتمد نے ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن حکومت کر کے ۸ ربیع الاول ۲۲۴ھ کو قضا کی۔ اب امام ابن ماجہ کی عمر ۸ سال کی ہو چکی تھی۔

امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات بالکل پردہ خفایں ہیں اور خاص طور پر بچپن کے متعلق تو کچھ معلوم ہو سکا۔ تاہم قیاس چاہتا ہے کہ عام دستور کے مطابق آپ نے بچپن ہی میں تعلیم کی ابتدا کی ہوگی اور شروع میں قرآن پاک پڑھا ہوگا، بعد کو سن تیز پر پہنچ جانے اور ذرا سیانے ہو جانے پر حدیث کے سماع پر متوجہ ہوئے ہوں گے، اس لئے ہم آپ کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ عہد مامون اور عہد معتمد کو قرار دیتے ہیں۔

قزوین، جو امام ابن ماجہ کا مولد و مسکن تھا جب امام موصوف نے آنکھ کھولی ہے تو علم حدیث کی درس گاہ بن چکا تھا اور بڑے بڑے علماء یہاں سند درس و افتاء پر جلوہ گر تھے۔ ظاہر ہے کہ امام موصوف نے علم حدیث کی تحصیل کا آغاز وطن مالوف ہی سے کیا ہوگا۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سن میں قزوین کے جن مشائخ سے احادیث روایت کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں،

علی بن محمد ابو الحسن طنافسی، مشہور حافظ حدیث ہیں، حافظہ ہی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا تذکرہ ان لغظوں سے کیا ہے محدث قزوین و عالمہا، اصل میں کوفہ کے رہنے والے تھے، بعد کو رے اور قزوین میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کا خاندان اہل علم کا خاندان تھا، آپ کے دونوں ماموں یعلیٰ بن عبید اور محمد بن عبید بھی محدث تھے، حسن بن محمد آپ کے بھائی بھی بڑے عالم تھے اور آپ کے صاحبزادے حسین قزوین کے قاضی تھے، آپ نے اپنے دونوں ماموؤں سے نیز کوفہ اور دوسرے شہروں کے مشاہیر ائمہ حدیث عبد اللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، ابو معاویہ، وکیع، ابن عیینہ اور ابن وہب وغیرہ سے حدیثیں سنی تھیں اور آپ سے ابو ذر غفاری، ابو حاتم، ابن ماجہ اور آپ کے صاحبزادے حسین طنافسی وغیرہ بہت سے علماء روایت کرتے

۱۷۔ بات بھی صدر الامۃ نے اسی واقعہ کے ذیل میں وراق کی زبانی نقل کی ہے۔ ۱۷ ان کے اہل الفاظ یہ ہیں وجمع الفقہاء من الافاق، تاریخ الخلفاء ص ۲۱۳۔ ۱۷ ایضاً ص ۲۲۷۔



ہیں، حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے، محدث خلیلی کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کے  
صحابی حسن دونوں قزوین کے امام ہیں اور دونوں بڑے بلند پایہ تھے، بڑے بڑے علما تحصیل علم کی خاطر ان حضرات  
کے پاس سفر کر کے آیا کرتے تھے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں،

کان ثقة صدوقا وهو احب الی من ابی بکر آپ ثقہ اور صدوق تھے اور مجھے فضیلت اور صلاح میں  
بن ابی شیبہ فی الفضل والصلاح وابوبکر آپ ابوبکر بن ابی شیبہ سے بھی زیادہ پیارے ہیں مگر ابوبکر  
اکثر حدیثا وافہم آپ سے حدیث کے علم اور اس کی فہم میں زیادہ تھے۔

آپ کی وفات سلسلہ میں ہوئی ہے۔ امام نسائی آپ کے بیک واسطہ شاگرد ہیں، کیونکہ انہوں نے مسند علی  
میں زیادہ بن ابوبکر طوسی کے واسطے سے آپ سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب)  
عمرو بن رافع ابو حجاز بجلي، قزوین کے رہنے والے تھے، حفاظ حدیث میں آپ کا شمار ہے،  
عبد اللہ بن مبارک، فضل بن موسیٰ اور شمیم وغیرہ کے شاگرد ہیں اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابوزرہ اور ابو حاتم  
کو تلمذ حاصل ہے، ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان سے زیادہ صادق اللہ علیہ اور صحیح الحدیث حضرات سے کم لکھے کا اتفاق  
ہوا ہے، ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حدیث میں بڑے مستقیم ہیں، خلیلی  
نے آپ کا سنہ وفات ۲۳۷ نقل کیا ہے۔ (خلاصہ خزنجی اور تہذیب التہذیب)۔

اسمعیل بن توبہ ابو سہل قزوینی، مشہور فقیہ اور محدث ہیں، آپ کی کنیت ابو سہل بھی ہے۔ پہلے  
رے میں رہتے تھے پھر قزوین میں آئے، سلا آپ ثقفی ہیں اور آپ کے بزرگ طاقت کے باشندے تھے۔ امام  
محمد، بشیم، سفیان بن عیینہ، خلف بن خلیفہ اور اسمعیل بن جعفر وغیرہ سے فن حدیث کی تکمیل کی، اور آپ سے  
ابن ماجہ، ابوزرہ، ابو حاتم، حسین بن اسحق تہری، علی بن سعید دازی، علی بن اسحاق کسائی اور محمد بن یونس اور دیگر  
علما کی ایک بڑی جماعت نے حدیثیں روایت کیں۔ سنہ ۲۳۷ میں وفات پائی۔ امام ابو حاتم نے آپ کو صدوق  
کہا ہے اور خلیلی کے آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں،

کان عالما کبیرا مشہورا رحل الی یہ بڑے مشہور عالم تھے اور طلب علم میں انہوں نے  
الحجاز والعراق حجاز و عراق کا سفر کیا تھا۔

حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ مستقیم الاثر فی الحدیث  
یعنی فن حدیث میں آپ پختہ کار ہیں، آپ کے آخری شاگرد ابوبکر محمد بن حجاج مقری ہیں۔

آپ کا شمار کبار ائمہ حنفیہ میں سے ہے چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المصنیۃ فی طبقات  
الحنفیہ میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام محمد کی مشہور کتاب السیر الکبیر کے آپ راوی ہیں۔ امام محمد  
ہارون الرشید کے شہزادگان کو جس زمانہ میں تعلیم دیتے تھے تو سیر کبیر کے درس میں یہ بھی ان کے ساتھ  
شریک رہتے تھے۔

واضح رہے کہ سیر کبیر کا شمار فقہ حنفی کی ان چھ کتابوں میں ہے کہ جو کتب ظاہر الروایۃ سے موسوم  
ہیں۔ (الجواہر المصنیۃ، تہذیب التہذیب)۔



ہارون بن موسیٰ بن حیان ثلمی، کینت ابو موسیٰ ہے، قزوین کے رہنے والے تھے، بہت سے محدثین سے حدیثیں سنی ہیں، اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابوداؤد، ابوحاتم اور آپ کے صاحبزادے حوصی نے حدیثیں نقل کی ہیں، ابن ابی حاتم نے آپ کو صدوق ثقہ کہا ہے اور خلیلی آپ کے متعلق لکھتے ہیں، ثقہ کبیر المحمل مشہور بالامانة والعلم والدیانہ (ثقہ ہیں بڑے پایہ کے شخص ہیں، امانت، علم اور دیانت میں مشہور ہیں) شتکہ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب)۔

محمد بن ابی خالد ابوبکر قزوینی، ان کے والد کا نام یزید ہے، آپ کو طبری بھی کہا جاتا ہے، فن حدیث میں عبدالرحمن بن ہمدی، عبدالرزاق بن ہمام اور ابراہیم بن خالد کے شاگرد ہیں اور آپ سے امام ابن ماجہ اور موسیٰ بن ابراہیم بن حیان قزوینی نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ خلیلی نے تاریخ قزوین میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ قدیم الموت ہیں۔ (تہذیب التہذیب)۔

بہر حال امام ابن ماجہ کے پہلے اساتذہ کہ جن کے پاس آپ نے تحصیل فن کا آغاز کیا ہے یہی حضرات ہیں اور ان میں بھی محمد بن ابی خالد قزوینی جیسا کہ خلیلی نے ان کے قدیم الموت ہونے کی تصریح کی ہے شاید اور بھی پہلے ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ اگرچہ ان بزرگوں کی درسگاہوں سے امام ابن ماجہ کو حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا تاہم تکمیل فن کے لئے بلا واسطہ کی طرف رجعت ضروری تھی تاکہ ایک حافظ حدیث کے لئے طرق و اسانید کا جتنا سرمایہ درکار ہے وہ فراہم ہو جائے۔

**طلب حدیث کیلئے رجعت** | رجعت وہ مقدس سفر ہے جو علم دین کی تحصیل کے لئے کیا جاتا تھا۔ یہ وہ مبارک عہد تھا کہ اس میں علم نبوی کے لئے گھر چھوڑنا اور دور دراز

مالک کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار تھا۔ علما سلف کو اس سفر کے ساتھ جو غیر معمولی شفقت تھا آج اس کا اندازہ لگانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ محدثین کے حالات پڑھنے سے لفظ "رجعت" بجائے خود ایک مقدس لفظ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہائے کیا مقدس تھا وہ گروہ کہ جس نے سفر کرتے کرتے خود لفظ میں تقدس پیدا کر دیا اور کیسے نہ ہوتا جبکہ خود کتاب و سنت میں اس مبارک سفر کی ترغیب و تاکید موجود ہے۔ قرآن پاک میں ایک طرف حضرت موسیٰ علی نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نے طلب علم کی خاطر مجمع البحرین تک سفر کیا تھا اور دوسری طرف دینی تفقہ کے حصول کے لئے یہ خصوصی تاکید ہے۔

اور یہ ٹھیک نہیں کہ مسلمان سب کے سب محل کھڑے ہوں پھر کیوں نہ بنے ان کی ہر جماعت میں سے چند لوگ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور دلائل اپنی قوم کو جب لوٹ آئیں ان کی جانب تاکہ وہ بچتے رہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک

ارشاد منقول ہے،



ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الى الجنة (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول)  
جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر گامزن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرمادیتے ہیں۔  
اور جامع ترمذی اور سنن دارمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع (مشکوٰۃ کتاب العلم، فصل ثانی)  
جو شخص طلب علم میں نکلا وہ جب تک لوٹ کر نہ آئے راہ خدا میں ہے۔

عہد رسالت میں اطراف عرب سے مختلف قبائل کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور ضروری تعلیم حاصل کر کے واپس ہو جاتے تھے، اصحاب صفہ مستقل طور پر آستان رسالت پر مقیم رہتے اور ہر وقت کی تعلیمات سے باخبر ہوتے تھے، تو عہد نبوی کا حال تھا اور آپ کی وفات کے بعد بارہا ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ ایک ایک حدیث کی خاطر صحابہ نے ایک ایک ماہ کی مسافت طے کر دالی ہے۔

محمد بن نے تو اس عنوان پر اپنی تصانیف میں مستقل ابواب قائم کئے ہیں، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب العلم کے اندر دو باب اسی مضمون کے باندھے ہیں، پہلا باب ہے باب الخرج فی طلب العلم اور ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں کہ

ورحل جابر بن عبد الله مسيرة شهر الى عبد الله بن انيس في حديث واحد۔  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سننے کی خاطر ایک ماہ کا سفر کیا تھا۔

اور دوسرے باب کا عنوان ہے باب الرحلة في المسئلة النازلة یعنی جو مسئلہ پیش آجائے اس کے دریافت کرنے کے لئے سفر اختیار کرنا اور واری نے اپنی سنن میں باب باندھا ہے باب الرحلة في طلب العلم والعناء فيه یعنی طلب علم کی غرض سے سفر کرنا اور اس میں مشقت اٹھانی۔

امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل خود امام موصوف نے اپنی مشہور کتاب الادب المفرد میں اور امام احمد اور ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مسند میں بواسطہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل خود حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ مجھے ایک صاحب کے متعلق اطلاع ملی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے۔ میں نے فوراً اونٹ خرید لیا اس پر کجاوہ کسا اور ان صاحب کی طرف ایک ماہ کا سفر طے کر کے سیدھا ملک شام پہنچا۔ یہ صاحب عبد اللہ بن انیس تھے۔ میں نے ان کے دربان سے کہا جا کر کہو جابر دروازہ پر کھڑا ہے۔ انہوں نے سنتے کے ساتھ ہی پوچھا کیا ابن عبد اللہ میں نے کہا جی ہاں۔ وہ فوراً باہر آئے گلے ملے۔ میں نے کہا مجھے ایک حدیث کے متعلق اطلاع ملی تھی کہ آپ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں ڈرا کہ کہیں مجھے موت آجائے اور اس حدیث مبارک کے سننے سے محروم رہ جاؤں۔ یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کر دی۔ یہ حدیث آخرت میں قصاص سے متعلق ہے اور امام بخاری نے اس کا ایک ٹکڑا صحیح بخاری، کتاب التوحید،



باب لا تتفع الشفاعۃ الا لمن اذن له میں بھی ذکر کیا ہے۔

امام دارمی نے اپنی سنن میں عبد اللہ بن برید سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی سفر کر کے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس مصر پہنچے یہ اس وقت اپنی اوشی کو چارہ کھلا رہے تھے ان کو دیکھتے ہی بولے مرحبا صحابی مذکور نے فضالہ سے کہا لم ائتک زائرا میں آپ کی ملاقات کے لئے نہیں آیا بلکہ اس غرض سے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے علم میں ہوگی فضالہ نے پوچھا ما ہو وہ کونسی حدیث ہے؟ صحابی مذکور نے کہا کذا کذا میں یہ یہ ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ محدث حاکم نے معرفت علوم الحدیث میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نقل کیا ہے کہ وہ بھی حضرت عقبہ بن عامر جونی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صرف ایک حدیث کی خاطر سفر کر کے مصر تشریف لے گئے تھے چنانچہ جب وہ مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے جو اس وقت مصر کے گورنر تھے تو ان کو اطلاع دی مسلمہ جلدی سے باہر آئے معانقہ کیا، پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی، فرمایا ایک حدیث میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اب سولے میرے اور عقبہ کے اور کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا سننے والا باقی نہیں اس لئے کسی کو بھیجو جو مجھے ان کے مکان کا پتہ بتا دے مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فوراً آدمی ساتھ کر دیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو جلدی سے نکل کر معانقہ کیا اور پوچھنے لگے اے ابوالیوب کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں ایک حدیث میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اب میرے اور تمہارے سوا اور کوئی آپ سے اس کا سننے والا باقی نہیں ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ بولے ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے،

من ستر علی مومن فی الدنیا علی خزیۃ  
ستہ اللہ یوم القیامۃ۔  
جو دنیا میں کسی رسوائی پر مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا  
اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا تم نے سچ کہا۔ یہ کہہ کر سواری کا رخ کیا اور سوار ہو کر مدینہ طیبہ کو واپس ہو گئے۔ واپسی میں اتنی جلدی کی کہ حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جو تذراہ ان کو بھیجا تھا وہ بھی غرضت مصر میں ان کو ملا۔

یہ دور صحابہ کے چند واقعات تھے جو بطور نمونہ گلے از گلزارے ہدیہ ناظرین کے لئے تاجعین کا دور آیا تو اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی خطیب بغدادی نے عبید اللہ بن عدی سے جو کبار تابعین سے ہیں نقل کیا ہے کہ مجھے ایک حدیث کی بابت پتہ چلا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہے۔ ساتھ ہی خدشہ گذرا کہ کہیں خدا نخواستہ ان کا انتقال ہو گیا تو پھر کسی اور سے وہ حدیث معلوم نہ ہو سکے گی۔ پس فوراً سفر شروع کر دیا اور آپ کی خدمت میں عراق پہنچ کر دم لیا۔

کثیر بن قیس کہتے ہیں میں مسجد دمشق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا رفعتا

سنن دارمی ص ۵۷ طبع نظامی کانپور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۱ ص ۱۵۹) میں اس کو بحوالہ ابوداؤد نقل کیا ہے  
سنن ص ۷۸ طبع مصر۔ سنن فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۹۔



ایک شخص نے ان سے آکر عرض کیا ابو الدرداء! میں مدینۃ الرسول (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے چل کر تمہارے پاس آیا ہوں اور کسی حاجت و ضرورت سے نہیں آیا صرف ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فضیلتِ علم کے بارے میں جو حدیث انھوں نے سنی تھی اس شخص سے بیان کی۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ علامۃ التابعین عامر شعبی نے ایک بار ایک حدیث بیان کی اور پھر سائل سے (جو خراسان کا رہنے والا تھا) کہنے لگے کہ ہم نے تمہیں مفت بتا دیا ہے ورنہ اس سے بھی کم کے لئے تو مدینہ کا سفر کیا جاتا تھا۔ دارمی نے بسند صحیح بسرب عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں صرف ایک حدیث کی خاطر شہر شہر کا سفر کیا کرتا تھا۔ اور ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ ہم بصرہ میں صحابہ کی روایات سننے لگے مگر جب تک مدینہ طیبہ جا کر خندان کی زبانی نہ سن لیتے راضی نہ ہوتے۔ سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر کئی کئی دن اور کئی کئی رات کا سفر کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کہ اسنادِ عالی کی طلب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرماتے لگے اسنادِ عالی کا طلب کرنا سلف کی سنت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ (آپ سے علم حاصل کرنے اور حدیثیں سن لینے کے باوجود) مدینہ کا سفر کرتے اور وہاں جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے علم سیکھتے اور حدیثیں سنتے تھے۔

امام ربیع میں بجز امام مالک کے کہ آپ نے کبھی طلبِ علم کے لئے مدینہ سے باہر قدم نہیں نکالا (کیونکہ اس وقت خود مدینہ دارالعلم تھا اور تمام مالک کے شیوخ و اساتذہ خود آستانہ نبوی پر حاضر ہوتے تھے) بقیہ تمام ائمہ کے اسفار علیہ ثابت ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ کو فی طلبِ علم میں جس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا اور اکثر سال بھر کے قریب کم و بیش قیام رہتا تھا۔ اس زمانے میں حج بھی افادہ و استفادہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ مالک اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور دس و افنا کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ امام ابو الحسین مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے پچھن حج کے تھے علاوہ انہیں سلسلہ سے لے کر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔

۱۔ یہ پوری حدیث مع اس واقعہ کی تفصیل کے مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم فصل ثانی میں بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی مذکور ہے۔ ۲۔ باب تعلیم الرجل امته والہ۔ واضح رہے کہ امام شعبی کی طبیعت میں مزاج تھا۔ ۳۔ سنن دارمی ص ۴۷۔ ۴۔ معرفۃ علوم علوم الحدیث ص ۸، مناقب الامام احمد ابن حنبل ص ۲۰۳ طبع مصر۔ ۵۔ مناقب الامام الاعظم از صدر الامہ موفی بن احمد ج ۱ ص ۵۹۔ ۶۔ ایضاً ص ۲۵۳۔ ۷۔ ایضاً ص ۲۴۔ ۸۔ ظاہر بیہوش کو شاید امام اعظم کی قبرست کمالات میں حج کی یہ تعداد مبالغہ آمیز نظر آئے۔ مگر تاریخ اسلام میں یہ کوئی عجیب بات نہیں ہم متعدد شخصوں کے نام بتا سکتے ہیں کہ جن کے حج کی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ امام ابن ماجہ نے اپنے شیخ علی بن منذر سے خود سنا ہے کہ انھوں نے انھوں نے انھوں نے حج کے تھے اور ان میں بھی بیشتر پیادہ پا ہی تھے۔ (سنن ابن ماجہ باب صید الکلب) محدث ابن جوزی نے مناقب احمد (ص ۸۷) میں سعید بن سلیمان ابو عثمان واسطی معروف بہ سعدویہ کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ساتھ حج کے تھے۔ اور حافظ عبدالقادر قرشی نے ابوجاہر المصنفی طبقات الخفیفہ میں سفیان بن عیینہ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ستر حج کئے تھے۔



امام شافعیؒ کے حدود سفر میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے حسب ذیل مقامات کے نام لئے ہیں۔ مدینہ، یمن، عراق اور مصر۔ امام احمد بن حنبلؒ نے طلب حدیث میں کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا تھا۔ اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے عراق و حجاز اور دیگر ممالک کے بہت سے مشائخ سے حدیث کی تحصیل کی ہے۔ اور امام محمدؒ نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، شام اور بلاد عراق میں جا کر حدیث کا سماع کیا تھا، حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ میں خود امام محمدؒ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے ان میں سے پندرہ ہزار نحو اور شعر کی تحصیل پر صرف کئے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تکمیل پر۔

بہر حال علم کی دھن میں ملکوں ملکوں پھرنا سیکڑوں میل پایا دھڑے کر لینا برا عظم اور سندر کو پار کر لینا اس دور کے علماء کے نزدیک معمولی بات تھی۔ اسی عہد کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت خلف بن ایوبؒ سے جو

۱۵ توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس از حافظ ابن حجر ص ۵۳ طبع میرہ مصر ۱۲۵۰ مناقب امام احمد از ابن جوزی ص ۲۲ طبع مصر ۱۲۵۰۔ ۱۳ ملاحظہ ہو حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی از محدث کوثری ص ۵۴ طبع مصر۔

۱۴ نیل الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی۔ از محدث کوثری ص ۶ طبع مصر۔ ۱۵ کتاب مذکور طبع مصر ص ۵۴۔

۱۶ اہل بلخ کے امام ہیں بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے آپ کا شمار اپنے وقت کے اکابر اولیاء اللہ میں ہے۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں آپ کا تذکرہ ان لغظوں سے شروع کیا ہے، خلف بن ایوب العامری البلیخی ابو سعید احمد الفقہاء الاعلام، بلخ، محدث حاکم کے الفاظ ہیں فقیہ اہل بلخ و زاہد ہم، حافظ غیبی لکھتے ہیں،

صدوق مشہور کان یوصف بالستر والصلاح حدیث میں بڑے صادق اور مشہور ہیں، ستر و صلاح اور زہد سے والنہد و کان فقیہاً علی رای الکوفیین۔ موصوف تھے اور کوفیوں (اخلاف) کے مذہب پر فقیہ تھے۔

ذہبی فرماتے ہیں،

کان ذا علم وعمل وتالہ، زارہ سلطان آپ صاحب علم و عمل اور اللہ والے تھے، سلطان بلخ آپ کی بلخ فاعرض عند۔ زیارت کے لئے آیا تو آپ نے منہ پھیر لیا۔

حاکم نے لکھا ہے کہ فقہ کی تعلیم آپ نے امام ابو یوسفؒ اور ابن ابی لیلیٰ سے پائی اور زہد و تصوف حضرت ابراہیم بن ادیمؒ سے اخذ کیا، حافظ عبد القادر قرشی نے انجواہ المصنیۃ فی طبقات الخفیین میں لکھا ہے کہ آپ امام محمدؒ اور امام زفر کے تلامذہ ہیں سے تھے۔ ایک بار کسی نے آپ سے کہا کہ حسن بن زیاد کے ساتھ آپ کو بڑی شیغنی ہے حالانکہ وہ نماز میں تخفیف کرتے ہیں فرمایا تخفیف نہیں بلکہ انھوں نے نماز کو سبک کر دیا ہے یعنی رکوع اور سجود پورا پورا کرتے ہیں اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارکان کی پوری ادائیگی کے ماوجود سب سے سبک تر نماز ادا فرماتے تھے۔ ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا مبسوط تذکرہ لکھا ہے۔

حدیث کا سماع آپ کو امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفر اور ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ عوف اعرابی، قیس بن الریح، اسرعیل بن یونس، اسد بن عمرو بجلی، جریر بن عبد الحمید اور دیگر علماء کی ایک جماعت سے حاصل ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ سے امام احمد ابو کریب اور ایک مخلوق نے حدیث روایت کی ہیں۔ حاکم لکھتے ہیں کہ مسئلہ میں آپ نیشاپور شریف لائے تھے تو ہمارے یہاں کے مشائخ نے آپ سے حدیثیں لکھی تھیں۔ آپ کے شاگردوں میں امام احمد کے علاوہ امام یحییٰ بن معین اور مشہور فقیہ اور زہاد حضرت ایوب بن حسن حنفی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام ترمذی نے بھی اپنی جامع میں ابو کریب محمد بن العلاء کے واسطے سے آپ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

(باقی برصغیر آئندہ)



بلغ میں تھے اگر ایک مسئلہ دریافت کیا وہ کہنے لگے کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ سائل نے کہا پھر کسی ایسے شخص کو بتائیے جسے یہ مسئلہ معلوم ہو۔ کہنے لگے ایسے تو حسن بن زیاد ہیں جو کوفہ میں ہیں۔ اس پر سائل نے کہا کوفہ تو بہت دور ہے۔ خلف نے کیا عمدہ جواب دیا۔

من ہمد الدین فالکوفۃ الیہ قریبۃ جے دین کا فکر ہو اس کے لئے کوفہ قریب ہے۔  
یہی وجہ تھی کہ جو اس زمانے میں طلب علم میں قطع منازل سے گھبراتا وہ طعن ملامت کا نشانہ بنتا تھا چنانچہ امام یحییٰ بن معین جو سید الحفاظ اور ناقد فن کہلاتے ہیں فرماتے ہیں جو محدث اپنے ہی شہر میں حدیثیں لکھا کرے اور سفر نہ کرے اس میں تم کبھی بھلائی محسوس نہ کرو گے۔ اس عہد میں یہ سفر کتنا مبارک سمجھا جاتا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ جو اپنے وقت کے کبار اولیاء اللہ میں سے تھے یوں فرماتے ہیں کہ ان الله تعالى يدفع المبالغة عن هذه الامانة بوحلة اصحاب الحديث (مقدم ابن صلاح ص ۲۱۰ طبع حلب) کو دفع فرماتا رہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)  
خصلتان لا یجتمعان فی منافق حسن سمعت ولا فقد فی الدین (باب ما جاری فی فضل الفقہ علی العبادۃ)  
دو خصلتیں ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں ایک اچھا رویہ اور دوسرے دین کی سمجھ۔  
افسوس ہے کہ امام ترمذی کو حضرت خلف کے حالات پر اطلاع نہ ہو سکی چنانچہ وہ اس حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں کہ "سوائے محمد بن العلاء کے اور کسی کو میں نے ان سے روایت کرتے نہیں دیکھا اور مجھے یہ نہیں کہ وہ کیسے شخص تھے؟" امام ذہبی ترمذی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں، حدث عنہ جماعة (ان سے تو ایک جماعت نے حدیثیں بیان کی ہیں) صدر الامۃ لکھتے ہیں:

"آپ اپنے اہل عصر میں سب سے بڑے زاہد و عابد تھے، عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں جب آپ پہنچے تو انھوں نے آپ سے معاف کیا اور بڑے اکرام سے پیش آئے اور جب اٹھ کر چلنے لگے تو فرمایا اس شخص کا طرز اہل جنت کے طرز سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ حارث بن مسلم سے حدیث کا سماع کر رہے تھے جب دوس سے فانی ہو کر کھڑے ہوئے تو حارث کی زبان سے نکلا اس شخص کا طرز اپنی کتنا اچھا ہے۔ خراسان سے کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر ہوا ہے پاس نہیں آیا۔ ششہ میں وفات پائی۔ جب جنازہ اٹھا یا جانے لگا تو زحر بن اسد والی بلخ نے ہرجہ کر جازہ کو کاٹ دیا اور مصل (وہ جگہ جو نماز جازہ کے لئے مخصوص ہوتی ہے) تک اٹھائے لئے چلا گیا اور خود ہی نے نماز جازہ پڑھائی۔ سلام پھیرا تو فضا سے آواز سنائی دی اے نوح بن اسد تو نے روئے زمین کے بہترین شخص پر نماز پڑھی، تو نے خلف بن ابوسب پر نماز پڑھی، تو فائز المرام ہے۔" (مناقب الامام الاعظم ص ۲۱۱ و ۶۲۰)  
حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا سنہ وفات ۱۵۰ھ لکھا ہے اور ابن جوزی نے منتظم میں ششہ ذکر کیا ہے مگر صدر الامۃ نے جو سنہ وفات بیان کیا ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسی کی تصحیح کی ہے۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، الجواہر المفصیہ)  
(حاشیہ صفحہ ۱۸) طے معرفۃ علوم الحدیث از حاکم نیشاپوری ص ۹ طبع مصر

طے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے، ابراہیم بن ادہم بن منصور علی، بعض میم بتاتے ہیں، ابواسحاق آپ کی کنیت ہے۔ بلخ کے رہنے والے تھے۔ پھر کوفہ آکر رہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تحصیل کی۔ اور بعد کو ملک شام میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔ امام کریم لکھتے ہیں صاحب الامام و قری عنہ و نصحا لہما ص ۲۱۱ (مناقب الامام اعظم از کریم ص ۲۱۱) یعنی آپ امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہے ہیں اور آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام صاحب نے آپ کو نصیحت بھی کی تھی۔ امام صاحب کی نصیحت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔  
(باقی حاشیہ پر صفحہ آئندہ)



طلبِ حدیث میں رحلت کے لئے جو روایات اصولِ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں:

واذا اخذ فيه فليثمر عن ساق جده و  
اجتهاده وابدأ بالمعاج من اسند شيوخ مصر  
ومن الاولى فالاولى من حيث العلم والشهرة  
والشرف او غير ذلك واذا فرغ من سماع  
العوالي والمهمات التي ببلده فليرحل الى  
غيره - (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱۰)

اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

وصفة الرحلة حيث يبتدئ بمحيط اهل  
بلده فيستوعبه ثم يرحل فيحصل في الرحلة  
ماليس عنده - (شرح تخبہ)

امام ابن ماجہ نے بھی جب فنِ حدیث پر توجہ کی تو اسی قاعدہ کے بموجب سب سے پہلے اپنے شہر کے اساتذہ  
فن کے سامنے زانوئے شاگردی کیا اور اکیس بائیس سال کی عمر تک وطن عزیز میں تحصیلِ علم میں مصروف رہے  
پھر جب یہاں سے فارغ ہوئے تو دوسرے ممالک کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی رحلتِ علیہ کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہوگی  
مگر علامہ صفی الدین خردجی نے خلاصہ تہذیب الکمال میں اسماعیل بن عبد اللہ بن زرارۃ ابوالحسن الرقی کے  
ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

انما رحل ابن ماجه بعد الثلاثين (ص ۳۳ طبع مصر) ابن ماجہ نے سترہ کے بعد سفر کیا ہے۔

جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً عمر عزیز کے تیسویں سال آپ نے راہِ طلب میں وطنِ مالوف سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

یا ابراہیم انك قد رقت من العبادة شيئا صالحا  
فليكن العلم من بالك فانه من العبادة وبه  
قوام الامور (مناقب صدرالائمہ ج ۲ ص ۹۱)

صدرالائمہ نے لکھا ہے کہ آپ نے امام ابو حنیفہ، اعلم، محمد بن زیاد و ان کے اقران سے حدیث کا سماع کیا ہے؟  
(رج ۱ ص ۹۱) اور آپ سے امام ابو زناعی (باوجودیکہ وہ عمر میں آپ سے بڑے تھے) سفیان ثوری، ابراہیم بن بشار، بقیہ بن  
الولید اور حضرت شفیق ثنی روایت کرتے ہیں، امام ترمذی نے اپنی سنن میں کتاب الطہارۃ کے اندر آپ سے ایک حدیث  
تعلیقا نقل کی ہے۔ امام نسائی، دارقطنی، ابن معین، ابن نمیر نے آپ کو ثقہ کہا ہے اور ابن حبان کتاب الثقات میں آپ کے  
ادوات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

كان صابرا على الجهد والفقه والورع الدائم  
والسجاء الوافر الى ان مات۔  
آپ مجاہدہ، فقہ، مسلسل تقویٰ شعاری اور بہت زیادہ سخاوت  
میں مرتے دم تک ثابت قدم رہے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کان من خيار الافاضل، امام نسائی فرماتے ہیں ثقة مامون احد الزهاد  
سلمۃ یا سلمۃ میں ملازم میں آپ نے وفات پائی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ (تہذیب التہذیب)



قدم باہر نکالا ہے، یہ وہ زمانہ ہے کہ محدثین اطراف عالم میں پھیل چکے تھے اور جا بجا اسناد و روایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے تمام بلاد اسلامیہ میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں درس گاہیں قائم تھیں اور بڑے زور شور سے حدیث پاک کا درس جاری تھا۔ اس زمانہ میں عامہ مسلمانین میں علم حدیث کا شوق اور رواج اس درجہ تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں دس دس ہزار طلبہ کا شریک ہو جانا معمولی بات تھی۔ حافظ شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں آٹھویں طبقہ کے (جو امام ابن ماجہ کے شیوخ کا طبقہ ہے) ایک سو تیس اکابر حفاظ حدیث کا ذکر کر کے لکھے ہیں:

و لعل قد اهلنا طائفة من نظرنا منهم فان المجلس الواحد في هذا الوقت كان يجتمع فيه ازید من عشرة الاف محبرة يكتوبون الآثار النبوية ويعتقون بهذا الشأن وبينهم نحو من مائتي اقام قد برزوا و اهلوا للفتيا (۲۷ ص ۱۱ طبع جدید) اور غالباً ہم سو ان ہی کے ہم پایہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا ذکر کر چکے ہیں کیونکہ اس عہد میں ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار سے زائد دوا تیں جمع ہوتی تھیں اور لوگ احادیث نبوی کی کتابت میں مصروف اور اس فن پر متوجہ تھے اور ان میں تقریباً دو سو امام ایسے تھے جو بالکل نمایاں تھے اور فتوے دینے کے اہل تھے۔

حافظ ذہبی نے دس ہزار طلبہ کی جو تعداد بتائی ہے یہ عام حلقہ ہائے درس کی ہے ورنہ خاص خاص ائمہ حفاظ کی مجلس املا میں یہ تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہوتی تھی جو کبھی ایک لاکھ سے بھی اوپر پہنچ جاتی تھی، چنانچہ مسند عراق امام حافظ ابو الحسن علی بن عاصم واسطی جو امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد ہیں ان کے حلقہ درس میں تیس ہزار سے زیادہ کا اجتماع ہوتا تھا، ان ہی کے صاحبزادے ہیں امام ابو الحسین عاصم بن علی واسطی المتوفی ۲۸۷ھ

لے تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ علی بن عاصم یہی وہ حلقہ درس تھا کہ جس میں بڑے بڑے نامور ائمہ حدیث مثلاً امام احمد بن حنبل محمد بن یحییٰ ذہبی، عبد بن حمید، یعقوب بن شیبہ، عاصم بن ابی اسامہ وغیرہ نے حاضر ہو کر آپ کے سامنے زانوئے شاگردی کیا ہے۔ امام موصوف کا بیان ہے کہ میرے والد بزرگوار نے ایک لاکھ درم مجھ کو دیئے تھے اور یہ کہہ دیا تھا کہ جاؤ اب بغیر ایک لاکھ حدیثوں کے میں تمہاری صورت نہ دیکھنے پاؤں۔ ہونہار فرزند نے باپ کی توقع کو ضائع نہیں کیا اور اپنی سسی بلینے سے اس فن میں وہ کمال حاصل کیا کہ دربار علم سے آپ کو مسند العراق اور الاقام الحفاظ کے خطابات عطا کئے گئے۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جب آپ کا تذکرہ لکھا تو ان ہی لفظوں سے شروع کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

علی بن عاصم، امام عظیم کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ حدیث وفقہ کا بیشتر علم انھوں نے امام صاحب ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ صدر الامم موفی بن احمد کی المتوفی ۳۶۷ھ مناقب الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں، و علی بن عاصم هذا امام اهل واسط في الحديث والفقه انواع العلوم اكثر عن ابي حنيفة من ايتا الحث و الفقه - (۲۸ ص ۲۷) روایت کی ہے۔

چونکہ انھوں نے امام صاحب سے بہت زیادہ علمی استفادہ کیا تھا اس لئے ان کو امام صاحب کے علم پر پائے قائم کرنے کا کافی موقع ملا تھا، ان کا قول ہے، لو ورنہ علم ابی حنیفہ باہل زمانہ لولم یحکم علم ابی حنیفہ۔ اگر ابو حنیفہ کے علم کا ان کے اہل زمانہ کے علم تک ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابو حنیفہ کے علم کا پورا بھاری رہے گا۔

ان کو امام عظیم سے تعلق اور محبت اس درجہ تھی کہ ان کے شاگرد جب یہ محسوس کرتے کہ استاد تازہ دم ہو کر پھر طلبہ کی طرف متوجہ ہوں اور درس کا سلسلہ دیر تک جاری رہے تو فریاد اٹھاتے کہ صاحب اور غیرہ (یعنی عجم کو فہ کے مشہور فقیہ جو امام صاحب کے معاصر تھے) کا ذکر پھر دیتے اور تینہ دم ہو کر پھر کثرت سے روایتیں بیان کرنا شروع کر دیتے (مناقب موفی ۲۷ ص ۲۸) شایں یہاں پر بڑے اور ائمہ میں وفات پائی۔



جو امام بخاری کے بھی شیوخ ہیں اور ان سے انھوں نے اپنی صحیح میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کے متعلق حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں رقمطراز ہیں:

قدم بغداد واملی بھا وترا حموا  
یہ بغداد آئے، وہاں حدیث کی املا کرائی، اور لوگوں کا ان کے پاس اثر دھام لگ گیا۔

علیہ

ابو یحییٰ بن المبارک کا بیان ہے کہ ان کی مجلس درس میں حاضرین کا اندازہ ایک لاکھ نفوس سے اوپر کا کیا جاتا تھا۔ ہارون نامی مستطی کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر ان کی طرف سے مستطی (نائب جو شیخ کے الفاظ کو دہرے دور تک پہنچا سکے) ہوتے تھے، عمر بن حفص سدوسی کہتے ہیں کہ شہزادہ معصم نے (جو آگے چل کر مامون کے بعد خلیفہ ہوا) ایک بار اپنے کارندوں کو ہمارے شیخ عاصم کی مجلس املا میں جو ”رحبۃ النخل“ (بغداد کے نخلستان کا وسیع میدان) میں منعقد ہوا کرتی تھی شریکاء درس کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا، عاصم چھت پر بیٹھ کر عام آدمیوں کو سنایا کرتے تھے (خلقت کے ہجوم کی یہ کیفیت تھی) کہ خود میں نے ایک دن سنا کہ وہ کہتے جاتے تھے حدیثنا اللیث بن سعد اور کثرت اثر دھام کے باعث چونکہ لوگوں کے کانوں تک آواز نہیں پہنچ رہی تھی اس لئے وہ برابر ان سے پوچھتے جاتے تھے یہاں تک کہ یہی کلمہ ان کو چودہ دفعہ دہرانا پڑا۔ اس مجلس میں ہارون مستطی بھی ایک خمدار کھجور کے درخت پر چڑھ کر ان کی آواز پہنچا رہے تھے۔ معصم کے کارندوں نے جب اس مجلس کے شریکاء کا اندازہ کیا تو حاضرین کی تعداد ایک لاکھ میں ہزار پہنچی۔ ان ہی کے متعلق عجمی کہتے ہیں کہ میں عاصم بن علی کی مجلس درس میں شریک تھا اس روز جب لوگوں نے اس مجلس کے حاضرین کا اندازہ لگایا تو ایک لاکھ ساٹھ ہزار تھے۔ ۳۵

امام اعظم ہی کے ایک اور شاگرد خاص ہیں یزید بن ہارون جو فن حدیث کے مشہور امام ہیں، ان کے متعلق یحییٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے بغداد میں ان سے حدیث کا سماع کیا ہے، اس وقت لوگ ان کے درس میں ستر ہزار حاضرین کی تعداد بتایا کرتے تھے۔ ۳۶

ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب المتوفی ۲۲۳ھ (کہ جن کا شمار مشہور حفاظ حدیث میں ہے)

۳۷ تذکرۃ الحفاظ تذکرہ عاصم بن علی بن عاصم۔ ۳۸ تہذیب التہذیب تذکرہ امام موصوف۔ ۳۹ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ زیر بن ہارون۔ حافظ ذہبی نے ان کا بڑا بیسوط تذکرہ لکھا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے ”الحفاظ القندوقہ شیخ الاسلام علی بن مدینی کا قول ہے کہ میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو حفاظ حدیث نہیں پایا، ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم نے یزید سے زیادہ حفظ میں کچا کسی کو نہیں دیکھا۔ علی بن عاصم کا بیان ہے کہ یزید رات بھر نوافل میں مصروف رہتے تھے انھوں نے کچھ اوپر چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵



کی مجلس درس میں شریک تھا۔ حاضرین کا تخمینہ چالیس ہزار لگا یا گیا۔ قصر مامون کے پہلو میں ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی۔ سلیمان نے اس پر چڑھ کر درس دیا۔ خلیفہ مامون اور تمام امراء دربار حاضر تھے۔ سلیمان جو املا کر رہے تھے۔ مامون خود بھی اس کو لکھتے جاتے تھے۔ ۱۷

احمد بن جعفر خلی کہتے ہیں کہ حافظ ابو مسلم کجی صاحب السنن المتوفی سنہ ۲۹۷ھ جب بغداد آئے اور انھوں نے ”رجعہ عنان“ (عنان کا چوک) میں حدیث کی املا کرائی تو اس وقت ان کی مجلس میں سات مستیلوں کو اس طرح کھڑا ہونا پڑا کہ ہر ایک دوسرے کو شیخ کی آواز پہنچا سکے، کثرت اثر و عام کے سبب لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں لکھ رہے تھے، درس کے بعد جب ”رجعہ“ کی پیمائش کی گئی اور صرف ان لوگوں کو لگایا گیا کہ جو دو تین لیکر آئے تھے تو کچھ اوپر چالیس ہزار نفوس تھے اور جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس کے علاوہ ہیں، ذہبی نے اس واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ہذا حکایت ثابتہ فرماھا الخطیب فی تاریخہ عن بسر الفاتنی انہ سمعہم یختمون یقولہا (یعنی یہ صحیح واقعہ ہے اس کو خطیب نے اپنی تاریخ میں بسر فاتنی سے نقل کیا ہے اور انھوں نے خود خلی سے سنا ہے)۔

حافظ جعفر فریابی المتوفی سنہ ۳۷۷ھ کا جب بغداد میں ورود ہوا تو طویل و دامم سے ان کا استقبال کیا گیا اور لوگوں میں اعلان ہوا کہ ”شارع منار“ بغداد کی مشہور شاہراہ میں ان کا درس حدیث ہوگا پھر جب حاضرین درس کا اندازہ لگایا گیا تو تیس ہزار کے قریب تخمینہ ہوا اور مستیلوں کی تعداد تین سو سولہ تھی۔ ابو الفضل زہری کا بیان ہے کہ جب میں نے فریابی سے حدیث سنی ہے تو ان کی مجلس میں دس ہزار کے قریب وہ لوگ موجود تھے جو لکھنے کیلئے دوا تین اپنے ساتھ لائے تھے اور جو لوگ نہیں لکھ رہے تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابو الفضل نے فریابی سے سنہ ۳۹۷ھ میں حدیث کا سماع کیا ہے۔

امام علامہ حافظ الحدیث ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری، جامع منہ امام ابو حنیفہ المتوفی سنہ ۲۴۱ھ کے جن کو دربار علم سے فن حدیث میں عبد اللہ الاستاذ کا ممتاز خطاب ملا تھا جب اپنی مشہور تصنیف کشف الاستار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ کا املا کراتے تھے تو آپ کی مجلس الاملا میں چار سو مستمل ہوتے تھے بلکہ خیال کیجئے کہ جب

۱۷ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ سلیمان بن حرب۔ ۱۸ ایضاً تذکرہ حافظ ابو مسلم کجی۔ ۱۹ ایضاً تذکرہ فریابی۔ ۲۰ الجواہر الحفصیہ فی طبقات الحنفیہ از حافظ عبد القادر قرشی اور الاثمار الجنبیہ فی طبقات الحنفیہ از محدث ملا علی قاری، ان دونوں کتابوں میں امام موصوف کا تذکرہ ملاحظہ ہو، ان دونوں اکابر کے منفقہ الفاظ میں ولما املی مناقب ابی حنیفہ کان یستقل علی ساربع مائتہ مستقل، الاثمار الجنبیہ ہماری نظر سے نہیں گذری۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ میں ملا علی قاری کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ امام حارثی مشاہیر ائمہ اخاف میں سے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ الانتباه میں آپ کو اصحاب الوجہ میں سے شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں فقہار حقیقہ کا مرجع تھے۔ ۲۱ اصحاب الوجہ کا درجہ مجتہد فی المذہب اور مجتہد مطلق منتسب کے درمیان ہے۔ فقہ کی تحصیل آپ نے امام ابو حنیفہ سے کی تھی اور انھوں نے اپنے والد ماجد امام ابو حنیفہ کبیر سے جو امام محمد کے مشاہیر ثلاثہ میں سے ہیں۔ اور علم حدیث کیلئے آپ نے خراسان، عراق اور حجاز کے مختلف شہروں کا سفر کیا تھا اور بہت سے شیوخ سے اس فن کی تحصیل کی تھی۔ حافظ سمعی، کتاب الانساب میں لکھتے ہیں۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)



امام اعظم کے بیان مناقب میں مستلیوں کی یہ تعداد ہوتی تھی تو آپ کی مسند کے درس میں خدا جانے یہ تعداد کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہوگی۔

اور یہ تو وہ حضرات ائمہ تھے کہ جن کی مجلس درس کے حاضرین کا خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی زیادہ ہی لیکن بہر حال شمار کر لیا گیا مگر ائمہ شافعیہ میں بعض ایسے بھی گزرے ہیں کہ جن کو خدا نے وہ قبول عام بخشا تھا کہ ان کے حضار مجلس کا شمار بھی دشوار تھا ان ہی خوش قسمت بزرگوں میں صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) بھی داخل ہیں۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشیؒ، ابوالحسن المصنف کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) رحل الی خراسان و الحراق و الحجاز و ادرک الشیوخ۔ اور حافظ خلی کے الفاظ ہیں یعرف بالاساتذہ معرفۃ ہذا الشأن (استاذ مشہور میں اور اس فن کی انھیں معرفت حاصل ہے) حافظ سماعی لکھتے ہیں کان شیخا مکثرا من الحدیث (بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے) اور حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن اصمغ کے ترجمہ میں بعض وفیات مشہور کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے :

وفی عا مات عالم ما ولد النہر و محدثا کلام العلامة اور اسی سال میں ماوراء النہر کے عالم اور محدث امام علامہ ابو محمد ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث ابو محمد بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری نے کہ بڑے الاستاذ الحارثی البخاری الملقب بالاساتذہ جمع مسند کے لقب سے ملقب ہیں اور جنھوں نے امام ابو حنیفہ کی مسند کو جمع کیا کہ ابی حنیفہ کا نام ولد اثنتان و ثلاثون سنة بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

یہ مسند کس شان کی ہے اس کے متعلق محدث محمد بن محمود بخاری المتوفی ۵۶۶ھ جامع مسانید الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں۔

ومن طالع مسندہ الذی جمعه للامام ابو حنیفہ علم تبحر فی علم الحدیث و احاطتہ بمعرفۃ الطرق و المتون - (دع ۲ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبع دارۃ المعارف حیدرآباد دکن) جو شخص بھی ان کی اس مسند کا مطالعہ کرے گا کہ جس میں انھوں نے امام ابو یوسف کی روایات کو جمع کیا ہے۔ وہ علم حدیث میں ان کے بھر اور طرق اسانید و متون پر ان کی انتہائی وسعت نظر کا قائل ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ (دع ۵ مطبوعہ دارۃ المعارف) میں آپ کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے، بڑے بڑے حفاظ حدیث جیسے حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقیل، حافظ ابوبکر جانی فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے۔ افسوس ہے کہ ایسا بلند پایہ حافظ حدیث اور امام وقت بھی دشمنوں کے حملہ سے نہیں بچا اور بعض متعصب محدثین نے جن کو حنیفہ کی تفصیل میں مزہ آتا ہے ان پر بھی جرح کر ڈالی، بلکہ ابن جوزی نے تو ابو سعید رواس سے آپ کے خلعی بہت ہی سخت و بیدار ک نقل کر ڈالا۔ آخر حافظ عبد القادر قرشی کو لکھنا پڑا کہ

عبد اللہ بن محمد اکبر و اجل من ابی سعید الخراسانی۔ امام عبد اللہ کا رتبہ ابن جوزی اور ابو سعید دونوں کو بڑھ چڑھ کر ہے۔

(کتاب الانساب سماعی تذکرۃ الحفاظ لسان المیزان، ابوالحسن المصنف، الفوائد البہیہ) (حاشیہ صفحہ ۱۸) آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے۔ حافظ ابن ہب نے کتب الحفاظ میں آپ کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ کتاب امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا ذیل ہے اور اس میں صرف ان ہی خوش قسمت لوگوں کا تذکرہ ہے جو حدیث کے حفاظ شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت ثلاثہ میں ہوئی۔ سلسلہ نسب یہ ہے عبد القادر بن محمد بن نصر الدین سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی۔ حدیث کی تحصیل اس عصر کے مشاہیر اساتذہ فن سے کی۔ حافظ دمیاطی نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت دی تھی۔ ابن ہب نے آپ کا تذکرہ الامام العلامة متا الحفاظ کے الفاظ سے کیا ہے۔ حدیث کے علاوہ فقہ اور دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)



واصحاب الامالی الذین مروها عن ابی یوسف امام ابو یوسف سے جن لوگوں نے ان کی امالی کو روایت کیا  
لا یحصىون۔ وہ شمار نہیں کئے جاسکتے۔

امام محمد جب کوفہ میں موطا کا درس دیتے تھے تو اس کثرت سے لوگ آتے کہ راستے بند ہو جاتے تھے۔ موطا  
کی عراق میں اسی مقبولیت کو دیکھ کر سعد بن مالک نے کہا تھا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) علامہ کفوی، طبقات الخفیفہ میں لکھتے ہیں کان عالما فاضلا جامعاً للعلوم  
ابن قہر قنطرانہیں۔ و تصنف و برع و اُفتی و حدیث و صنفت و جمع۔ تفقہ حاصل کیا، ممتاز ہوئے، فتویٰ دیا، درس  
دیا، تصنیف کی اور مدون کیا۔

بڑے بڑے حفاظ حدیث اور نامور فضلاء نے آپ سے فن حدیث کی تحصیل کی، ابن قہر کی تصریح ہے وحدث و  
سمع منہ الحفاظ والعزلاء، شہ میں وفات پائی، اور حسب ذیل نادر تصانیف آپ نے یادگار چھوڑیں۔ (۱) المحادی  
فی بیان آثار الطحاوی (۲) الدر المنیقہ فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ۔ (۳) العنایہ فی تخریج احادیث  
الہدایہ۔ (۴) تہذیب الاسرار الواقعہ فی الہدایہ والمخلاصہ۔ (۵) البستان فی فضائل النعمان۔ (۶) ادبام الہدایہ۔ (۷) الاعتماد  
فی شرح الاعتقلا۔ (۸) الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل (۹) شرح الخلاصہ (۱۰) مختصر فی علوم الحدیث۔  
(۱۱) کتاب فی المولفۃ قلوبہم۔ (۱۲) الریاض (۱۳) الجوامع المزیفیہ طبقات الخفیفہ (لحظ اللاحاظ، القوائد البہیہ)

(حاشیہ صفحہ ۲۵) ملکہ یہ واقعہ امام مالک کی وفات کے بعد کہ جس کی تفصیل امام اسد بن فرات اس طرح بیان کرتے  
ہیں کہ ہم ایک دن امام محمد بن حسن کے حلقہ درس میں موجود تھے دفعۃً ایک شخص گردنوں کو پھیلا لگتا ہوا سیدھا امام محمد کے پاس  
چلپا اور ہم نے امام موصوف کی زبان سے یہ کلمات سنے:

انا لله وانا الیہ راجعون مصیبتہ ما اعظمها مات  
مالک بن انس امیر المؤمنین فی الحدیث۔

پھر یہ خبر محمد بن یحییٰ اور لوگوں کو امام مالک کی وفات کا سخت قلق ہوا۔ اسد کا بیان ہے کہ

وکان اذا حدث عن مالک بعد ذلك اجتمع  
علیہ الناس وانسدت الیہ الطرق وخبۃ منہم

فی حدیث مالک واذا حدث عن غیرہ لم  
یجئہ الا الخواص۔ (منہل الانانی از محدث  
کوثری، نقلًا عن معالم الایمان ج ۲)

غالباً اسی زمانے کے قریب امام شافعی بھی تحصیل علم کی غرض سے آپ کے آستانہ پر حاضر ہوئے تھے کیونکہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

کان محمد بن الحسن اذا حدث عن مالک استلأ  
منزلہ وکثروا حتی یضیق بہم الموضع واذا حدث

عن غیرہ مالک لم یأتہ الا الیسیر۔ (مناقب ابی حنیفہ  
وصاحبہ للذہبی، ص ۳۲ طبع مصر)

قدرتی طور پر امام محمد کو لوگوں کا یہ طرز عمل گراں گزرتا تھا، امام شافعی کا بیان ہے کہ ایک بار وہ حاضرین سے اس انداز  
میں شکوہ فرماتے تھے۔

ما اعلم احدنا اسواءا علی اصحابہ شکم اذا  
میرے علم میں تم سے بڑھ کر اپنے شیوخ کا ناقدر کوئی نہیں، جب میں  
(باقی صفحہ آئندہ)



و ما بہ اہل الحجۃ از تفاخرنا \* ان الموطا فی العراق محجب  
اور منجملہ ان باتوں کے کہ جن پہ اہل حجاز کو فخر ہے ایک چیز یہ بھی ہے کہ موطا، عراق میں محبوب ہے۔ لہ

ربقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ حدیث عن مالک  
ملا تہ علی الموضع واذا حدیثک عن اصحابکم  
انما نأقون متکارہین۔ (حوالہ بالا)  
تم سے مالک کی حدیثیں بیان کرتا ہوں تو تم میرے پاس آکر ساری جگہ  
بھرتے ہو اور جب تم سے تمہارے ہی شیوخ کی حدیثیں روایت کرتا  
ہوں تو تم ناخوش دلی کے ساتھ آتے ہو۔

گرامل کو فہ اس سلسلہ میں مجبور تھے کیونکہ ان کے شیوخ کی حدیثوں سے سارے عراق بھرا پڑا تھا اور ان شیوخ کے تلامذہ ہر جگہ  
بکثرت موجود تھے جن میں بہت سے وہ بھی تھے کہ جو امام محمد سے طبقہ میں ٹہرے تھے ایسی صورت میں کو فہ کے دیگر اساتذہ کے حلقہ  
درس کو چھوڑ کر ان کے یہاں آنے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی چنانچہ جب تک امام مالک زندہ رہے اور لوگوں کو یہ امید رہی کہ خود ان  
کی خدمت میں جا کر موطا کا سماع کیا جاسکتا ہے اس وقت تک امام محمد کے یہاں موطا کے درس میں بھی وہ هجوم نہیں ہوتا تھا، لیکن اب  
امام مالک کی وفات کے یکدم بعد چونکہ کو فہ میں امام موصوف کے تلامذہ میں سے کوئی اس پایہ کا جلیل المرتبت شخص موجود نہ تھا  
اس لئے ان کے اساتذہ پر طالبان حدیث، مالک کا هجوم ایک قدرتی امر تھا۔

اور کو فہ کی کیا تخصیص ہے خود سے دیکھا جائے تو جتنے بھی لوگوں نے امام مالک سے موطا کی روایت کی ہے ان میں  
کوئی بھی جلالت شان میں امام محمد کا ہمسر نہیں، بلاشبہ امام شافعی بھی موطا کے رواق میں داخل ہیں لیکن قطع نظر اس بات کے کہ  
ان سے موطا کا کوئی نسخہ مروی نہیں، ان کو بھی امام محمد سے وہی نسبت ہے جو امام مالک سے ہے کیونکہ امام شافعی نے ہر دو ائمہ سے  
کیاں فیض اٹھایا ہے۔ اور گواہوں نے امام محمد سے حدیث کا علم بھی بہت کچھ حاصل کیا تھا (اور اپنی تصانیف میں جا بجا ان  
کی احادیث بطور سند بھی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبی کی مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ میں تصریح ہے۔

واما الشافعی رحمہ اللہ فاحقہ محمد بن الحسن اور امام شافعی رحمہ اللہ سوا انھوں نے امام محمد بن حسن رحمہ اللہ  
فی الحدیث۔ (ص ۵۹ طبع مصر)  
سے حدیث میں محنت پکڑی ہے۔

لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ فقہ میں وہ خاص طور پر امام محمد ہی کے تربیت یافتہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حد سے  
زیادہ ان کی تعظیم کرتے اور نہایت واضح الفاظ میں ان کے علمی احسانات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث خطیب بغدادی  
اپنی تاریخ میں امام شافعی سے ناقل ہیں

أمن الناس علی فی الفقہ محمد بن الحسن۔ فقہ کے بارے میں محمد پر سب سے زیادہ احسان محمد بن حسن  
کا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۰۱ طبع مصر)

اور حافظ سماعی، بوعلی کی زبانی امام شافعی کے یہ الفاظ روایت کرتے ہیں۔  
اعانتی اللہ برجلیں بآبن عیینۃ فی الحدیث اسرقانی نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ  
و بھن فی الفقہ (بلوغ اللامانی ص ۲۳) کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔

آج بھی موطا کے دو ہی نسخے متداول ہیں ایک یحییٰ بن یحییٰ مصردی کا اور دوسرا امام محمد کا جن کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں:  
کان من مجرور العلم والفقہ قویاً فی مالک۔ علم اور فقہ کے سمندروں میں سے تھے اور مالک کی روایت میں  
زیادہ الاعتدال۔ ترجمہ امام محمد) قوی۔

امام مالک کے سارے تلامذہ میں امام محمد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں نے امام مالک کی ساری حدیثوں کو خود ان کی  
زبان سے سنا تھا، درہ عام طور پر امام مالک کے یہاں شاگرد پڑھتے تھے اور وہ خود سنتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو موطا  
کے سلسلہ میں پورے تین سال لگے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ۲۵) لہٰذا یہ شعر سعدون کے مشہور قصیدہ کا ہے جو اس نے موطا کی تعریف میں نظم کیا ہے۔ سعدون کا قصیدہ

مہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مشہور کتاب مصنفی شرح موطا کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔



دور کیوں جائے خود امام ابن ماجہ کے شیوخ میں حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ اور ان کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ اس پایہ کے محدث گذرے ہیں کہ جن کے حلقہ درس میں تیس تیس ہزار نفوس کا اجتماع ہوتا تھا۔ چنانچہ ابو الفرج عبد الرحمن بن جندی، مناقب الامام احمد بن حنبل میں ابراہیم بن محمد بن عرقہ سے سند نقل کرتے ہیں کہ ۳۳۰ ہجری میں خلیفہ المتوکل عباسی نے جن فقہاء اور محدثین کو طلب کیا تھا ان میں مصعب زہری، اسحق بن ابی اسریل، ابراہیم بن عبد اللہ مروی اور ابو شیبہ کے دونوں صاحبزادے عبد اللہ اور عثمان بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان حضرات کو صلہ تقسیم کئے گئے اور ان کے لئے مدد معاش مقرر کی گئی، اور متوکل نے ان سے فرانس کی کہ نفع عام کے لئے یہ اپنی مجالس درس قائم کریں اور لوگوں سے وہ حدیث بیان کریں کہ جن میں معتزلہ اور جہمیہ کا رد ہے، نیز روایت باری کی احادیث بھی روایت کریں۔ چنانچہ عثمان بن ابی شیبہ نے مریۃ المنصور (بغداد کے غریب حصے) میں مجلس درس منعقد کی، ان کے لئے منبر نصب کیا گیا اور تیس ہزار کے قریب لوگ ان کے درس میں جمع ہو گئے اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے مسجد صافہ (بغداد کے شرقی حصہ کی جامع مسجد جو بہت بڑی تھی) میں اپنی مجلس درس قائم کی تو ان کے یہاں بھی تیس ہزار ہی کے قریب لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ۱۷

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس زمانہ میں حدیث پاک کا عامہ مسلمین میں کیا ذوق و شوق تھا۔ اور اس کی کیسی بچی طلب تھی۔ محدثین اور حفاظ حدیث کی کثرت کا اس زمانہ میں کیا عالم ہو گا اس کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ امام ابو داؤد حسانی فرماتے ہیں کہ حافظ مسلم بن ابراہیم فراہیدی بصری المتوفی ۳۰۰ھ نے تقریباً ایک ہزار شیوخ سے حدیث لکھیں اور سفر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ یعنی ایک ہی شہر میں ایک ہزار کے قریب ان کو ایسے اساتذہ حدیث مل گئے کہ جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے۔ اور حافظ شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ تاسعہ جس کے بعد وائے طبقہ میں امام ابن ماجہ کا شمار ہے) کے ایک سو چھ حفاظ حدیث کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

ولقد کان فی هذا العصر وما قاربہ من ائمة الحدیث النبوی خلق کثیر وما ذکرنا عشر ہم واکثرہم مذکورہن فی تاریخہ ۱۸

اس دور میں اور جو اس کے قریب کا دور تھا، حدیث نبوی کے اماموں کی ایک بڑی خلقت موجود تھی جن کا ہم دسواں حصہ بھی ذکر نہ کر سکے اور ان میں سے اکثر کا تذکرہ میری تاریخ میں آگیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر محدثین کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی، علل سلف میں ایسے بہت سے گذرے ہیں کہ جن کے اساتذہ ایک ہزار سے اوپر تھے بلکہ بعض بعض کے شیوخ کی تعداد تو چار ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ عباس بن مصعب نے تاریخ مرو میں امام عبد اللہ بن مبارک شافعی کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا اور پھر ایک ہزار سے روایت کی۔ عباس کا بیان ہے کہ ان میں سے

۱۷ مناقب احمد ص ۳۵۷ و ۳۵۸ طبع مصر۔ ۱۸ تہذیب التہذیب، تذکرہ مسلم بن ابراہیم۔ ۱۹ ج ۲ ص ۸۲ طبع جدید۔ ۲۰ امام عبد اللہ بن مبارک کا شمار بھی "صاحبین" یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرح مذہب حنفی کے مجتہدین میں ہوتا اور فقہ حنفی کی کتابوں میں عام طور پر ان کے اقوال اور روایات منقول ہیں۔



آٹھ سو شیوخ کی روایات مجھے بھی ملی ہیں۔ صدر الائمہ کی شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی زنجری سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حفص صغیر کے زمانے میں ایک بار خفیوں اور شافعیوں میں اس بات پر بحث چھڑ گئی کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ان دونوں میں افضل کون ہے۔ امام ابو حفص نے فرمایا کہ دونوں کے اساتذہ شمار کرلو۔ چنانچہ امام شافعی کے اساتذہ کو شمار کیا تو اسی ہوئے پھر امام اعظم کے مشائخ کا حساب لگایا تو چار ہزار نکلتے۔ حافظ کبیر ابو داؤد طرابلسی المتوفی سنہ ۸۰۰ جن کی مسند مشہور ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں لکھی ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کتبت عن الف وثمانین نفساً لیس فیہم میں نے ایک ہزار اسی نفوس سے حدیثیں لکھی ہیں اور ان میں الا صاحب حدیث۔ ۵ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو محدث نہ ہو۔

حافظ ابو یوسف یعقوب بن سفیان قسوی المتوفی سنہ ۲۰۵ کا بیان ہے کہ میں نے تیس سال مسلسل رحلت میں بسر کئے اور ایک ہزار سے زائد ایسے شیوخ سے حدیثیں نقل کیں جو سب کے سب ثقہ تھے۔ ۱۵ مسلمانوں کے زیادہ عروج میں محدثین طلب حدیث کے لئے جن مقامات کی طرف رحلت کیا کرتے تھے

۱۵ تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ عبد اللہ بن مبارک۔ ۱۵ زنجری (فتح زاد راہ ہر دو کو کون فون و فتح جیم) زنجری کی طرف نسبت ہے جو زنگر کا معرب ہے۔ یہ بخارا کا ایک گاؤں تھا۔ آپ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں جو مشہور صحابی ہیں، فقہ کی تعلیم آپ نے شمس الائمہ طبرانی سے حاصل کی تھی اور اس فقیہ سے کمال ہم پہنچایا تھا کہ اس دیار میں آپ ابو حنیفہ اصغر کہلاتے تھے۔ فقہ حنفی کے حفظ میں ضرب المثل تھے اور روایات اس درجہ اور یقین کہ طالب علموں کی خواہش پر فقہ کا درس جہاں سے چاہتے بغیر کتاب کے مطالعہ اور اس کی طرف مراجعت کے شروع کر دیتے تھے۔ فقہاء کو جب کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے فیصلے کو بے چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے۔ فقہ کے علاوہ حدیث، تواریخ اور انساب آپ کے خصوصی فن تھے۔ حافظ سمعانی لکھتے ہیں وکان من لد معرفۃ بالانساب والتواریخ۔ عرطویل پانی اور حدیث کی خوب نشر و اشاعت کی بدولت میں پیدا ہوئے اور شعبان سنہ ۱۵۰ وفات ہوئی۔ سمعانی کے الفاظ ہیں:

عمر العمر الطویل حقاً انتشر عنہ العلم وحدث بالکثیر واصلی۔ اتنی عرطویل پانی کہ علم کی آپ سے خوب نشر و اشاعت ہوئی حدیث کا بہت زیادہ درس دیا اور اٹلا کر لائی۔

سمعانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض کتابیں آپ کے پاس اتنی عالی سند سے تھیں کہ ان کی روایت ہم کو صرف انہی سے مل سکتی تھی ان کے ایک مجموعہ بخاری (بروایتہ عن ابی سہل احمد بن علی الابیوسی سند مست واریعین طریق مائتہ عن ابی علی اسمعیل بن احمد الکشافی عن الفربری عن البخاری) اور دوسری کتاب اللؤلؤیات مصنفہ ابو یوسف محمد بن الفضل السنفی (بروایتہ عن ابی القاسم میمون بن علی بن میمون المیمونی عن ابی بکر احمد بن محمد بن اسمعیل البخاری) الی اسمعیلی عن المصنف) حافظ سمعانی کو آپ نے سنہ ۱۵۰ میں حدیث کی اجازت لکھ کر دی تھی، بعد کو سمعانی نے آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت کے واسطے سے آپ سے احادیث کی روایت کی سمعانی نے کتاب الانساب، ذیل تاریخ بغداد اور اپنی تعجم شیوخ میں آپ کا مفصل تذکرہ لکھا ہے اور آپ کے شیوخ و تلامذہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (الحوار المصنوع، کتاب الانساب)

۱۵ مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ص ۳۸۔ ۱۵ تذکرۃ الحفاظ از جہ ابو داؤد طرابلسی۔ ۱۵ مقدمہ فتح الباری ص ۲۹ طبع میر مصر۔ ۱۵ تہذیب التہذیب، ترجمہ قسوی مذکور۔



حافظ زہبی نے ان ممالک اور اضلاع کے بیان میں ایک مستقل رسالہ سپرد قلم فرمایا ہے جس کا نام ہے الامصار  
ذوات الآثار یعنی حدیثوں کے شہر یہ پورا رسالہ حافظ سخاوی نے الاعلان بالترویج لمن ذم التاريخ میں نقل  
کر دیا ہے۔ اس میں جن مقامات کے نام خصوصیت سے مذکور ہیں وہ یہ ہیں۔ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، بیت المقدس،  
دمشق (جس سے یہاں پورا ملک شام مراد ہے) مصر (جو ایک وسیع ملک ہے) اسکندریہ، بغداد، حمص، کوئٹہ،  
بصرہ، یمن (جس میں اس زمانہ میں تہامہ اور نجد بھی داخل تھا) اندلس (جس میں قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ، بلنسیہ  
جیسے علی مرکز تھے) اقلیم مغرب (یعنی افریقہ جس کا صدر مقام قیران تھا اور جس میں بجایہ، لکسان، قاس  
اور مراکش بھی داخل ہیں) جزیرہ (جس کا سب سے بڑا شہر مصل تھا اور جس میں تیج، بالس، بابا، حران اور رقیہ  
جیسے شہر بھی تھے جہاں کی خاک سے بڑے بڑے حدیثیں پیدا ہوتے) دیور، حمدان، رے، قزوین، جرجان،  
نیشاپور، طوس، ہرات، مرو، بلخ، بخارا، سمرقند، شاف، فراب، خوارزم، شرار، کرمان، سجستان،  
اہواز، کسر، قوس، وامغان، سمنان، ہسٹام، قہستان، زنجان، ابھر، عراق، فارس، ایران، جیلان  
آرمینیہ، آذربائیجان، جبال، خراسان، اصفہان۔

امام ابن ماجہ نے طلب حدیث میں کن کن ملکوں کا سفر کیا، مورخین نے اس سلسلہ میں حسب  
ذیل ممالک کے نام بالتصریح لکھے ہیں، خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، اور شہروں میں خصوصیت کے  
ساتھ رے، بصرہ، کوئٹہ، بغداد، مکہ اور دمشق کا ذکر کیا ہے چنانچہ حافظ ابوعلی غلیلی لکھتے ہیں  
ارتحل الى العراقين ومصر والشام۔ کہ  
ابن ماجہ نے کوئٹہ، بصرہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔

اور حافظ ابن جزری رقمطراز ہیں:

رجل الى مكة والبصرة والكوفة وبغداد و  
الشام ومصر والري۔ کہ  
مکہ، بصرہ، کوئٹہ، بغداد، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔

اور مورخ شمس الدین بن خلکان کے الفاظ ہیں:

ارتحل الى العراق والبصرة والكوفة وبغداد و  
مكة والشام ومصر والري نكتب الحديث۔ کہ  
اور حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

سمع بخراسان والعراق والحجاز ومصر والشام  
وغیرہا من البلاد۔ کہ  
خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، اور دیگر بلاد میں سماع  
حدیث کیا۔

تاریخ در رجال کی کتابوں میں تو عام طور پر ان ہی ملکوں اور شہروں کے نام مذکور ہیں، لیکن حافظ ابن حجر  
نے جو انہیں تصریح کی ہے وغیرہا من البلاد اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرست انہی ناموں تک

۱۔ کتب مذکورہ ص ۱۳۶ لغایت ۱۳۶۔ طبع دمشق ۱۳۳۲۔ ۲۔ البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۸۰ طبع مصر  
۳۔ المعظم فی تاریخ الملوک والامم ج ۵ ص ۹۰۔ طبع دارۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ ۴۔ وفیات الاعیان تذکرہ  
امام ابن ماجہ۔ ۵۔ تہذیب التہذیب، ترجمہ امام مصروف۔



محدود نہیں بلکہ امام ابن ماجہ کے حدود سفر میں ان کے علاوہ اور شہر بھی داخل ہیں۔ چنانچہ امام موصوف کے شیوخ کے اوطان پر نظر ڈالے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ حسب ذیل مقامات کے رہنے والے یا نزیل تھے۔ اصفہان، ابرار، ایلم، باکسیا، بالش، بغداد، بصرہ، تلخ، بیت المقدس، تیش، طبرستان، حران، حدیث، حمص، دمشق، دمعان، رقة، رند، رے، سامرا، سنان، عسقلان، کوفہ، مدینہ، مکہ، مرقو، مصر، نیشاپور، ہمدان، واسطہ افسوس ہے کہ تاریخ کی کتابوں سے یہ بالکل پتہ نہیں چلا کہ امام ابن ماجہ نے اس مبارک سفر میں پہلے کن ممالک کا رخ کیا اور وطن سے نکل کر پہلے کن شہروں میں تحصیل کی غرض سے قیام فرمایا۔ بہر حال ترتیب سفر کچھ بھی رہی ہو، یہی وہ اضلاع و ممالک تھے جو اس زمانے میں علوم دینیہ کے مرکز تھے۔ بالخصوص حرین، کوفہ، بصرہ، اور شام تو وہ مقامات ہیں جہاں سے علم نبوی کے چشمے اہل اہل کرسارے عالم میں رواں ہوئے ہیں حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فہنہ الامصار الخمسة، الحجاز والعراقان سورہ پانچ شہر، مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام وہ ہیں والشام هي التي خرج منها علوم النبوة من العلوم جہاں سے علوم نبوت، علوم ایمانی، علوم قرآنی اور علوم الایمانیة والقانونیة والشریعة۔ لہ فریعت نکلتے ہیں۔

### مدینہ طیبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور نبوت کی اخیر قرار گاہ تھا، اسلئے علم نبوت کا اصل مخزن اور منبع و معدن ہونے کا فخر اسی مبارک شہر کو حاصل ہے، چنانچہ عہد نبوی سے لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز ہی تھا، بعد کو دار الخلافہ کے کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہو گیا۔ پھر اس کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی۔ تاہم امام مالک کے زمانہ تک اس کا علمی امتیاز مسلم تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب مصنفی شرح موطا میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ مدینہ مرفقہ و دوزان او پیشتر از زمان متاخر جاننا چاہئے کہ مدینہ شریف امام مالک کے زمانہ میں اخیر دور بلاشبہ مرجع فضلا و محط رجال علماء بود و است۔ لہ سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی فرد و گاہ تھا۔ اور حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

دارالہجرة مدینہ میں عہد صحابہ میں قرآن و سنن کا علم بہت زیادہ تھا اور زمان تابعین میں فقہاء سبجہ

لہ منہاج السنہ النبویہ فی نقض قول الشیعہ والقدریہ ج ۳ ص ۳۲ طبع میر مصر۔ لہ مصنفی ج ۱ ص ۶ طبع دہلی ۱۲۳۶ھ لہ حافظ عبد القادر قرطبی، فرماتے ہیں:

فقہاء سبجہ (حسب ذیل حضرات ہیں) سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، خارجہ بن زبیر بن ثابت، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقیب بن مسعود، سلیمان بن یسار، اور ساتویں کی تعین میں تین اقوال ہیں: (۱) ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، حاکم ابو عبد اللہ اکثر علماء حجاز کا یہی قول نقل کیا ہے۔ (۲) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، یہ ابن مبارک کا قول ہے۔ (۳) ابو بکر بن عبد الرحمن



جیسے حضرات موجود تھے، صفار تابعین کے دور میں عبید اللہ بن عمر، ابن ابی ذئب، ابن عجلان اور جعفر صادق تھے، پھر امام مالک، قاضی مدینہ تافع، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن بلال، اور اسمعیل بن جعفر ہوئے۔  
اس کے بعد قاضی کی تصریح ہے کہ

ثم تناقص العلم جدا بما في الطبقة التي  
بعد همد ثم تلاشي۔  
پھر ان کے بعد اعلیٰ طبقہ میں وہاں علم بہت ہی کم ہو گیا اور  
اس کے بعد تو بالکل ہی جاتا رہا۔

اسمعیل بن جعفر کی وفات سنہ ۱۱۵ میں ہوئی اور ابراہیم بن سعد اگرچہ ان کے تین سال بعد تک زندہ رہے  
مگر وہ اخیر عمر میں بغداد میں قاضی ہو گئے تھے، اس لئے یوں سمجھا جاوے کہ سنہ ۱۱۵ تک مدینہ طیبہ کی حیثیت دارالعلم  
کی باقی تھی، امام مالک کو اپنے یہاں کے علماء پر اتنا وفاق تھا کہ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ مستقل حجت ہے۔  
امام ابن ماجہ کا زمانہ اگرچہ مدینہ شریف کے علمی انحطاط کا زمانہ ہے تاہم ابھی تک وہ محدثین سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بن الحارث بن ہشام، یہ ابوالزناد کا قول ہے اور اسی قول کے مطابق کسی ضاعف  
نے ان سب کو جمع کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے:

الا ان من لا يقتدى بأئمة  
فقسمته ضيزى من الحق خارجة  
فخذهم عبید اللہ عمرو قاسم

عبید اللہ بن عمرو بن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے  
ہیں، اور ان سے زہری اور ابوالزناد، سنہ ۱۱۵ ہجری میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ (یعنی ساری)  
ارباب صحاح ستہ نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

عمرو بن الزہری، امام اپنے والد ماجد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کی  
اولاد اور زہری اور ایک خلعت نے روایت کی ہے۔ سنہ ۱۱۵ میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ۔  
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری  
سنہ ۱۱۵ ہجری میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ۔

سعد بن المسیب، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام  
زہری، سنہ ۱۱۵ میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ۔

ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے  
ہیں اور ان سے ان کی اولاد اور امام زہری، سنہ ۱۱۵ میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ۔

سليمان بن يسار، امام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے، امام المؤمنین اور حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے محمد بن سعد اور سعید بن مسدد میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ۔

خارجہ بن زید بن ثابت، اپنے والد ماجد اور حضرت اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں اور ان سے  
ان کے صاحبزادے سلیمان، سنہ ۱۱۵ میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ (الحواہ فی المصنوع ص ۲۱۱ ۲۱۲)۔

یہ ساتوں فقہاء کرام وہ ہیں جو اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ میں علم فقہ و حدیث کا مرجع تھے۔ امام ابن مبارک کا بیان ہے کہ جب کوئی  
مسئلہ تکالیف سبب ملک ساتھ مل کر اس پر غور کرتے تھے اور جب تک وہ ان کے سامنے پیش ہو کر طے نہ ہو جاتا، قاضی اس کی بابت  
کوئی فیصلہ صادر نہ کرتا تھا۔ (فتح المغیث از سخاوی ص ۳۹۹ طبع لکھنؤ ہند)



بالکل خالی نہیں ہوا تھا اور امام مالک اور ان کے معاصر علماء مذکورین کے اخیر تلامذہ علم کی آخری بہار دکھا رہے تھے چنانچہ ان بقعہ اہل علم میں جن حضرات سے آپ نے کسب فیض کیا وہ درج ذیل ہیں۔

**حافظ ابو مصعب زہری** احمد بن ابی بکر العوفی المدنی، حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: الحدیث والاثبات وشيخ اهل المدينة وقاضيهم ومحدثهم فقه في امام مالک کے شاگرد ہیں اور موطا کے اخیر راویوں میں سے ہیں، ابن خرم نے تصریح کی ہے کہ ان کے نسخہ موطا میں اور نسخوں کی بہ نسبت سو حدیثیں زیادہ ہیں۔ بجز نسائی کے سب مصنفین صحاح ستہ کو آپ سے براہ راست تلمذ حاصل ہے مسئلہ میں پیدا ہوئے اور بانوئے سال کی عمر میں جب کہ آپ مدینہ طیبہ میں عہدۂ قضا پر فائز تھے مسئلہ میں قضا کی۔

**حافظ ابراہیم بن المنذر ابواسحق الحزامی الاسدی المدینی**، مدینہ منورہ کے تمام شیوخ میں ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سب سے زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو امام المحدث الثقة لکھا ہے۔ امام بخاری بھی ان کے شاگرد تھے، محرم ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔

**حافظ اسحق بن موسیٰ الانصاری** الحطلی المدینی ابو موسیٰ قاضی نیشاپور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ الفقیہ الحافظ الثبت جیسے شاندار اوصاف کے ساتھ شروع کیا ہے۔ حدیث میں یہ سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن حرم اور معن بن عیسیٰ کے شاگرد ہیں اور ان سے امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ واضح رہے کہ امام ترمذی جہاں اپنی جامع میں حدیث انصاری کہتے ہیں یہی مراد ہوتے ہیں، ابو حاتم بلذی، امام نسائی اور خطیب بغدادی نے ان کو ثقہ کہا ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان من ائمتنا الحدیث صاحب سنۃ۔ مسئلہ میں دمشق سے لوٹتے ہوئے بمقام جوسہ جو محص کا ایک قصبہ ہے وفات پائی رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

ان تینوں حضرات کا شمار تو حفاظ حدیث میں ہے اور باقی شیوخ یہ ہیں (۱) بکر بن عبد الوہاب المدنی خواہر زادہ واقدی المتوفی بعد ۲۵۵ھ (۲) حسن بن داؤد ابو محمد المدنی المنکدری المتوفی ۲۶۶ھ (۳) محمد بن عبید بن میمون المدنی التبان۔

## کہ معظمہ

وہ حرم پاک جہاں سے وحی نبوت کا آغاز ہوا اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد تیرہ سال گزارے، اسلام کی ابتدائی دو صدیوں پر بھی دارالعلم تھا، ذہبی لکھتے ہیں۔

عہد صحابہ میں یہاں علم کم تھا پھر صحابہ کے اخیر دور میں اس کی کثرت ہوئی اور اسی طرح عہد تابعین میں مجاہد عطاء، سعید بن جبیر، اور ابن ابی ملیکہ اور پھر ان کے شاگردوں کے دور میں عبد اللہ بن ابی حمزہ، قاری ابن کثیر، حنظلہ بن ابی سفیان اور ابن حجاج، اور ہارون رشید کے وقت میں مسلم زنجی، فضیل ابن عیینہ، ابو عبد الرحمن مفری، ازرقی، حمیدی اور سعید بن منصور جیسے علما ہوئے ہیں۔



اس کے بعد حافظ ذہبی کے الفاظ میں:

ثم في اثناء المائة الثالثة تناقص علم الحرمين  
پھر تیسری صدی کے درمیان میں حرمین کا علم تو گھٹ گیا اور  
و کثر بغیر ہما۔  
دوسرے مقامات میں کثرت سے ہو گیا۔

امام بخاری کو حرمین کے علم پر کتنا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں  
ایک مستقل باب باندھا ہے "باب ما ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علی اتفاق اہل العلم وما  
اجتمع علیہ ائمہ دین مملکت والمدينة" علامہ کرمانی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ

عبارة البخاری مشعرة بان اتفاق اہل  
امام بخاری کی عبارت یہ بتاتی ہے (کہ ان کے نزدیک) اہل  
حرمین کے کسی مسئلہ پر متفق ہو جانے سے اجملع منعقد ہو جاتا ہے۔  
الحرمین اجماع۔

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ

لعله اراد الترجيح لا دعوى الاجماع۔  
شاید امام موصوف کا مقصد (وہاں کے مسئلہ کی) ترجیح ہونے کہ  
اس کے متعلق اجملع کا دعوی۔

بہر حال امام بخاری کی عبارت کا چاہے کچھ بھی مطلب نکالا جائے اتنی بات ظاہر ہے کہ اختلافی مسائل  
میں ان کے نزدیک وہی مسئلہ قابل ترجیح ہے جس پر علماء حرمین متفق ہوں۔

۱۵ فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۲۵۷ طبع میر مصر۔ ۱۵ مدینہ طیبہ کے بابوں میں تو ظاہر ہے کہ تمام اکابر  
صحابہ جو علوم نبوی کے خازن و امین تھے ایک زمانے میں یہیں جمع تھے، لیکن اہل مکہ کے اجملع کا دوسرا اسلامی شہروں کے  
اجملع کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہونا اس کی بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ جس پایہ کے علماء یہاں موجود تھے اور شہروں کی  
بھی تھے۔ علاوہ ازیں مہاجرین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم صحبت یافتہ تھے ان میں سے پھر کسی ایک نے کہ مکرّمہ  
آکر دوبارہ قیام نہیں کیا کیونکہ اس کی ان کو شرف اجازت نہ تھی، علم کا شیور بھی وہاں صحابہ کے عہد سے شروع ہوتا ہے  
چنانچہ وہاں کی جو کچھ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے تلامذہ کے دم سے تھی، وہاں مدینہ طیبہ میں  
جب تک کہ صحابہ کا اجتماع رہا اور وہ بلاد و امصار میں متفرق نہیں ہوئے اس وقت تک بے شک اہل مدینہ کا کسی مسئلہ پر متفق  
ہو جانا یقیناً تمام مسلمانوں کے لئے اس مسئلہ کی ترجیح کے لئے کافی ہے لیکن بحث اس میں ہے کہ جب صحابہ کی بڑی کثرت ہے  
دوسرے شہروں میں جابجائے آیا اس وقت بھی کسی مسئلہ کے متعلق اہل مدینہ یا اہل حرمین کے اتفاق اور تعامل کی وہی حیثیت باقی  
رہتی ہے یا نہیں، اس بارے میں امام بخاری کی رائے آپ کی نظر سے گزری اب دوسرے علماء کی رائے ملاحظہ فرمائیے، حافظ  
ابن حجر عسقلانی فتح الباری بشرح صحیح البخاری میں باب مذکور کے آخر میں لکھتے ہیں:

وفضل المدينة ثابت لا يحتاج الى اقامة دليل  
خاص . . . . . وانما المراد هنا تقدم اهلها  
في العلم على غيرهم فان كان المراد بذلك  
تقدمهم في بعض الاعصار وهو العصر  
الذي كان فيه النبي صلی اللہ علیہ وسلم مقبلاً  
بها فيه والعصر الذي بعده من قبل ان  
يتفرق الصحابة في الامصار فلا شك في تقدم  
مدینہ شریف کی فضیلت و اوقات ہے جس کے لئے کسی خاص  
دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں، یہاں جو کچھ مقصود ہے  
وہ صرف یہ ہے کہ اہل مدینہ کا تقدم علی دوسروں پر ثابت ہو  
سوا اگر کسی خاص زمانہ میں ان کی فوقیت مراد ہو یعنی جس زمانہ  
میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں قیام فرماتے تھے نیز آپ کے  
بعد کا وہ زمانہ کہ جو صحابہ کے دوسرے شہروں میں منتقل ہونے  
سے پہلے پہلے کا تھا (باقی بر صفحہ ائمہ)



تیسری صدی ہجری میں اگرچہ مدینہ طیبہ کی طرح مکہ معظمہ کی بھی وہ پہلی سی علمی رونق باقی نہ رہی تھی تاہم بقایائے اہل علم میں سے جن حضرات کی بدولت ابھی ہندوگوں کی یاد تازہ تھی ان میں حسب ذیل حفاظ حدیث کے امام ابن ماجہ نے علم حدیث کی تحصیل کی۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) العصرین  
المدن کورین علی غیرہم وھو الذی یستفاد من  
احادیث الباب وغیرھا وان کان الملحد استمر  
ذلک بحمیم من سکنھا فی کل عصر فھو محل  
النزاع ولا سہیل الی تعمیم القول بذلک۔

(۱۳ ج ۱ ص ۲۶۳)

اور علامہ ابن القیم، اعلام الموقعین میں ارقام فرماتے ہیں:-

والجدة مدن والمساكن والبقاع لا تأثیر لھا فی  
ترجیح الاقوال، وانما التأثیر لھا لھا وسكانھا،  
ومعلوم ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه  
واله وسلم شاهد التنازل وعرفوا التاويل و  
ظفر وامن العلم فام ينظر به من بعدهم فھم  
المقدمون فی العلم علی من سواھم كماھم المقدمون  
فی الفضل والدين وعلمھم ھو العمل ان ذی  
لا یخالف وقلا تنقل اکثرھم عن المدينة و  
تفرقوا فی الامصار بل اکثر علماھا صارھو الی  
الكوفة والبصرة والغام مثل علی بن ابیطالب  
كرم الله وجهه وابی موسی وعبد الله بن مسعود و  
عبادة بن الصامت وابی الدرداء وعمر بن  
العاص ومعاوية بن ابی سفيان ومعاذ بن جبل  
وانقل الی الكوفة والبصرة نحو ثمانية صحابی  
ونيف والی الشام ومصر نحو مة فكيف يكون  
عمل هؤلاء معتبرا ما داموا فی المدينة فاذا  
خالفوا غیرھم لم يكن عمل من خالفوه  
معتبرا فاذا فارقوا جدران المدينة  
كان عمل من بقى فیھا ھوالمعتبر ولم  
يكن خلاف من انتقل عنها۔ حتبر اھذا  
من الممتنع وليس جعل عمل الباقيین  
معتبرا اولی من جعل عمل المفارقین معتبرا

تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ان دونوں مذکورہ زمانوں میں وہاں  
کے علماء کو دوسرے مقامات کے علماء پر فوقیت تھی اور یہی چیز  
احادیث باب وغیرہ سے مستفاد ہوتی ہے، اور اگر یہ مراد ہے  
کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہزارہانہ میں علمی لحاظ سے فوقیت  
حاصل ہے تو یہ بات محل نزاع ہے اور ایسے عام ادعا کے لئے  
کوئی گنجائش نہیں۔

ترجمہ اقوال کے سلسلہ میں دیواروں، مکانات اور جگہوں سے  
کوئی اثر نہیں پڑتا، اثر تو وہاں کے اہل اور باشندوں کا  
ہوتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
والہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے قرآن پاک نازل ہوا اور وہ اس  
کی صحیح مراد کے جاننے والے ہیں اور علم کے اس مقام پر فائز ہیں  
کہ جو ان کے بعد والوں کو نصیب نہ ہو سکا لہذا جس طرح وہ  
فضیلت اور دین میں مقدم ہیں اسی طرح علم میں بھی مقدم ہیں  
اور ان ہی کا عمل ایسا عمل ہے کہ جس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی  
اب صورت حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مدینہ شریف سے  
منتقل ہو کر دوسرے شہروں میں پھیل گئے، بلکہ مدینہ کے اکثر علما  
جیسے علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ  
بن مسعود، عبادہ بن الصامت، ابو الدرداء، عمرو بن العاص،  
معاویہ بن ابی سفیان، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کوفہ، بصرہ  
اور شام چلے گئے تھے۔

کوفہ اور بصرہ کی طرف تقریباً تین سو سے زیادہ صحابہ  
منتقل ہوئے اور اتنے ہی شام اور مصر کی طرف، سو سے کس طرح  
ہو سکتا ہے کہ ان صحابہ کا عمل جب تک یہ مدینہ میں ہوں اس وقت  
نہیے ایسا معتبر ہو کہ اگر دوسروں سے اختلاف ہو تو مخالفین کے  
عمل کا اعتبار نہ ہو، پھر جو ہی انھوں نے مدینہ کی دیواروں کو  
چھوڑا وہاں رہ جانے والوں کا عمل معتبر قرار پایا اور وہاں سے  
منتقل ہونے والوں کا اختلاف غیر معتبر ہو گیا۔ یہ ایک متمنع بات  
ہے، جلالہ وہاں باقی رہ جانے والوں کے عمل کو (باقی صفحہ آئندہ)



حافظ خلوانی امام ابو محمد حسن بن علی بن محمد الخلال، اصل میں تو یہ حلوان کے رہنے والے ہیں جو عراق کا مشہور شہر ہے مگر بعد کو مکہ معظمہ میں اقامت گزیر ہو گئے تھے اسی نے یہ محدث مکہ کہلاتے ہیں۔  
 ذہبی لکھتے ہیں صنف و تعب فی هذا العلم (یعنی انھوں نے اس علم میں تصنیف کی ہے اور مشقت اٹھائی ہے) ابراہیم بن اورمہ کہا کرتے تھے کہ آج دنیا میں صرف تین حافظ حدیث باقی ہیں، خراسان میں ذہبی، اصفہان میں ابن القرات اور مکہ مکرمہ میں خلوانی۔ بجز خراسانی کے جملہ مصنفین صحاح ستہ آپ کے شاگرد ہیں یعقوب بن شیبہ کے آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان ثقة ثبتا متقنا۔ ابن عدی نے لکھا ہے کہ آپ نے کتاب السنن تصنیف کی تھی، مسئلہ میں وفات پائی۔

حافظ زبیر بن بکارجہ ابو عبد اللہ بن ابی بکر قریشی اسدی مکی۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ النسابة قاضي مكة، خطيب لکھتے ہیں کان ثقة ثبتا عالما بالنسب و اخبار المتقدمين قریش کے نسب پر ان کی تصنیف مشہور ہے، یہ اصل میں مدینہ کے رہنے والے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے بعد کو مکہ معظمہ میں قاضی ہو گئے اور وہیں چوبیس سال کی عمر میں ۱۵۷ھ میں انتقال کیا۔ مصنفین صحاح ستہ میں بجز امام ابن ماجہ کے اور کوئی ان کا شاگرد نہیں ہے۔

معتبر قرار دینا وہاں سے منتقل ہو جانے والوں کے عمل کو معتبر قرار دینے سے اولیٰ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی منقطع ہو چکی اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور چیز باقی نہ رہی لہذا جس کے پاس سنت ہے اسی کا عمل حقیقت میں معتبر ہے پھر عمل غیر معصوم کی بنا پر سنت معصومہ کو کس طرح ترک کیا جاسکتا ہے۔

پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ ذرا یہ تو دیکھئے کہ اگر کسی ایسے شہر والوں کا کہ جہاں صحابہ منتقل ہو گئے تھے وہاں کے صحابہ کی تعلیم کے مطابق کوئی عمل مسترحل آتا ہے تو اس عمل میں اور اہل مدینہ کے اس عمل میں کہ جو مدینہ کے صحابہ کی تعلیم کے مطابق برابر جاری ہے کیا فرق ہے، حالانکہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کی طرف منسوب ہوتا ہے، پھر یہ کیا کتاب کا وہ قول اور فعل تو موجب عمل ہو کہ جس کو وہ حضرات بتائیں کہ جو مدینہ میں ہوں اور وہ قول اور فعل موجب عمل ہو کہ جس کو دوسرے بیان کریں اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ عمل اہل مدینہ کے ساتھ نص بھی موجود ہو ورنہ جس صورت میں کہ اوہوں کے پاس نص ہو اور اہل مدینہ کے پاس اس کے مقابلہ میں کوئی نص بھی نہ ہو محض عمل ہی عمل ہو تو اس صورت میں کیا ہو گا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) فات  
 الوحی انقطع بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبق الا کتاب اللہ وسنت رسولہ فمن کانت السنۃ معہ فعملہ هو العمل المعتبر حقاً ثم کیف یتراخ السنۃ المعصومۃ لعمل غیر المعصوم۔

ثم یقال ارایتم لو استقر عمل اهل مصر من الامصار التي انتقل اليها الصحابة على ما اداه اليهم من بھامن الصحابة ما الفرق بينه وبين عمل اهل المدينة المستقرة على ما اداه اليهم من بھامن الصحابة والعمل اما استند الى قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفعله فكيف يكون قوله وفعله الذي اداه من المدينة موجب للعمل دون قوله وفعله الذي اداه غيرهم، هذا اذا كان النص مع عمل اهل المدينة تكليفاً اذا كان مع غيرهم النص ليس معهم نص يعارضونه ليس معهم الا جهل العمل۔

(اعلام الموقعين عن العليين ج ۱ ص ۲۹۸ مطبوعه شرف المطابع دہلی)



حافظ سلمہ بن شیبہ النسابوری ابو عبد الرحمن الحجری المسمیٰ نزیل مکہ۔ یہ اصل میں نیشاپور کے رہنے والے تھے، بعد کو حرم مکہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ یزید بن ہارون، ابو داؤد طیالسی، عبد الرزاق بن ہمام اور ابو عبد الرحمن مقرئ وغیرہم سے علم حدیث کی تحصیل کی تھی۔ مقرئ کے متلی بھی رہے ہیں، بحسبہ امام بخاری کے تمام اصحاب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو الحافظ الجوالی کا لقب دیا ہے، ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ احد الثقات حدث عنه الائمة والقدماء (ثقات میں سے ہیں اور ان سے ائمہ حدیث اور مقدمین نے روایتیں کی ہیں)۔ حاکم کے الفاظ میں ہو وحدث اہل مکة والمتفق علی اتقانه وصدقہ (یہ اہل مکہ کے محدث ہیں اور ان کے رسوم علی اور صداقت پر اتفاق ہے)۔ ماہ رمضان المبارک ۲۴۶ھ میں فالودہ کے کھانے سے ان کی وفات ہوئی رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ عدنی ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر، مکہ معظمہ میں مجاورت اختیار کر لی تھی، ان کی مسند مشہور ہے۔ اپنے زمانہ میں شیخ الحرم تھے، سترج کے، بڑے صالح اور عابد تھے۔ ہر وقت طواف میں مصروف رہتے، امام مسلم اور ترمذی بھی آپ کے شاگرد ہیں، صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے دو سو سولہ حدیثیں منقول ہیں، ۳۴۶ھ کے آخر میں انتقال ہوا۔

حافظ یعقوب بن حمید بن کاسب، یہ بھی مدنی ہیں لیکن بعد میں مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: "الامام المحدث عالم المدینۃ ونزیل مکة" امام بخاری بھی ان کے شاگرد ہیں، چنانچہ اپنی صحیح میں شہداء بدر اور صلح کے باب میں ان سے حدیثیں نقل کی ہیں ابو حاتم نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔

یہ چار تو حفاظ حدیث تھے اور بقیہ شیوخ یہ ہیں:

- (۱) ابراہیم بن محمد بن العباس الواسحاق الشافعی المکی المتوفی ۲۳۳ھ۔ یہ امام شافعی کے چچا زاد بھائی تھے۔
- (۲) حسین بن حسن بن حرب السلی المرزوی تریل مکہ المتوفی ۲۴۶ھ۔ (۳) محمد بن عبد اللہ بن یزید العدوی البوہبی المقرئ المکی المتوفی ۲۴۶ھ۔ (۴) محمد بن عثمان بن خالد الاموی ابو مروان العثماني المدنی نزیل مکہ المتوفی ۲۴۶ھ۔ (۵) محمد بن میمون الحیاظ البزاز ابو عبد اللہ المکی المتوفی ۲۴۶ھ۔ یہ اسی تھے
- (۶) محرز بن سلمہ المکی العدنی المتوفی ۲۴۶ھ انھوں نے اسی حج کئے تھے اور عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ (۷) یزید بن عبد اللہ بن یزید البیہامی ابو محمد نزیل مکہ المتوفی ۲۴۶ھ، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ مکہ معظمہ کے ان تمام شیوخ میں امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سب زیادہ حفاظ علوانی اور ابو مروان عثمانی سے روایتیں نقل کی ہیں۔

سہ کتاب الثقات کے متعدد قلمی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں لیکن اس وقت یہ کتاب پیش نظر نہیں، اور اس کے جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ تہذیب التہذیب سے منقول ہیں۔



## کوفہ

وہ عظیم الشان اسلامی شہر جو صدیوں تک علوم اسلامیہ کا دارالعلوم بنارہا اور جو عہدِ رضوی سے لیکر بغداد کے تعمیر ہونے تک وسعتِ علم اور کثرتِ حدیث میں تمام بلادِ اسلامیہ میں ممتاز تھا جس کو علامہ نووی دار الفضل والفضلہ کہتے ہیں اور صاحب قاموس قبة الاسلام ودار ہجرة المسلمین لکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجتہ اللہ الباقیہ میں فرماتے ہیں:

کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ ۱۵ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیشتر فیصلے کوفہ میں صادر ہوئے۔

اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں رقمطراز ہیں:

”وقضیائے بسیار در ایام خلافت بردست او ظاہر شدند“ ۱۶

اور حافظ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں لکھتے ہیں:

وانما ظهر علم علی وفقہہ فی الکوفۃ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور آپ کی فقہ کوفہ میں

بحسب مقامہ فیہا عندہ مدۃ اسی قدر ظاہر ہوئی جتنا کہ آپ نے اپنی مدتِ خلافت میں

خلافتہ ۱۷ کوفہ میں ان کے یہاں قیام فرمایا۔

حافظ ابن حزم نے فضائل اہل اندلس پر جو رسالہ لکھا ہے اس میں جناب امیر کے قیام کوفہ کی مدت پانچ

سال اور چند ماہ بیان کی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے حاشیہ پر تصریح کی ہے کہ

صوابہ اربعۃ اعوام۔ ۱۸ صحیح یہ ہے کہ یہ مدت چار سال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ”باب مدینۃ العلم“ کی آمد سے کوفہ کی علمی افق پر چار چاند لگ گئے تھے مگر یہ ایک حقیقت

ہے کہ کوفہ آپ کی تشریف آوری سے بہت پہلے عہد فاروقی ہی میں قرآن و سنت کا دارالعلوم بن چکا تھا چنانچہ

حافظ ابن تیمیہ کی تصریحات اس بارے میں حسب ذیل ہیں:

(۱) وانما کان غالب علمہ فی الکوفۃ اور بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیشتر علم کوفہ ہی

ومع ہذا فاحل الکوفۃ کانوا یعلمون میں رہا تاہم اہل کوفہ حضرت علیؑ کے وقت تو کیا حضرت عثمان

القرآن والسنتہ قبل ان یتولی عثمان فضلاً رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے سے بھی بیشتر قرآن و سنت کا علم رکھتے

عن علی۔ ۱۹ تھے۔

(۲) فان اهل الکوفۃ التی کانت دارہ کوفہ جو آپ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا گھر تھا، وہاں کے

۱۵ شرح صحیح مسلم از علامہ نووی باب القراءۃ فی الطہر والعصر ۵۲ مجتہد الباقیہ ج ۱ ص ۱۳۲ طبع میر مصر۔ ۱۶

قرۃ العینین ص ۱۴۰ طبع مجتہد فی دینی۔ ۱۷ منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۳۴ طبع میر مصر۔ ۱۸ پیرزالہ علامہ ابن حجر بن محمد مرقی التوفی

۳۸۵ھ نے نفح الطیب من غصن الاندلس از طیب کے باب سابع میں نقل کر دیا ہے۔ ۱۹ نفح الطیب ج ۲ ص ۱۷۱ طبع مصر ۱۳۵۵ھ

کے مرثیہ میں آیا ہوا نامدینۃ العلم وعلی باجہا (بین علم کا شہر میں اعلیٰ اس کا دروازہ) ۵۲ منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۳۹۔



کانوا قد تعلموا الايمان والقرآن وتضيره  
والفقه والسنة عن ابن مسعود وغيره قبل  
ان يقدم على الكوفة له

(۳) ولما ذهب الى الكوفة كان اهل  
الكوفة قبل ان ياتيهم قد اخذوا الدين عن  
سعد بن ابی وقاص وابن مسعود وحذيفة  
وعمار وابی موسى وغيرهم عن ارسله عمر  
الى الكوفة - ۱۱

لوگ ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت  
عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے حضرت علی  
رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تقریفہ درسی سے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے۔  
جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے ہیں تو  
اہل کوفہ آپ کے وہاں آنے سے پیشتر حضرت سعد بن  
ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت  
عمار، حضرت ابو موسی وغیرہ (رضی اللہ عنہم) سے جن کو حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا دین حاصل کر چکے تھے۔

فقہاء کوفہ میں اس کا خاص اہتمام تھا کہ جب کسی صحابی کی وہاں آمد ہوتی تو اس کے پاس آکر جمع  
ہو جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے سننے کی خواہش ظاہر کرتے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ  
میں امام شعبی سے روایت ہے کہ

لما قدم عدی بن حاتم الكوفة اتبعناه  
فی نفر من فقهاء اهل الكوفة فقلنا لحد ثنا  
ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم  
(باب فی القدر)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بایں وسعت نظر ہمیشہ اس بات کے دہرے رہتے کہ جب کوفہ میں کوئی نامور  
حدیث آئے تو اس کی معلومات سے اپنے علم میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ امام نصر بن محمد مروزی جو امام صاحب  
کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں،

لما را جلا الزم للآخر من ابی حنیفة  
قدم علينا یحیی بن سعید الانصاری و  
هشام بن عروة وسعید بن ابی عروبة فقال  
لنا ابو حنیفة انظر واتحدون عند هؤلاء  
شیئا اسمعه ۱۱

امام اعظمؒ کے ایک اور شاگرد محدث عبد العزیز بن ابی رزمہ کا بیان بھی اسی کے قریب قریب ہے  
چنانچہ امام عبد اللہ حارثی بسند ناقل ہیں کہ

حدثنا داود بن ابی العوام سمعت حبيب  
بن زمعة سمعت عبد العزيز بن ابی رزمة  
وذكر علم ابی حنیفة بالحدیث فقال قدم

عبد العزیز بن ابی رزمہ نے امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کا تذکرہ  
چھیڑا اور اسی سلسلہ میں یہ بھی بتایا کہ ایک بار کوفہ میں ایک  
محدث آئے تو امام ابو حنیفہ اپنے اصحاب سے فرمانے لگے



الکوفۃ محدث فقال ابو حنیفۃ لا صحابہ  
انظر و اهل عندہ شیء من الحدیث لیس  
عندنا قال و قد علم علیہا محدث اخر فقال  
لا صحابہ مثل ذلک۔ ۱۷

دیکھو تو ان کے پاس حدیث میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جو  
ہمارے پاس نہیں ہے۔ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ دوبارہ  
ایک اور محدث ہمارے پاس آئے جب بھی آپ نے اپنے  
اصحاب سے ہی فرمایا۔ ۱۸

کوفہ میں کتنے صحابہ نے اگر پودو باش اختیار کی اس کے متعلق حافظ ابوبشر دولابی اتقادہ سے  
جن کا شمار کبار تابعین میں ہے بسند ناقل ہیں کہ

۱۷ مناقب الامام الاعظم، از صدر الائمہ کی ج ۳ ص ۸۳۔

۱۸ دولابی، دولاب کی طرف نسبت ہے یہ متعدد مواضع کا نام ہے منجملہ ان کے ایک بغداد کی شرقی جانب  
واقع تھا اور دوسرے کا ایک مشہور قریہ تھا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے  
”الحافظ العالم ابوبشیر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الہامزی الدولابی  
الوراق“ اور میزان الاعتدال میں صراحت کے ساتھ ان کے لئے من اهل المری کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے  
یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قریہ دولاب واقع رہے کے رہنے والے تھے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان میں مسلم  
بن قاسم سے ناقل ہیں کہ ان کا مسکن دولاب واقع بغداد تھا، انصاری بھی نسلاً نہیں ہیں بلکہ ولادہ ہیں۔ دولابی حدیث  
کے مشہور حفاظ میں سے ہیں اور فن جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ طلب حدیث میں حسب تصریح ذہبی، حریم، عراقی  
مصر اور شام کا سفر کیا اور بہت سے شیوخ سے اس فن کی تحصیل کی، ابن الجوزی، المستطعم میں لکھتے وحدث  
عن اشیاخ فیہم کثرۃ (اتنے شیوخ سے حدیث بیان کی کہ جو بکثرت ہیں) امام بخاری اور امام نسائی سے  
بھی تلمذ حاصل ہے۔ چنانچہ امام بخاری سے ان کی کتاب الضعفاء الصغیر کے بھی راوی ہیں۔ حافظ ابن یونس لکھتے  
ہیں، کان الدولابی من اهل الصنعة حسن التصنيف (دولابی اہل فن میں سے ہیں اور عمدہ مصنف  
ہیں) حافظ مسلم بن قاسم فرماتے ہیں کان مقدما فی العلم الروایۃ ومعرفۃ الاخبار (یہ علم و  
روایت اور معرفت احادیث میں مقدم ہیں) مسلم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ فقہ میں یہ حنفی مذہب کے پیرو تھے  
چنانچہ ان کے الفاظ ہیں جالس العلماء وتفقد لابی حنیفۃ رحمہ اللہ (علماء کی خدمت میں رہے اور  
امام ابو حنیفہ کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا)۔ فن حدیث میں جن اکابر حفاظ نے آپ کے آگے زانوئے شاگردی کیا  
ان میں ابن عدی، طبرانی، ابن المقرئ، ابوبکر ہندس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

افسوس ہے کہ ابن عدی وغیرہ بعض متعصب محدثین نے مخالفت مذہبی کی بنا پر حیا کہ حنفیہ کے بارے میں  
ان لوگوں کی عام عادت ہے ان پر بھی کلام کیا ہے لیکن غنیمت ہے کہ ان ہی میں سے خود محدث دارقطنی نے ان  
کی تردید کر دی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں تکلموا فیہ ما تبین من امرہ الا خیر (لوگوں نے ان کے بارے میں  
چہ بیگوئیاں کی ہیں مگر ان میں بجز خیر کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا) ۳۲۳ء میں ان کی ولادت ہوئی اور ۳۳۳ء میں ذہبی  
کے مہینہ میں بمقام عرج حرمہ اور مدینہ کے مابین بے وفات پائی (رحمہ اللہ تعالیٰ) انھوں نے متعدد تصانیف  
یا دیگر چھوٹی جن میں سے کتاب الکئی والاسمار دو جلدوں میں حیدرآباد دکن سے مجلس دارۃ المعارف نے طبع کر کے  
شائع کر دی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، لسان المیزان، المستطعم)



حدیث ابراہیم بن الجعد الخلی قال حدیثا نصر  
بن علی الازدی قال حدیثا نوح بن قیس عن ابی  
الرجاء عن زید بن سید عن قتادة قال نزل الکوفۃ الف  
وخمسون رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واربعة  
وعشرون من اهل بدر۔ (کتاب الکوفۃ ص ۱۴۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے  
ایک ہزار پچاس شخص اور چوبیس وہ بزرگ کہ جو  
غزوہ بدر میں آپ کے ہمراہ رہے تھے۔ کوفہ میں  
اگر فروکش ہوئے تھے۔

اور امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ علی المتوفی ۲۴۱ (جو فن رجال میں امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین  
کے ہمسر شمار کئے جاتے ہیں) اپنی تاریخ میں اس سے بھی زیادہ تعداد بتاتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ  
نزل الکوفۃ الف وخصم مائة من الصحابة ۱۵۰

امام ابو عبد اللہ عالم صاحب المستدرک علی الصحیحین نے اپنی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث کی اشع  
الثانی والاربعین میں ان مشاہیر صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد  
مدینہ شریف سے دوسرے اسلامی شہروں میں منتقل ہو گئے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے سب سے  
پہلے کوفہ سے ابتداء کی ہے اور سب سے زیادہ تعداد یہی آنے والوں کی ذکر کی ہے۔ منجملہ ان کے عشرہ ہشرہ  
میں سے حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، اور حضرت سعید بن نبیر (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے نام بھی  
لکھے ہیں۔ بقیہ شہروں کے نام یہ ہیں، مکہ، مکرہ، بصرہ، مصر، شام، جریرہ، خراسان۔

صحابہ کی اس کثرت کے باوجود علماء کوفہ کے شوق طلب کا یہ عالم تھا کہ وہ برابر مدینہ طیبہ کا سفر کیا کرتے  
اور وہاں کے اکابر صحابہ کے فیض علمی سے متبع ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ رحلت کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ  
امام احمد بن حنبل نے طلب اسناد عالی کو جب سلف کی سنت بتایا تھا تو اس کی سند میں حضرت عبد اللہ بن  
مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہی کے سفر کا تذکرہ کیا تھا۔ اور علامہ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں۔

هو یعنی ابی عبد الرحمن السلی وغیرہ من علماء  
الکوفۃ مثل علقمہ والاسود والحارث  
اللیثی وزید بن جیش الذی قرأ علیہ  
عاصم بن ابی النجود اخذوا القرآن عن ابن  
مسعود وکانوا ینزلون الی المدینۃ  
فیأخذون عن عمرو وعائشۃ ولم یأخذوا  
عن علی کما أخذوا عن عمرو وعائشۃ و  
شریح قاضیہ انما تفقہ علی معاذ بن  
جبل باليمن۔ ۱۵

ابو عبد الرحمن سلی اور دیگر علماء کوفہ جیسے کہ علقمہ، اسود،  
حارث لیثی، زید بن جیش، کہ جن کے پاس عاصم بن ابی النجود  
نے قرآن پاک کی قرأت کی ہے ان سب لوگوں نے حضرت  
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک سیکھا ہے، نیز یہ  
لوگ مدینہ طیبہ جا کر حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ  
عنہا سے علم کی تحصیل کیا کرتے تھے بلکہ ان حضرات نے  
حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جتنا علم اخذ کیا  
اتنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں کیا اور کوفہ کے قاضی شریح  
نے فقہ کی تعلیم حضرت معاذ بن جبل سے یمن میں حاصل کی تھی۔

۱۵ فتح القدیر امام ابن ہمام ج ۱ ص ۲۲ طبع نو کشور کعبہ، ۱۵ یہ کتاب مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ کے زیر اہتمام قاہرہ  
کے مطبع دار الکتب المصریہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ ۱۶ منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۲۲



اور پھر چند اوراق کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

واصحاب ابن مسعود کا قول یا خذون عن عمر بن الخطاب عن ابی الدرداء عن اسی کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں کی فضا کو علم سے معمور پایا چنانچہ امام ابو بکر عتیق بن داؤد میسائی فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ میں ورود ہوا یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وہاں پر لوگوں کو فقیہ بنانے میں مصروف تھے، جناب امیر نے مسجد کوفہ میں اگر دیکھا تو چار سو کے قریب روایتیں رکھی ہوئی تھیں اور طلباء کتابت علم میں مصروف تھے یہ دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

لقد ترك ابن ام عبد یعنی ابن مسعود بلاشبہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کوفہ کے چراغ بنا کر چھوڑا ہے۔

تفہ کا درجہ علوم شرعیہ کا آخری درجہ ہے اس لئے جب متعلمین فقہ کی تعداد یہ تھی تو ظاہر ہے کہ طلبہ حدیث کی تعداد اس سے کئی گنی زیادہ ہوگی چنانچہ حافظ سیوطی نے تدریب الراوی میں ابن سیرین سے جوا کا برتاو بیان میں شمار کئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ

قدمت الکوفۃ وعبا الاربعة الاف یطلبون الحدیث میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طالب علم موجود تھے۔

محدث حاکم نیشاپوری نے معرفۃ علوم الحدیث کی "النوع التاسع والاربعین" میں زیر عنوان "معرفۃ الائمة الثقات المشہورین من التابعین واتباعہم عن یجمع حدیثہم للحفظ والذکر والتمذک" بھمد و بذکرہم من المشرق الی المغرب" (یعنی تابعین اور تبع تابعین کے ان مشاہیر ائمہ ثقات کی معرفت کہ جن کی حدیثیں حفظ اور مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور جن سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کا ذکر مشرق سے لیکر مغرب تک ہے) بلاد اسلامیہ کے ان تمام نامور ائمہ کو نام بنام گنایا ہے کہ جو اس عنوان کے تحت آئے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل مقامات کے محدثین کی فہرست دی ہے۔ مدینہ، مکہ، مصر، شام، یمن، یامہ، کوفہ، جزیرہ، بصرہ، واسط، خراسان، بغداد کے علماء محدثین کا ذکر نوع ثانی وابعین" ہی میں کرچکے ہیں جو چند سطروں سے زائد نہیں ہے) مگر آپ کو یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہو کہ ان تمام مذکورہ مقامات میں یہ امتیاز صرف کوفہ ہی کو حاصل ہے کہ وہاں کے ائمہ ثقات کی فہرست پورے ساڑھے تین صفحات پر مشتمل ہے، جبکہ بصرہ کے (کہ وہاں کے ائمہ محدثین کے نام تو بلاشبہ ایک صفحہ میں آئے ہیں) باقی کسی شہر کے مشاہیر کی فہرست ایک صفحہ کو بھی پر نہ کر سکی۔ اسی طرح طبقات ابن سعد میں کسی مقام کے اتنے علماء مذکور

فہمہ منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۵۱۔ مکہ مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ کی ج ۲ ص ۱۳۰۔ تدریب الراوی ص ۲۷۵ طبع مصر۔ مکہ حاکم نے ان ائمہ ثقات مشہورین کی فہرست میں امام ابو حنیفہ اور امام زفر کا بھی نام لیا ہے۔



نہیں جتنے کہ کوفہ کے ہیں چنانچہ تمام بلاد اسلامیہ میں یہ خصوصیت صرف کوفین کی ہے کہ طبقات کی پوری ایک ضخیم جلد صرف انہی کے تراجم پر مشتمل ہے، اس سے آپ کوفہ کی علمی منزلت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

**قرار علیہ میں سے عاصم، حمزہ اور کسایی تینوں کو فی ہیں۔** تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو علامہ ابن تیمیہ نے "اعلم الناس بالتفسیر" لکھا ہے۔ سعید بن جبیر بن کوفہ تمام تابعین میں تفسیر کا سب سے بڑا عالم مانتے ہیں۔ اسی کوفہ کے رہنے والے تھے۔

**حدیث کی نشر و اشاعت کا وہاں یہ عالم تھا کہ حافظ ابو محمد حسن بن خلاد راہرمزی، الحدیث الفاصل بین الراوی والواعی میں محدث بغداد حافظ عفان بن مسلم سے (کہ جن کو بھی بن معین فن حدیث میں امام مالک، ابن جریر، سفیان ثوری اور شعبہ کے ہم پلہ تسلیم کرتے ہیں) بسند ناقل ہیں کہ**

حد ثنا عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حداد انہوں نے کچھ لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ ہم فلاں فلاں کی کتابیں حد ثنا محمد بن سلیمان الواسطی قال سمعت نقل کر چکے ہیں، اس پر فرمانے لگے کہ ہماری رائے میں اس

طے قرآن پاک کے وہ سات قاری کہ جن کی قراءت کے مطابق ساری دنیا میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، حافظ عبد القادر قرشی، الجواہر المصنیہ میں فرماتے ہیں:

سات ماہتاب جو ائمہ قرار ہیں یہ ہیں

(۱) عبد اللہ بن کثیر بن المطلب القرشی مولانا اسم ابو عبدہ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سماع کیا ہے۔ مکہ معظمہ میں مسئلہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے سنہ وفات ۱۲۲ بتایا ہے۔

(۲) نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم مولیٰ جعوف بن شعیب اللیثی، مدنی ہیں، ان کے بزرگ اصحاب ان کے رہنے والے تھے، ابو رویم کہتے ہیں، مسئلہ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

(۳) ابن عمار یہ عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ الجعفی دمشقی ہیں دمشق کے قاضی تھے کبار تابعین میں سے ہیں مسئلہ کے افائل میں پیدا ہوئے اور عاشورہ کے دن مسئلہ میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ شہد جبری میں ان کی ولادت ہوئی تھی اس قول پر ان کی عمر ایک سو دس برس کی ہوتی ہے۔

(۴) ابو عمرو بن العلاء بن عمار بن عبداللہ المقرئ البصری، ان کا نام کسی نے ریان کسی نے عریان کسی نے یحییٰ کسی نے عثمان کسی نے محبوب اور کسی نے کچھ اور بتایا ہے۔ بعض کہتے ہیں ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے، مسئلہ میں کوفہ میں انتقال کیا۔

(۵) عاصم بن ابی النجود (یفتح تون) ابو بکر الاسدی، مسئلہ میں کوفہ میں وفات پائی بعض نے سنہ وفات ۱۲۸ بیان کیا ہے، امام سفیان اور امام احمد نے کہا ہے کہ بہلول ابو النجود کا نام ہے اور عمرو بن علی الفلاس کہتے ہیں کہ ان کی ماں کا نام ہے مگر ابو بکر بن ابی داؤد نے اس کو غلط بتایا ہے۔

(۶) حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسمعیل الزیات البصری مولانا اسم الکوفی ابو عمارہ۔ بمقام حلوان ۱۵۰ھ میں روئے بقول بعض ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

(۷) کسایی ابو الحسن علی بن حمزہ الاسدی مولانا اسم الکوفی ۱۵۹ھ میں وفات پائی انہوں نے حمزہ اسدی کے پاس قراءت کی تھی۔

ان ساتوں میں بحر ابن عمار اور ابو عمرو کے کوئی عرب نہیں، الجواہر المصنیہ ج ۲ ص ۲۲۲ و ۲۲۳

ملاحظہ فرمائیں کہ ان تمام علما نے قرآن ازلما کر سیکھا، ص ۱۸۹ طبع مصر ۱۳۲۳ھ



قسم کے لوگ کامیاب نہیں ہو کرتے۔ ہمارا تو یہ دستور تھا کہ جب اس استاد کے پاس آتے تو اس سے وہ روایتیں سنتے جو اس استاد کے پاس نہ ہوتیں اور اس سے وہ سنتے جو اس کے پاس نہ ہوتیں۔ چنانچہ جب ہم کو فدائے توحید چار ماہ قیام رہا اور اگر ہم یہ چاہتے کہ ایک لاکھ حدیثیں لکھ لیں تو لکھ سکتے تھے مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں ہی لکھیں اور پھر کسی سے اطلاع کے علاوہ راضی نہ ہوئے، سوائے شریک کے کہ انھوں نے ہم سے انکار کر دیا اور ہم نے کو فد میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جو عربیت میں غلطی کرے اور اس کو رد کر کے۔

عفان یقول، وسمع قوما یقولون نسخنا کتب فلان ونسخنا کتب فلان، فسمعت یقول نری هذا الضرب من الناس لا یفلحون، کنا ناتی هذا فسمع منه مالیس عند هذا وسمع من هذا مالیس عند هذا فقد منا الکوفة فاقمنا اربعة اشهر واولاخرنا ان نکتب مائتا الف حدیث لکتابنا هذا فما کتبنا الا قدر خمسين الف حدیث ومارضينا من احد الا بالاملاء الا شریکا، فانه ابی علینا ومارا ثنا بالکوفة فحاننا مجوزا ۱۱۷

اور علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں قدوة المحدثین حافظ ابو بکر بن ابی داؤد سجستانی کی زبانی ان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

میں جب کو فد میں آیا تو میرے پاس ایک ہی درہم رہ گیا تھا سو میں نے اس درہم کا تیس درہم باقلا خرید لیا، پھر ایک درکھا تا اور اس سے ایک ہزار حدیثیں لکھ لیتا۔ اس طرح ایک مہینہ میں میں نے تیس ہزار حدیثیں جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل ہیں لکھ لیں۔

دخلت الکوفة وسمی درهم واحد فاشتریت به ثلاثین مدا باقلاء فکنت اکل مدا واکتب عن الا شیع فکتبت عنه فی الشهر ثلاثین الف حدیث مالین مقطوع ومرسل۔ ۱۱۷

ذرا تصویر کیجئے اس شہر کی کثرت حدیث کا کہ جہاں عفان جیسا حافظ حدیث چار ماہ میں پچاس ہزار احادیث

۱۱۷ تقدیم نصب الرایہ میں یہ عبارت اس طرح منقول ہے کہ ومارضينا من احد الا ما لامته لیکن اس کا مطلب واضح طور پر سمجھ میں نہیں آتا۔ حافظ عزائی نے بھی شرح الفیہ (ج ۳ ص ۹۰ طبع مصر) میں عفان کا یہ بیان نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ دی ہیں جو متن میں مذکور ہیں۔

۱۱۸ اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن اور کتب خانہ پیر محمد و حیدر آباد سندھ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں لیکن اس وقت یہ عبارت ہم نے محدث گوثری نے امام زبلی کی نصب الرایہ پر جو مقدمہ لکھا ہے اس سے نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۵ مطبوعہ) ۱۱۹ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۳۰ طبع حیدرہ مصر۔

۱۲۰ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب محدثین احادیث کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد متون احادیث نہیں بلکہ طرق و اسانید ہوتے ہیں۔ نیز سلف کا دستور تھا کہ وہ آثار صحابہ و تابعین اور ان کے فسادے کے لئے بھی حدیث کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے۔ حافظ سخاوی، فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

اور اسی طرح اس تعداد میں (کمرات و موقوفات کے علاوہ صحابہ و تابعین وغیرہ کے آثار و فتاویٰ بھی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کیلئے مستقیم حدیث کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ (باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)

وکنه اثار الصحابة والتابعین وغيرهم و فتاویهم ما کان السلف یطلقون علی کل حدیث۔ (ص ۱۲ طبع انوار محمدی لکھنؤ)



لکھ لے کہ چند احمد جسی ضمیمہ کتاب کی روایات سے بھی تعداد میں کہیں زیادہ ہیں اور حافظ ابو بکر بن ابی داؤد ایک ہی ماہ میں تیس ہزار حدیثیں ایک ہی شیخ سے لکھ لیں وہاں حدیث و سنت کی اشاعت کا کیا عالم ہوگا یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل سے جب ان کے صاحب زادے عبد اللہ نے دریافت کیا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہئے آیا ایک ہی صاحب علم کی خدمت میں برابر حاضر رہ کر اسی سے حدیثیں لکھتا رہے یا ان مقامات کا رخ کرے کہ جہاں علم کا چرچا ہے اور وہاں جا کر علماء سے حدیث کی تحصیل کرے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بے سفر کرنا چاہئے اور دوسرے مقامات کے علماء سے حدیثیں لکھنی چاہئیں اور ان علماء میں سب سے پہلے امام موصوف نے کوفین ہی کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: یرحل ویکتب عن الکوفیین والبصریین واهل المدینۃ ومکہ۔ امام بخاری نے طلب حدیث میں بخارا سے لیکر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا۔ دو دفعہ جزیرہ گئے۔ چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں:

لا احصى کم دخلت الی الکوفۃ وبغداد میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے حدیث کے مع المحدثین۔ ۱۰۰

ساتھ کتنی بار جانا پڑا۔

فن حدیث کی ترویج سب سے پہلے اسی شہر میں ہوئی۔ صحیح احادیث کا مجموعہ بھی سب سے پہلے یہیں مرتب ہوا۔ ۱۰۰

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس کے بعد سخاوی لکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں ہیں کہ جو سوسندوں کے ساتھ مروی ہیں اور حدیث انما الاعمال بالنیات کے متعلق تو حافظ ابواسمعیل انصاری ہروی سے منقول ہے کہ انھوں نے حدیث مذکور کو اس کے صرف ایک راوی یحییٰ بن سعید انصاری سے ان کے سات سوشاگردوں کی سند سے لکھا ہے۔

آج کل کے منکرین حدیث نے اہل فری کے لئے یہ شور مچا رکھا ہے کہ موجودہ حدیث کی کتابوں میں چند ہزار سے زائد احادیث کی تعداد پائی نہیں جاتی اور محدثین یہ کہتے ہیں کہ ہم نے لاکھوں حدیثوں سے ان کا انتخاب کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ احادیث کی بڑی تعداد خود محدثین کے بیانات کے مطابق خود ساختہ ہے لہذا ایسی صورت میں ان چند ہزار کا بھی کیا اعتبار ہو جاتا ہے کہ جن کو لاکھوں موضوعات سے چھانٹ کر مجمع قرار دیا گیا ہو۔ اس لئے آپ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ ایک بہت ہی بڑا سنگین مغالطہ ہے جو بیچارے ناواقف عوام کو دیا جا رہا ہے، کیونکہ محدثین کے یہاں تو احادیث کی تعداد کا حساب ان کی اسانید کے اعتبار سے ہوتا تھا کہ عقول کے لحاظ سے پس اگر کسی حدیث کی مثلاً سواستادیں ہیں تو اس کی تعداد اپنی اسانید کے اعتبار سے ہوگی چنانچہ حدیث انما الاعمال بالنیات کا جب شمار لگائیں گے تو اس کی سات سواستادوں کے اعتبار سے سات سوشاگرد کریں گے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۷) طبع تدریب الراوی از سوطی ص ۱۷۷ وفتح المغیث از سخاوی ص ۳۲۱

۱۰۰ مقدمہ فتح الباری از حافظ ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۷۹ طبع میرہ مصر۔ ۱۰۰ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔



اور فقہ کے متعلق تو پوچھنا ہی کیا، امام ابو حنیفہؒ نے اس کو معدن العلم والفقہ کا لقب دیا ہے اور سفیان بن عیینہ جو ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں کہا کرتے تھے۔

من اراد المخازی فالدینۃ ومن اراد الناسک مغازی کے لئے مدینہ، مناسک کے لئے مکہ اور فقہ فمکۃ ومن اراد الفقہ فالکوفۃ۔ ۱۷۵ کے لئے کوفہ ہے۔

فقہ حنفی جس پر بارہ سو برس سے اسلامی دنیا کا تقریباً دو ثلث حصہ عمل پیرا چلا آتا ہے اس کی بنیاد بھی یہیں پڑی۔

عربیت اور نحو کی تدوین بھی کوفہ اور بصرہ ان ہی دو شہروں میں ہوئی ہے چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں بحران دو مقامات کے عام طور پر اور کسی جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ۱۷۶

”کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت غار بن یاسر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، جیسے حضرات نیز صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی ایک خلقت آکر ان ہی، پھر وہاں علقمہ، مسروق، عبیدہ اور اسود جیسے ائمہ تابعین پیدا ہوئے، پھر شعبی، یحییٰ، حکم بن عتیبہ، حماد، ابوالحسن منصور، اعش اور ان کے اصحاب ہوئے۔“

اس کے بعد ذہبی کے الفاظ ہیں:

وما زال العلم یحیا متوفراً الی زمان ابن عقیل۔ اور ابن عقیل کے زمانے تک برابر وہاں علم کی وسعت و کثرت ہی چلی آئی۔

حافظ عصر ابن عقیل کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی ہے اس حساب سے متواتر تین سو سال تک کوفہ حدیث کا دارالعلم رہا ہے، محدث حاکم نیشاپوری نے کوفہ کا پہلا سفر ابن عقیل کی وفات کے نو برس بعد اٹکتے ہیں کیا تھا۔ اس وقت تک صحابہ کی درس گاہوں کے نشانات موجود تھے چنانچہ اس سلسلہ میں ان کا بیان حسب ذیل ہے:

”میں کوفہ میں سب سے پہلے ۳۳۴ھ میں داخل ہوا، ابوالحسن بن عقیل شیبانی مجھے صحابی کی مساجد بتاتے جاتے تھے چنانچہ میں بہت سی مسجدوں میں گیا، یہ مساجد اس وقت تک آباد تھیں، ہم نے اپنا ٹھکانا محلہ بجلیہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مسجد کو بنایا تھا۔“

اس کے بعد ۳۳۵ھ میں پھر کوفہ آنا ہوا تو ابن عقیل کی مسجد ویران ہو چکی تھی، اب ابوالقاسم سکونی

للہ مناقب الامام الاعظم، از صدر ائمہ موفقی بن احمد کی المتوفی ۵۶۸ھ مطبوعہ مطبع دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ج ۱ ص ۵۶۔ ۱۷۶ ایضاً ج ۲ ص ۶۴ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کوفہ کے ذکر میں سفیان بن عیینہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں خذوا المناسک عن اهل مکة وخذوا القراءۃ عن اهل المدينة وخذوا التحلال و التحرام عن اهل الکوفۃ (یعنی مناسک اہل مکہ سے حاصل کرو اور قراءت اہل مدینہ سے اور حلال و حرام اہل کوفہ سے)۔ ۱۷۷ عبدالباری اور عبد عثمانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیشتر قیام کوفہ ہی میں رہا۔ چنانچہ علامہ ابن ابی شیبہ، میزان الاعتدال میں اصم بن غیل کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں انہ کان فی غالب دولتیہما بالکوفۃ (بلاشبہ یہ ان دونوں کے زیادہ خلافت میں بیشتر کوفہ ہی میں رہے)۔



میرا تھ پکڑ کر میرے ساتھ جامع مسجد کے ستونوں کے گرد گھومتے اور تاتے جلاتے تھے کہ ہذا  
اسطوانة جبر، ہذا اسطوانة عبد اللہ، ہذا اسطوانة البراء، یہ حضرت جبر  
رضی اللہ عنہ کا ستون ہے، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے، یہ حضرت براء رضی اللہ عنہ  
کا ہے (جہاں یہ حضرات درس دیا کرتے تھے)۔ ۱۰

امام ابن ماجہ نے جس زمانہ میں کوفہ کا سفر کیا ہے اس کی علی رونق بدستور قائم تھی اور یہ  
محدثین و حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ ان میں سے جن حضرات کے سامنے آپ نے زانوے شاگردی  
کیا وہ حسب ذیل ہیں:

**حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ**، عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، ابراہیم بن عثمان العیسیٰ، مولاہم الکوفی  
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے "ابو بکر بن ابی شیبہ الحفاظ  
عظیم النظر الثبت الثمر" بہت بڑے نامور محدث تھے، مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، مسلم،  
ابوداؤد و ابن ماجہ ان کے خاص شاگرد تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں تیس اور صحیح مسلم میں ایک ہزار پانچ سو  
چالیس حدیثیں ان کی سند سے مروی ہیں۔ اسی طرح سنن ابی داؤد میں بھی بکثرت ان سے حدیثیں منقول ہیں  
اور سنن ابن ماجہ میں تو غالباً سب سے زیادہ ان ہی کی روایتیں درج ہیں۔ عمرو بن علی فلاس کا بیان ہے  
کہ ان سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گزرا، ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ حدیث کا علم چار  
شخصوں پر آکر منتہی ہوا۔ جن میں ابو بکر بن ابی شیبہ، توحسین اداریں، اور احمد بن حنبل تفقہ میں اور یحییٰ بن  
معین جامعیت میں اور علی بن مدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں، ایک لاکھ  
موقع پر ابو عبیدہ نے ان چاروں کے مابین ان الفاظ میں موازنہ کیا ہے کہ حدیث کے ربانی عالم چار ہیں،  
جن میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم احمد بن حنبل اور روانی و حسن سیاق میں سب سے اچھے علی بن  
مدینی اور تصنیف میں سب سے خوش سلیقہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور صحیح اور غیر صحیح حدیثوں کا سب سے  
زیادہ علم رکھنے والے یحییٰ بن معین ہیں۔ ابو علی صراح بن محمد بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے جن لوگوں کو پایا  
ان میں حدیث اور اس علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی اور فقہ حدیث میں سب سے بڑھ کر  
احمد بن حنبل اور تصحیف و شارح سے سب سے زیادہ باخبر یحییٰ بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ  
یادداشت رکھنے والے ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں۔ ابو زرعة کا بیان ہے کہ میں نے ابن ابی شیبہ سے ایک لاکھ  
حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن خراش کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے ابو زرعة کو یہ کہنے سنا کہ ما رأیت احفظ من ابن  
ابی شیبہ (میں نے ابن ابی شیبہ سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا) اس پر میں بول اٹھا کہ اصحابنا  
البعث، ادیین (ہمارے بغداد کے اصحاب بھی نہیں) کہنے لگے دع اصحابك اصحاب بخاری (ارے  
ان تمہارے چمٹروں والے اصحاب کو رہنے بھی دو)۔ محرم ۲۳۵ھ میں انتقال فرمایا آپ نے متعدد تصانیف

۱۰ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۹۱ و ۱۹۲ طبع مصر۔ ۱۱ تہذیب التہذیب ترجمہ ابن ابی شیبہ۔ ۱۲ تہذیب التہذیب ص ۲۰۲  
۱۳ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن موسیٰ ابوالحسن الرازی القرار۔



یادگار چھوڑی ہیں میں مستند اور مصنف زیادہ مشہور ہیں :-

**مصنف کا شمار حدیث کی ان چند بے مثال تالیفات میں ہے کہ جو اسلام کا کارنامہ فخر خیال کی جاتی ہیں، چنانچہ حافظ ابن کثیر و مشنی، البدایہ والنہایہ میں ابن ابی شیبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔**

وصاحب المصنف الذی لم یصنف لحدیث مثله یہ اس مصنف کے مصنف ہیں کہ اس کی مثل کسی نے کبھی  
قط لا قبلہ ولا بعدہ (ج ۱۰ ص ۳۱۵) تصنیف نہیں کی، نہ ان سے پہلے اور نہ ان سے بعد۔

اور حافظ ابن خزم اندلسی نے اس کتاب کو عظمت کے اعتبار سے موطا امام مالک سے بھی مقدم رکھا ہے۔ اور فی الواقع صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، اور سنن ابن ماجہ میں جس کثرت سے اس کتاب کی روایتیں منقول ہیں موطا کی منقول نہیں۔

مصنف میں صرف احادیث احکام کو جمع کیا گیا ہے یعنی جن سے کوئی فقہ کا مسئلہ معلوم ہو سکے اور یہ اس کتاب کا خاص امتیاز ہے کہ اس میں کسی مذہب فقہی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا گیا بلکہ اہل حجاز اور اہل عراق دونوں کی حتمی روایات مصنف کو مل سکیں ان سب کو نہایت ہی غیر جانبداری کے ساتھ یکجا جمع کر دیا ہے۔ جس سے ہر فقیہ کو نہایت آسانی کے ساتھ بغیر کسی تاثر کے اس مسئلہ کے بارے میں آزادی کے ساتھ رائے قائم کرنے کا موقع باقی رہتا ہے افسوس ہے کہ بعد کے مصنفین ابن ابی شیبہ کے اس غیر جانبدارانہ طرز کو قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں یا تو صرف اپنے ہی مذہب فقہی کی روایات کے مسلح کرنے پر اکتفا کیا یا دوسرے مذاہب کی روایات انہیں تو جہان تک ممکن ہو سکا ان پر جمع بھی کر ڈالی جس کی وجہ سے جب تک قدریہ کی کتابیں پیش نظر نہ ہوں کسی مسئلہ پر غیر جانبداری کے ساتھ رائے قائم کرنا دشوار ہو گیا۔ حدیث کی بعض متداول کتابوں کے مطالعہ سے جو ظاہر ہینوں کو مذہب خفی سے عقیدت کم ہو جاتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے۔ بہر حال قدریہ کی تصانیف میں احادیث احکام پر یہ جامع ترین کتاب ہے۔ دوسری ایک اور اہم خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ اس میں حدیث نبوی کے پہلو بہ پہلو صحابہ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ بھی مسلح ہیں جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر حدیث کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پر سلف امت کی تلقین رہی ہے یا نہیں اور دوسرے صحابہ و تابعین میں اس روایت پر عمل درآمد کیا یا نہیں اور یہ اس کتاب کی وہ مخصوص افادیت ہے کہ جس میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتی، اور یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب فقہاء محدثین میں برابر متداول چلی آتی ہے چنانچہ کتب حدیث و فقہ کی وہ شروح کہ جن میں احادیث احکام سے بحث کی جاتی ہے ان میں ستائیس کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے کہ جس میں اس کے حوالے درج نہ ہوں اور اس کی احادیث پر بحث نہ ہو۔ صاحب کشف الظنون نے اس کتاب کا تعارف ان لفظوں میں کرایا ہے:

هو کتاب کبیر جدا جمع فیہ فتاویٰ التابعین و  
اقوال الصحابة و احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محدثین

لے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ علامہ ابن خزم۔



کے طریقہ پر اسانید کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور ترتیب فقہی پر اس کی کتب و ابواب کو مرتب کیا ہے۔

علی طریقۃ المحدثین بالاسانید مرتباً علی الکتاب والابواب علی ترتیب الفقہ۔

اور محدث ناقد محمد زابد کوثری رقمطراز ہیں۔

سانید و مراسیل اور فتاویٰ صحابہ و تابعین کی جو جامع کتابیں ہیں ان میں ایک فقہ کو سب سے زیادہ جن کتاب کی احتیاج ہے وہ مصنف ہے جس کو ابواب پر مرتب کیا ہے تاکہ اس کا مطالعہ کرنے والا سہولت کے ساتھ اتفاق و اختلاف کے مواقع سے واقف ہو جائے۔ یہ کتاب فقہاء بالخصوص اہل عراق کے دلائل کی جامع ترین کتابوں میں سے ہے۔

والمصنف احوج ما یكون الفقیہ الیہ من الکتب الجامعة للسانید المراسیل و فتاویٰ الصحابة و التابعین، رتبہ علی الابواب لیقف المطالع علی مواطن الاتفاق و الاختلاف بسهولة و هو من اجمع الکتب لادلة الفقہاء خاصة اهل العراق۔ ۱۷

ابن ابی شیبہ نے اس کتاب میں ایک مستقل باب امام ابو حنیفہ کے رد میں بھی لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔

۱۷ حواشی ذیل تذکرۃ الحفاظ از محدث موصوف ص ۸۸ طبع دمشق۔

۱۷ ظاہر نہیں کہ اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے، اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے اور ہر فرقہ کو دوسرے کے مسائل پر تنقید کا پورا پورا حق حاصل ہے اگر کسی فن میں تنقید کو ممنوع قرار دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ فن کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں نے فن استنباط و اجتہاد کو جو اس درجہ اوج کمال پر پہنچایا کہ زندگی کے ہر مسئلہ کا حل وہ شریعت کی روشنی میں تلاش کر لیتے ہیں اور ان کا قانون فقہ ہر حیثیت سے مکمل اور جامع ہے اس کی اصل وجہ ان کی پیروی علی بحث و تحقیق ہے جس سے انھیں ضرورتاً غور کرنے اور ان سے استنباط مسائل کے سارے طریقے منع ہو کر اور حکمرانیت کے سلسلے آگئے، زیادہ سلف میں اکثر ائمہ نے ایک دوسرے کے مسائل پر تنقید و اعتراض کیا ہے۔ امام لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مسئلے ایسے شمار کئے کہ جو سب کے سب سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔ خود امام شافعی نے امام مالک کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ ان کے بہت سے مسائل احادیث کے خلاف ہیں۔ امام رازی نے مناقب الشافعی میں اس کتاب کا دریا چھ نقل کیا ہے، حافظ ابن حزم اندلسی جو ابواب فتاویٰ کے امام ہیں اپنی کتاب مراتب الدیانہ میں لکھتے ہیں کہ موطا میں ستر سے اور ایسی حدیثیں ہیں کہ جن پر خود امام مالک نے عمل نہیں کیا ہے۔ اور بعض مغارب نے ایک مستقل کتاب میں ان مسائل کو جمع بھی کر دیا ہے کہ جن میں مالکیہ کا عمل موطا کی احادیث کے صریح خلاف ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم مالکی نے جو مصر کے مشہور فقیہ اور محدث تھے اور امام شافعی کے بھی شاگرد وہ جگہ تھے۔ امام شافعی کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ الکتاب والسنة، یعنی ان مسائل میں شافعی کا رد کہ جن میں ان سے کتاب و سنت کے خلاف ہوا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جاتا ہے کہ العیاذ باللہ یہ سب ائمہ حدیث کی مخالفت کیا کرتے تھے، نہیں اگر ایسا کرتے تو ان کی امامت تو کیا خود ان کے اسلام پر کلام ہوتا۔ بات یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں ضروری نہیں کہ جو روایت ایک کے نزدیک قابل قبول ہو وہ دوسرے کے نزدیک بھی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس کے علم میں اس کی سند میں کوئی خرابی موجود ہو یا اس کی تحقیق میں وہ منسوخ ہو یا پھر اس کے ذہن میں اس کی کوئی اور توجیہ ہو چنانچہ علامہ ابن عبد البر مالکی، جامع بیان احکام میں فرماتے ہیں:

۱۷ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۸ طبع منیر مصر۔ ۱۸ تہذیب الراوی ص ۲۲۔ ۱۹ تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الاربعہ از حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۲ طبع دائرة المعارف حمد آباد دکن۔ ۲۰ طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۱ ص ۲۲۲۔



ہذا ما خالف به ابو حنیفۃ الا فرادى جلد ۱  
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم -  
یہ وہ ہے جس میں ابو حنیفہؒ نے اس حدیث کا خلاف کیا ہے  
کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آئی ہے۔

اس باب میں ابن ابی شیبہ نے ایک سو پچیس مسائل کی بابت دعویٰ کیا ہے کہ احادیث و آثار سے تو یہ ثابت  
ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا قول اس کے برخلاف ہے، لیکن آپ کو علمائے احناف کی اس وسعت صدر  
پر شاید تعجب ہو کہ اس کے باوجود اس کتاب کی علمی وقعت ان کی نظر میں فدا بھی کم نہیں ہوئی۔ لیکن یہی کتاب

رباقی حاشیہ از صفحہ گذشتہ) لیس لاحد من  
علماء الامة بیث حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
ثمرہ دون ادعاء نسخ علیہ باثر مثله او باجماع  
او بعمل یجب علی اصلہ الا نقیاد الیہ او طعن  
فی سندہ ولو فعل ذلك احد سقطت عدلۃ  
فضلائہ یقتضی اماما ولزمہ اثم الفسق -  
علماء امت میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک حدیث کو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت مانتے ہوئے پھر اس کو بغیر ادعاء نسخ  
کے رو کر دے خواہ اس نسخ کے ثبوت میں اسی درجہ کی حدیث  
پیش کرے یا اجماع کو یا کسی ایسے عقل کو کہ جس کا تسلیم کرنا اس کے  
اصول پر ضروری ہے یا پھر اس حدیث کی سند میں طعن کو ثابت کرے  
ورنہ اگر یونہی رو کر دے تو اس کا امام بننا تو درکنار اس کی عدالت ہی  
سرسے ساقط ہو جائے اور فسق کا گناہ اس پر عائد ہو جائے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ کے اس باب ہی کو لے لیجئے اور جن ائمہ حدیث نے اس کا جواب لکھا ہے وہ بھی اٹھاپنچھ  
اور پھر خود فیصلہ کیجئے کہ ان مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے یا ابن ابی شیبہ کے مذہب فقہی کے  
ہمیں اب تک جن علماء کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کا مفصل جواب لکھا ہے وہ  
یہ ہیں (۱) حافظ عبد القادر قرطبی مصنف البحار المصنیۃ فی طبقات ائمہ حنفیہ، ان کی تصنیف کا نام ہے الدرس المنیفة  
فی الرحلی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفۃ (۲) حافظ قاسم بن قطلوبغا المتوفی ۷۱۰ھ ان کی کتاب  
کا نام ہے الاجوبۃ المنیفة عن اعتراضات ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفۃ علامہ قاسم کا فن حدیث میں جو  
پایہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی جو ان کے استاد بھی ہیں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے  
ہیں "اکامام العلامة المحدث الفقیہ" اور "الشیخ الفاضل المحدث الکامل الاوحد" (۳)  
علامہ محمد زہد کوثری المتوفی ۱۳۱۰ھ ان کی تصنیف کا نام ہے "النکت الطریفة فی التحدیث عن سادہ  
ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفۃ" یہ کتاب مصنف کی حیات ہی میں ۱۳۱۰ھ میں مصر سے طبع ہو کر اہل علم کے  
ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔

حافظ محمد بن یوسف صاحبی شافعی مصنف سیرۃ شامیہ نے عقود الجمان میں لکھا ہے کہ خود انہوں نے بھی ابن  
ابی شیبہ کے رد میں ایک مستقل تالیف شروع کی تھی اور دس حدیثوں تک جواب بھی لکھ لیا تھا مگر بعد کو جب یہ اندازہ  
ہوا کہ جس پیمانہ پر انہوں نے جواب لکھنا شروع کیا ہے وہ دو جلدوں میں آئے گا تو قلم روک لیا کیونکہ اس زمانہ میں یہ  
سیرت شامیہ کی تکمیل میں مصروف تھے۔

ملا کاتب چلبی نے کشف الظنون میں حافظ قرطبی اور حافظ قاسم کی تالیفات کے علاوہ اس سلسلہ میں ایک اور تصنیف  
کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام ہے "الرحلی من رحلی ابی حنیفۃ وافتح بہ وجعلہ بابا فی کتابہ ملا صاحب نے  
اس کتاب کے مصنف کا نام ذکر نہیں کیا مگر یہ لکھا ہے کہ یہ ایک مختصر کتاب ہے جس کا ابتدائی جملہ الحمد لله الذی هدانا  
الی الصراط المستقیم ہے۔ اس کتاب میں اولاً ابن ابی شیبہ کے مسائل کو مع دلائل ذکر کیا ہے اور پھر اصل مسئلہ  
کی تقریر مع جوابات کے قلمبند کی ہے۔



جب ابن ابی شیبہ کے نامور شاگرد شیخ الاسلام بقی بن مخلد جن کو حافظ بن خرم اندلسی اپنے رسالہ فضائل اہل اندلس میں امام بخاری و مسلم کا ہمسر بتاتے ہیں، اندلس میں یکر داخل ہوئے اور ان کے پاس لوگوں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو وہاں کے فقہاء کی ایک جماعت اپنے مسائل سے اختلاف کی تاب نہ لا کر نہایت سختی سے مخالفت پر آمادہ ہو گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ عوام نے شیخ الاسلام پر پورش کر کے کتاب کی قرأت کو موقوف کر دیا۔ اس زمانہ میں محمد بن عبد الرحمن اموی، اندلس کا فرمانروا تھا جو علم و علماء کا نہایت قدردان اور بڑا ذی علم تھا، اسے جب اس ہنگامہ کا پتہ چلا تو فوراً ہی شیخ الاسلام کو مع فریق مخالف کے اپنے حضور میں طلب کیا اور مصنف کے ایک ایک جز کا اول سے آخر تک خوب جائزہ لیا۔ بعد ازاں اپنے خازن کتب کو حکم دیا کہ

هذا الكتاب لا تستغنى عنه  
فانظر في نسخه لنا.  
یہ وہ کتاب ہے جس سے ہمارا کتب خانہ بھی مستغنی نہیں ہو سکتا  
لہذا اس کی نقل کا بندوبست کرو۔

پھر امام بقی بن مخلد کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آپ اپنے علم کی نشر و اشاعت میں مصروف رہیں اور جو روایات آپ کے پاس موجود ہیں ان کو بیان فرمائیں اور فریق مخالف کو ہدایت کر دیں کہ آئندہ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔

اس زمانہ میں اندلس میں فقہ مالکی کی حکمرانی تھی اور مصنف میں اگرچہ امام ابو حنیفہ کی طرح امام مالک کے رد میں کوئی باب بھی نہیں ہے تاہم حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ چونکہ کوئی تھے اور اس بنا پر انھوں نے اہل عراق کی روایات اور ان کے دلائل کو بھی یہ تفصیل بیان کیا ہے، اور اندلس کے لوگ عام طور پر موطا اور احادیث اہل مدینہ کے علاوہ اور روایات سے نا آشنا تھے۔ ساتھ ہی ذہن میں یہ غلط مفروضہ قائم کر رکھا تھا کہ اہل عراق قلیل الحدیث ہیں اور ان کی معلومات حدیث میں برائے نام ہیں، اس لئے خلاف توقع جب یہ کتاب ان کے سامنے آئی تو اس کی روایات پر فقہاء مالکیہ میں سخت شورش پیدا ہوئی جو فریق حدیث سے ناواقفیت کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس جماعت کے سرخیل فقہ اصمغ بن خلیل قرطبی کو مصنف سے اس قدر برہمی تھی کہ کہا کرتے تھے:

لان يكون في تابوت راس خنزير احب الي  
من ان يكون فيه مصنف ابن ابی شيبه  
اگر میری کتابوں میں خنزیر کا سر رکھا ہو تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے  
بہ نسبت اس کے کہ ان میں مصنف ابن ابی شیبہ ہو۔

قاسم بن اصمغ جو مشہور حفاظ حدیث میں ہیں اکثر اصمغ بن خلیل کو بدو عادیہ اور کہا کرتے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے بقی بن مخلد سے حدیث نہ سننے دی کیونکہ یہ میرے باپ کو کہا کرتا تھا کہ اس کو بقی کے پاس نہ جانے دینا۔ یہ اصمغ بن خلیل گو فقہاء مالکیہ میں نہایت نامور ہیں مگر علم حدیث سے نا آشنا تھے۔ چنانچہ حافظ ابن الفرغنی لکھتے ہیں:

له نفع الطيب من غصن الاندلس الرطيب - ج ۲ ص ۲۷۳ طبع جدید - له میزان الاعتدال امام ذہبی، ترجمہ  
اصمغ بن خلیل. له لسان الميزان، ترجمہ اصمغ مذکور۔



کان اصیغ بن الخلیل حافظا للرای علی مذهب مالک فقیہا فی الشریع بصیرا بالعقود و دارات علیہ الفیاء ولم یکن لہ علم بالحدیث۔ لہ فتویٰ کا ان پر دار و مدار تھا، لیکن حدیث کا علم ان کو نہ تھا۔  
**مصنف کے قلمی نسخے ہندوستان اور قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ**  
 کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن میں اس کا ایک قلمی نسخہ ہماری نظر سے بھی گزرا ہے، مولوی عبدالقواب ملتانی مرحوم کا ارادہ تھا کہ اس کو طبع کر کے شائع کروایا جائے چنانچہ انھوں نے اس کے پندرہ اجزاء میں سے جزء اول و ثانی و رابع کو ملتان سے طبع کر کے شائع بھی کیا مگر پھر ان کا انتقال ہو گیا اور کتاب کی طباعت مکمل نہ ہو سکی اور مولوی صاحب موصوف کے پاس چونکہ اس کی طباعت کا کوئی مناسب انتظام نہ تھا اس لئے ان اجزاء کی طباعت بھی نہایت ناقص اور بید خراب ہے، جس کی وجہ سے بہت سی جگہ کتاب مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔

**شیخ الاسلام الشیخ** ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوسعید ہے۔ یہ وہی ہیں جن سے ابوبکر بن ابی داؤد نے ایک ماہ میں تیس ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ اس طرح شروع کیا ہے: **الاشیخ الامام شیخ الاسلام ابوسعید عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی الکوفی** لحافظ محدث الکوفة وصاحب التفسیر والتصانیف، تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن احمد بن بلال شطری کا بیان ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ ابوحاتم کہتے ہیں **الاشیخ امام زمانہ**۔ ربیع الاول ۳۵۷ھ میں جب کہ آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز ہو چکی تھی انتقال فرمایا رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ کبیر عثمان بن ابی شیبہ**، یہ ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب مصنف کے بڑے بھائی ہیں، ان سے بھی امام ابن ماجہ نے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں۔ ذہبی کے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں، **احداثة الحدیث الاعلام کاخیہ ابی بدو** یعنی اپنے بھائی ابوبکر کی طرح یہ بھی مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ امام بخاری مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ سب آپ کے شاگرد ہیں۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ان کی مرویات میں افراد و غرائب موجود ہیں حالانکہ امام بخاری ان سے بکثرت روایت کرتے ہیں۔ مزاج میں بڑا مزاح تھا حتیٰ کہ قرآن پاک کی آیات کی تصحیف سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ ۳۹۷ھ کے اوائل میں انتقال ہوا۔ ذہبی نے ان کی تصانیف میں سے مسند اور تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ رحمہ اللہ۔

(تذکرۃ الحفاظ۔ میزان الاعتدال)



**دُرّة العراق حافظ محمد بن عبد اللہ بن نمیر**، ابو عبد الرحمن الہمدانی النخاری الکوفی - یہ اوران کے والد عبد اللہ دونوں بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں دونوں کا تذکرہ لکھا ہے، امام احمد بن حنبل ان کی بہت تعظیم کرتے اور ان کو دُرّة العراق (عراق کا موتی) کہا کرتے تھے۔ علی بن الحسین بن الجندی کہتے ہیں ما رأیت بالکوفة مثله جمع العلم والفہم والسنۃ والرحمہ (کوفہ میں میں نے ان کی نظیر نہیں دیکھی۔ علم، فہم، سنت اور زہد سب کے جامع تھے)۔ احمد بن صالح مصری کا بیان ہے کہ عراق میں میں نے ان دو شخصوں کے مثل نہ دیکھا۔ بغداد میں تو امام احمد کی اور کوفہ میں محمد بن عبد اللہ بن نمیر کی۔ یہ دونوں جامع شخص تھے جن کی نظیر سارے عراق میں میری نظر سے نہیں گزری۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں۔ صحیح مسلم میں ان کی سند سے پانچ سو ہتر حدیثیں منقول ہیں اور امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ مسئلہ ۲۷ میں ماہ شعبان یا رمضان میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ - تہذیب التہذیب)۔

**محدث کوفہ ابو کریب محمد بن الطاہر بن کریم الہمدانی الکوفی** - کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں، تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے۔ ابن عقدہ ان کو تمام شائع پر حفظ و کثرت حدیث میں مقدم رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان سے کوفہ میں تین لاکھ حدیثیں شائع ہوئی ہیں۔ موسیٰ بن اسحق کا بیان ہے کہ میں نے ابو کریب سے ایک لاکھ حدیثیں سنی ہیں۔ ابن نمیر کا قول ہے کہ عراق میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہیں اور سارے شہر کی حدیثوں کا جاننے والا بھی ان سے زیادہ کوئی نہیں۔ ابیہیم بن ابی طالب کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ نے پوچھا کہ تم نے عراق میں سب سے بڑا حافظ حدیث کس کو دیکھا تو میں نے کہا کہ احمد بن حنبل کے بعد ابو کریب کے برابر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ علامہ راقوت حموی لکھتے ہیں کان ثقتہ جمنعتا علیہ (یہ متفق علیہ ثقہ ہیں)۔ صحیح بخاری میں پچھتر اور صحیح مسلم میں پانچ سو چھپن حدیثیں ان سے منقول ہیں، امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ ۲۷۰ ہجری الاولیٰ مسئلہ ۲ کو ششاسی سال کی عمر میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، معجم البلدان، ذکر کوفہ)۔

**شیخ الکوفہ ہشاد**، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے، ہشاد بن السری بن مصعب، الحافظ القدوة النہاد، شیخ الکوفہ ابوالسری القیمی الدارمی المحدث، تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ مگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کی بلکہ اپنی دوسری تصنیف خلق افعال العباد میں کی ہے۔ امام احمد سے سوال ہوا تھا کہ کوفہ میں کس سے حدیثیں لکھی جائیں۔ کہنے لگے علیکم بھناد (ہشاد کو)

سلہ حافظ عبد اللہ بن نمیر، امام ابو حنیفہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ حافظ عبد القادر فرشی نے الجواہر المصنیع فی طبقات المصنفین میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں ان کے واسطے امام ابو حنیفہ کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔ ۱۷۵ مناقب احمد از ابن جوزی ص ۱۲۱ طبع مصر



کچھے رہے) قتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے وکیع کو ان کی جتنی تعظیم کرتے دیکھا کسی کی نہ دیکھا، کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ "راہب کوفہ" کہلاتے تھے۔ "زہد" پران کی ایک بہت بڑی تصنیف بھی ہے، اکا نوے سال کی عمر میں ربیع الآخر ۳۳۷ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ ولی بن شجاع** ابوہام بن ابی بدر السکونی الکوفی۔ امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے فن حدیث میں استاد ہیں۔ یحییٰ بن معین نے تصریح کی ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیث ثقات کی موجود تھیں، حافظ ذہبی نے اگرچہ تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر میزان الاعتدال میں ان کے حافظ الحدیث ہونے کی صراحت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ابوہام بن ابی بدر السکونی الکوفی الحافظ صدوق۔ ۳۳۷ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (میزان الاعتدال)۔

**حافظ ہارون بن اسحق بن محمد بن الہمدانی ابو القاسم الکوفی**۔ امام بخاری، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ امام بخاری نے جزء القراءة میں ان سے روایت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا ہے، مگر حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں اور علامہ صغریٰ الدین خرمزی نے خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال میں ان کے حافظ الحدیث ہونے کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ ابن خرمزیہ کہتے ہیں کان من حیار عباد اللہ۔ ۲۵۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب، خلاصۃ تہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ کوفہ کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے فن حدیث کی تحصیل کی ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

- (۱) احمد بن مدیل بن قریش ابو جعفر الیامی قاضی الکوفہ المتوفی ۲۵۸ھ (۲) احمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن ابی السفر الہمدانی ابو عبیدۃ الکوفی المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۳) احمد بن عبد الرحمن القرطبی المخزومی الکوفی المقرئ۔ (۴) احمد بن عثمان بن حکیم الاودی ابو عبد اللہ الکوفی المتوفی ۲۶۱ھ (۵) ابراہیم بن عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم ابوشیبہ۔ یہ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب مصنف کے صاحبزادے ہیں۔ (۶) اسمعیل بن بہرام بن یحییٰ الہمدانی ثم الخندقی الوشاء الکوفی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۷) اسمعیل بن محمد بن اسمعیل التیمی الطلیح الکوفی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۸) اسمعیل بن موسیٰ الفراری ابو محمد الکوفی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۹) جبارہ بن المغلس الحماتی ابو محمد الکوفی ۲۶۲ھ (۱۰) حسن بن علی بن عفان العاری ابو محمد الکوفی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۱۱) سفیان بن وکیع بن الحراح الرفاسی ابو محمد الکوفی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۱۲) سلم بن جادۃ بن سلم السوائی العامری ابو السائب الکوفی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۱۳) عباد بن یعقوب الرواحی الاسدی ابو سعید الکوفی المتوفی ۲۶۲ھ (۱۴) عبد اللہ بن الحکم بن ابی زیاد

۱۵ امام ابن ماجہ نے جیسا کہ سابق میں گزرا ۳۳۷ھ کے بعد رحلت علمی کی ہے اور اسمعیل طلیحی نے ۲۶۲ھ میں قضا کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً امام ابن ماجہ، قزوین سے نکلی کر تحصیل حدیث کے لئے پہلے کوفہ ہی آئے ہیں، کیونکہ یہ ان کے بیرونی مشیوخ میں سب سے قدیم الوقات ہیں۔



القطواني ابو عبد الرحمن الكوفي المتوفى ۲۵۵ھ (۱۵) عبد الله بن سالم ابو محمد الكوفي القزازي المعروف بالمفلوج  
المتوفى ۲۳۵ھ (۱۶) عبد الله بن عامر بن بزاد الاشعري ابو عامر الكوفي - (۱۷) عبد الله بن عامر بن زرارة الحضرمي  
مولاهم ابو محمد الكوفي المتوفى ۲۳۷ھ (۱۸) عبيد بن اسباط بن محمد القرشي مولاهم ابو محمد الكوفي المتوفى ۲۵۵ھ  
(۱۹) غلقم بن عمرو بن الحصين التميمي الداري العطاردی ابو الفضل الكوفي المتوفى ۲۵۶ھ - (۲۰)  
علي بن محمد بن ابی الخصب القرشي الوشاء الكوفي المتوفى ۲۵۸ھ - (۲۱) علي بن المنذر بن زيد الاودي  
ابو الحسن الكوفي الطريقي المتوفى ۲۵۶ھ - (۲۲) عمرو بن عبد الله بن حفش الاودي الكوفي - (۲۳) قاسم  
بن زكريا بن دينار القرشي ابو محمد الطحان الكوفي المتوفى ۲۳۵ھ - (۲۴) محمد بن اسحق بن عون البكائي ثم  
العامري ابو بكر الكوفي المتوفى ۲۶۲ھ - (۲۵) محمد بن اسمعيل بن سمرة الاحمسي ابو جعفر الكوفي السراج  
المتوفى ۲۶۶ھ - (۲۶) محمد بن ثواب بن سعيد البصري ابو عبد الله الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ - (۲۷) محمد بن  
جابر بن بكير بن عقبه الحاربي ابو بكير الكوفي المتوفى ۲۵۶ھ - (۲۸) محمد بن طريف بن خليفة البجلي ابو جعفر  
الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ - (۲۹) محمد بن عبيد بن عتبة الكندي ابو جعفر الكوفي - (۳۰) محمد بن عبيد بن محمد  
العامري الكوفي المعروف بالحوث - (۳۱) محمد بن عثمان بن كرامته البجلي مولاهم الكوفي المتوفى ۲۵۶ھ  
(۳۲) محمد بن عمر بن هياج الهمداني الصائدي ابو عبيد الله الكوفي المتوفى ۲۵۵ھ - (۳۳) محمد بن عمر  
بن الوليد الكندي ابو جعفر الكوفي المتوفى ۲۵۶ھ - (۳۴) محمد بن يزيد بن محمد البجلي ابو هشام الرضاعي  
الكوفي قاضي بغداد المتوفى ۲۶۶ھ - (۳۵) مسروق بن المزيان بن مسروق الكندي ابو سعيد بن  
ابي النعمان الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ - (۳۶) موسى بن عبد الرحمن بن سعيد الكندي المسروقي ابو عيسى الكوفي  
المتوفى ۲۵۵ھ - (۳۷) نصر بن عبد الرحمن بن بكار الناجي ابو سليمان الكوفي الوشاء المتوفى ۲۶۶ھ (۳۸)  
واصل بن عبد الله بن هلال الاسدي ابو القاسم الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ -

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثناء جبارہ، سفیان، عباد اور محمد بن جابر)  
ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان تمام محدثین میں سب سے زیادہ اسمعيل بن  
سوی قزازی، علی بن منذر اودی اور عبد الله بن عامر بن زرارة کو فی سے روایتیں نقل کی ہیں۔

## بصرہ

وہ مشہور اسلامی شہر جو تیسری صدی ہجری تک علوم اسلامیہ کا گہوارہ خیال کیا جاتا تھا اور جس کو  
وسعت علم و کثرت حدیث اور دیگر فضائل و کمالات کے لحاظ سے نہایت ممتاز مقام حاصل تھا چنانچہ  
حافظ ابن خزم اندلسی، اپنے رسالہ فضائل اہل اندلس میں لکھتے ہیں۔

وهذه بغداد حاضرة الدنيا ومعدن  
كل فضيلة والمحلة التي سبق اهلها الى  
حل الوية المعارف والتدقيق في تصريف  
اور یہ بغداد جو دنیا کی بستی اور ہر فضیلت کی کان ہے  
اور وہ مقام ہے کہ جہاں کے رہنے والے معارف کے  
پرچم بلند کرنے میں اور علوم میں وقت نظر لطافت



العلوم ورقۃ الاخلاق والنباهۃ والذکاء وحقۃ  
الافکار ونفاذ الخواطر، وهذه البصرۃ  
وهی عین المعمور فی کل ما ذکرنا۔ لہ  
اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

”بصرہ“ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس اور متعدد  
صحابہ کرام اگر فروکش ہوئے، جن میں سب سے اخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص  
اور کم سن صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حسن، ابن سیرین،  
ابو احوالیہ پھر قتادہ، ایوب، ثابت بنانی، یونس، ابن عون، پھر جابر بن سلمہ، جابر بن زید اور  
ان دونوں کے تلامذہ ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ذہبی لکھتے ہیں:

وما زال هذا الشأن وافرًا الى رأس المائة  
الثالثة وتناقص جدا الى ان تلاشی۔  
یہ فن یعنی علم حدیث وہاں تیسری صدی کے شروع تک  
خوب رہا اور پھر بہت ہی گھٹ گیا یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گیا۔

بصرہ میں محدثین کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ حافظ مسند مسلم بن ابراہیم بصری کہتے ہیں:  
کتبت عن ثمانمائة شیخ وما جرت المجتہد  
میں نے آٹھ سو شیوخ سے حدیثیں لکھیں اور پل اڑ کر نہیں گیا۔  
اہل فضل و کمال کا یہاں اتنا بڑا مجمع تھا کہ جب امام ادب نصر بن سمیل، بصرہ سے خراسان  
کو جانے لگے تو ان کی مشایعت کو تین ہزار کے قریب ایسے اشخاص نکلے جو یا نحوی تھے یا عروضی یا  
محدث یا اخباری۔

خلیل بصری کی مشہور تصنیف کتاب العین جو عربی علم لغت کی سب سے پہلی کتاب ہے  
میں لکھی گئی اور نحو کا سب سے پہلا مصنف سیبویہ اسی بصرہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ ائمہ مجتہدین میں سے  
حسن بصری، جن کے متعلق امام ابو حنیفہ، کتاب الآثار میں فرماتے ہیں  
سمعت ابا جعفر ما بالعراق مثل الحسن  
میں نے ابو جعفر یعنی امام باقر سے سنا کہ عراق میں حسن بصری  
البصری۔ لہ  
میں کے رہنے والے تھے۔

بصرہ کے جن حفاظ حدیث سے امام ابن ماجہ نے علم حدیث کی تحصیل کی وہ یہ ہیں:

حافظ طحان حسن بن مدرک بن بشر السدوسی ابو علی البصری، امام بخاری، نسائی اور  
ابن ماجہ کے استاذ ہیں، ابن عدی کہتے ہیں کہ ان من حفاظ البصرۃ۔ امام نسائی اپنے ”اسما شیوخ“

لہ نفع الطیب ج ۲ ص ۱۵۹۔ لہ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ مسلم بن ابراہیم۔ لہ دجلہ کاہل مراد ہے جو بصرہ  
دس میل پر تھا۔ لہ وفیات الاعیان از قاضی ابن خلکان، ترجمہ نصر بن سمیل۔ لہ کتاب الآثار، بروایت  
امام ابویوسف، ص ۲۰۹ طبع مصر ۱۳۵۵ھ



میں ان کے متعلق فرماتے ہیں لا باس بہ، لیکن امام ابو داؤد کا بیان ہے کہ کذاب ہے فہد بن عوف کی حدیثیں لیکر یحییٰ بن حماد کو بتلایا کرتا تھا، تاہم صحیح بخاری میں ان سے بروایت یحییٰ بن حماد حدیثیں منقول ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر میزان الاعتدال میں ان کو الحافظ لکھا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ زید بن اخیزم** ابو طالب الطائی البصری، سوائے امام مسلم کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو امام الحافظ لکھا ہے اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۲۵۴ھ میں جب زنگیوں نے بصرہ کو تاخت و تاراج کیا تھا تو انھیں شہید کر ڈالا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ عباس غنبری**، بصرہ کے عقلا و فضلا اور معزز ترین لوگوں میں ان کا شمار تھا حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے، العبدی الامام الثبت ابو الفضل العباس بن عبد العظیم البصری الحافظ، محمد بن المنشی السمسار کہتے ہیں کان من سادات المسلمین۔ نسائی ان کے متعلق فرماتے ہیں ثقة مأمون۔ تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہوا۔ ۲۶۲ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ عباس بخرانی** بن زید بن ابی جیب البصری۔ ان کا لقب عباسیہ اور عرف عبدی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ امام الحافظ کہہ کر شروع کیا ہے اور لکھا ہے کہ احد من جمع بین علو الرأیۃ ومعرفۃ الحدیث (یہ ان علماء میں سے ہیں کہ جو علو روایت اور معرفت حدیث کے جامع تھے)۔ وکیع بن الجراح، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق اور بہت سے مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور دیگر ائمہ محدثین نے حدیثیں سنی ہیں۔ اصفہان میں ایک مدت تک ان کا قیام رہا۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ اصفہان کے مشہور حافظ حدیث محمد بن اسحاق مسوجی تحصیل علم کی غرض سے بصرہ آئے وہاں کے محدثین نے انھیں دیکھا تو کہنے لگے عندکما العباس بن یزید البخرانی فما تصنع عندنا (تمہارے پاس تو عباس بن زید بخرانی موجود ہیں تم ہمارے یہاں رہ کر کیا کرو گے) دارقطنی ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں ثقة مأمون۔ ابوالکسیم اصفہانی کہتے ہیں بصری من الحفاظ۔ حافظ صالح بن احمد کا بیان ہے کہ بخرانی جب ہمدان آئے تو انھوں نے علم حدیث میں اپنی بہت سی تصنیفات کی روایت کی۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ایک مدت تک ہمدان کے قاضی رہے ہیں اور انھوں نے ہمدان، بغداد اور اصفہان میں حدیث کا درس دیا ہے۔ ۲۵۴ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ بدیعہ** عبد اللہ بن اسحق ابو محمد الجہری، "بدعت" ان کا لقب ہے، یہ امام ابو حنیفہ کے



مشہور شاگرد امام ابو عاصم النبیل کے مستفی تھے۔ امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں۔ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کو مستقیم الحدیث لکھا ہے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ عبد الباقی بن قانع نے تصریح کی ہے کہ کان حافظاً ۳۵۲ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تہذیب التہذیب)۔

حافظ عقبہ بن مکرم بن افعی العمی ابو عبد الملک البصری، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ ان کے تلامذہ ہیں سے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ

ابو عاصم نبیل مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ محدث صیمری نے ان کو امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المصنیۃ فی طبقات الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کا نام ضحاک بن مخلد اور نبیل لقب ہے۔ نبیل کے معنی معزز کے ہیں۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کیوں ہوا۔ تذکرہ نویوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں نقل کی ہیں لیکن امام طحاوی اور حافظ دولابی نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں جو نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام زفر کے یہاں اکثر ان کی حاضری ہوا کرتی، اتفاق سے امام موصوف کے یہاں اسی نام کے ایک اور شخص بھی آیا کرتے تھے جن کی وضع قطع بالکل گئی گزری تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انھوں نے حسب معمول امام زفر کے دروازہ پر دستک دی، لونڈی نے آکر پوچھا کون، جواب ملا ابو عاصم۔ لونڈی نے اندر جا کر اطلاع دی کہ ابو عاصم دروازہ پر حاضر ہیں۔ امام زفر نے دریافت فرمایا ان دونوں میں سے کون سے ابو عاصم ہیں۔ لونڈی کی زبان سے نکلا النبیل منہما (جو ان دونوں میں معزز ہیں) ابو عاصم اجازت لیکر اندر آئے تو امام موصوف فرمانے لگے کہ اس لونڈی نے تمہیں وہ لقب دیا ہے کہ جرمیر سے خیل میں تم سے تمہی جدا ہو گا اس نے تمہیں نبیل کے لقب سے لقب کیا ہے ابو عاصم کا بیان ہے کہ اس روز میرے لقب پر گیا۔ حافظ ابن ابی العوام نے بھی اس واقعہ کو بے متصل نقل کیا ہے۔ ابو عاصم کی وفات ۱۸۸ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔ رحمہ اللہ۔ امام بخاری ان کے شاگرد ہیں۔ فقہاء میں بھی بڑے نامور تھے۔ ابن سعد ان کے متعلق لکھتے ہیں کان ثقة فقیہاً۔ عملی کہتے ہیں ثقة کثیر الحدیث وکان له فقد الجواہر المصنیۃ، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، لمحات النظر فی سیرۃ الملم زفر از محدث کوثری)۔

ابو عاصم کا لقب نبیل بھی فقہاء حنفیہ میں سے ہیں اور شاہیر حفاظ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے، عبد الباقی بن قانع بن ہر زوق بن واثق الحافظ العالم المصنف ابو الحسن الاموی مولا احمد البغدادی صاحب مجموعہ الصحابة، اس کے بعد ان کے شیوخ کو گنا کر لکھتے ہیں کان واسع الرحلة کثیر الحدیث۔ فن حدیث میں محدث دار قطنی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی الجواہر المصنیۃ میں لکھتے ہیں کہ ان کو امام ابو بکر جصاص رازی سے بڑی خصوصیت تھی چنانچہ انھوں نے احکام القرآن میں ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ مرنے سے دو سال پہلے ان کا حافظہ بڑا گیا تھا۔ معجم الصحابة کے علاوہ وفیات پر بھی ان کی ایک مشہور تصنیف ہے جس کے حوالے رجال کی کتابوں میں بکثرت آتے ہیں۔ چنانچہ بدر عبد کے متعلق جو تصریح ہم نے نقل کی وہ بھی اسی کتاب سے منقول ہے۔ ابن قانع کی ولادت ۲۶۵ھ میں ہوئی اور وفات ۳۵۲ھ میں۔

(تذکرۃ الحفاظ، الجواہر المصنیۃ، الاعلان بالتونیخ ص ۶۰)



جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں ان کو حافظ حدیث شمار کیا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں عقبہ بن مکرم ثقة ثقة من ثقات الناس فوق بندار فی الثقة عندی (عقبہ بن مکرم ثقہ ہیں ثقہ ہیں ان کا شمار ثقات میں ہے اور میرے نزدیک یہ ثقاہت میں بندار سے بھی اونچے ہیں۔ مسئلہ میں انتقال کیا۔)

**حافظ عمر بن شیبہ بن عبیدہ** ابو زید النخعی البصری۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے الحافظ العلامة الکلبی الثقة اور پھر ان کے شیوخ و تلامذہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کان بصیر بالسیرو والمغازی وایام الناس، صاحب تصانیف تھے۔ ذہبی نے ان کی تصانیف میں سے تاریخ بصرہ اور اخبار مدینہ کا ذکر کیا ہے۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے بحر امام ابن ماجہ کے اور کوئی ان کا شاگرد نہیں۔ حافظ ابن حبان، کتاب الثقات میں ان کے متعلق لکھتے ہیں مستقیم الحدیث وکان صاحب ادب و شعر و اخبار و معرفة بایام الناس۔ خطیب لکھتے ہیں کان ثقة عالما بالسیرو وایام الناس۔ اخیر عمر میں سامرائے منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ۸۹ سال کی عمر میں جمادی الآخرہ ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ عمرو بن علی فلاس**، حافظ ذہبی لکھتے ہیں: عمرو بن علی بن جحر بن کثیر الحافظ الثبت ابو حفص الباہلی البصری الصیرفی احد الاعلام، مسند، علل اور تاریخ کے مصنف ہیں تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ ابو زید کا بیان ہے کہ حدیث کے شہسواروں میں سے بصرہ میں ہم نے ان سے اور ابن مدینی اور شاذ کونی سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ اور ابو حاتم ان کو علی بن مدینی سے بھی بصیرت فن میں زیادہ بتاتے ہیں۔ ایک باذنہ بن سعید القطان جو حدیث کے اکابر ائمہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں ایک حدیث غلط بیان کر گئے۔ دوسرے روز جب ان کے شاگردوں کا جمع ہوا تو اس میں علی بن مدینی جیسے لوگ بھی موجود تھے مگر انھوں نے سب کو چھوڑ کر صرف ان ہی کو خطا فرمایا کہ میں ایک حدیث میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہوتے ہو پھر بھی نہیں ٹوکتے۔ آپ کا انتقال مقام سائر میں زیقعدہ ۲۲۷ھ میں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ کبیر بن شاذان** امام ابو بکر محمد بن بشار بن عثمان الجدی البصری۔ یہ نسلج یعنی نوریاف تھے۔ تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام ابو داؤد سجستانی کا بیان ہے کہ میں نے بندار سے پچاس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ بندار کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پانچ نسلوں (دادا سے لیکر پوتوں، پر و توں تک) نے حدیث کی تحصیل کی ہے۔ میں نے اٹھارہ سال ہی کی عمر سے حدیث کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور اس مجلس درس میں اس وقت اگر بیٹھا ہوں کہ جس وقت میں نے اپنی تمام روایات کو ازبر کر لیا تھا۔

۱۔ "بندار" فارسی لفظ ہے۔ بندر جطر اور دفتر کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اور جس شخص کے پاس مالگزارى وغیرہ کا رجسٹر رکھا رہتا ہے وہ "بندار" کہلاتا ہے، محمد بن بشار کا لقب "بندار" بایں معنی ہے کہ یہ بھی حدیث کے "بندار" تھے کیونکہ انھوں نے اپنے شہر کی حدیثوں کو جمع کر لیا تھا۔



امام ابن خزمیہ نے کتاب التوحید میں جہاں ان سے حدیث نقل کی ان کا نام ان الفاظ میں لیا ہے حدثنا امام اہل زمانہ فی العلم والخبار محمد بن بشار۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں تصریح کی ہے کہ چونکہ انھوں نے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کی خاطر بصرہ سے طلب حدیث کے لئے رحلت نہیں کی اس لئے بہت سے اکابر سے اس فن کی تحصیل نہ کر سکے اور علماء بصرہ ہی پر قناعت کرنی پڑی۔ بعد کو سفر بھی کیا تو بہت اخیر میں کیا۔ ۳۶۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۲۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری میں دو سو پانچ اور صحیح مسلم میں چار سو ساٹھ حدیثیں ان سے منقول ہیں۔ امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ محمد بن المثنیٰ رحمہ اللہ**۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ اس طرح شروع کیا ہے، محمد بن المثنیٰ الحافظ الحجۃ ابو موسیٰ الغنزی الثمنی محدث البصرة۔ سارے مصنفین صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ صراح جزرہ کہتے ہیں کہ میں ان کو بغداد سے بھی مقدم سمجھتا ہوں، ابو عمرو حرانی کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ابو موسیٰ اور یحییٰ بن حکیم سے اثبت (زیادہ پکا) کسی کو نہ دیکھا۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ ان کی ولادت، وفات اور طلب حدیث کے سین وہی ہیں جو ان کے مہوطن حافظ بغدادی کے ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک سو تین اور صحیح مسلم میں سات سو پندرہ حدیثیں ان سے منقول ہیں۔ اور امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

**حافظ محمد بن یحییٰ**۔ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عمر بن ربیع القیس البصری۔ حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں البحر فی الحفاظ، ابو عمرو کہتے ہیں کبیر من اہل الصناعت (اکابر اہل فن میں سے ہیں) تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے، ۲۷۷ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ نصر بن علی ابو عمرو** والاندلی الجہضمی البصری۔ ذہبی ان کو الحافظ العلامة لکھتے ہیں۔ تمام مصنفین صحاح ستہ کے استاد ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ مجھے یہ فلاں سے زیادہ پسند ہیں نیز یہ ان سے زیادہ حافظ اور زیادہ ثقہ ہیں۔ ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ خلیفہ المستعین بالله نے ان کے متعلق فرمان بھیجا تھا کہ عہدہ قضا کے لئے انھیں دار الخلافہ کو بھیج دیا جائے۔ بصرہ کے گورنر نے حسب حکم ان کو بلا کر خلیفہ کے حکم سے اطلاع دی۔ کہنے لگے اچھا ذرا میں استخارہ کر لوں۔ یہ کہہ کر واپس ہوئے، دو گانہ پڑھ کر دعا کی اللہم ان کان لی عندک خیر فاقبضنی الیک (خدا یا اگر تیرے یہاں میرے لئے خیر ہے تو مجھے اپنے یہاں ہی اٹھالے) یہ دعا کی اور سو گئے۔ لوگوں نے جگایا تو روح عالم بالا کو پرواز کر چکی تھی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر ۲۷۷ھ کا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ یحییٰ بن حکیم ابو سعید البصری** المقوم، امام ابن ماجہ نے ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ تینوں ان کے شاگرد ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ صاحب تصنیف تھے۔ امام ابو داؤد ان کے متعلق فرماتے ہیں کان حافظاً متقناً۔ امام نسائی کہتے ہیں ثقہ حافظ ۲۷۷ھ میں جب کہ ان کی عمر اسی سال کی ہو چکی تھی انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔



ان حفاظ کے علاوہ بصرہ کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے فن حدیث کو اخذ کیا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:-

- (۱) احمد بن ثابت البحدری البکر البصری المتوفی بعد ۲۵۵ھ (۲) احمد بن عبدہ بن موسی الضبی ابو عبد اللہ البصری المتوفی ۲۲۵ھ (۳) احمد بن محمد بن یحیی بن سعید القطان ابو سعید البصری المتوفی ۲۵۸ھ۔ یہ امام ناقد یحیی بن سعید القطان کے پوتے ہیں۔ (۴) احمد بن المقدام بن سلیمان العجلی ابو الاشعث البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۵) ابراہیم بن محمد الزہری الحلبی نزیل البصرہ۔
- (۶) ابراہیم بن محمد بن اسلم البزلی الناجی العروقی الواسطی البصری۔ (۷) ازہر بن مروان الرقاشی النوا۔ مولی بنی ہاشم ملقب بہ فریح البصری المتوفی ۲۵۵ھ (۸) اسحاق بن ابراہیم بن حبیب بن الشہید الشہیدی ابو یعقوب البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۹) اسحاق بن ابراہیم بن داؤد السواق البصری۔
- (۱۰) اسمعیل بن بشر بن منصور السیمی ابو بشر البصری المتوفی ۲۵۵ھ (۱۱) اسمعیل بن حفص بن عمر الایلی ابو بکر الادوی البصری المتوفی ۲۵۶ھ (۱۲) ایوب بن محمد بن ایوب الباشمی البصری المعروف بالقلب
- (۱۳) بشر بن آدم بن یزید البصری الاصغر ابو عبد الرحمن المتوفی ۲۵۵ھ (۱۴) بشر بن معاذ العفدی ابو سہل البصری الضریر المتوفی ۲۲۵ھ (۱۵) بشر بن ہلال الصواف ابو محمد النمیری البصری المتوفی ۲۲۵ھ
- (۱۶) بکر بن خلف البصری ابو بشر المتوفی ۲۵۵ھ یہ حافظ ابو عبد الرحمن مقری کے داماد تھے۔ (۱۷) حاتم بن بکر بن غیلان الضبی ابو عمرو البصری الصیرفی۔ (۱۸) حسن بن قزعة بن عبیدہ الباشمی ابو علی المتوفی ۲۵۵ھ
- (۱۹) حسین بن سلمہ بن اسمعیل الازدی الطحان البصری۔ (۲۰) الحسین بن جہدی بن مالک الایلی ابو سعید البصری المتوفی ۲۵۵ھ (۲۱) حفص بن عمرو بن ربیع ابو عمر الرقاشی البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔
- (۲۲) حمید بن مسعدہ بن المبارک اسامی الباہلی ابو علی البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۲۳) حوثرہ بن محمد بن قدید المقری ابو الازہر البصری الوراق المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۲۴) زیاد بن یحیی بن حسان الحسانی ابو الخطاب الشکری العدنی البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۲۵) سفیان بن زیاد بن آدم العقیلی ابو سعید البصری البلدی
- المؤذن۔ (۲۶) صالح بن محمد بن یحیی بن سعید القطان۔ یہ بھی امام ناقد یحیی القطان کے پوتے ہیں۔ (۲۷) عبد ربیع بن خالد بن عبد الملک النمیری ابو المغلس البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۲۸) عبد الرحمن بن عبد الصمد بن مسلم ابو محمد ابن الفرزاجحزری الملقب بجویہ نزیل البصرہ۔ ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۲۹) عبد الرحمن بن عبد الوہاب العمری البصری الصیرفی۔ (۳۰) عبد القدوس بن محمد ابو بکر البجائی المعولی العطار البصری۔ (۳۱) عبد اسد بن محمد بن عبد الرحمن بن السور الزہری البصری المتوفی ۲۵۶ھ (۳۲) عبد اسد بن معاویہ بن موسی البجی ابو جعفر البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۳۳) عبد الوارث بن عبد الصمد اعبری البصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۳۴) عبدہ بن عبد اسد بن عبدہ الخزازی السفار ابو سہل البصری کو فی الاصل المتوفی ۲۵۵ھ (۳۵) عبید اللہ بن الجهم الانطاخی البصری المتوفی بعد ۲۵۵ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی سنن میں کل دو روایتیں کی ہیں۔ (۳۶) عبید اللہ بن یوسف الجبیری ابو حفص البصری



المتوفی ۲۵۰ھ (۳۷) عمار بن طاووت بن عباد الجحدری البصری (۳۸) عمران بن موسى بن جبان الیسی  
 ابو عمرو البصری القزاز المتوفی بعد شکستہ (۳۹) فضل بن یعقوب البصری ابو العباس المعروف بالجزری  
 المتوفی ۲۵۰ھ (۴۰) محمد بن ثعلبہ السدوسی البصری (۴۱) محمد بن خلاد بن کثیر الباطنی ابو بکر البصری  
 المتوفی ۲۵۰ھ (۴۲) محمد بن زیاد بن عبید اللہ الزیادی ابو عبد اللہ البصری الملقب بـ یزید المتوفی ۲۵۰ھ  
 (۴۳) محمد بن سعید بن یزید بن ابراہیم التستری ابو بکر البصری (۴۴) محمد بن عباد بن آدم الہذلی ابو عبد اللہ  
 البصری المتوفی ۲۵۰ھ (۴۵) محمد بن عبد الاعلی الصنعانی القیس ابو عبد اللہ البصری المتوفی ۲۵۰ھ  
 (۴۶) محمد بن عبد اللہ بن حفص بن ہشام بن زید بن النس بن مالک الانصاری البصری (۴۷) محمد بن  
 عبد اللہ بن عبید الہذلی ابو مسعود البصری (۴۸) محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب محمد بن عبد اللہ  
 القرشی الاموی ابو عبد اللہ الابی البصری المتوفی ۲۵۰ھ (۴۹) محمد بن عمر بن علی المقدمی ابو عبد اللہ البصری  
 (۵۰) محمد بن فراس الضبعی البصری البصری المتوفی ۲۵۰ھ (۵۱) محمد بن محمد بن مرزوق البساطی  
 البصری المتوفی ۲۵۰ھ (۵۲) محمد بن المؤمل العسبی ابو القاسم البصری المتوفی ۲۵۰ھ (۵۳) محمد بن الولید  
 بن عبد الحمید القرشی البصری الملقب بجمدان البصری المتوفی بعد ۲۵۰ھ (۵۴) محمد بن یزید بن عبد الملک  
 الاسفاطی ابو عبد اللہ البصری الاغور (۵۵) مجزاة بن سفیان الشقی البصری امام ابن ماجہ کا بیان ہے کہ  
 ان کے پاس کل تین حدیثیں تھیں (۵۶) ولید بن عمرو الضبعی ابو العباس البصری (۵۷) یحییٰ بن حبیب  
 بن عربی الحارثی البصری المتوفی ۲۵۰ھ (۵۸) یحییٰ بن خدام العنبری ابو زکریا السفطی البصری المتوفی ۲۵۰ھ  
 (۵۹) یحییٰ بن خلف الباطنی ابو سلمة البصری المعروف بالجبجری المتوفی ۲۵۰ھ (۶۰) یحییٰ بن درست  
 الباشمی البصری (۶۱) یحییٰ بن الفضل العنبری ابو زکریا البصری المعروف بالخرقی المتوفی ۲۵۰ھ (۶۲)  
 یوسف بن حاد المعنی ابو یعقوب البصری المتوفی ۲۵۰ھ۔

حافظ ابن جبان نے کتاب الثقات میں (باستثنائے ایوب، حاتم، صلح، عبید اللہ بن ابیہم  
 عبد الرحمن، محمد بن ثعلبہ، محمد بن عباد، محمد بن عبد الملک، محمد بن المؤمل، محمد بن عبد اللہ بن عبید، محمد بن فراس  
 مجزاة، ولید، یحییٰ بن درست) ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے اور امام ابن ماجہ نے ان تمام محدثین  
 میں سب سے زیادہ جن سے روایتیں کی ہیں وہ یہ ہیں۔ احمد بن عبد القیس، یحییٰ بن ہلال الصواف، بکر بن  
 خلف ابو بشر، محمد بن خلاد ابو بکر الباطنی۔

## بغداد

وہ مشہور و معروف شہر جو خلفاء عباسیہ کے زمانہ عروج میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور  
 ان کے علوم و فنون کا دنیا میں سب سے بڑا مرکز رہ چکا ہے، جس کو محدث حاکم نیشاپوری مدینۃ العلم  
 و موسم العلماء والا فاضل فرماتے ہیں اور علامۃ تلج الدین بسکی محلة العلماء و دار الدنیا و



حاضرۃ السبع العامہ مرکز الخلافۃ، اور دار علم و بیت ریاست کے شاندار الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ حافظ ابن حزم اندلسی نے بغداد کا ذکر جس عظمت کے ساتھ کیا ہے وہ آپ بصرہ کے حالات میں پڑھ چکے ہیں، اور حافظ ہی لکھتے ہیں:

”بغداد جو عراق کا سب سے بڑا شہر ہے، اس کی بنیاد تابعین کے اخیر دور میں پڑی۔ سب سے پہلے جس نے یہاں حدیث کی اشاعت کی وہ ہشام بن عروہ ہیں اور ان کے بعد شعبہ اور شیم۔ اس کے بعد ذہبی رقمطراز ہیں۔“

و اکثر بھا هذا الشأن قلم نزل معمورة بالآثر  
والخبر والى زمان الامام احمد ثم اصحابه  
وهي دار الاسناد العالی والحفظ ومنزل  
الخلافه والعلم الى ان استوصلت في  
كاشفة التار الكفرة۔  
اور وہاں اس فن کی خوب کثرت رہی چنانچہ یہ شہر امام احمد  
بن حنبل اور ان کے تلامذہ کے زمانہ تک برابر حدیث و اثر  
سے معمور رہا۔ اور یہ اسناد عالی اور حفظ حدیث کا گھر، اور  
خلافت اور علم کا مستقر تھا تا آنکہ تاتاری کفار کے حادثہ  
میں اس کا استیصال ہو گیا۔

حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث کی ”النوع الثانی والاربعین“ میں جو رواۃ حدیث کے بلدان و  
اوطان کے بیان پر مشتمل ہے تصریح کی ہے کہ ”مدینۃ السلام“ (بغداد) میں اگرچہ کچھ علم میں کسی صحابی کی  
وفات نہیں ہوئی تاہم تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت یہاں آکر فروکش ہوئی اور انہوں نے یہیں  
وفات پائی۔ چنانچہ ان میں سے میں شاہیر علماء محدثین کو حاکم نے نام بنام گنایا۔ جن میں امام ابو حنیفہ،  
امام ابو یوسف قاضی اور امام اسد بن عمر و خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بغداد کے تمام محدثین میں امام ابو یوسف کی یہ شان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے جب تحصیل حدیث  
شروع کی تو سب سے پہلے امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیثیں لکھیں۔ فن حدیث

لے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ از سبکی ج ۱ ص ۱۷۲ و ۱۷۳۔ ۵۲ شیم امام ابو حنیفہ کے شاہیر تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ  
امام بخاری نے تاریخ کبیر میں امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں جن ائمہ حدیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ  
سے حدیث کی روایت کی ہے ان میں ان کا بھی نام ہے۔ یہ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ  
میں ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے الحافظ الکبیر محدث العصر اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ لا  
نزاع فی انه من الحفاظ الثقات یعنی اس میں کوئی نزاع ہی نہیں کہ یہ حفاظ ثقات میں سے ہیں۔ مثلاً میں  
وفات پائی۔۔۔ ظاہر مینوں کو شاید اس پر تعجب ہو لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام احمد نے اس سلسلہ میں جو  
قدم اٹھایا وہ آئین طلب کے عین مطابق تھا۔ سابق میں طلب حدیث کے آداب میں ہم ابن صلاح کے حوالہ سے  
لکھ چکے ہیں کہ حدیث کے طالب العلم کو سب سے پہلے اس شخص سے علم حدیث اخذ کرنا چاہیے کہ جو اپنے شہر کے تمام  
محدثین میں اسناد و روایت، علم و شہرت اور شرف میں بڑھا ہوا ہو۔ چونکہ امام ابو یوسف میں حق تعالیٰ نے یہ تمام  
اوصاف یکجا جمع کر دیئے تھے اس لئے امام احمد کو کجا طور پر سب سے پہلے امام مدوح ہی کے آستانہ پر حاضر ہونا تھا  
اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حافظ ابن الجوزی، مناقب الامام احمد میں بسند متصل ناقل ہیں کہ۔۔۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)



ہیں امام موصوف کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہوتا تو ان کے ہر دو نامور شاگرد امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کی شہادتیں اس باب میں کافی ہیں امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ کان ابو یوسف منصفاً فی الحدیث۔ اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔

ما رأیت فی اصحاب الراۃ اثبت فی الحدیث میں نے اصحاب الراۃ (فقہاء) میں امام ابو یوسف کو اثبت (زیادہ) ولا احفظ ولا اصحہ شراۃ من ابی یوسفؒ (بکرا) اور ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث اور صحیح الروایۃ نہیں دیکھا۔ اسی طرح امام اسد بن عمرو بھی بہت بڑے رتبے کے شخص ہیں اور علم حدیث میں ان کی وسعت نظر کا یہ عالم ہے کہ حافظ ابن عدی جیسا کثر شخص بھی ان کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار خیال کرتا ہے: ما باحادیثہ و شراۃ باس، ولیس فی اصحاب الراۃ بعد ابی حنیفۃ اکثر حدیثاً منہ اور ابن سعد لکھتے ہیں:

کان عندہ حدیث کثیر و هو ثقة انشاء اللہ کہ ان کے پاس حدیث بہت تھی اور یہ انشاء اللہ تھے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اخیراً ابو منصور عبد الرحمن بن محمد القزاز قال اخیراً ابو بکر احمد بن علی بن ثابت قال انا الازہری قال ثنا عبد الرحمن بن عمر قال ثنا محمد بن یعقوب قال حدثنی جادی قال سمعت احمد بن حنبل یقول اول من کتبت عند الحدیث ابو یوسف (ص ۲۲ و ۲۳)

اور حافظ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ میں حافظ عباس دوری سے نقل کرتے ہیں کہ سمعت احمد بن حنبل یقول اول ما کتبت الحدیث اختلافت الی ابی یوسف القاضی فکتبت عندہ اختلافت بعد الی الناس۔ (ص ۴۰)

یہ مسئلہ کا واقعہ ہے جبکہ امام احمد اپنی عمر کے سولہویں سال میں تھے (مناقب احمد انان بن جوزی ص ۲۳) امام احمد نے امام ابو یوسف اور امام محمد سے تین قسط (وہ صندوق یا کس کہ جس میں کتاب کو بحفاظت تمام رکھا جاتا ہے) بھر کر علم دین کی کتاب کی تھی چنانچہ حافظ ابو الفتح بن سید الناس یحییٰ بن سید مصری شافعی اپنی مشہور کتاب عیون الاثر فی فہم الغازی والیسر میں لکھتے ہیں:

قال ابراہیم بن جعفر حدثنی عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال کتب الی عن ابی یوسف و محمد ثلاثہ قساطل، قلت لہ کان یظن فیہا قال کان ربما نظ فیہا۔ (رج ۱ ص ۲۰ طبع مصر ۱۲۵۶ھ)

(حاشیہ صفحہ ۷۴) مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ از ذہبی ص ۴۱۔ ۴۲ ایضاً ص ۴۰۔ ۴۱ لسان المیزان ترجمہ امام موصوف امام احمد بن حنبل بھی فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے اور ان کو صدوق و صالح الحدیث فرمایا کرتے تھے۔ محدث یمیری نے ابو نعیم فضل بن دین سے سند نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی کتابیں سب سے پہلے جس نے لکھیں وہ اسد بن عمرو ہیں۔ اول حافظ ذہبی، میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: صحیح ابی حنیفۃ و تفقہ علیہ من اهل الکوفۃ فقد تم بغداد و تولى قضاء الشرقیہ (انہوں نے امام ابو حنیفہ کی صحبت اٹھائی اور ان ہی سے فقہ کی تحصیل کی، کوفہ کے رہنے والے تھے پھر بغداد آئے اور شہر کے شرقی حصہ کا عہدہ قضا ان کو تفویض ہوا) ۱۹۰ھ میں وفات پائی۔



بغداد میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں عام طور پر ہزار ہا طلبہ کا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ کے متعدد واقعات تاریخ و رجال کی معتبر کتابوں سے ہم سابق میں ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں۔

فقہ کے وہ چار امام کہ جن کے اجتہادی مسائل پر تمام دنیا کے اسلام ان کے زمانے سے لے کر آج تک کار بند چلی آتی ہے ان میں سے اخیر امام یعنی امام احمد بن حنبل اسی بغداد کے رہنے والے تھے۔ امام شافعی کا مذہب قدیم جس کے راوی، زعفرانی، ابو ثور، امام احمد اور کراچیسی ہیں۔ اس کی تدوین ہوئی ہوئی اور اسی لئے امام شافعی کی اس کتاب کو جو آپ کے مذہب قدیم پر مشتمل ہے بغدادی اور عراقی کہا جاتا ہے۔

ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو ثور المتوفی ۲۴۰ھ، امام داؤد ظاہری المتوفی ۳۸۰ھ اور امام محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۲۰ھ ان سب کا وطن بھی بغداد ہے۔

امام طبری کی وہ مشہور تفسیر یہیں لکھی گئی ہے کہ جس کے متعلق حافظ ذہبی اور علامہ تلج الدین سبکی دونوں کی منفقہ تصریح ہے کہ لم یصنف مثله (یعنی اس کی مثل تصنیف نہ ہوئی) اور جس کے بارے میں علامہ ابو حامد اسفرائینی کا قول ہے کہ "اگر کوئی اس تفسیر کے حاصل کرنے کے لئے چین تک کا سفر اختیار کرے تو کچھ زیادہ نہیں ہے"۔

امام ابن ماجہ نے جس وقت رحلت علمی کے لئے وطن سے باہر قدم نکالا ہے اس وقت الواثق بالله عباسی سربراہائے خلافت بغداد تھا۔ واثق بالله اپنے علم و فضل کے اعتبار سے مامون صغر کہلاتا تھا۔ واثق کے فضل و کمال کی وجہ سے خود خلیفہ مامون اس کی بڑی قدر کرتا اور اس کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ علامہ یزیدی کا بیان ہے کہ مامون نے تو علم عرب کے ساتھ اپنی معلومات میں علوم اوائل یعنی نجوم، طب اور منطق کی بھی آمیزش کر لی تھی لیکن واثق کے علوم خالص عربی علوم تھے۔ واثق نے ۲۴۰ھ ذی الحجہ ۳۲۲ھ میں چہار شنبہ کے دن وفات پائی اور اس کی جگہ المتوکل علی اللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا محدثین متوکل کی تعریف میں بڑے رطب اللسان ہیں کیونکہ اس نے مامون، معتصم اور واثق کے زمانے سے جو لوگوں پر خلق قرآن کے بارے میں مظالم ہو رہے تھے ان سب کو یک قلم موقوف کر دیا تھا اور ۳۲۲ھ ہجری میں تمام قلم و خلافت میں فرمان بھیجا تھا کہ آئندہ سے اس مسئلہ کے متعلق کسی شخص سے باز پرس نہ کی جائے۔ ساتھ ہی محدثین کو سامرا بلا کر ان کے لئے عطایا اور وظائف جاری کئے اور بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آیا اور ان کو حکم دیا کہ صفات باری اور دیدار الہی کی احادیث لوگوں کے سامنے بیان کریں۔ اس طرح معتزلہ کا جو زور شور اس کے پیشرو ہرہ خلفاء کے زمانے میں تھا اس کے

۱۔ الاعلان بالتونج لمن ذم التابعین از علامہ سخاوی ص ۹۹۔ ۲۔ الاستقار فی فضائل الائمة الثلاثة الفقہار از علامہ ابن عبد البر ص ۱۰۵۔ طبع مصر اور طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۰۔ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ اور طبقات الشافعیہ میں امام ابن جریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ۴۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۸ طبع مجتہائی دہلی۔ ۵۔ اس کی کچھ تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔



عہد میں بالکل ختم ہو گیا۔ یہی زمانہ ہے جب امام ابن ماجہ، بغداد آئے ہیں اس وقت یہاں جا بجا حدیث و روایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے اور محدثین و حفاظ حدیث کا درس خوب زور و شور سے جاری تھا۔ امام موصوف نے یہاں آکر جن حفاظ حدیث سے استفادہ کیا وہ حسب ذیل ہیں۔

**حافظ کبیر احمد دورق**، شجرہ نسب یہ ہے احمد بن ابراہیم بن کثیر ابو عبد اللہ البغدادی النکری البغدادی الدوری، یہ حافظ یعقوب دورق کے چھوٹے بھائی ہیں، اللہ عزوجل کا ایسا کرم تھا کہ دونوں بھائی حافظ الحدیث ہوئے۔ صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ ان دونوں بھائیوں میں احمد کثرت حدیث اور اس کی معلومات میں زیادہ تھے اور یعقوب اسناد و روایت میں بڑھے ہوئے تھے اور دونوں ثقہ ہیں۔ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان حفاظ اہم احسن التألیف (یعنی یہ حافظ حدیث، صاحب فہم اور عمدہ مصنف تھے) امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ چاروں ائمہ ان کے شاگرد ہیں ۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۸ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ رمادی**، ابو بکر احمد بن منصور بن سہارک البغدادی، حدیث میں مسند ان کی تصنیف ہے، ابراہیم اصہبانی حفظ حدیث میں ان کو ابو بکر بن ابی شیبہ کا ہمسر بتاتے ہیں مصنفین صحاح ستہ میں صرف امام ابن ماجہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ حدیث نبویؐ سے ان کو اس قدر شغف تھا کہ جب کبھی بیمار ہوتے محدثین کو بلوا کر ان سے حدیثیں پڑھواتے۔ ربیع الآخر ۲۱۵ھ ہجری میں تراسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب)۔

**حافظ احمد بن شعیب** ابو جعفر البغوی ثم البغدادی الاصبہانی، اصل میں بغشور کے رہنے والے تھے جو ہرات اور مرو و روز کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر ہے بعد کو بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ فن حدیث میں امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور ان سے تمام ارباب صحاح ستہ کو تلمذ حاصل ہے لیکن صحیح بخاری میں ان سے بالواسطہ روایت ہے اور خارج صحیح میں بغیر واسطہ۔ محدث خلیلی نے تصریح کی ہے کہ یہ علم میں امام احمد بن حنبل اور ان کے اقران کے ہم پلہ ہیں۔ چالیس سال تک ان کا یہ معمول رہا کہ ہر تیسرے روز قرآن پاک ختم کر دیا کرتے تھے۔ فن حدیث میں ان کی مسند مشہور و معروف ہے جس کو ان کے نامور شاگرد اسحاق بن ابراہیم بن جمیل ان سے روایت کرتے ہیں، سنہ ۲۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۸ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔ ان کی وفات پر جب ان کا متروکہ فروخت کیا گیا تو کتابوں کے علاوہ کل سامان ۲۴۴ درہم کا ہوا۔ (تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، ترجمہ امام ابو یوسف)

۱۷۰ھ "نکری" بضم نون بنی نکر کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ عبدالقیس کی مشہور شاخ ہے اور دورق "یا تو شہر دورق کی طرف نسبت ہے جو امواز کے اطراف میں واقع ہے جہاں کی لمبی ٹوپیاں "دورق" کے نام سے مشہور ہیں اور یا ان ٹوپوں کی صنعت کی طرف نسبت ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کے والد بڑے عابد و زاہد تھے اور اس زمانہ میں جو شخص زہد و عبادت میں مصروف ہوتا اس کو دورق کہا جاتا تھا۔ لاکافی کا بیان ہے کہ یہ لمبی ٹوپی اٹھتے تھے اس لئے "دورق" کہلاتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)۔



امام ابو ثور، ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ابو ثور ان کا لقب ہے اور ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ مشہور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں اور بہت سے مسائل میں جہور سے متفرد ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی ان ہی کے مذہب پر فتوے دیا کرتے تھے۔ یہ پہلے اہل عراق کے مسلک پر تھے بعد کو جب امام شافعی بغداد آئے تو ان کی شاگردی اختیار کی اور بہت سے مسائل میں ان کی طرف مائل ہو گئے چنانچہ علامہ ابن عبد البر الانباری فی فضائل الثلاثة الائمۃ الفقہاء میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے ایک مستقل تصنیف میں امام مالک اور امام شافعی کے اختلاف کو بیان کیا ہے اور اس میں اپنا مذہب بھی ساتھ ساتھ ذکر کرتے جاتے ہیں۔ ان کا اس کتاب میں اور اپنی دوسری تصانیف میں امام شافعی کی طرف زیادہ میلان ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں پچاس سال سے ان سے واقف ہوں کہ یہ سنت پر عامل ہیں اور میرے نزدیک یہ ثوری کے مقام پر ہیں۔ ایک دفعہ امام احمد سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا فرمانے لگے فقہار سے پوچھو، جاؤ ابو ثور سے پوچھو، امام مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ تینوں آپ کے شاگرد ہیں مگر امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو اکامام المجتہد الحافظ لکھا ہے اور محدث حاکم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان فقیہ اہل بغداد ومفتیہم فی عصرہ واحد اعیان المحدثین المتقین (یعنی یہ اپنے زمانہ میں اہل بغداد کے فقیہ اور مفتی اور متقن اور نامور محدثین میں سے تھے) تاہم جیسا کہ بعض متقنات ارباب روایت کی عادت ہے کہ وہ عام طور پر تفریع احکام اور استنباط خبریات کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور اس بنا پر فقہار طعن کیا کرتے ہیں بعض محدثین نے ان پر بھی کلام کیا ہے چنانچہ ابوحاتم رازی ان کے متعلق یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ

یشکک بالرائی فی غلطی ویصیب ولیس  
محلہ عمل المسموعین فی الحدیث۔  
یہ رائے (فقہ) سے کلام کرتے ہیں اس لئے غلط بھی کہہ دیتے  
ہیں اور صحیح بھی، اور ان کا وہ مقام نہیں جو حدیث پر  
متوجہ ہونے والوں کا ہوتا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی، ابوحاتم کے اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

هذا غلو من ابی حاتم ولیس الکلام فی  
الرائی موجبا للقدح۔  
یہ ابوحاتم کا غلو ہے اور رائے (فقہ) میں کلام کرنا موجب  
قدح نہیں۔

بعض علماء نے ابوحاتم کے بیان میں المسموعین کی بجائے المتسعين نقل کیا ہے اس صورت میں اس  
فقہ کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کا وہ مقام نہیں جو حدیث میں وسعت نظر رکھنے والوں کا ہوتا ہے۔

علامہ تلج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ میں بسند نقل کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں یحییٰ بن معین ابو حنیفہ  
زہیر بن حرب، خلف بن سالم اور دیگر محدثین کی ایک جماعت موجود تھی اور حدیث شریف کا مذاکرہ جاری  
تھا۔ اتفاق سے ایک عورت اکھڑی ہوئی اور اس نے جوان لوگوں کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور سچا فلاں (اس کو فلاں نے روایت کیا ہے) اور ماحدث



بد غیر فلاں (اس کو فلاں کے سوا اور کوئی نہیں بیان کرتا) کہتے سنا تو ان سے یہ مسئلہ پوچھ بیٹھی کہ کیا جائزہ عورت مرد سے کو نہلا سکتی ہے۔ یہ عورت مرد سے نہلا یا کرتی تھی۔ اس عورت کے مسئلہ کا جواب پوری جماعت میں سے کسی سے نہ بن سکا اور ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ حسن اتفاق کہ ابو ثور سامنے آئے، انھیں دیکھ کر سب اس عورت سے کہنے لگے کہ یہ صاحب جو سامنے سے آرہے ہیں ان سے دریافت کرو۔ عورت نے ادھر رخ کیا تو یہ اب اس کے قریب آچکے تھے اس نے مسئلہ پوچھا، ابو ثور نے با تووقف جواب دیا کہ ہاں کیونکہ قاسم (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے) کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ان حیض تک لیست فی یدک (تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایام ماہواری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پانی ڈال کر مانگ نکالا کرتی تھی۔ اس لئے جب زندہ کے سر پر پانی ڈالا جاسکتا ہے تو مرد پر تو بدرجہ اولیٰ ڈالا جاسکتا ہے، اس پر سب لوگ کہنے لگے جی ہاں، مگر اہ فلاں (اس کو تو فلاں نے روایت کیا) اور اخبرنا فلاں (ہم سے فلاں نے بیان کیا ہے) اور یہ ہمیں فلاں سند سے معلوم ہے اور پھر اس کے متعلق ان لوگوں نے روایت و اسانید کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس عورت کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ فاین انقم الی الا ان (تم اب تک کیا کر رہے تھے)۔

امام ابو ثور نے ستر سال کی عمر میں ۲۷ صفر سنہ ۱۸۵ میں انتقال فرمایا (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، تہذیب التہذیب، طبقات کبریٰ از شعرائی ترجمہ حضرت جنید بغدادی)۔  
حافظ جوہری۔ ابراہیم بن سعید ابو اسحق الطبری ثم البغدادی، بجز امام بخاری کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں ان کا قول تھا کہ جو حدیث میرے پاس سو سندوں سے مروی نہ ہو میں اس میں یتیم ہوں۔ ذہبی نے ان کو حافظ العلماۃ لکھا ہے۔ علم حدیث میں سند تصنیف کی تھی۔ سنہ ۳۲۷ھ میں بمقام عین زربہ جو مصیصر کی سرحد پر واقع ہے اور جہاں یہ جہاد کی غرض سے مقیم تھے انتقال فرمایا رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ کثیر ابو اسحاق ہروی ابراہیم بن عبد اللہ بن حاتم، ہرات کے رہنے والے تھے بعد میں بغداد میں آکر متوطن ہو گئے تھے، امام ترمذی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں بیشیم کی حدیث کے یہ سب سے بڑے عالم تھے کہا کرتے تھے کہ بیشیم کی کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جس کو میں نے ان سے بیس مرتبہ یا اس سے زیادہ دفعہ نہ سنا ہو۔ ذہبی کے ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں کان صدوقاً زاهداً صواماً عابداً کبیر القدر۔ رمضان سنہ ۳۷۷ میں جبکہ ان کی عمر نوے سال سے متجاوز ہو چکی تھی انتقال فرمایا، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

فقہ کبیر حافظ زعفرانی۔ ابو علی حسن بن محمد بن صباح البغدادی، زعفرانیہ بغداد کے قریب ایک قریہ تھا۔ بڑے فصیح و بلیغ تھے، فقہ کی تعلیم امام شافعی سے حاصل کی اور ان کے مذہب



قدیم کے راوی ہیں، بغداد میں امام شافعی کی مجلس درس میں ان کے سوا اور کوئی قرأت نہیں کرتا تھا۔ اس درس میں امام احمد اور امام ابو ثور بھی حاضر ہوتے تھے یہ پڑھتے تھے اور سب لوگ سنتے تھے۔ امام شافعی کی کتاب الرسالہ کی جب انھوں نے قرأت شروع کی تو امام موصوف نے ان سے دریافت فرمایا تم عرب کے کس قبیلہ سے ہو، کہنے لگے میں عربی نہیں میں تو قریہ زعفرانیہ کا رہنے والا ہوں۔ امام شافعی نے فرمایا انت سید هذه القرية (تم تو اس قریہ کے سردار ہو)۔ بجز امام مسلم کے تمام صنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں ان کی ثقاہت کی بڑے بڑے محدثین نے شہادت دی ہے (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ رجا بن مرثی بن رافع النخاری ابو محمد السمرقندی** الحافظ نزیل بغداد۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر الحافظ العلاء اور مفید بغداد کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ حدیث میں امام ابو داؤد اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ دارقطنی ان کو ثقہ حافظ کہتے ہیں۔ ابن حبان لکھتے ہیں کان متیقظاً من جمع وصنف (ہو شہد تھے اور اہل تصنیف و تالیف میں سے تھے) حلیب کے الفاظ ہیں، کان ثقة ثبتاً امامانی علمہ الحدیث وحفظہ والمعرفة به، یہ اہل میں مرو گے رہنے والے تھے۔ چونکہ سمرقند میں بود و باش اختیار کرتی تھی اس لئے سمرقندی کہلاتے ہیں، بعد کو بغداد میں آگئے اور وہیں اقامت گزین ہو گئے اور آخر وہیں ماہ جمادی الاولیٰ ۳۸۸ھ کو انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ ابو خلیثمہ زہیر بن حرب**، النسائی نزیل بغداد، فن حدیث میں عبد اللہ بن ادریس سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق بن ہمام، جعفر بن غیاث اور شیم وغیرہ بہت سے محدثین کے شاگرد ہیں، اور ان سے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ یہ امام احمد اور یحییٰ بن معین کے ہم پلہ ہیں۔ یعقوب بن شیبہ اور ابن نمیر ان کو حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ امام نسائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں ثقة مأمون خطیب بغدادی لکھتے ہیں کان ثقة ثبتاً حجة حافظاً متقناً۔ صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سو کا سی حدیثیں مروی ہیں، سنہ ۲۸۸ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۳۸۸ھ میں جو ہر سال کی عمر میں انتقال فرمایا، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ زہیر بن محمد بن قیس**۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ القدوة ابو محمد المرحی نزیل بغداد۔ ابو القاسم کا بیان ہے کہ امام احمد کے بعد میں نے ان سے افضل نہیں دیکھا۔ ان کے صاحبزادے محمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد ماہ رمضان المبارک میں قرآن پاک کے نوے ختم کیا کرتے تھے۔ ارباب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، اخیر عمر میں جہاد کی غرض سے طرطوس میں مرابط ہو گئے تھے اور وہیں ۳۸۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔



حافظ عباسؑ دوری بن محمد بن حاتم ابو الفضل الباشی مولا ہم البغدادی۔ ذہبی نے ان کو الحافظ  
الامام لکھا ہے، امام یحییٰ بن معین کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور اسی لئے صاحب یحییٰ بن معین  
کہلاتے ہیں۔ امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ چاروں کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ فن رجال  
میں ایک نہایت ضخیم کتاب ان کی یادگار ہے جس میں انھوں نے اپنے شیخ امام الجرح والتعديل یحییٰ بن معین  
کے اقوال کو رجال کے متعلق جمع کر دیا ہے۔ ذہبی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ایک مفید کتاب ہے اور  
اس فن میں ان کی بصیرت کا پتہ دیتی ہے، صفر ۳۸۵ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی الاموی مولا ہم  
البغدادی ۳۸۵ میں پیدا ہوئے، احمد دورق، علی بن جعد جوہری، زبیر بن حرب، ابو عبیدہ قاسم بن  
سلام، داؤد بن رشید خوارزمی، محمد بن سعد کاتب واقفی، امام بخاری اور امام ابو داؤد وغیرہ سے  
فن حدیث کی تعلیم پائی اور ان سے امام ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے چنانچہ انھوں نے اپنی تفسیر میں ان کے  
روایتیں کی ہیں لیکن سنن میں کوئی حدیث ان کی روایت سے منقول نہیں ہے۔ یہ بڑے مشہور مصنف  
ہوئے ہیں۔ دنیوی عروج بھی خوب پایا۔ شہزادگان خلفائے عباسیہ کے اتالیق رہے۔ خلیفہ معتضد  
بائش کی تربیت بھی ان ہی کی اتالیقی میں ہوئی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں  
میں شروع کیا ہے۔ ابن ابی الدنیا المحدث العالم الصدوق اور حافظ جمال الدین میری کے  
تہذیب الکمال میں یہ الفاظ ہیں ابو بکر بن ابی الدنیا البغدادی الحافظ صاحب التصانیف  
المشہورۃ وسودب اولاد الخلفاء۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کی معیت میں ان سے  
حدیثیں لکھی ہیں اور والد نے ان کو صدوق کہا ہے۔ ۳۸۵ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔  
(تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابو قلابہؑ عبد الملک رقاشی۔ یہ اہل میں بصرہ کے محدث ہیں، بعد کو بغداد میں  
متوطن ہو گئے تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے ابو قلابہ  
الحافظ العالم المسند عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ الرقاشی الزاہد محدث البصرہ۔  
بچپن ہی میں باپ کی تحریص اور اپنی قوت ذکر کی بنا پر علم حدیث پر توجہ کی، قاضی احمد بن کامل کا بیان  
ہے کہ یہ دن رات میں چار سو رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے اور اپنے حفظ سے انھوں نے ساٹھ ہزار  
حدیثیں بیان کی تھیں۔ امام محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا  
مسلمہ کا بیان ہے کہ انھیں شعبہ کی حدیثیں اس طرح یاد تھیں جس طرح قرآن پاک کی کوئی سورت یاد  
ہوتی ہے۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت  
کی ہیں۔ ۳۸۵ میں ان کی ولادت ہوئی اور راہ شوال ۳۸۵ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ،  
تہذیب التہذیب)۔ ۱۳

حافظ رخامی ابو العباس فضل بن یعقوب البغدادی۔ امام بخاری اور ابن ماجہ کے



استاذ ہیں۔ محدث دارقطنی نے ان کو ثقہ حافظ کہا ہے۔ یکم جمادی الاولیٰ ۲۵۵ھ میں انتقال ہوا، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ ابو بکر صافانی**۔ محمد بن اسحاق بن جعفر زبیل بغدادی۔ حافظ بنی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ الصافانی الحافظ الحجۃ محدث بغداد ابو بکر محمد بن اسحاق۔ ابو مزاحم خاقانی کا بیان ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں امام یحییٰ بن معین کے مشابہ تھے۔ ہجر امام بخاری کے جملہ مصنفین صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ صفر ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ محمد بن عبد الملک بن زنجویہ البغدادی** ابو بکر غزال۔ یہ بغدادی امام احمد بن حنبل کے پیروی تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کو واسع الرحۃ لکھا ہے یعنی طلب حدیث میں انھوں نے بڑا سفر کیا تھا۔ امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ چاروں ان کے شاگرد ہیں۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ جمادی الآخرہ ۲۵۵ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ ابو الاحوص محمد بن ابیثمیر بن حماد البغدادی**۔ عکبرائیں جو بغداد سے دس فرسخ پر واقع ہے قاضی تھے۔ دارقطنی نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ ان من الحفاظ الثقات، جملہ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ نے ایک حدیث ان سے استقامت میں نقل کی ہے۔ جمادی اولیٰ ۲۵۶ھ میں عکبرائی میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ ہارون حمال**۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر اس طرح شروع کیا ہے الحفاظ اکامام الثقة ابو موسیٰ ہارون بن عبد اللہ بن مرہان البغدادی البزاز المعروف بالحمال۔ ابراہیم حلی ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اگر جھوٹ بولنا رواہ تائب بھی یہ پاکیزگی کے خیال سے اسے جھوٹ دیتے۔ یہ پہلے بزاز تھے پھر جب زہد اختیار کیا تو اجرت پر خالی کرنے لگے اس لئے حمال کہلاتے ہیں۔ سوائے امام بخاری کے بقیہ تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ ۱۹ شوال ۲۵۵ھ میں انتقال کیا۔ تاریخ ولادت معلوم یا معلومہ ہے۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ یعقوب دورقی**۔ یہ حافظ احمد بن ابراہیم دورقی مذکور کے بڑے بھائی ہیں۔ عمر میں ان سے دو سال بڑے تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے الحفاظ الکبیر المعمر اکامام محدث العراق ابو یوسف العبدی۔ تمام ارباب صحاح ستہ کے فن حدیث میں استاذ ہیں، سند بھی تصنیف کی تھی۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۵۲ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ بغداد کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے حدیثیں روایت کیں وہ یہ ہیں۔  
(۱) احمد بن اسمعیل ابو حذافۃ السہمی المدنی زبیل بغدادی المتوفی ۲۵۹ھ۔ یہ امام مالک سے



موطار کے آخری روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ (۲) احمد بن عاصم بن غنبلہ العبادانی ابو صالح خزرجی  
 بغداد۔ (۳) احمد بن عبد الرحمن بن بکار ابو الولید البصری العامری الدمشقی نزیل بغداد المتوفی ۲۳۸ھ  
 (۴) اسمعیل بن ابی الحارث اسد بن شاہین البغدادی ابواسحق المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۵) حبیش بن بشر  
 الشقی ابو عبد اللہ الفقیہ الطوسی نزیل بغداد المتوفی ۲۵۸ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے صرف ایک  
 حدیث کتاب النکاح میں روایت کی ہے۔ (۶) الحسن بن حماد بن کسب الحضرمی ابو علی البغدادی  
 المعروف بسجادہ المتوفی ۲۵۸ھ۔ یہ فقیہ حنفی ہیں اور امام محمد کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حافظ عبد القادر  
 قرشی نے جواہر المصنوعہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ (۷) الحسن بن عرفہ ابو علی العبدی البغدادی المتوفی ۲۵۸ھ  
 المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۸) الحسن بن یحییٰ بن ابی عبد العبدی ابو علی بن ابی الزبج الحجازی البغدادی المتوفی ۲۶۲ھ  
 (۹) الحسین بن بیان البغدادی۔ (۱۰) حمدون بن عمارہ البغدادی ابو جعفر البزار۔ ان کا نام محمد اور لقب  
 حمدون ہے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی ہے۔ (۱۱) الخلیل بن عمرو الشقی ابو عمرو  
 البزار البغوی نزیل بغداد المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۱۲) داؤد بن رشید (بالتصغیر) الباشمی مولاہم الخوارزمی  
 البغدادی ابو الفضل المتوفی ۲۶۲ھ۔ یہ امام محمد کے اصحاب میں سے ہیں اور فقہ حنفی میں کتاب النوادر  
 ان کی تصنیف ہے۔ (۱۳) رزق اللہ بن موسیٰ الناجی ابو بکر البغدادی الاسکانی الکلوذانی المتوفی ۲۵۶ھ  
 (۱۴) روح بن الفرخ البزار ابو الحسن البغدادی المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۱۵) سلیمان بن توبہ النہروانی ابو داؤد  
 البغدادی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۱۶) شجاع بن مخلد الغلاس ابو الفضل البغوی نزیل بغداد المتوفی ۲۶۲ھ  
 انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ (۱۷) عباد بن الولید الثبری ابو عبد البغدادی المتوفی ۲۵۸ھ۔  
 (۱۸) عباس بن جعفر ابو محمد بن ابی طالب البغدادی مولیٰ آل العباس المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۱۹) عبد اللہ بن  
 اسحق بن محمد الناقد ابو جعفر الواسطی نزیل بغداد۔ (۲۰) العلاء بن سالم الطبری ابو الحسن الواسطی ثم البغدادی  
 الحذاء المتوفی ۲۵۸ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۲۱) علی بن  
 الحسین بن ابراہیم العامری ابو الحسن بن اشکاب البغدادی المتوفی ۲۶۶ھ۔ یہ بھی فقیہ حنفی ہیں۔ ان کے  
 والد امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے تھے اور انہوں نے فقہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل  
 کی ہے۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المصنوعہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ (۲۲) علی بن داؤد بن یزید  
 القیمی القنطری ابو الحسن بن ابی سلیمان البغدادی الادمی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۲۳) علی بن عمرو بن الحارث  
 الانصاری البوسیری البغدادی المتوفی ۲۵۹ھ۔ (۲۴) فضل بن الصلاح البغدادی ابو العباس السمر  
 المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۲۵) قاسم بن محمد بن عباد الازدی ابو محمد البصری نزیل بغداد۔ (۲۶) محمد بن اسمعیل بن  
 الجعفی الحنفی ابو عبد اللہ الواسطی الضریر نزیل بغداد المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۲۷) محمد بن حسان بن فیروز  
 الشیبانی الازرق ابو جعفر البغدادی المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۲۸) محمد بن خالد بن خداش المہلبی مولاہم ابو بکر  
 الضریر البصری ثم البغدادی۔ (۲۹) محمد بن سعید بن غالب البغدادی ابو یحییٰ العطار الضریر المتوفی ۲۶۱ھ  
 ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۳۰) محمد بن سلیمان بن ہشام البشکری ابو جعفر



الشطوی البغدادی النخرازمی المعروف بابن ہشام المتوفی ۳۶۵ھ (۳۱) محمد بن ہارون بن ابراہیم الرجبی  
ابو جعفر البغدادی البزاز المعروف بابن نسیط المتوفی ۳۵۵ھ ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں  
روایت کی ہے۔ (۳۲) محمد بن یحییٰ بن عبد الکریم الازدی ابو عبد اللہ بن ابی حاتم البصری نزیل بغداد المتوفی  
۳۵۲ھ (۳۳) مجاہد بن موسیٰ النخارزمی ابو علی النخلی نزیل بغداد المتوفی ۳۴۴ھ (۳۴) محمود بن خداش  
الطالقانی ابو محمد نزیل بغداد المتوفی ۳۵۵ھ۔ (۳۵) مصعب بن عبد اللہ بن مصعب الزبیری ابو عبد اللہ  
المدنی نزیل بغداد المتوفی ۳۶۳ھ ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۳۶)  
یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان ابو یعقوب الکوفی ثم الرازی ثم البغدادی المتوفی ۳۵۳ھ۔  
حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثناء احمد بن اسمعیل، حسین، حدان، روح، سلیمان  
اور محمد بن سلیمان) ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے۔

## واسط

عراق کا مشہور شہر جو کوفہ اور بصرہ کے عین وسط میں ہے اور دونوں اس سے یکساں فاصلہ پر  
ہوئے پچاس پچاس فرسخ پر واقع ہیں۔ حجاج بن یوسف نے ۳۳ھ ہجری میں اس شہر کی بنیاد رکھی تھی  
یہاں فن حدیث کے بہت سے ائمہ گزرے ہیں چنانچہ محدث حاکم نے معرفۃ علوٰم الحدیث کی ۱۰۰۰۰۰  
الکتاب والاربعین میں ان میں سے بعض مشاہیر کے نام لکھے ہیں۔ امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن محدثین  
سے حدیث کی تحصیل کی وہ یہ ہیں۔

حافظ احمد بن سنان بن اسد بن حبان القطان ابو جعفر الواسطی، صاحب سند ہیں۔  
حافظ زبیری نے ان کو الحافظ الحجۃ لکھا ہے۔ ابو حاتم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ہو امام  
اصل زمانہ۔ بجز امام ترمذی کے سارے ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا میں  
ہر برائی کو محدثین سے بغض ہوتا ہے اور جب انسان کسی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل سے حدیث  
کی حالت جاتی رہتی ہے ۳۵۶ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

(۲) اسحق بن وہب بن زیا والخلاف ابو یعقوب الواسطی المتوفی بعد ۳۵۵ھ (۳) اسمعیل بن  
حبان بن واقد الشقی ابو اسحاق القطان الواسطی۔ (۴) ایوب بن حسان الواسطی ابو سلیمان الدقاق۔  
(۵) یحییٰ بن المنتصر الباشمی مولایم الواسطی المتوفی ۳۴۴ھ۔ (۶) الحسین بن محمد بن شنبہ الواسطی ابو عبد اللہ  
البزاز ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث "ابواب الکفارات" کے آخر میں روایت کی ہے۔ (۷)  
خلف بن محمد بن عیسیٰ الخشاب القافلانی ابو الحسین بن ابی عبد اللہ الواسطی المعروف بکرویس المتوفی  
۳۵۴ھ۔ ان سے بھی امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث "ابواب الطہارات، باب الرجل یتعین علی  
وضوہ فیصب علیہ" میں روایت کی ہے۔ (۸) سعید بن یحییٰ بن الازہر الواسطی ابو عثمان المتوفی ۳۴۴ھ  
(۹) سہل بن اسحق بن ابراہیم المازنی ابو ہشام الواسطی، ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے



(۱۰) صالح بن ابیہشم الواسطی ابو شعیب الصیرفی الطحان۔ (۱۱) عبدالمجید بن بیان ابوالحسن السکری العطاس الواسطی المتوفی ۲۶۷ھ۔ (۱۲) عبد اللہ بن عبدالمومن بن عثمان الارجمی الواسطی الطویل۔ ان سے امام ابن حجر نے صرف ایک حدیث "ابواب الکفارات" میں نقل کی ہے۔ (۱۳) عمار بن خالد بن یزید الواسطی التمار ابوالفضل المتوفی ۲۶۷ھ۔ (۱۴) محمد بن خالد بن عبد اللہ الواسطی الطحان مولی النعمان بن مقرن المتوفی ۲۶۷ھ۔ (۱۵) محمد بن شان الواسطی، لیکن حافظ مزنی نے تصریح کی ہے کہ مجھے ان کی روایت نہ مل سکی (۱۶) محمد بن عبادہ بن البختری الواسطی۔ (۱۷) محمد بن عبد الملک بن مروان الواسطی ابو جعفر الدقیقی المتوفی ۲۶۷ھ۔ (۱۸) محمد بن موسی بن عمران القطان ابو جعفر الواسطی۔ یہ حافظ احمد بن سنان مذکور کے سپہچی زاد بھائی ہیں (۱۹) یحییٰ بن داؤد بن میمون الواسطی المتوفی ۲۶۷ھ۔

محدث ابن جان نے کتاب الثقات میں بجز محمد بن شاذان کے ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے۔

## سامرا

جس کو سرزمین رای اور عسکر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دجلہ کے مشرق میں بغداد اور کربلا کے درمیان بغداد سے تیس فرسخ پر بڑا شاندار شہر تھا جس کو خلیفہ معتمد باللہ نے اپنی فوجی ضروریات کے لئے تعمیر کیا تھا اور معتمد سے لیکر معتمد باللہ کے عہد تک خلفائے عباسیہ کا مستقر رہا ہے۔ بعد کو معتضد باللہ یہاں سے پھر بغداد میں منتقل ہو گیا۔ امام ابن ماجہ کی رحلت علمی کا زمانہ سامرا کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ امام موصوف نے یہاں کے حسب ذیل محدثین سے حدیث کی روایت کی ہے۔

حافظ احمد بن عیسیٰ بن حسان المصری ابو عبد اللہ العسکر المعروف بالتستری۔ حدیث میں عبد اللہ بن وہب اور اسی طبقہ کے دیگر محدثین کے شاگرد ہیں اور ان سے امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ امام نسائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں: کان بالعسکر لیسى به بأس (یعنی یہ عسکر میں مقیم تھے اور ان میں کچھ خرابی نہیں) لیکن امام یحییٰ بن معین نے ان پر سخت جرح کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابو ذر نے امام مسلم پر اپنی صحیح میں ان سے روایت کرنے پر بڑا اعتراض کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا لیکن میزان الاعتدال میں ان کا ذکر الحفاظ کے وصف کے ساتھ کیا ہے اور ان الفاظ پر ان کا تذکرہ ختم کیا ہے کہ قد احقر به ارباب الصحاح ولم ار له حدیثا منکرا فادرجوه والله اعلم (ان سے ارباب صحاح نے احتجاج کیا ہے اور میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی کہ جس کو بیان کروں آگے اللہ زیادہ جانتا ہے) ان کی وفات ۲۶۷ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

(۲) حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہیب الازدی ابو عمر الدوری المقرئ الضری الاصفہانی سمرامی المتوفی ۲۶۷ھ۔ (۳) داؤد بن سلیمان بن حفص العسکر ابو ہریر الدقاق السامری مولیٰ بنی ہاشم المعروف بہ بنان (۴) یحییٰ بن یزید العسکر ابو الصقر الوراق۔ یہ امام احمد کے اصحاب میں سے تھے۔



## جرجرا یا

یہ علاقہ نہروان میں واسط اور بغداد کے درمیان جانب مشرق میں ایک شہر تھا جو بعد کو ویران ہو گیا۔ یہاں کے صرف ان دو محدثوں سے امام ابن ماجہ نے روایتیں کی ہیں۔ (۱) الحسین بن عبدالرحمن ابو علی الجرجرائی المتوفی ۲۷۵ھ۔ (۲) محمد بن الصبیح بن سفیان الجرجرائی ابو جعفر التاجری مولیٰ عسر بن عبدالعزیز المتوفی ۳۷۵ھ، موخر الذکر سے سنن ابن ماجہ میں بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔

## حدیث

یہ قرأت کے کنارے پرانبار سے چند فرسخ پر واقع تھا۔ اور حدیث النورہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں کے محدثین میں سوید بن سعید حدثنی بہت بڑے نامور محدث گزرے ہیں جو امام مسلم اور ابن ماجہ کے استاد تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ امام مالک سے موطا کے راوی ہیں۔ عمر طویل پائی تھی اور طلب حدیث میں بڑا سفر کیا تھا۔ اسی لئے ذہبی نے ان کو الحافظ الریحان لکھا ہے۔ اخیر عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا اس بنا پر بعض محدثین نے ان کی تضعیف بھی کی ہے چنانچہ ابو زرعمہ کا قول ہے کہ ان کے نوشتے تو صحیح ہیں مگر جب یہ اپنے حافظہ سے کسی حدیث کو بیان کریں تو صحیح نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں: ”یہ علم کا مخزن تھے پیرائے سالی میں بیمار رہنے کی وجہ سے حافظہ کمزور پڑ گیا اس لئے ان کی روایات میں منکر احادیث آنے لگیں یہی وجہ ہے کہ امام مسلم ان کی منکر روایات کو چھوڑ کر ان کے معتبر نوشتوں سے احادیث کی تخریج کرتے ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ان سے بکثرت حدیثیں منقول ہیں، شوال ۳۳۵ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔“

## باکسایا

بضم کاف، یہ نہروان کے علاقہ میں بغداد اور واسط کے درمیان ایک شہر تھا۔ یہاں کے مشہور ائمہ حدیث میں سے ابو محمد عباس بن عبد اللہ بن ابی عیسیٰ الترقی الباکسائی ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ان سے بھی ایک حدیث اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے اگرچہ ان کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں نہیں لکھا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں سمعانی کے حوالہ سے ان کے حافظہ حدیث ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ یاقوت رومی نے معجم البلدان میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے: ”احد الاثمة الاعیان المکثرین ومن العباد المجتہدین کثیر الحدیث واسم الرایة ثقة صدوق حافظ“ انہوں نے طلب حدیث میں شام کا سفر کیا تھا۔ یہ اصل میں ترقف کے رہنے والے تھے جو واسط کے اطراف میں ایک شہر تھا۔ پھر باکسایا میں متوطن ہو گئے تھے ۳۶۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔



# دش

جو مملکت شام کا صدر مقام اور خلفا ربی امیہ کا پایہ تخت رہا ہے۔ شام کی سرزمین وہ ہمارے سرزمین ہے جہاں ایک زبان میں دس ہزار ایسے نفوس قدسی موجود تھے کہ جن کی آنکھیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے نور ہو چکی تھیں چنانچہ حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق میں ولید بن مسلم سے جو امام اوزاعی کے نہایت نامور شاگرد تھے بسندنا نقل ہیں کہ

دخلت الشام عشرة آلاف عين رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم. ۱  
ملک شام میں دس ہزار اصحاب ایسے داخل ہوئے کہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانان شام کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت معاذ بن جبل اور عبادہ بن الصامت جیسے اکابر صحابہ کو بھیجا تھا چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اپنی مشہور و معروف کتاب منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعة والقدریۃ میں لکھتے ہیں،

فان عمر رضی اللہ عنہ کان قد ارسل الى كل مصر من يعلمهم القرآن والسنة وارسل الى اهل الشام معاذ بن جبل وعبادة بن الصامت وغيرهما وارسل الى الحلق ابن مسعود وحنيفة وغيرهما. ۲  
کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں علماء کو روانہ کیا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دیں چنانچہ اہل شام کی طرف حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہما) وغیرہ کو اور عراق کی طرف حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہما) وغیرہ کو روانہ کیا تھا۔

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں،

قد علم بالاضطرار ان اكثر المسلمين بلغهم القرآن والسنة بدون نقل على فان عمر رضی اللہ عنہما فقم الامصار بعث الى الشام والحلق من علماء الصحابة من علمهم وفقهم وواصل العلم من اولئك الى سائر المسلمين ولكن ما بلغه على للمسلمين اعظم ما بلغه ابن مسعود ومعاذ بن جبل وامثالهما وهذا امر معلوم. ۳  
یہ بات براہِ شام معلوم ہے کہ اکثر اہل اسلام کو قرآن و سنت کا علم بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کے حاصل ہوا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شہروں کو فتح کیا تو شام اور عراق کی طرف علماء صحابہ میں سے کچھ حضرات کو روانہ کیا جنہوں نے ان لوگوں کو علم سکھایا اور فقہ کی تعلیم دی اور پھر ان ہی لوگوں سے سارے مسلمانوں کو علم پہنچا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسلمانوں کو جس قدر علم پہنچایا وہ اس سے زیادہ دیتا تھا جتنا کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دیگر حضرات نے پہنچایا ہے اور یہ بات بالکل عیاں ہے۔

۳



فتن و ملاحم کی احادیث میں اہل شام کی خصوصیت سے شہرت ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالفتح  
بن عساکر فرماتے ہیں:

الغالب علی اهل لشام احادیث الفتن والملاحم۔ اہل شام کی حدیثوں میں فتن و ملاحم کی احادیث غالب ہیں۔  
حافظ ابن عساکر امام شافعی سے بسند ناقل ہیں:

ان اردت الصلاة فعليك باهل المدينة      اگر نماز سیکھنا چاہتے ہو تو اہل مدینہ کے پاس جاؤ اور اگر  
وان اردت المناسك فعليك باهل مكة      مناسک سیکھنا چاہتے ہو تو اہل مکہ کا رخ کرو اور  
وان اردت الملاحم فعليك باهل الشام      اگر ملاحم کی خواہش ہو تو اہل شام سے سیکھو اور رائے  
والله اعلم عن اهل الكوفة۔      (یعنی فقہ) کو اہل کوفہ سے حاصل کرو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

” دمشق بلاد شام میں سے ہے جو ایک وسیع ملکیت ہے اور متعدد شہر قضبات اور دیہات پر  
مشتمل ہے۔ یہاں متعدد صحابہ اگر فروکش ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد  
خلیفہ عبد الملک اور اس کی اولاد کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی اور تابعین اور تبع تابعین  
کے عہد میں فقہاء محدثین اور قراء برابر ہوتے رہے، پھر ابو صہر، مروان بن محمد الطاطری،  
ہشام، دحیم، سلیمان ابن بنت شرجیل کے دور میں اور بعد کو ان کے شاگردوں کے زمانے  
تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔“

اس کے بعد ذہبی کے الفاظ ہیں:

وهي دار قرآن وحديث وفقه وتناقص      یہ قرآن، حدیث اور فقہ کا گھر ہے اور چوتھی اور پانچویں  
بها العلم في المائة الرابعة والخامسة۔      صدی میں جا کر یہاں علم کم ہو گیا۔

ائمہ مجتہدین میں سے امام اوزاعی یہیں کے رہنے والے تھے جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور  
اندلس میں مانج رہی اور جن کے متعلق ملک المحدثین امام البحر والنعديل یحییٰ بن عیین فرماتے ہیں کہ

العلماء اربعة الثوري وابو حنيفة ومالك      علماء چار ہیں، امام سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام مالک  
والاوزاعي۔      اور امام اوزاعی۔

امام ابن ماجہ جس زمانے میں دمشق آئے ہیں ہشام اور دحیم کا درس بچے زور شور سے جاری تھا۔ بیوقوفوں  
اس عہد کے نہایت نامور محدث گزرے ہیں۔ امام موصوف ان دونوں کے درس میں حاضر ہوئے اور  
دونوں سے بکثرت حدیثیں روایت کیں۔

حافظ دحیم عبد الرحمن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون الاموی مولیٰ آل عثمان ابو سعید  
الدشقی القاضی المعروف بدحیم الحافظ ابن الیتیم۔ فقہ میں امام اوزاعی کے مذہب پر تھے۔ حافظ ذہبی  
نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں میں شروع کیا ہے: الحافظ الفقیہ الکبیر ابو سعید

لہ تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۲۸۔ ۳۲۹ ایضاً ج ۱ ص ۱۰۱۔ ۱۰۲ البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۶ طبع مصر



الاموی مولانا ہمدان دمشقی الاذاعی المذہب محدث الشام، ہجر امام ترمذی کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ طلب حدیث میں مصر، شام، حجاز، کوفہ اور بصرہ کا سفر کیا تھا۔ محدث طلیسلی، الارطاد میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کان احد حفاظ الائمة متفق علیہ (یہ ان ائمہ حفاظ میں سے ایک ہیں کہ جن کے ثقہ ہونے پر اتفاق عام ہے)۔ حسن بن علی بن بحر کلینان ہے کہ ۳۲۰ھ میں جب یہ بغداد آئے تو میں نے اپنے والد بزرگوار اور امام احمد و یحییٰ بن معین اور خلف بن سالم کو ان کے سامنے اس طرح باادب بیٹھے دیکھا کہ جیسے بچے بیٹھے ہوں۔ امام ابو داؤد دیکھتے ہیں کہ دمشق میں اپنے زلمے میں ان کی نظیر نہ تھی۔ پہلے اردن میں اور پھر فلسطین میں عرصہ تک عہدہ قضا پر مامور رہے بعد کو مصر میں قاضی القضاۃ کے منصب پر ان کی طلبی ہوئی تھی کہ پیام اجل آگیا اور ۳۲۵ھ میں رمضان المبارک ۳۲۵ھ کو بقیام فلسطین انتقال فرمایا، اس پر ولادت، ہے، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**شیخ الاسلام ہشام بن عمار ابو الولید السلمی**، حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے العلامة شیخ الاسلام ابو الولید السلمی الدمشقی خطیب دمشق و مقرر ثعالبی و مفتیہا امام بخاری، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں، ابو زرعہ رازی کہا کرتے تھے کہ جس نے ہشام بن عمار کی شاگردی نہ کی اسے دس ہزار حدیثیں نازل اسناد سے روایت کرنی پڑیں گی۔ ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ہشام حدیث شریف کے درس پر اجرت لیا کرتے تھے اور ہر دو ورق پر ایک درم مقرر کر رکھا تھا۔ نیز ان کی بعض روایات میں منکر حدیثیں بھی آگئی ہیں ان وجوہ سے بعض محدثین نے جن میں امام احمد اور ابو داؤد بھی شامل ہیں ان پر جرح کی ہے لیکن حافظ ذہبی، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ ولہ جلالۃ فی الاسلام وما زال العلماء الاقوال ینتکلم بعضہم فی بعض بحسب اجتہادہم وکل احد یؤخذ من قولہ ویتروک الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو اسلام میں جلالت شان حاصل ہے اور علماء معاصرین ہمیشہ سے ایک دوسرے پر اپنے اجتہاد کے موافق کلام کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ہجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ہر شخص ایسا ہے کہ اس کی کوئی بات لی جاتی ہے اور کوئی چھوڑ دی جاتی ہے) ہشام، دمشق کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال سے کسی خطبہ کو دوبارہ نہیں پڑھا۔ ایک بار خطبہ میں کہنے لگے قولوا الحق ینزلکم الحق منازل اہل الحق یوم لا یقضی الا بالحق (حق کہا کرو حق تعالیٰ تمہیں اہل حق کے مقامات میں اس روز جگہ دے گا جس روز حق کے سوا اور کچھ فیصلہ نہ کیا جائے گا)۔ ۳۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری میں ان سے چار حدیثیں مروی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

دمشق میں ان دونوں حضرات کے علاوہ امام ابن ماجہ نے دیگر جن محدثین سے علم حدیث کو اخذ کیا ہے امام ابو حاتم رازی نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اخیر عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا اور جس طرح لوگ انہیں تلقین کرتے یہ باور کر لیتے تھے لیکن اس سے پہلے یہ بڑے صحیح الروایہ تھے۔



وہ یہ ہیں (۱) احمد بن عبد اللہ بن میمون الثعلبی ابو الحسن بن ابی الحواری الدمشقی الغطفانی الزاہد کوفی  
 الاصل المتوفی ۲۳۷ھ۔ (۲) اسمعیل بن عبد اللہ بن خالد القرشی العبدی ابو عبد اللہ المعروف بالسکری  
 قاضی دمشق المتوفی بعد ۲۳۷ھ۔ (۳) عباس بن عثمان بن محمد البجلی ابو الفضل الدمشقی الراہبی المعلم  
 المتوفی ۲۳۹ھ۔ (۴) عباس بن الولید بن صبح الخلال السلی ابو الفضل الدمشقی المتوفی ۲۴۸ھ۔  
 (۵) عبد اللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البهرانی ابو عمرو الدمشقی المقرئ امام الجامع المتوفی ۲۴۲ھ ہجری۔  
 (۶) عثمان بن اسمعیل بن عمران الہندی ابو محمد الدمشقی۔ (۷) عمرو بن الضحاك بن محمد المتوفی ۲۴۲ھ۔  
 یہ ابو عاصم النبیل کے صاحبزادے ہیں۔ (۸) غیاث بن جعفر الشامی الرجبی۔ (۹) محمد بن ابراہیم بن  
 العلاء الشامی الدمشقی ابو عبد اللہ الزاہد مومنے فیض نزل عبادان۔ (۱۰) محمد بن عبد الرحمن بن الحسن  
 البغفی ابو بکر الکوفی نزل دمشق المتوفی ۲۴۷ھ۔ (۱۱) محمود بن خالد بن ابی خالد یزید السلی ابو علی الدمشقی  
 المتوفی ۲۴۹ھ۔ (۱۲) ہشام بن خالد بن یزید الانرقی ابو مروان الدمشقی السامی المتوفی ۲۴۹ھ۔  
 حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثناء عثمان و محمد بن ابراہیم) ان سب محدثین  
 کا تذکرہ لکھا ہے۔

## حمص

ملک شام کا نہایت مشہور اور قدیم ترین شہر ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:  
 "حمص میں صحابہ کی ایک خلقت آگراتری، تابعین کے عہد میں پہلی حدیث کی خوب نشر و  
 اشاعت ہوئی جو حریر بن عثمان، شعب بن ابی حمزہ اور ان کے بعد اسمعیل بن عیاش، یقینہ  
 ابو المغیرہ اور ابو الیمان اور پھر ان کے شاگردوں کے دور تک قائم رہی پھر چوتھی صدی  
 میں گھٹ کر کچھ نہ رہی اور بعد میں بالکلیہ معدوم ہو گئی۔  
 امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن اساتذہ فن سے اس علم کو حاصل کیا وہ یہ ہیں:  
 حافظ عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر الحمصی۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں  
 میں شروع کیا ہے الحافظ الثقة محدث حمص، امام ابو داؤد، نسائی، اور ابن ماجہ ان کے  
 شاگرد ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو علم و اتقان کے ساتھ علو اسناد بھی  
 حاصل تھا اور اسی طرح ان کے بھائی یحییٰ بن عثمان بھی ثقہ اور عالی اسناد تھے ۲۵۰ھ میں انتقال کیا  
 رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔  
 حافظ محمد بن مصفی بن بطلال القرشی ابو عبد اللہ الحمصی، امام ابو داؤد، نسائی، اور  
 ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ جمال الدین  
 حمزی نے تہذیب الکمال میں ان کے حافظ ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں  
 ان کے متعلق لکھتے ہیں: کان ابن مصفی ثقة صاحب سنة من علماء الحديث امام ابن ماجہ



نے اپنی سن میں ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ **مسئلہ ۳۷** میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ ابو الشقی بشام بن عبد الملک البزفی المحضی**۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو **المحافظ المجود** اور محدث محض لکھا ہے۔ ابو حاتم نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ کان متقن فی الحدیث۔ امام ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، **مسئلہ ۳۸** میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ) ان حفاظ کے علاوہ بقیہ شیوخ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) **عبدالوہاب بن الفضاک بن ابان السلی العرضی** ابو الحارث **المحضی المتوفی ۲۲۵ھ**۔ (۲) **کثیر بن عبید بن نسر المذحجی ابو الحسن المحضی** **الحذار المقری** امام جامع **محض المتوفی ۲۵۷ھ** ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ساٹھ برس تک انھوں نے **محض** کی جامع مسجد میں امامت کی مگر کبھی عمدہ سہو کی ضرورت پیش نہ آئی اور جب ان سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے کہ میں نے کبھی مسجد کے دروازہ میں اس حال میں قدم نہیں رکھا کہ میرے دل میں غیر اللہ کا خیال موجود ہو۔ (۳) **نصر بن محمد بن سلیمان بن ابی ضرہ ابو القاسم السلی المحضی**۔ (۴) **یحییٰ بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار القرشی ابو سلیمان المحضی المتوفی ۲۵۷ھ** یہ حافظ **عمر بن عثمان** مذکور کے بھائی ہیں۔

**حافظ ابن جان** نے بحر عبدالوہاب کے ان سب کا تذکرہ کتاب الثقات میں لکھا ہے۔

## عسقلان

**فلسطین** کے اطراف میں **شام** کا مشہور ساحلی شہر جو "عروس الشام" کہلاتا تھا علامہ **یاقوت حموی** "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں کہ

"یہاں صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت آکر فروکش ہوئی اور ایک خلیفہ کثیر نے یہاں درس حدیث دیا"

**عسقلان ۳۷۷ھ** تک بڑا بارون شہر تھا پھر صلیبی جنگوں کی نذر ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔ امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف دو محدثوں سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) **حسین بن ابی السری متوکل بن عبد الرحمن بن حسان الباشمی مولا ہم العسقلانی المتوفی ۲۲۷ھ**  
(۲) **محمد بن خلف بن عمار العسقلانی المتوفی ۲۲۷ھ**۔

## ریہ

**بیت المقدس** سے اٹھارہ میل پر **شام** کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے حدیثیں روایت کیں وہ یہ ہیں (۱) **راشد بن سعید بن راشد القرشی ابو بکر الرلی التوفی بعد ۳۷۷ھ** (۲) **عیسیٰ بن محمد بن اسحاق ابو عمیر بن النحاس الرلی المتوفی ۳۷۷ھ** (۳) **عیسیٰ بن یونس بن ابان البحر ابو موسی الرلی المتوفی ۳۷۷ھ**۔



## ایلیہ

اس کا شمار بھی بلاد شام میں ہے۔ یہ ساحل بحر قزحہ پر جہاں حجاز کی سرحد ختم ہو کر شام کی سرحد شروع ہوتی ہے واقع تھا۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے صرف (۱) اسحق بن اسماعیل بن عبد اللہ اعلیٰ المتوفی ۲۵۵ھ اور (۲) محمد بن عزیز بن عبد اللہ بن زیاد الدیلمی ابو عبد اللہ العقیلی مولیٰ بنی امیہ المتوفی ۳۸۵ھ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

## بیت المقدس

شام کا مشہور و معروف شہر جس کو بیت سے انبیاء کا موطن و مدفن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

بیت المقدس میں حضرت عبادۃ بن الصامت، خداؤں اور رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت آکر فروکش ہوئی اور وہاں اگرچہ علم کی چنداں کثرت نہ ہوئی تاہم اس کا سلسلہ برابر جاری رہا جو بعد کو حاکم کریم لکھ کر اہل کم ہو گیا اور پھر نوے سال تک نصاریٰ کے زیر نگیں رہنے کے بعد آخر ان سے اس شہر کو واپس لیا گیا۔

علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ہی قلیلة العلماء (اس شہر میں علماء کم ہوئے ہیں) امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف ایک شیخ سے جن کا نام ابراہیم بن محمد بن یوسف ہے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ ابراہیم بھی یہاں کے باشندہ نہیں بلکہ نزل تھے۔ یہ اہل میں فریاب کے رہنے والے تھے جو ترکستان میں واقع ہے۔

## بالس

ملک شام میں حلب اور رقدہ کے مابین واقع تھا، یہاں کے شیوخ میں امام ابن ماجہ نے صرف اسماعیل بن ابیہیم الهاسی المتوفی ۳۸۵ھ سے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔

## مصر

جہاں تین سو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے مبارک قدم آئے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی نے الدر السحابہ فی من دخل مصر من الصحابہ میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

لے حافظ سیوطی نے اس رسالہ کو اپنی مشہور تصنیف حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں بہ تمام و کمال نقل کر دیا ہے۔ حسن المحاضرہ، مصر میں بار بار طبع ہو چکی ہے۔



”مصر ایک عظیم شہر اور وسیع اقلیم ہے جو اضلاع شرقی و غربی اور صعیدا علی و صعیدا دنی پر مشتمل ہے اس کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح کیا تھا، صحابہ کرام کی ایک خلقت یہاں آکر سکونت گزیں ہوئی اور تابعین کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی۔ پھر عمرو بن الحارث، یحییٰ بن ایوب، حیوہ بن شمریح، لیث بن سعد، ابن لہیعہ کے دور میں اور زیادتی ہوئی جو ابن وہب، شافعی، ابن القاسم اور ان کے تلامذہ کے زمانے تک باقی رہی۔“

اس کے بعد بھی لکھتے ہیں،

وما نزل بها علم جم الی ان ضعف ذلك واستیلاء العبدیاء الرافضیة علیها  
اور وہاں برابر خوب علم رہا تا آنکہ شکستہ میں عبیدی رافضیوں کے استیلاء کی بنا پر اس میں ضعف آگیا۔  
۳۵۸ شمان و خمین و ثمانیۃ۔

امام شافعی کا مذہب جدید جس کے راوی حنفی، ربیع حیزی، ربیع مرادی، بوطی، حرملہ اور پولس بن عبد اللہ علی ہیں اس کی تدوین یہیں ہوئی۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام لیث بن سعد

لہ یا قوت رومی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں،

”مصر میں صعیدا ایک بڑے وسیع و عریض علاقہ کا نام ہے جس میں کئی بڑے بڑے شہر آباد ہیں جن میں اسوان (جو اس کی جنوبی سرحد کا سب سے پہلا شہر ہے) قوص، قنط، انجم اور ہنسا وغیرہ داخل ہیں۔ صعید میں ضلعوں پر تقسیم ہے، پہلا صعیدا علی جس کی حدود اسوان سے شروع ہو کر انجم کے قریب ختم ہوتی ہیں۔ دوسرا ضلع انجم سے لیکر ہنسا تک ہے اور تیسرا صعیدا دنی جو ہنسا سے قنطاط کے قریب تک ہے۔“

۳۵۸ الاعلان بالتواریخ لمن دم القاصم ص ۱۳۹۔ امام لیث بن سعد کو اکثر اہل علم نے علماء حنفیہ میں شمار کیا ہے چنانچہ قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اور شیخ الاسلام ذکر یا انصاری نے شرح بخاری میں ان کے حنفی ہونے کی تصریح کی ہے، امام لیث، امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ ان کا معمول تھا کہ اکثر حج کے موقع پر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے اور فقہ کی تفصیل کرتے۔ چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک واقعہ امام ابو محمد حارثی پر سند ذیل فقہ مصر عبد الرحمن بن القاسم کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ

حدثنا العباس بن عزیز القطان حدثنی زکریا  
الاشقری الا سکندی انی سمعت عبد الرحمن بن  
القاسم سمعت اللیث بن سعد قال بلغنی ان  
ابا حنیفۃ یرید ان یخرج فرجۃ الیہ قاصداً فلقیته  
بمکہ فسالته عن مسائل کثیرۃ فی ابواب متفرقة  
وسالته عن مسائل الجنایات وعن قتل  
المخطا و شہداء العمد۔ (مناقب الامام الاعظم از صدر الا

میں نے لیث بن سعد سے سنا فرماتے تھے مجھے اطلاع ملی کہ امام ابو حنیفہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں میں بھی امام صاحب سے استفادہ کے خیال سے حج کے لئے چل پڑا آخر مکہ مکرمہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے مختلف ابواب کے بہت مسائل دریافت کئے نیز جنایات قتل خطا اور شہداء کے مسائل بھی پوچھے۔

(باقی بر صفحہ ۸۱)

کی۔ ج ۲ ص ۱۵۳ و ۱۵۴)



ہیں کے رہنے والے تھے جن کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں:  
 الليث افقه من مالك ضعيفه  
 لیث، امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے پر ان کے تلامذہ نے  
 اصحابہ. ۱۰ انہیں ضائع کر دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ضائع کر دینے سے امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام  
 مالک وغیرہ کی فقہ کی ان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے شاگردوں نے نہ کی۔ صدرالائمہ  
 موقوف بن احمد کی نے مناقب الامام الاعظم میں امام شافعی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مجھے کسی شخص کے متعلق  
 ایسی حسرت نہیں جیسی کہ لیث بن سعد کے متعلق ہے کیونکہ میں نے ان کا زمانہ پایا اور پھر بھی ان کی زیارت  
 نہ کر سکا جس کی حسرت دل میں باقی رہ گئی یہ

امام ابن ماجہ نے مصر کے جن حفاظ سے علم حدیث حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:-  
 حافظ ابن السرح احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن السرح الاموی مولانا ابو الطاہر  
 المصري۔ یہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے۔ موطا کی شرح بھی تصنیف کی تھی۔ امام مسلم، ابو داؤد  
 (بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) امام حارثی نے ابن القاسم کی زبانی اگلے سال بھی امام لیث کا امام صاحب  
 کی خدمت میں حج کے سلسلہ میں آنا اور ان سے استفادہ کرنا نقل کیا ہے۔

اور مفتی جاز علامہ ابن حجر کی شافعی شارح مشکوٰۃ، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم النعمان میں  
 امام ابو حنیفہ کے فضائل کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔  
 وتلمذ له كبار من المشائخ الائمة المجتهدین و  
 العلماء الراغبین كالامام الجليل المجتبع علی  
 جلالتہ وبراعتہ وتقدماتہ وزهد عبد الله  
 بن المبارك والامام الليث بن سعد والامام  
 مالك بن انس، وناهیك جملة الائمة۔  
 (ص ۶ طبع مصر ۱۳۲۱ م)  
 مثلاً ائمہ مجتہدین اور علماء راغبین میں سے بڑے بڑے لوگوں  
 نے امام اعظم کی شاگردی اختیار کی جیسے کہ امام عبد اللہ بن  
 مبارک کہ جن کی جلالت و کمال اور برتری وزیر پر اتفاق عام  
 ہے اور جیسے امام لیث بن سعد اور امام مالک بن انس کہ  
 امام صاحب کی عظمت شان کو سمجھنے کے لئے یہی ائمہ  
 کافی ہیں۔

امام لیث نے امام ابو حنیفہ کی بعض احادیث امام یوسف کے واسطے سے بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ امام طحاوی  
 حاتی الآثار میں راوی ہیں: حدثنا احمد بن عبد الرحمن قال حدثنا حمی عبد الله بن وهب قال اخبرني  
 الليث عن يعقوب عن النعمان عن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله  
 ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأه الامام له فقرأه (ج ۱ ص ۱۲۸ - طبع مصطفى)  
 اس حدیث کو حاکم نے بھی معرفۃ علوم الحدیث (ص ۶۸) میں روایت کیا ہے۔ اس سند کی ایک خصوصیت  
 یہ ہے کہ اس میں چار ائمہ فقہاء مجتہدین جمع ہو گئے ہیں۔ (۱) امام عبد اللہ بن وہب۔ (۲) امام لیث بن سعد۔  
 (۳) امام ابو یوسف یعقوب۔ (۴) امام اعظم ابو حنیفہ نعمان۔ ائمہ مجتہدین کا ایسا اجتماع شاذ نادر کسی کسی اسناد  
 میں ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۸۰) ۱۰ الرحمة الغنیة فی الترجمة الليثیة از حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۶ طبع میر ۱۳۰۱ م  
 ۱۱ ایضاً ص ۹۔ ۱۲ مناقب صدرالائمہ ج ۲ ص ۱۵۴۔



نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ان سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کان من کبار العلماء ابن یونس کہتے ہیں کان فقیہا من الصالحین الاثبات۔ ذقعدہ مشکہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**فقیہ حرمہ**۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے حرمہ بن یحییٰ الحافظ العلامة ابو حفص التجیبی مولانا مصری الفقیہ صاحب الشافعی، انھوں نے عبد اللہ بن وہب سے ایک لاکھ کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسلم اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی حدیثوں کی بڑی چھان بین کی مگر ان کی حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں پائی کہ جس کی بنا پر تضعیف کی جاسکے۔ علامہ تاج الدین سبکی کہتے ہیں: کان اماما جلیلا رفیع الشأن مسئلہ میں پیدا ہوئے اور مسئلہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے بکثرت روایتیں منقول ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ)

**محدث مصر ربیع ہرادی**۔ حافظ ذہبی ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں الحافظ الامام محدث الدیار المصریۃ ابو محمد الربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل مولیٰ بنی مراد الموزن صاحب الشافعی وناقل علمہ، مسئلہ میں پیدا ہوئے۔ فسطاط کی جامع مسجد کے جو جامع عمرو بن العاص کہلاتی ہے موزن تھے۔ امام شافعی کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور علماء شافعیہ کے یہاں اس درجہ معتمد علیہ ہیں کہ اگر امام شافعی سے کسی مسئلہ فقہی کے نقل کرنے میں ان کے اور مرنی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو باوجود مرنی کی جلالت شان کے ان ہی کی روایت کو ترجیح ہوگی امام شافعی کو ان سے اس درجہ محبت تھی کہ ایک بار ان سے فرماتے گئے، ربیع اگر علم کھلایا جاسکتا تو میں تمہیں اسے کھلا دیتا۔ فقال نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ربیع نہایت کند ذہن تھے ایک بار امام شافعی نے ایک مسئلہ کو ان کے سامنے چالیس بار دہرایا مگر یہ نہ سمجھ سکے۔ آخر شرم کے مارے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے لیکن امام شافعی نے انھیں خلوت میں بلا کر اس مسئلہ کو ان کے سامنے یہاں تک دہرایا کہ آخر ان کی سمجھ میں آگیا۔ یہ امام شافعی کی تصنیفات کے سب سے بڑے ناقل ہیں۔ حدیث میں امام ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ربیع کا بیان ہے کہ ابن وہب کے بعد مصر میں جس محدث نے بھی حدیث کا درس دیا میں اس کا مستطی رہا۔ خلیلی نے الارشاد میں ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ متفق علیہ ثقہ ہیں۔ دو شنبہ کے دن بتاریخ ۲۰ شوال ۲۲۸ کو انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

**حافظ محمد بن محج** بن الہاجر بن محجر بن سالم التجیبی مولانا ابو عبد اللہ المصری، حافظ جمال الدین مرنی نے تہذیب الکمال میں ان کو حافظ الحدیث لکھا ہے لیکن ذہبی نے ان کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں نہیں لکھا۔ حدیث میں امام مسلم اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ ان سے ایک حدیث میں بھی غلطی نہیں ہوئی۔ ابن یونس کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ثقہ ثبت







سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں، ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ جعفر نے  
محرر المسلمین میں وفات پائی۔

## رَفِیَّہ

یہ جزیرہ کا مشہور شہر ہے جو قرأت کی شرقی جانب حران سے صرف تین دن کی مسافت پر واقع ہے  
۸۰۰ سالہ ہجری میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنا بایہ تخت یہیں منتقل کر لیا تھا۔ امام محمد نے اپنی تصنیف  
الرقیات کی اطلاع یہیں کرائی تھی۔ اس کتاب میں وہ مسائل مذکور ہیں جو امام موصوف نے رقبہ میں اپنی  
مرتب تصانیف کے دوران میں استنباط کئے تھے۔ امام موصوف سے اس کتاب کے راوی آپ کے مشہور شاگرد  
حافظ محمد بن سمانہ ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

”جزیرہ کا سب سے بڑا شہر موصل (بروزن شہر) ہے اور بلس اور رما کہ جہاں سے محدثین کی  
ایک جماعت نکلی، اور حران اور رقبہ وغیرہ کہ جہاں حفاظ حدیث اور ائمہ پیدا ہوئے، بعد کو وہاں  
علم میں کمی آگئی اور پھر اس کی بساط ہی الٹ گئی۔“

امام ابن ماجہ نے رقبہ کے جن محدثین سے اس فن میں استفادہ کیا وہ یہ ہیں:-

**حافظ ابو یوسف صیدلانی محمد بن احمد بن محمد بن الحجاج بن میسرۃ القرشی الکریزی مولانا**  
الحجزری الرقی، ان کو صیدلانی بھی کہا جاتا ہے۔ امام نسائی اور ابن ماجہ کو فن حدیث میں ان سے تلمذ حاصل ہے  
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا، لیکن حافظ جمال الدین مزی نے ان کو حافظ الحدیث

لے دجلہ اور قرأت کے درمیان دو آب کا علاقہ جزیرہ کہلاتا ہے۔ یہ صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد)  
کے مشہور تلامذہ ہیں سے اور ان سے ابانی اور نوادر کے راوی ہیں۔ حدیث کا علم امام ابو یوسف، امام محمد، امام لیث بن  
سعد، معلی بن خالد رازی اور مصیب بن شریک سے حاصل کیا تھا۔ علامہ صفی الدین خزر جی نے خلاصہ تہذیب تہذیب  
الکمال میں ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے ”محمد بن سماعہ بن عبید اللہ بن ہلال الثقفی ابو عبد اللہ الکوفی  
من اهل الراي والحفاظ الاثبات المصنفين تفقه بأبي يوسف ومحمد اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ...  
تہذیب تہذیب میں محدث صبری سے ان کے متعلق یہ الفاظ نقل کئے ہیں ”وهو من الحفاظ الثقات“ ۱۹۲ھ میں بغداد کے  
قاضی بنائے گئے اور ایک مدت تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے بعد کو ضعف بصر کی بنا پر استعفی ہو گئے۔ محدث  
خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ سندان سے نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے چالیس سال تک مجھے میری تکبیر تحریر ہوتی  
نہیں ہوئی۔ البتہ جس روز والدہ کا انتقال ہوا تو ایک وقت کی نماز جماعت سے ادا نہ کر سکا اور پھر پچیس دفعہ اس نماز کو  
پڑھا تا کہ اجر بڑھ جائے اسی اشار میں غوردگی آگئی اور کسی نے خواب میں آکر کہا کہ پچیس نمازیں تو پڑھ ڈالیں مگر  
فرشتوں کی آئین کا کیا کرو گے۔ ۳۰۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب تہذیب، خلاصہ تہذیب)

۵۵ حدیث میں آتا ہے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس گنا ملتا ہے۔ ۵۶ حدیث میں آتا ہے کہ امام جب ولا الضالین  
کہہ چکے تو نعم آئین کہو کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آئین کہتے ہیں اور جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے ساتھ ہوتی ہے  
اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔



لکھا ہے اور ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں، ابو یوسف الرقی من حفاظ اهل الجزيرة و متقنيه و محدث ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کی تاریخ وفات ۲۸۴ھ درج کی ہے، رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب)۔  
 (۲) ایوب بن محمد بن زیاد الوزان ابو محمد الرقی المتوفی ۲۸۹ھ (۳) علی بن میمون الرقی ابو الحسن العطار المتوفی ۳۴۲ھ (۴) محمد بن عبد اللہ بن ساہور النجار الرقی - (۵) موسیٰ بن مروان ابو عمران التمار البغدادی ثم الکوفی ثم الرقی المتوفی ۳۴۲ھ، حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان سب کا ترجمہ لکھا ہے۔

## حَرَّان

یہ جزیرہ کا نہایت مشہور اور بہت بڑا شہر ہے جو موصل اور شام کے راستہ پر پڑتا ہے۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے ان دو حضرات سے اپنی سنن میں روایت کی ہے (۱) اسمعیل بن جمیل بن عمر بن ابی کریمہ الاموی مولایم ابو احمد کحرانی المتوفی ۳۴۲ھ سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ اسمعیل کی دارقطنی اور ابن جان نے توثیق کی ہے۔ (۲) ہاشم بن القاسم بن شیبہ بن اسمعیل بن شیبہ القرشی مولایم ابو محمد کحرانی المتوفی ۳۴۲ھ۔ حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

## اہواز

جو خوزستان کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہاں کے شیوخ میں صرف جمیل بن الحسن بن جمیل الازدی العسکی الجہضمی ابو الحسن البصری زویل الاہواز سے امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ جمیل کے متعلق ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ یہ کثیر الروایہ تھے اور ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

## رے

عراق عجم کا صدر مقام تھا اور طبرستان سے جو ایران کا موجودہ دار السلطنت ہے چند میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ یہ اب بالکل ویران پڑا ہوا ہے لیکن اس زمانے میں آبادی کے لحاظ سے بغداد کے بعد اسی کا نمبر تھا۔ چنانچہ ابواسحق اصفہری نے لکھا ہے  
 الری مدینۃ لیس بعد بغداد فی المشرق رے وہ شہر ہے کہ مشرق میں بغداد کے بعد اس سے اعمر منھا۔ ۳۴۰  
 زیادہ آباد کوئی شہر نہیں۔  
 اہمعی جو لغت عربیت کے امام ہیں رے کو اس کی دلفری کی بنا پر عروس الدنیاء کہا کرتے تھے حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

۳۴۰ خوزستان، اس علاقہ کا نام تھا جو عراق و فارس کے درمیان واقع ہے۔  
 ۳۴۰ معجم البلدان ذکر رے۔







ابو احمد بن عدی، دارقطنی اور ان جیسے حضرات کے کلام کی حیثیت رجال اور صحیح وضعیف احادیث کے بارے میں وہی ہے جو امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور شافعی اور ان جیسے حضرات کے کلام کی احکام اور حلال و حرام کی معرفت کے باب میں ہے۔

اور ائمہ میں ایسے حضرات بھی ہوئے ہیں کہ جو محدثین میں بھی امام ہیں اور فقہاء میں بھی اور دونوں جماعتوں میں شامل ہیں گویا ان میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا انتساب زیادہ موزوں ہے۔

اور حدیث وفقہ کے اکثر امام جیسے کہ مالک شافعی احمد اور اسحق بن راہویہ اور اسی طرح اوزاعی، ثوری، اور لیث ایسے ہی تھے اور اسی طرح ابویوسف صاحب ابی حنیفہ اور خود امام ابو حنیفہ کا بھی وہی مرتبہ ہے کہ جو ان کے شاہان ہیں، لیکن ان میں سے بعض کو دونوں صنف کی امامت میں وہ مقام حاصل ہے کہ جو دوسرے کو نہیں ہے اور بعض میں کسی ایک صنف کی معرفت میں وہ ضعف بھی ہے کہ جو دوسرے میں نہیں ہے پس اسے تعالیٰ تمام اہل علم و ایمان سے راضی ہو۔

ابی حاتم و ابی زرعت و النسائی و ابی احمد بن عدی و الدارقطنی و امثالہ فی الرجال و صحیح الحدیث و وضعیفہ ہو مثل اعلام مالک و الثوری و الاوزاعی و الشافعی امثالہم فی الاحکام و معرفۃ الحلال و الحرام، و فی الامۃ من ہو امام مع ہولاء و ہولاء مشارک للطائفتین و ان کان باحد الصنفین اجدد۔

و اکثر ائمۃ الحدیث و الفقہ مالک و الشافعی و احمد و اسحق بن راہویہ و ابی عبید و كذلك الاوزاعی و الثوری و الليث ہولاء و كذلك ابی یوسف صاحب ابی حنیفہ و ابی حنیفہ ایضاً مالک من ذلك و لكن لبعضہم فی الامامۃ فی الصنفین مالیس للآخر و فی بعضہم من صنف المعرفۃ باحد الصنفین مالیس فی الآخر فرضی اللہ عن جمیع اہل العلم و الایمان۔

۱۰

۱۰ تلخیص کتاب الاستغناء المعروف بالرد علی البکری طبع مصر ۱۳۱۳ھ ظاہر بینوں کو شاید اس پر تعجب ہو کہ حافظ ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ کو محدثین کا امام کس طرح مان لیا لیکن انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ صرف ابن تیمیہ نہیں بلکہ تمام ارباب فن کے نزدیک امام صاحب کی یہ حیثیت مسلم ہے۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی الجواہر المصنیہ میں رقمطراز ہیں:-

معلوم رہے کہ جرح و تعدیل کے باب میں امام ابو حنیفہ کا قول تسلیم کیا گیا ہے اور اس فن کے علماء آپ کے قول کو اسی طرح مانتے اور اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں کہ جن طرح وہ امام احمد، بخاری، ابن معین، علی بن المدینی اور دیگر اساتذہ فن کے قول کو مانتے ہیں، اور اس سے تہیں امام صاحب کی عظمت شان، وسعت علم اور بڑی کاپہ چلے گا۔

اعلم ان الامام ابی حنیفۃ قد قبل قوله فی الجرح و التعدیل و تلقوه عن علماء هذا الفن و عملوا بہ کتفیعہم عن الامام احمد و البخاری ابن معین و ابن المدینی و غیرہم من شیوخ الصنفۃ و هذا یدلک علی عظمتہ شأنہ وسعۃ علمہ و سیادتہ (رج ۱ ص ۳۰)

اس کے بعد حافظ قرشی نے رجال کے متعلق امام صاحب کے جوا قول امام ترمذی اور بیہقی وغیرہ نے باسناد نقل کئے ہیں ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)



امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابو حاتم، ابو زرعہ اور ابن وارہ یہ تین شخص رہتے ہیں ایسے تھے کہ جن کی نظر اس وقت روئے زمین پر موجود نہ تھی۔ حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

کان من افراد الدھر حفظاً و ذکاۃ و ابو زرعہ، حفظ حدیث، ذکاوت، دینداری اور علم و عمل کے لحاظ دینا و علماً و عملاً۔  
سے ان لوگوں میں سے تھے جو یک لخت زمانہ ہوئے ہیں۔

ابو زرعہ نے طلب حدیث میں حرمین، عراق، شام، جزیرہ، خراسان اور مصر کی طرف رحلت کی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور اتنی ہی ابراہیم بن موسیٰ رازی سے لکھی ہیں۔ ایک بار ایک شخص قسم کھا بیٹھا کہ اگر ابو زرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں حفظ نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ بعد میں ان سے اگر صورت حال بیان کی تو فرمانے لگے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے ہی پاس رکھو۔ ابو بکر بن ابی شیبہ ان کے شیخ کہا کرتے تھے کہ میں نے ابو زرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اسحق بن راہویہ سے زیادہ فقیہ اور ابو زرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث اس بل پر سے نہیں گزرا۔ امام احمد کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد ان کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ ایک بار ابو زرعہ امام موصوف کے یہاں آکر مہمان ہوئے دوران قیام میں دونوں بزرگوں کے مابین حدیث پاک کا خوب مذاکرہ رہتا ان ہی دنوں امام احمد نے ایک روز اپنے صاحبزادے عبد اللہ سے فرمایا کہ میں نے آج فرضوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھی اور اپنے نوافل پر ابو زرعہ کے مذاکرہ کو ترجیح دی۔ ایک بار امام احمد نے فرمایا کہ صحیح احادیث کی تعداد سات لاکھ سے اوپر ہے اور اس نوجوان (یعنی ابو زرعہ) نے چھ لاکھ حدیثیں حفظ کر لی ہیں۔ اسحق بن راہویہ کا قول ہے کہ ابو زرعہ جس حدیث کو نہیں جانتے اس کی کچھ اصل نہیں۔ ابو زرعہ کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو قل ہوا اللہ یاد ہوتی ہے۔ ایک بار فرمانے لگے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ پچاس سال سے میرے گھر میں رکھا ہوا ہے اور جب سے لکھا کبھی اس کو مطالعہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ تاہم مجھے یہ علم ہے کہ کونسی حدیث کس کتاب کے کس ورق کس صفحہ اور کس سطر

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) یہ سب اقوال ان رجال کے تذکرہ میں حافظ مزی کی تہذیب الکمال اور حافظ ذہبی کی میزان الاعتدال اور دیگر کتب رجال میں مذکور ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ (ج ۲ ص ۱۹۲) میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ اعلم و افقہ من الطحاوی و امثالہ۔ یعنی امام ابو حنیفہ، امام طحاوی اور ان کے امثال سے زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ تھے اور امام طحاوی کے بارے میں خود ابن تیمیہ کو تسلیم ہے کہ کان کثیر الحدیث فقیہاً عالماً۔

(حاشیہ صفحہ ۸۷) طے تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن وارہ۔ ۱۰۰۰ بغداد کا پہلا مراد ہے جو دیانے دجلہ پر تھا۔ ۱۰۰۰ مناقب احمد از ابن جوزی ص ۲۸۹۔ ۱۰۰۰ ایضاً ص ۲۸۹۔ ۱۰۰۰ امام بیہقی نے تصریح کی ہے کہ امام احمد نے جو صحیح روایات کی یہ تعداد بتائی ہے اس سے ان کی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ ان سب کا مجموعہ ہے، کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں حدیث کا لفظ ان سب کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (تہذیب التہذیب ترجمہ ابو زرعہ)۔



میں ہے۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک بار ابو زرہؓ کے پاس محمد بن مسلم یعنی ابن وارہ اور فضل بن العباس معروف بہ فضلک موجود تھے اور حدیث شریف کا مذاکرہ جاری تھا۔ اسی اثنا میں محمد بن مسلم نے ایک حدیث ذکر کی اور فضلک صانع نے اس پر انکار کیا کہ یہ اس طرح سے نہیں۔ محمد بن مسلم نے پوچھا پھر کس طرح ہے، فضلک نے دوسری طرح سے اس کو روایت کیا۔ اب محمد بن مسلم، ابو زرہؓ کی طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ ابو زرہؓ خاموش رہے انھوں نے اصرار کیا تو کہنے لگے کہ میرے بیٹے ابوالقاسم کو بلاؤ وہ آئے تو ابو زرہؓ نے ان سے کہا کہ کتب خانہ میں جاؤ اور پہلے دوسرے تیسرے قطر کو چھوڑ کر سولہ جزو تک شمار کر کے ستر ہواں جزو نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ حسب الحکم اس جلد کو لے آئے ابو زرہؓ نے حدیث تلاش کر کے محمد بن مسلم کے حوالہ کی اور یہ اس کو پڑھ کر کہنے لگے نعم غلطنہ (ہاں ہم نے ہی غلطی کی) حافظ عبداللہ بن وہب دینوری کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابو زرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک خراسانی شخص ان کے سامنے موضوعات بیان کر رہا ہے اور یہ ان روایات کو باطل کہہ رہے ہیں اور وہ شخص ان کی باتوں پر ہنسنا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ وہ کیا خوب جو روایت یاد نہیں اسے باطل کہہ دیا۔ اس پر میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تیرا کیا مذہب ہے کہنے لگا حنفی۔ میں نے اس سے پوچھا ما اسند ابو حنیفہ عن حماد (امام ابو حنیفہ نے حماد کی سند سے کونسی حدیثیں روایت کی ہیں) اب وہ نہ چل سکا۔ تب میں نے ابو زرہؓ سے کہا کہ ما تحفظ لابی حنیفہ عن حماد (آپ کو حماد کی سند سے امام ابو حنیفہ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں) اس پر ابو زرہؓ نے حدیثوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ اب میں نے اس بیہودہ سے کہا کہ مجھے شرم نہیں آتی تو موضوعات کو لیکر امام المسلمین کے منہ آتا ہے اور تیری حالت یہ ہے کہ تجھے اپنے امام تک کی حدیثیں یاد نہیں تھیں۔

ابو زرہؓ اور ابو حاتم دونوں قائلہ زاد بھائی تھے۔ امام ابو حاتم نے ابو زرہؓ کے متعلق ان الفاظ میں اظہار رائے کیا ہے لا اعلم فی المشرق والمغرب من کان ینہد هذا الشأن مثله (میرے علم میں مشرق و مغرب میں کوئی نہیں کہ جو فہم حدیث میں ابو زرہؓ کو پہنچا ہو۔) ابو زرہؓ کی ولادت سنہ ۶۴ میں ہوئی اور ذی الحجہ کی آخری تاریخ ۶۴ھ کو انتقال کیا۔ ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے ابو جعفر تبری کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابو حاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی، ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے لقنوا موتاكم لا اله الا الله (اپنے مردوں کو لا اله الا الله کی تلقین کیا کرو) مگر ابو زرہؓ سے شرم رہے تھے

۱۔ امام حسن بن زبایہ کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ چار ہزار حدیثیں روایت کیا کرتے تھے جن میں دو ہزار حماد کی حدیثیں تھیں اور دو ہزار بقیہ مشائخ کی۔ مناقب الامام الاعظم از صدر اللامہ موفق بن احمد کی ج ۱ ص ۹۶۔  
۲۔ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ حافظ ابن وہب دینوری۔



اور ان کو تلقین کی بہت نہ ہو رہی تھی آخر سب سے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی حدیثاً الضحاك بن محمد عن عبد الحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی اس پر ابو زرہ نے اسی جانتی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا حدیثاً بنابر حدیثنا ابو عاصم حدیثاً عبد الحمید بن جعفر عن صالح بن ابی عروب عن کثیر بن قرۃ الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان اخر کلامہ لا الہ الا اللہ اتناہی کئے پائے تھے کہ طائر روح قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کر گیا۔ پوری حدیث یوں ہے من کان اخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا) جو ان اس کی خوش نصیب تھے اور حدیث شریف سے ان سعید روحوں کو کیسا گہرا تعلق تھا کہ دم واپس تک علم و عمل کا ساتھ رہا۔ فی (تذکرۃ الحفاظ: تہذیب التہذیب طبقات الخلفاء لابن ابی نعیم)۔

حافظ کثیر نام ابو حاتم رازی محمد بن ادریس بن المنذر الخطی۔ فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام ہیں اور علم حدیث میں امام بخاری کے ہم پلہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۵ھ سے مشائخ وقت سے حدیثیں لکھنی شروع کیں، ابھی سبزہ آغاز نہیں ہوا تھا کہ طلب حدیث میں سفر اختیار کیا اور ایک زمانہ دراز اسی رحلت میں بسر کیا۔ ان کا بیان ہے کہ پہلے پہل جب میں نے رحلت کی تو سات سال تک اپنی پیادہ روی کا حساب لگانا اس دوران میں ایک ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت طے کر چکا تھا لیکن یہ ان کے سفر کی انتہا نہیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ پھر میں نے فرسخ کا شمار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ امام ممدوح کا بیان ہے کہ میں نے بحرین سے مصر مصر سے رملہ رملہ سے دمشق اور وہاں سے طرسوس تک پیدل سفر کیا۔ پھر حص کو لوٹنا ہوا رقبہ آبا اور وہاں سے سوار ہو کر عراق پہنچا اور یہ سارا سفر جس وقت میں نے طے کیا ہے اس وقت میں بیس سال کا تھا۔ عراق پہنچنے کے بعد آٹھ ماہ تک بصرہ میں قیام کیا۔ یہ سال ۲۴۵ھ کا واقعہ ہے۔ یہاں تنگدستی سے یہ نوبت پہنچی کہ کپڑے تک بیچ کھائے جب کپڑے بھی نہیں رہے تو دو روز تک فاقے کئے تاہم شوق طلب کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں اسی فاقہ کی حالت میں اٹھ کر اپنے رفیق کے ساتھ شیوخ کے حلقہ درس میں حاضری دیتا رہا۔ رات ہوئی تو رفیق اپنا شام کا کھانا لیکر اپنی فرودگاہ کو واپس ہو گیا اور میں نے مارے بھوک کے پانی سے پیٹ بھرنا شروع کیا صبح ہوئی تو کل کی طرح آج بھی اپنے رفیق کی معیت میں باوجود بھوک کی سخت شدت کے سارے اسباق میں شرکت کی اور اسی طرح بھوکا واپس چلا آیا۔ آخر اسی حالت میں تیسرا دن ہوا اور رفیق حسب دستور علی الصبح اُپہنچا۔ اب طاقت طاق ہو چکی تھی مجبوراً اس سے کہنا پڑا کہ آج تو میں بہت ہی ناتوان ہوں تمہارے ساتھ نہ چل سکوں گا۔ اس نے پوچھا خیر ہے، میں نے کہا تم سے کیا چھپاؤں دو دن سے کچھ کھانے کو نہ مل سکا ہے۔ ہمدرد رفیق نے کہا میرے پاس لے ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔



ایک دینار باقی ہے، نصف تم نے لو اور باقی نصف کو ہم کرایہ میں خرچ کریں گے۔ اس کے بعد امام ابو حاتم بصرہ سے چل کھڑے ہوئے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ امام موصوف کو ایک دفعہ ایک بحری سفر کے سلسلہ میں بھی پیش آیا تھا جہاز سے اترے تو زاد راہ ختم ہو چکا دور رفیق اور بھی تھے مگر سب کا مضمون واحد تھا۔ تین دن تک پیادہ پامسافت طے کرتے رہے اور کھانے کو کچھ نہ مل سکا۔ آخر تھک کر گر پڑے۔ ساتھیوں میں ایک بیچارہ بوڑھا شخص بھی تھا وہ تو گرتے ہی بیہوش ہو گیا مجبوراً اس کو اسی حال میں چھوڑ کر آگے کی راہ لی کوئی ایک فرسنگ طے کیا ہو گا کہ ابو حاتم بھی غش کھا کر گرے۔ رفیق نے بوڑھے کی طرح ان کو بھی یہیں چھوڑا اور خود ہمت کر کے آگے بڑھا خوش قسمتی سے ذرا دور چلا کہ ایک کشتی نظر آئی جس سے ساحل پر کچھ لوگ اتر رہے تھے یہ دیکھ کر اس نے اظہار مصیبت کے لئے اپنی چادر ہوا میں اڑائی مسافروں کی نظر پڑی تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے پاس آکر اسے پانی پلایا تب اس نے انھیں بتایا کہ میرے دور رفیق جو بیہوش ہو کر پڑے تھے چلے گئے ہیں پہلے ان کی خبر لو مہربان مسافر یہ سنتے ہی ان کی تلاش میں دوڑے ابو حاتم فرماتے ہیں میں نے آنکھ کھولی تو کیا دیکھا ہوں کہ ایک شخص میرے منہ پر پانی کے چھینٹے دے رہا ہے جب مجھ کو ہوش آیا تو اس نے مجھے پانی پلایا اس کے بعد اس بڑھے کے پاس پہنچے اور اس کی خبر گیری کی پھر ایک مقام پر ٹھہر کر ہم نے چند روز آرام کیا تب کہیں جا کر ہماری جان میں جان آئی۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ طلب حدیث میں مجھے گرفت سے اتنی بار نجات کو جانا پڑا کہ میں شمار بھی نہیں کر سکتا حافظ ابن الجوزی نے المنتظم میں ابو حاتم کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے:

كان احمد الامانة الحفاظ والاثبات العارفين به ان الله حفاظ اوقاف اثبات میں سے ایک ہیں کہ جو بحلل الحدیث والنجح والتعديل۔ علل حدیث اور جرح و تعدیل نے عارف گزرے ہیں۔

حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں الامام الحافظ الکبیر احمد الاعلام وقاضی موسیٰ بن اسحق انصاری کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا حافظ احمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ اسحق بن راہویہ اور محمد بن یحییٰ کے بعد ابو حاتم سے بڑھ کر حافظ حدیث اور اس کے معانی کا عالم میری نظر سے نہیں گزرا۔ ابو نعیم کی تصریح ہے کہ ابو حاتم امام فی الحفظ عثمان بن خرداد کہتے ہیں کہ جب تک لوگ میری نظر سے گزرے ان میں چار شخص سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے (۱) ابراہیم بن غرہ

(۲) محمد بن المنہال الضریری (۳) ابو زرہ (۴) ابو حاتم۔ ایک بار حجاج بن الشاعر کے سامنے ابو زرہ سے ابو حاتم، ابن دارہ اور ابو جعفر دارمی کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ مشرق میں ان سے بڑھ کر لوگ نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ ابو حاتم نے ابو الولید طلیاسی کے دروازہ پر جو اس زمانہ میں فن حدیث کے مشہور اساتذہ میں سے شمار کئے جاتے تھے اعلان کیا کہ جو شخص بھی مجھے کوئی ایسی غریب مستند صحیح حدیث بتائے گا کہ جس کو میں نے مشائخ سے ابھی تک نہیں سنا ہے تو اس کو ہر حدیث کے عوض میری طرف سے ایک درم بطور انعام ملے گا۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس وقت ابو الولید کے آستانے پر مخلوق جوق در جوق جمع تھی اور ابو زرہ



اور ان کے علاوہ بھی لوگ موجود تھے تاہم کوئی شخص بھی ایک حدیث ایسی نہ پیش کر سکا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کوئی اس کا بندہ شاید کوئی ایسی روایت میرے سامنے پیش کر دے کہ جو میں نے اب تک نہ سنی ہو اور بتا دے کہ وہ فلاں محدث کے پاس ہے تو میں اسے جا کر سن لوں۔ یونس بن عبدالاعلیٰ نے ایک بار ابو زرعہ اور ابوحاتم کے حق میں دعا کی اور کہنے لگے کہ یہ دونوں خراسان کے امام ہیں اور ان کی بقا ہی میں مسلمانوں کی فلاح ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ میں نے فیعلی سے چودہ ہزار کے قریب احادیث لکھی ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ جب محمد بن یحییٰ نیشاپوری رے تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے زہری کی تیرہ حدیثیں پیش کیں جن میں سے صرف تین کے متعلق ان کو معلوم حاصل تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وهذا يدل على حفظ عظيم فان  
الداهلي شهد له مشايخه واهل عصره  
بالتحري في معرفة حديث الزهري ومع  
ذلك فاغرب عليه ابو حاتم -

اس چیز سے ان کے عظیم حافظہ کا پتہ چلتا ہے کیونکہ دہلی  
(محمد بن یحییٰ نیشاپوری) کے متعلق ان کے شارح اور معاصرین  
نے زہری کی احادیث میں معرفت کے سلسلہ میں تحریک کی  
شہادت دی ہے اور باوجود اس کے ابوحاتم نے ان کے  
سامنے وہ روایات رکھ دیں کہ جو ان کے لئے نادر تھیں۔

حافظ مسلم بن قاسم نے، الصلہ میں ابوحاتم کے متعلق لکھا ہے کہ  
كان ثقة وكان شيعياً مفرطاً وحدثه مستقيم -  
یہ ثقہ تھے اور کچھ شیعہ مگر ان کی حدیثیں سب ٹھیک ہیں۔  
حافظ ابن حجر نے اس کو نقل کر کے لکھا ہے:

سوائے اس شخص کے اور کسی کو میں نے نہیں دیکھا کہ جس نے ان کو تشیع کی طرف منسوب کیا ہو  
ہاں سلیمان بن ابی اسلمہ نے ان کے صاحبزادے عبد الرحمن کا ذکر اس قسم کے شیعوں میں کیا ہے کہ جو حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم رکھتے ہیں جیسے کہ اعش اور عبدالرزاق تھے  
سو شاید یہ بات صاحبزادے نے اپنے والد سے لی ہوگی اور اس تحریر میں بھی با این ہمہ جلالت قدر  
اسی کے قائل تھے۔

امام ابوحاتم سے امام بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ اور علامہ تاج الدین سیوطی  
نے اگرچہ طبقات الشافعیہ میں امام بخاری اور ابن ماجہ کے تلمذ سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوحاتم

لہ علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں:

”ابابان رے و اہل السنۃ و الجماعت ہی تھے تا آنکہ وہاں احمد بن الحسن ماوردانی نے تغلب کر کے قبضہ  
جمالیہ اور پھر اس سے مذہب شیعہ کی وہاں اشاعت کی۔ یہ اہل شیعہ کے ساتھ بڑے اکرام اور تفریب کا معاملہ  
کرتا تھا اس لئے لوگوں نے اس سلسلہ میں کتابیں تصنیف کر کے اس کا تقرب حاصل کیا چنانچہ عبد الرحمن بن  
ابی حاتم نے بھی ”فضائل اہل بیت وغیرہ“ پر کتابیں تصنیف کیں۔ یہ معتد کے عہد کا واقعہ ہے اور رے پر اس  
کا تغلب شدہ میں ہوا ہے اس سے پہلے یہ احمد بن الحسن، کوئین بن ساجین کی خدمت میں تھا پھر رے  
پر تغلب کر کے اس نے وہاں مذہب شیعہ کو رواج دیا جو آج تک قائم ہے“



ان دونوں کا روایت کرنا ثابت نہیں۔ لیکن یہ علامہ موصوف کی غلطی ہے، حافظ ابوالکجاج مزی نے تہذیب الکمال میں تصریح کی ہے کہ امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی ہے اور سنن ابن ماجہ میں باب فی الايمان اور باب فی فرائض الجہد میں ان کی حدیثیں موجود ہیں، اسی طرح خود صحیح بخاری میں ان کی روایت موجود ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کے مشائخ کے طبقات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

الطبقة الرابعة رفاقه في الطلب و  
من معهم قبله قتيلا لمحمد بن يحيى  
الذهلي وابو حاتم الرازي۔

چوتھا طبقہ امام بخاری کے شیوخ کا ان لوگوں کا ہے جو طلب  
حدیث میں امام موصوف کے رفیق رہ چکے ہیں اور ان ہی میں  
وہ لوگ بھی ہیں کہ جنہوں نے حدیث کا سماع امام بخاری سے

کچھ پہلے کیا ہے جیسے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی اور ابو حاتم رازی۔  
ان شیوخ سے امام بخاری نے کس قسم کی حدیثیں نقل کی ہیں اس کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصریح یہ کہ  
وانما يخرج من هؤلاء ما فاته عن مشايخه  
اور ان سے امام بخاری صرف وہی روایت درج کرتے ہیں  
کہ جن روایات کا سماع ان کو اپنے اساتذہ سے فوت ہو گیا تھا یا  
جو روایتیں ان کے علاوہ دیگر علما سے انہیں نہ مل سکیں۔

واضح رہے کہ ایک زمانے تک امام بخاری اور امام ابو زرعہ و امام ابو حاتم کے درمیان تعلقات  
ہمایت ہی شگفتہ اور خوشگوار رہے چنانچہ ابوبکر محمد بن حرب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے ابو زرعہ  
سے محمد بن حمید کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگے کہ ترجمہ ابو عبد اللہ (اس کی حدیث تو ابو عبد اللہ  
یعنی امام بخاری ترک کر چکے ہیں) محمد بن حرب کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس قصہ کا ذکر امام بخاری سے کیا تو  
فرمانے لگے کہ بڑا ناقد بعد (ابو زرعہ کا حسن سلوک تو ہمارے ساتھ پرانا ہے) اور اسحاق بن احمد زریک  
کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم کو فرماتے سنا کہ عراق میں جتنے بھی لوگ گئے محمد بن اسماعیل ان سب میں زیادہ عالم  
ہیں۔ اسحق مذکور کا بیان ہے حلیہ میں ہم سے امام ابو حاتم فرماتے لگے کہ خراسان سے تمہارے پاس ایک  
ایسا شخص آ رہا ہے کہ جس سے بڑا حافظ حدیث اس نواح سے پیدا نہیں ہوا چنانچہ ان کے فرمانے کے  
طابق چند ماہ بعد ہی امام بخاری کا وہاں ورود ہو گیا۔ حسین بن محمد بن حاتم معروف بہ عبید اللہ لعل کہتے ہیں  
کہ میں نے ابو زرعہ اور ابو حاتم کو خود دیکھا ہے کہ وہ امام بخاری کی بات کو نہایت توجہ سے سنا کرتے تھے  
محبت و صداقت کا یہ روح پرور سلسلہ ان ائمہ کے مابین تقریباً ۷۵ سال تک برقرار رہا۔ بعد کو جب امام  
ذہبی نے امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کو لکھ بھیجا کہ امام بخاری تالفظ القرآن کے مخلوق ہونے کے قائل  
ہیں تو سابقہ تعلقات کی خوشگواہی سخت ناگواری میں تبدیل ہو گئی تھی کہ ان دونوں اہل علم نے امام  
بخاری سے حدیث کی روایت تک بند کر دی چنانچہ امام ابن ابی حاتم۔ کتاب الحجج والتعديلات میں



رقم طراز میں کہ

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ میں سے ہیں آئے تھے، یہ عبد بن مروزی ابوہام صلت بن محمد  
فرہانی اور ابن ابی اوس سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے میرے والد (امام ابو حاتم) اور ابو زرعہ نے بھی  
حدیثیں سنی تھیں لیکن جب ان کو محمد بن یحییٰ نیشاپوری (امام ذہبی) نے یہ لکھ کر بھیجا کہ بخاری نے ان کے  
پہلے اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ قرآن پاک نے جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے ہیں وہ مخلوق میں تو ان  
دونوں حضرات نے بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا۔ ۱۰۰

یہ بھی واضح رہے کہ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم نے تاریخ و رجال کے سلسلہ میں امام بخاری کی بہت سی  
غلطیاں نکالی ہیں چنانچہ حافظ ابن ابی حاتم نے امام بخاری کے تاریخی اوہام پر ایک مستقل کتاب تصنیف  
کی ہے جس کا نام ہے "کتاب خطا البخاری" اس کتاب میں ابن ابی حاتم نے ان ہی دونوں حضرات سے  
بیشتر استفادہ کیا ہے۔ حافظ زین الدین عراقی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جمع فیہ اوہام فی التاریخ۔  
ابن ابی حاتم نے اس کتاب میں امام بخاری کی تاریخی  
غلطیاں جمع کر دی ہیں۔ ۱۰۰

اور علامہ سخاوی، الاعلان بالنورخ میں ارقام فرماتے ہیں:

لا بن ابی حاتم جزء کبیر عندی انتقد  
میرے پاس ابن ابی حاتم کا تصنیف کردہ ایک برو موجود ہے  
فیہ علی البخاری۔ (ص ۱۱۰) جس میں انہوں نے بخاری (کی تاریخ) پر تنقید کی ہے۔

تہذیب التہذیب اور لسان المیران میں بھی اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے  
اپنی تاریخ کی تصنیف بالکل نو عمری میں کی تھی جب کہ امام موصوف کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔ اس لئے  
اس میں بہت سے اغلاط رہ گئے علاوہ ازیں بہت سے نام امام موصوف کو ایسے نوشتوں سے نقل کرنے  
پڑے کہ جن پر یہ نقطے لگے ہوئے تھے اور نہ ان کو ضبط کیا گیا تھا چنانچہ حافظ صلاح جزرہ نے ایک موقع پر  
امام ابو زرعہ کے روبرو امام بخاری کی طرف سے یہی غدر پیش کیا تھا ان کا بیان ہے کہ ایک بار ابو زرعہ  
رازی مجھ سے کہنے لگے کہ اے ابو علی (یہ صالح جزرہ کی کنیت ہے) اسماء الرجال پر محمد بن اسماعیل کی کتاب تاریخ  
میری نظر سے گزری اس میں تو بڑی غلطیاں ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا مصیبت یہ ہے کہ ان کے پاس  
بخارا کا جب کوئی شخص عراق سے ہو کر آتا تھا یہ اس کی کتابیں لیکر دیکھتے تھے۔ اہل بخارا کی عادت ہے  
کہ نہ تو وہ اس کا ضبط کرتے ہیں اور نہ ان پر نقطے دیتے ہیں لہذا جب ان کی نظر سے کوئی ایسا نام گذرنا کہ

۱۰۰ کتاب الجرح والتعديل ج ۳ قسم ۲ ص ۱۹۱ طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن۔ ۱۰۰ التقييد والايضاح لما اطلق  
واغلق من مقدمة ابن الصلاح از حافظ عرقى ص ۱۲۲۔ طبع حلب ۱۳۴۰۔ ۱۰۰ چونکہ یہ چھوٹی سی عمر میں امام بخاری کا  
ایک بہت بڑا کارنامہ تھا اس لئے ان کے استاد امام احمد بن حنبلہ نے اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور جو صلاح فرمائی  
کے خیال سے اس کتاب کو عبد اللہ بن طاہر والی خراسان کے دیہات میں پیش کیا ایما الامیر الا  
ارلیق سحر۔ (اسے امیر تہیں ایک جادو نہ دکھاؤں)۔ (مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۸۴)۔



جس سے یہ پہلے سے واقف نہ ہوتے اور نہ وہ ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہوتا تو یہ اسے غلط طور پر اپنی کتاب میں نقل کر لیتے تھے ورنہ خراسانیوں میں ان سے زیادہ سمجھ دار میں نے کسی کو نہیں پایا۔

افسوس ہے کہ امام بخاری کے بعض حامیوں نے بجائے اس کے کہ ان تنقیدات کا علمی جواب دیتے اس سلسلہ میں امام ابو زرعه، امام ابو حاتم اور امام مسلم پر نہایت ہی رکیک الزامات لگائے۔ چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں امام بخاری کے تذکرہ میں حافظ ابوالاحمد نیشاپوری معروف بہ حاکم کبیر المتوفی ۴۵۸ھ کی کتاب، لکھنے کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

و کتاب محمد بن اسماعیل فی التاریخ کتاب لم یسبق الیہ ومن الف بعدہ شیثاً فی التاریخ و الاسماء و الکئی لم یستغن عنه فمنهم من شبه الی نفسه مثل ابی زرعة و ابی حاتم و مسلم و منهم من حکاه عنه فانه یرحمه فانه الذی اصل الاصول۔

تاریخ میں محمد بن اسماعیل کی کتاب ایسی ہے کہ اس پر کوئی کتاب مبعوث نہ ہو سکی اور ان کے بعد جس نے بھی تاریخ یا اسماء گنی پر کوئی تالیف کی وہ اس سے بے نیاز نہ رہ سکا پھر بعض نے تو جیسے کہ ابو زرعه، ابو حاتم اور مسلم ہیں اس کو اپنی جانب ہی منسوب کر لیا اور بعض نے ان ہی کے حوالہ سے نقل کیا۔ سو اس بخاری پر رحم کرے کہ انھوں نے ہی اس کے اصول کی دماغ بیل ڈالی۔

ابوالاحمد نے ذکر کر اس سلسلہ میں سب سے زیادہ برسی امام مسلم پر ہے چنانچہ اسی عبارت سے پہلے عبدالسدر دہلی کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں۔

عبدالله الدیلی ابوبشر، وقال البخاری و مسلم فیما ابوبشر یشین مجتہد قال الحاکم و کلاما اخطا فی علی انما هو ابوبشر خلیق ان یكون محمد بن اسماعیل مع جلالته و حرمة بالحدیث اشبه علیه فلما نقله مسلم من کتابه تابعه علی زلته و من تأمل کتاب مسلم فی الاسماء و الکئی علم انه منقول من کتاب محمد بن اسماعیل حد و القدم بالقدم حق لا یزید علیه فیہ الا ما سیہل

عبدالسدر دہلی ابوبشر بخاری اور مسلم نے اس کو ابوبشر بشین محمد ہی کہا ہے اور میرے علم میں ان دونوں نے غلطی کی کہونکہ یہ (ابوبشر نہیں بلکہ) ابولیس ہے اور بالکل ممکن ہے کہ محمد بن اسماعیل کو باپیں ہمہ جلالت و معرفت حدیث شہداء ہو گیا ہو اور مسلم نے جب اس کو ان کی کتاب سے نقل کیا ہو تو اس غلطی میں ان کی پیروی کی ہو۔

اور جو شخص بھی مسلم کی کتاب الاسماء و الکئی پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ مسلم کی کتاب قدم بہ قدم محمد بن اسماعیل کی کتاب سے منقول ہے حتیٰ کہ انھوں نے

سے تہذیب التہذیب، ترجمہ امام بخاری، اصل عبارت یہ ہے قال صالح جزرة قال لی ابو زرعة یا ابا علی نظرت فی کتاب محمد بن اسماعیل هذا الاسماء الرجال فاذا فیہ خطأ کثیر، فقلت لہ یلیتہ اندرجل کل من یقدم علیه من العراق من اهل بخاری نظر فی کتبہم فاذا راى اسما لا یعرفہ و لیس عندہ فی کتبہ و هو لا یضبطون ولا ینقطنون فیضعہ فی کتابہ خطأ و الا فمارأیت خراسانیا اقلہ منہ۔

اسے مسلم کی کتاب الاسماء و الکئی کا قلمی نسخہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔



عدہ و تجلید فی نقلہ حق الجلاۃ اذ لم  
ینسبہ الی قائلہ۔

اپنی تصنیف میں جو کچھ اس کتاب پر اضافہ کیا ہے وہ آسانی  
شمار کیا جاسکتا ہے اور پھر اس کی نقل میں پوری طرح ڈھٹائی  
سے کام لیا کہ کہیں ان کا حوالہ تک نہیں دیا۔

لیکن یہ حاکم کبیر کی محض بدگمانی ہے جو سراسر خلاف واقعہ ہے۔ تعجب ہے بعض لوگوں نے خود امام  
بخاری کے متعلق بھی اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے، چنانچہ ان ہی حاکم کبیر کے معاصر حافظ مسلم بن قاسم  
اندلسی المتوفی ۳۵۲ھ کتاب الصلۃ میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنے استاد علی بن المدینی کی کتاب العلل  
کو ان کے غیاب میں ان کے کسی صاحبزادے کو مال کی طمع دلا کر حاصل کیا اور پھر اسی کتاب کی عبارتوں کو  
اپنی طرف سے ابن المدینی کے سامنے پیش کرتے رہے اور آخر اسی کی بدولت درس سے بے نیاز ہو کر  
خراسان کی راوی بنے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کی جامع صحیح کے فضائل کو بیان کرتے ہوئے ابوالاحد  
حاکم کی مذکورہ عبارت خود صحیح مسلم کے متعلق نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔  
قال المحاکم ابوالاحد رحمہ اللہ محمد بن اسماعیل  
فانہ الذی الف الاصول و بین للناس و  
کل من عمل بعدہ فانما اخذہ من کتابہ  
کمسلم فراق اکثر کتابہ فی کتابہ و تجلید  
فیہ حق الجلاۃ حیث لم ینسبہ الیہ۔

حافظ صاحب موصوف کو اس عبارت کے نقل کرنے پر بھی صبر نہیں آیا سبوتاگے فرماتے ہیں :-  
وقال ابوالحسن الدارقطنی المحافظ  
لولا البخاری لما راح مسلم ولا جاء وقال  
ایضاً انما اخذ مسلم کتاب البخاری فعمل  
مستخرجاً وزاد فیہ احادیث۔

مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۱  
ہم اس بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتے جن اہل علم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اس  
فن کا ذوق رکھتے ہیں وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس بارے میں ان کے نزدیک ابوالاحد دارقطنی کی رائے کا کیا وزن ہے۔  
کہ حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں امام بخاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

قال مسلمة واللف علی بن المدینی کتاب  
العلل وکان ضنیانہ فغاب یوماً فی بعض  
ضیاعہ فجاء البخاری الی بعض بنیہ و  
راغبہ بالمال علی ان یری الکتاب یوماً  
واحداً فاعطاه لہ فدفعہ الی النساخ  
فکتبوا لہ ورددہ الیہ فلما حضر علی

مسلم نے کہا ہے کہ علی بن المدینی نے کتاب العلل تابعین کی  
تھی اور وہ اس کو دو سروس کو دکھانے میں بڑے بخل تھے اتفاقاً  
سے ایک روز وہ اپنی کسی زمین پر جانے کے باعث درس سے  
غیر حاضر رہے۔ امام بخاری فوراً ان کے کسی صاحبزادے کے پاس  
پہنچے اور اسے مال کا لالچ دیا کہ وہ انھیں صرف ایک روز  
کیلئے اس کتاب کو دکھادے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



فن جرح و تعدیل اور اسرار الرجال میں امام ابو زرعه، امام ابو حاتم اور امام مسلم کا جو پایہ ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان بزرگوں کی نسبت اس قسم کی خیانت علمی اور سرقہ کا کون گمان کر سکتا ہے۔ غور کیجئے تاریخ رجال میں راویوں کے نام ان کے شیوخ و تلامذہ، اوطان، سنین ولادت و وفات اور جرح و تعدیل کا بیان ہوتا ہے۔ اب راویوں کے نام وہی شیوخ و تلامذہ وہی وطن وہی سنین ولادت و وفات وہی، اور جرح و تعدیل میں اکثر و بیشتر اتفاق رائے پھر ایسی صورت میں جب کہ یہ سب امور یکساں اور متحد ہیں معاصرین ائمہ فن کی تصنیفات میں اکثر و بیشتر معلومات کا مشترک ہو جانا کونسی تعجب کی بات ہے۔

دوراء رو کہ بہ یک رہ روند در یک سمت عجب نہ باشد اگر او فتد بہ بر پے  
ظاہر ہے کہ امام بخاری کو اس فن کی معلومات جن اساتذہ سے حاصل ہوئی تھیں وہی اساتذہ قریب قریب ان کے بھی تھے اور حدیث و روایت کا جو مجموعہ امام بخاری کے پیش نظر تھا وہی کم و بیش ان کے بھی سامنے تھا۔ امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی وغیرہ کی جس قدر تصانیف اس فن میں امام بخاری کی نظر سے گزری تھیں ان کی نظر سے بھی گزری تھیں پھر جس طرح امام بخاری نے فن رجال میں کتابیں لکھیں انھوں نے بھی لکھیں بلکہ ان حضرات کی تصنیفات میں ان سے بھی زیادہ معلومات ہیں چنانچہ ابھی خود حاکم کبیر کے بیان میں آپ کی نظر سے گزرا کہ امام مسلم کی کتاب الکافی میں

صاحبزادے نے کتاب ان کے حوالہ کی۔ امام بخاری نے اس کو لیکر کتابوں کے سیر کیا اور انھوں نے اسے نقل کر دیا اور پھر وہ کتاب اس کو واپس کر دی بعد کو جب علی آئے اور انھوں نے اس موضوع پر کچھ کلام کیا تو بخاری نے بارہا بالکل ان ہی کی عبارت میں جوابات دیئے ابن المدینی بھی سمجھ گئے کہ قضیہ کیا ہے اور اس پر سخت رنجیدہ ہوئے اور آخر اسی رنج و غم میں کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ اور بخاری نے اس کتاب کی بدولت ان سے استفادہ ہو کر خراسان کی راہ لی۔ اور کتاب الصصحیح کی تالیف کی۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) تکلم بشی  
فاجابہ البخاری بنص کلامہ مرا امرًا  
ففهم القضية واغتم لذلك فلم  
يزل مغمو ما حتى مات بعد يسيرا  
استغنى البخاري عنه بذلك الكتاب  
وخرج الى خراسان ووضع كتابه  
الصحيح۔

حافظ صاحب اس قصہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ  
واما القصة التي حكاها فيما يتعلق  
بالحنبل لابن المديني فانها غنية عن الرد  
لظهور فسادها۔

اور مسئلہ نے جو قصہ کہ ابن المدینی کی علل کے متعلق نقل کیلئے اس کی خرابی اتنی ظاہر ہے کہ اس کی تردید کی بھی حاجت نہیں۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے تفصیل سے اس قصہ کے غلط ہونے کے وجوہ بیان کئے ہیں۔ افسوس ہے کہ امام بخاری کے متعلق تو حافظ صاحب کو اس قصہ کی خرابی فوراً ظاہر ہو گئی لیکن امام مسلم کے متعلق اسی قسم کی باتیں خود مزہ لے لے کر بیان کرتے ہیں۔



اضافہ بھی ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ ناقد کے لئے جس مصنف پر کہ وہ تنقید کر رہا ہے اس سے زیادہ اس فن میں بصیرت مویض ضروری ہے۔ پھر یہ کہنا کس قدر بجا ہے کہ امام ابو زرعہ امام ابو حاتم اور امام مسلم جیسے اکابر ائمہ نے جو کچھ اس فن میں لکھا وہ امام بخاری سے لے کر نقل کر ڈالا اور اس پر بھی ان ہندگوں کی غسلی بددیانتی کا یہ عالم تھا کہ بجائے امام بخاری کا حوالہ دینے کے سب کچھ اپنی طرف منسوب کر ڈالا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ ان ائمہ نے اپنی تصنیفات میں امام بخاری کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر کتاب سامنے نہ ہوتی تو تنقید کس پر کون سے بلکہ ترتیب بھی وہی اختیار کی ہے اور اسی لئے حاکم کبیر کو شبہ ہو گیا کہ یہ امام بخاری کی کتاب کو اپنے نام سے منسوب کر رہے ہیں، چنانچہ محدث حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک علی الصحیحین ان ہی حاکم کبیر سے ناقل ہیں کہ

میں نے ان سے سنا کہ تھے میں رہے میں تھا کہ ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ ابو محمد بن ابی حاتم کے پاس کتاب المجرع والتعذیل پڑھ رہے ہیں پھر جب وہ پڑھنے سے فارغ ہوئے تو میں نے ابن عبدویہ وراق سے کہا کہ یہ کیا ہنسی کر رکھی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب تاریخ کو اس کتاب کی شکل میں اپنے استاد کے سامنے پڑھ رہے ہو حالانکہ تم اسے ابو زرعہ اور ابو حاتم کی بتاتے ہو۔ اس پر وراق نے کہا کہ اے ابو احمد تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس وقت ابو زرعہ اور ابو حاتم کے پاس یہ کتاب (تاریخ بخاری) لائی گئی ہے تو ان حضرات نے فرمایا کہ یہ علم خوب ہے اس سے بے نیاز نہیں رہا جاسکتا اور ہم لوگوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ ہم اسے دوسرے سے نقل کریں اس لئے ان دونوں حضرات نے ابو محمد عبد الرحمن رازی کو ٹھایا اور وہ یکے بعد دیگرے ایک ایک راوی کے متعلق ان سے پوچھتے گئے اور پھر یہ دونوں حضرات کہیں اس کتاب سے زیادہ اور کہیں اس سے کم بیان کرتے چلے گئے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے خود حاکم کبیر کے بیان کے بموجب صورت واقعہ کیا ہے۔ امام بخاری کی تاریخ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کے سامنے آتی ہے اور ان کی غیرت علمی اس امر کو گوارا نہیں لے مگر بلدان، ذکر سے، حافظ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں ابو احمد حاکم کے ترجمہ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

سمعتہ یقول کنت بالری فلیتہم یوما یقرؤن علی ابی محمد بن ابی حاتم کتاب المجرع والتعذیل فلما فرغوا قلت لابن عبدویہ الوراق ما هذه الضحکة اراکم تقرؤن کتاب تاریخ لمحمد بن اسماعیل البخاری علی شیخکم علی هذا الوجه وقد نسبتہ الی ابی زرعہ وابی حاتم فقال یا ابا احمد اعلم ان ابی زرعہ و ابا حاتم لما حمل الیہما هذا الکتاب قالوا هذا علم حسن لا یتغنی عنہ ولا یحسن بنا ان نذکرہ عن غیرنا فاقعد ابا محمد عبد الرحمن الرازی حتی سألہما عن رجل معہ رجل و زادافیہ ونقصامنہ۔

لہ



کرتی کہ ان کے دیار کا علمی حلقہ اس فن میں دوسرے کا محتاج رہے لہذا یہ اسی بیچ پر عبدالرحمن کو بٹھا کر (جو امام ابو حاتم کے صاحبزادے اور ابو ذر کے برادر زادے تھے) اس فن پر ایک مستقل کتاب لکھوا دیتے ہیں جو معلومات کے لحاظ سے کہیں امام بخاری کی تاریخ سے زیادہ ہے اور کہیں کم۔ یہ کتاب کس پایہ کی ہو اس کے متعلق حافظ ذہبی جو فن رجال میں تمام متاخرین کے پیشوا خیال کئے جاتے ہیں فرماتے ہیں۔

قلت کتابہ فی الجرح والتعديل یقضو لہ  
بالرتبة المتقدمة فی الحفظ۔ ۱۰

یہ بھی واضح رہے کہ فن رجال میں امام ابو حاتم کو امام بخاری سے زیادہ محتاط اور زیادہ سخت خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، النکت علی ابن الصلاح میں لکھتے ہیں۔

ومن الرابعة ابو حاتم و البخاری و ابو حاتم  
اشد من البخاری۔ ۱۱

اور امام مسلم کا فن رجال میں جو درجہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائے کہ حافظ عصر ابو العباس بن عقدہ جن کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ کان الیہ المنتہی فی قوة الحفظ و كثرة الحديث قوت حافظ اور کثرت حدیث کا ان پر خاتمہ تھا) اور جو امام بخاری کی کتاب تاریخ کے استقدر کر ویدہ تھے کہ فرماتے ہیں:

وان رجلا کتب ثلاثین الف حدیث لما  
استخفی عن تاریخ محمد بن اسماعیل۔ ۱۲

ان سے ایک بار ابو عمرو بن حمدان نے سوال کیا تھا کہ ایما احفظ البخاری او مسلم (بخاری اور مسلم ان دونوں میں حدیث کا کون زیادہ حافظ ہے) جواب دیا محمد عالم و مسلم عالم (بخاری بھی عالم ہیں اور مسلم بھی عالم ہیں) ابو عمرو بن حمدان کہتے ہیں کہ میں نے بار بار ان سے یہی سوال کیا تو کہنے لگے۔

يقع لمحمد الخلط في اهل الشام وذلك  
لانه اخذ كتبهم ونظر فيها فرمما ذكر  
الرجل بكنيته ويذكر في موضع آخر  
يظنهما اثنين واما مسلم فقلما يوجد له  
غلط في العلل لانه كتب المسانيد ولم يكتب  
المقاطيع والمراسيل۔ ۱۳

۱۴ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ ابن ابی حاتم۔ ۱۵ اس کتاب کا قلمی نسخہ میر محمد ذوق (صلح حیدر آباد سندھ) میں ہماری نظر سے گزرا ہے اور مطبوعہ کتابوں میں حافظ سیوطی نے زہر الرئی علی المجتبی کے مقدمہ میں اور حافظ سخاوی نے الاعلان بالتونج کے خاتمہ میں اس کو نقل کیا ہے۔ ۱۶ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن عقدہ۔ ۱۷ تہذیب التہذیب ترجمہ امام بخاری و مقدمہ فتح الباری۔ ۱۸ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام مسلم۔



حدیثیں لکھی تھیں اور مقطوع اور مرسل روایتیں نہیں لکھیں۔

امام ابو حاتم رازی کی وفات ماہ شعبان ۲۴۱ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال کی تھی، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ وغیرہ)۔

**حافظ محمد بن حماد الطبرانی**، ابو عبد اللہ الرازی، یہ طبران کے رہنے والے تھے جو اس زمانہ میں رے کا ایک قریہ تھا اور آج ایران کا پایہ تخت ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لغظوں میں شروع کیا ہے: المحدث المحافظ الجوال فی الافاق ابو عبد اللہ الرازی العبد الصالح النزیل عسقلان، عراق، شام اور یمن میں حدیث کی تحصیل کی۔ ارباب صحاح ستہ میں ان سے صرف امام ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ امام ابن ماجہ نے ان سے غالباً رے ہی میں حدیث کا سماع کیا ہے کیونکہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ میں نے ان سے رے، بغداد اور اسکندریہ میں حدیثیں لکھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن ابی حاتم کے ابتدائی زمانے تک ان کا قیام رے میں رہا ہے مسلم بن قاسم کہتے ہیں کہ یہ عبدالرزاق کے اصحاب میں سے تھے اور حافظ الحدیث اور ثقہ تھے اور اکثر حدیثیں انھوں نے اپنے حفظ ہی سے روایت کی ہیں۔ منصور فقیہ کا بیان ہے کہ میں نے جتنے بھی شیوخ دیکھے ان میں سے صرف تین کے متعلق مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں بھی فضیلت میں ان جیسا ہوتا پھر ان تین میں بھی سب سے پہلے ان ہی کا نام لیا۔ محمد بن یعقوب فرجی کہا کرتے تھے کہ جن کو احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور اس پایہ کے لوگوں کو دیکھنا ہو وہ ابن الطبرانی کو دیکھ لے۔ ان کی وفات عسقلان میں ربیع الآخر ۳۲۱ھ میں ہوئی، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، معجم البلدان، ذکر طبران)۔

**حافظ محمد بن حمید بن حبان التیمی** ابو عبد اللہ الرازی، امام ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ یہ اگرچہ حدیث کے بہت بڑے حافظ تھے مگر قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان کی بہت سی روایات ثقات کے خلاف ہیں حافظ ذہبی لکھتے ہیں وہومن مجور العلم لکنہ غیث معتد یأتی بمناکیر کثیرۃ (یہ علم کے سمندروں میں سے تھے مگر غیر معتد ہیں کیونکہ منکر روایات بہت لاتے ہیں) امام ابو زرعہ نے ان ہی ابن حمید کے متعلق کہا تھا کہ بخاری نے ان کی حدیث ترک کر دی ہے ان کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے رے کے جن شیوخ حدیث سے حدیثیں روایت

کیں وہ یہ ہیں:

(۱) عبد السلام بن عاصم الجعفی السجانی الرازی، سجستان رے کا ایک قریہ ہے۔ (۲) عبد اللہ

بن عمران بن ابی علی الاسدی ابو محمد الاصہبانی نزہی الرے۔ (۳) علی بن احسن الہرمی الرازی، ان سے

امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۴) محمد بن اسمعیل بن ابی ضرار الضرائری ابو صالح

الرازی، ان سے سنن ابن ماجہ میں بکثرت روایتیں منقول ہیں۔ (۵) محمد بن عمرو بن ہریر بن سالم القیمی

العدوی ابو غسان الرازی الطیالسی المعروف بزریج المتوفی ۳۱۱ھ۔ (۶) یحییٰ بن معلی بن منصور



ابوزکریارازی، یہ فقہار حنفیہ میں سے ہیں، خطیب نے ان کو ثقہ کہا ہے اور حاکم اپنے شیخ ابوعلی حافض سے ان کے متعلق ناقل ہیں کہ کان صاحب حدیث حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المصنیہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے فقہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی تھی۔ ذہبی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث رحال ثقہ، امام مسلم کا بیان ہے کہ انھوں نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی یہ

## اصفہان

عراق عجم میں رہنے کے بعد سب سے بڑا شہر بن گیا تھا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: واصفہان التي كانت تضاهي بغداد في العلم والكثرة۔ اور اصفہان جو کہ علو اسناد اور کثرت حدیث میں بغداد کے مشابہ تھا۔

امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف ایک محدث عبدالرحمن بن عمر بن یزید بن کثیر الزہری ابوالحسن الاصبہانی الازرق سے کہ جن کا لقب رستہ ہے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ ہیں مگر

سلہ ان کے والد معلی بن منصور رازی، فقہار حنفیہ میں نہایت بلند پایہ اور اپنے وقت کے حفاظ حدیث میں سے گذرے ہیں چنانچہ حافظ ابوالکھاج مزی، تہذیب الکمال میں امام احمد بن حنبل سے ان کے متعلق الفاظ نقل کرتے ہیں معلی بن منصور من کبار اصحاب ابی یوسف ومحمد ومن ثقا تھم في النقل والراية۔ اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لغظوں میں شروع کیا ہے معلی بن منصور الحافظ ابوعلی الرازی ثم البغدادی الفقیہ احد الاعلام، اس کے بعد لکھتے ہیں کان من اوجیة العلم دہ علم کے خزانوں میں سے ہے (ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، معلی کہتے ہیں ثقہ نبیل صاحباً مستطبلوہ للقضاء غیہ مرۃ فابی (ثقہ ہیں، معزز ہیں، بارہا ان کو عہدہ قضا کے لئے طلب کرتے رہے مگر انھوں نے اسے منظور نہیں فرمایا) یعقوب سدوسی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ثقہ متقن فقیہ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔ ابن سعد نے ان کی تاریخ وفات ۱۸۸ھ لکھی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ان کا ترجمہ ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ محمد بن یوسف فی الکتاب کلہا جمع الامامة فی الراوی والحدیث اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، تمام کتابوں (صحاح ستہ وغیرہ) میں ان کی حدیث موجود ہے۔ انھوں نے فقہ اور حدیث دونوں میں امامت کو جمع کیا تھا (اور میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں تفقد علی القاصی ابی یوسف وبرع فانقن الحدیث والراوی (انھوں نے قاضی ابویوسف سے فقہ کی تعلیم پائی اور نمایاں مرتبہ حاصل کیا اور حدیث و فقہ میں اتقان پیدا کیا) ذہبی نے میزان میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کچھ حدیثیں سنی تھیں۔ نماز میں ان پر خشوع و خضوع کی عجب کیفیت طاری رہتی تھی۔ امام عجمی بن معین فرماتے ہیں کہ ایک بار یہ نماز پڑھ رہے تھے دفعتاً بھڑوں کا ایک چھتہ ان کے سر پر آگرا مگر پیکر وقار اسی طرح اپنی نماز میں مصروف رہا کیا مجال کہ ذرا توجہ بٹ جائے یا پائے ثبات کو حرکت ہو جائے آخر اسی حالت میں نماز ختم کی جب فارغ ہوئے اور لوگوں نے دیکھا تو سر پھول کر اتنا ہوجکا تھا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

۱۔ الجواہر المصنیہ، تہذیب التہذیب۔ ۲۔ معجم البلدان، ذکر رہے۔



ان کی روایات میں افراد و غرائب بکثرت ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر شیخ صفی الدین خزرجی نے خلاصۃ تہذیب التہذیب میں ان کو الحافظ کا لقب دیا ہے اور ابوالشیخ سے نقل کیا ہے کہ ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن ہمدی کی سند سے ان کے پاس تیس ہزار حدیثیں موجود تھیں، ۲۲۶ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ۔

## ہمدان

یہ بھی عراقی عجم کا مشہور شہر ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

ہمدان دار السنہ تھا جہاں سنۃ ہجری سے برابر علما ہوتے چلے آئے تا آنکہ ابوالعلاء عطار اور ان کی اولاد جیسے حفاظ حدیث پر ان کا خاتمہ ہوا، اور اس کے بعد جنگیز خانی تماریوں نے اس کو تاراج کر ڈالا۔

یہاں کے محدثین میں بھی امام ابن ماجہ نے صرف ایک محدث مرار بن حمویہ الثقفی ابوالاحمد ہمدانی کی حدیث کی روایت کی ہے۔ یہ محدث اور فقیہ دونوں تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا لیکن حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں ان کو الفقیہ الحافظ لکھا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے تقریب التہذیب میں ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں ثقۃ حافظ فقیہ، فضلان بن صالح نے ابوزرعہ سے سوال کیا تھا کہ حدیث کے آپ زیادہ حفاظ ہیں یا مرار۔ کہنے لگے حفظ میں تو میں ان سے زیادہ ہوں اور فقہ میں وہ مجھ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۲۵۲ھ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

## دامغان

یہ ولایت قومس کا بڑا مشہور شہر ہے جو رے اور نیشاپور کے درمیان واقع تھا۔ یہاں کے شیوخ میں امام ابن ماجہ نے حسین بن جنید الدامغانی القومسی سے اپنی سنن میں روایت کی ہے، یہ بڑے ثقہ اور مرد وصل تھے۔ حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

## سمنان

پیرے اور دامغان کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ بعض جغرافیہ نویس اس کو ولایت قومس میں شمار کرتے ہیں اور بعض اقلیم رے میں۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے محمد بن جعفر السمنانی القومسی ابو جعفر بن ابی الحسین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ حافظ مزنی نے ان کو بھی حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے لیکن حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا ہے۔



## نیشاپور

خراسان کا وہ مشہور و معروف شہر جس کو علامہ یاقوت حموی معدن الفضلاء و منبع العلماء لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ  
قد خرج منها من ائمة العلم من لا يحصى۔  
اور علامہ تاج الدین سبکی رقمطراز ہیں کہ  
قد كانت نيسابور من اجل البلاد و اعظمها لم يكن بعد بغداد مثلها۔  
اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں:  
"نیشاپور جو ابراہیم بن ملکان، حفص بن عبد اللہ اور ان کے بعد یحییٰ بن یحییٰ، ابن راہویہ، محمد بن

سید داغ رہے کہ خراسان جس کو حافظ ذہبی دار الآثار (حدیث و روایت کا گھر) سے تعبیر کرتے ہیں ایک وسیع اقلیم کا نام تھا جو چار علاقوں پر منقسم تھی، پہلے علاقہ کا صدر مقام نیشاپور، دوسرے کامرو، تیسرے کامہرات اور چوتھے کا بلخ تھا۔ علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں:  
وخراسان عند تمامہ اثنی عشر ارجعة کا نام بھی  
قواتہا المبنیة علیہا وہی مرو و نيسابور  
وبلخ و هرات، هذه مدنها العظام  
ولا ملام عليك لو قلت بل هي مدن  
الاسلام اذ هي كانت ديار العلم على اختلاف  
فنونہ والملاک والوزارة على عظمتہا  
اذ ذلک۔ (طبقات الشافعية ج ۱ ص ۱۴۳)

۱۔ بحکم البلدان، ذکر نیشاپور۔ ۲۔ طبقات الشافعية الکبری ج ۱ ص ۱۴۳۔  
۳۔ یہ بھی امام اعظم کے کبار تلامذہ میں سے ہیں اور اکابر ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، ان کے فخر کے لئے یہ کافی ہے کہ خراسان امام اعظم نے بھی ان سے حدیث کی روایت کی ہے چنانچہ حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں  
وحدث عنه من شیوخہ صفوان بن سلیم و ابو حنیفۃ الامام اور ان کے اساتذہ میں سے خود  
صفوان بن سلیم اور امام ابو حنیفہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے (محدثین اس قسم کی رعایات کو روایت لاکر  
عن الاصاغر میں شمار کرتے ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی نے انجواہر المصنیع فی طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے  
اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے ابراہیم بن طہمان الامام  
الحافظ ابو سعید الہروی ثم النیسابوری عالم خراسان۔ امام ابن المبارک نے ان کو صحیح الحدیث کہا ہے  
قاضی یحییٰ بن ائیم کا بیان ہے کہ کان ابنل من حدث بخراسان والعراق والحجاز و او ثقیف و او سعیم  
علما۔ (خراسان، عراق اور حجاز میں جن لوگوں نے حدیث بیان کی ان سب میں زیادہ معزز زیادہ ثقہ اور زیادہ  
وسیع العلم تھے۔ (باقی برصغہ آئندہ)



رافع، عبدالرحمن بن بشر، عبداللہ بن ہاشم، ذہبی، احمد بن یوسف، مسلم، ابراہیم بن ابی طالب، ابو عبداللہ بو شعی، اور پھر ابن خزیمہ، ابوالعباس السراج، ابن الشرقي، اور علما کی ایک خلافت کی بدولت دارالسنن والحوالی (سنن اور عالی اسانید کا گھر) بن گیا تھا اور جس کی طرف ہماروں کے بطور تک طلب حدیث کیلئے رحلت کی جاتی رہی اور جس کے آخری شیخ المویہ الطوسی تھے اور جو پھر ایسا ہو گیا کہ گویا کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا۔

یہاں کے جن حفاظ حدیث سے امام ابن ماجہ نے اس فن کی تحصیل کی وہ حسب ذیل ہیں:

**حافظ ابوالآزہر نیشاپوری** احمد بن الازہر بن یلیع بن سلیط العبدی۔ فن حدیث میں امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، لیکن صحیحین میں ان کی سند سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے "الحافظ الثقة المہمال الجوال"۔ پھر ان کے شیوخ و تلامذہ کے نام بیان کر کے لکھتے ہیں "وکان ابوالآزہر من علماء المحدثین۔ حافظ ابوجاہد بن الشرقي کو کسی محدث نے مشورہ دیا تھا کہ تم عراق کی طرف رحلت

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کان صحیحہ المحدث حسن الرایۃ کثیر السماع وکان بخراسان اکثر من یثامند (صحیح الحدیث تھے۔ روایت میں اچھے تھے حدیث کا بہت سماع کیا تھا اور خراسان میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہ تھا) عثمان بن سعید داری کہتے ہیں کان ثقة فی الحدیث لم یزل الأئمة یشقون حدیثہ ویرغبون فیہ ویوثقونہ (یہ حدیث میں ثقہ تھے، ائمہ حدیث برابر ان کی احادیث کی چاہت کرتے ان کی طرف رغبت کرتے اور ان کی توثیق کرتے چلے آئے ہیں) انھوں نے کہہ کر ایسا باکمال اور بلند پایہ محدث بھی ارباب فہم کے حمل سے نہیں بچا۔ چونکہ یہ امام اعظم کے شاگرد تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ ایمان و عمل دو جہاگانہ چیزیں ہیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے؟ اس بنا پر بہت سے محدثین نے ان کو مرجعہ کہا اور ان پر کلام کیا چنانچہ دارقطنی کہتے ہیں کہ ثقة انما تکلموا فیہ للارجاء (یہ ثقہ ہیں اور ان پر جو کچھ کلام کیا گیا ہے وہ ان کے ارجاء کی وجہ سے ہے) تاہم مخالفین کی کچھ پیش نہ گئی اور حافظ ذہبی کو میزان الاعتدال میں تصریح کرنا پڑی کہ فلا عبرۃ بقول مضعف (ان کی تضعیف کرنے والے کی بات کا کوئی اعتبار نہیں) چنانچہ اس منزعہ مبارجاہ کے باوجود تمام ارباب صحاح ستہ ان کی حدیث سے احتجاج پر متفق ہیں اور صالح بن محمد اقرار کرتے ہیں کہ ثقة حسن الحدیث یملئ شیفاء فی الارحاء فی الایمان جب اللہ حدیثہ الی الناس جید الرایۃ (یہ ثقہ ہیں، حسن الحدیث ہیں، ایمان کے مسئلہ میں کچھ کچھ ارجاء کی طرف مائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حدیث لوگوں کو محبوب بنا دی ہے، یہ جید الروایہ ہیں)۔ امام احمد بن حنبل کے دلیں ان کی اس قدر عظمت تھی کہ ایک بار ان کی مجلس میں ان کا تذکرہ چھڑ گیا امام ممدوح اس وقت بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے فوراً سیدے ہو بیٹھے اور فرمانے لگے کہ لاینبغی ان ینکل الصالحون فیتکاد (کہ صالحین کا جب ذکر آئے تو ٹیک لگائے رہنا منطقی نہیں)۔

امام ابن طہان کی ولادت ہرات میں ہوئی عرصہ تک نیشاپور میں سکونت گزین رہے پھر اخیر عمر میں حرم خرم کے جوار میں آئے اور وہیں سترہ بھری میں انتقال فرمایا، رحمہ اللہ تعالیٰ، (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال الجواہر المصنیۃ، تہذیب التہذیب)۔



کیوں نہیں کرتے انھوں نے جواب دیا کہ میں وہاں جا کر کیا کروں گا۔ ہمارے یہاں (نیشاپور میں) تو خود علم حدیث کے بندگان (صاحب دفتر) ذبی، ابوالآزمہ اور احمد بن یوسف موجود ہیں۔ سلسلہ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**امام ابو جعفر دارمی** احمد بن سعید بن صحیحہ السرخسی ثم النیساپوری، ہجر نام نسائی کے تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ محدث خطیب بغدادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کان احمد المذکورین بالفقہ ومعرفۃ الحدیث والحفظ (یہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں کہ جن کا فقہ، معرفت حدیث اور اس کے حفظ کے سلسلے میں ذکر کیا جاتا ہے) امام احمد فرماتے ہیں کہ خراسان سے ان سے زیادہ فقیہ البدن کوئی نہیں آیا۔ ابن عقیلہ کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان احد حفاظ الحدیث المتقن الثقة العالم بالحدیث وبالشفاۃ۔ سرخس میں عہدہ قضا بھی ان کو تفویض کیا گیا تھا، بعد کو نیشاپور چلے آئے تھے اور وہیں سترہ سال وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ حمدان نیشاپوری** احمد بن یوسف بن خالد المہلبی الازدی ابو الحسن السلی المعروف بحمدان۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ محدث نیشاپور لولہ ان لفاظہ برستم کیا ہے متفق علی عدالتہ وجلالۃ یعنی ان کی توثیق و جلالت پر اتفاق ہے۔ حمدان نے کوفہ، بصرہ، یمن، شام اور خیرہ میں علم حدیث کی تحصیل کی تھی اور ہجر نام ترمذی کے تمام مصنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں لیکن صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ بیاسی سال کی عمر میں سترہ برس وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

**حافظ کونج ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام** المروزی نزیل نیشاپور۔ ہجر نام ابو داؤد کے تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ ہے۔ یہ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں مذاہب فقہیہ کے سلسلے میں ان دونوں ائمہ کے جتنے اقوال نقل کئے وہ تمام تر ان ہی سے منقول ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ان کی سند سے بکثرت احادیث مروی ہیں حافظ ذہبی نے ان کو امام الحافظ الفقیہ لکھا ہے اور امام مسلم کے ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں ثقة امامون احد الائمة من اصحاب الحدیث۔ ہر جلدی الاولی السلفۃ کہ روز و شب انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

**حافظ عبد اللہ بن الجراح بن سعد البتیمی ابو محمد القہستانی** نزیل نیشاپور۔ امام ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں لیکن امام نسائی نے ان سے اپنی سنن میں نہیں بلکہ مسند مالک میں روایت کی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا۔ لیکن علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ میں ان کو الحافظ لکھا ہے اور محدث حاکم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث کبیر مسکن نیشاپور و کما انتشر علمہ (یہ بڑے



محدث ہیں انھوں نے نیشاپور میں سکونت اختیار کی اور وہیں ان کے علم کی اشاعت ہوئی۔ جیسی نے لکھا ہے کہ یہ سنیہ میں قزوین آئے تھے اور سنیہ میں انھوں نے ہستان ہی میں انتقال کیا۔ رحمانہ (تہذیب التہذیب، خلاصہ تہذیب التہذیب)۔

**امام ذہبی** ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد بن فارس النیشاپوری مولیٰ بنی ذہل، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الذہلی الامام شیخ الاسلام حافظ نیشاپور اور ان کے طبقہ میں جس میں امام بخاری و مسلم بھی داخل ہیں سب سے پہلے ان ہی کا نام لیا ہے۔ سنہ ۴۴۵ کے بعد پیدا ہوئے، طلب حدیث میں حریم، شام، مصر، خراسان، یمن اور جزیرہ کی طرف رحلت کی اور بڑے بڑے شیوخ وقت سے اس فن کی تحصیل کی چنانچہ حافظ ذہبی ان کے اساتذہ میں سے عبد الرحمن بن ہمدانی، اسباط بن محمد، ابو داؤد طیالسی اور عبد الرزاق بن ہمام کے نام گنا کر لکھتے ہیں وخلائق بالکرمین والشام ومصر وخراسان والیمن والجزیرۃ وبرع فی ہذا الشأن امام ذہبی کا بیان ہے کہ میں نے طلب حدیث میں تین بار رحلت کی اور اس علم کی تحصیل پر ڈیڑھ لاکھ صرف کے، یہ ثقاہت ورع وذیانت اور اتباع صفت میں ممتاز تھے اور اپنے زمانہ میں خراسان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث سمجھے جاتے تھے۔ ذہبی کے الفاظ میں انتھت الیہ مشیخۃ العلم بخراسان مع الثقة والصیانة والدين ومتابعة السنن۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری کی حدیث کا ان سے بڑھ کر عالم میں نے نہیں دیکھا۔ محمد بن ہبل بن عسکر کا بیان ہے کہ ہم امام احمد بن حنبل کے یہاں تھے اسی اثنا میں محمد بن یحییٰ ذہبی داخل ہوئے تو امام مدوح نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا لوگ یہ دیکھ کر رنگ رہ گئے۔ پھر امام احمد نے اپنی اولاد اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان کی خدمت میں جا کر ان سے حدیث لکھیں امام احمد یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر محمد بن یحییٰ ہمارے پاس ہوتے تو ہم انھیں حدیث میں امام بنا لیتے۔ علی بن المدینی ان سے کہا کرتے تھے انت وارث الزہری (امام زہری کے علم کے وارث تم ہو) سعید بن منصور نے ایک بار امام یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ زہری کی حدیثیں کیوں جمع نہیں کرتے فرماتے لگے اس کام کو تو ہماری طرف سے محمد بن یحییٰ نے انجام دیدیا زنجویہ بن محمد کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے مشائخ کو یہی کہتے سنا ہے کہ الحدیث الذی لا یعرفہ محمد بن یحییٰ لا یجاء بہ (جس حدیث کو محمد بن یحییٰ نہ جانیں اس کا اعتبار نہیں) صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ جب میں رے سے چلے لگا تو میں نے حافظ فضلک رازی سے پوچھا کہ کس کس سے حدیث لکھوں۔ کہنے لگے جب نیشاپور پہنچو تو محمد بن یحییٰ سے لکھنا فائدہ من قرنہ الی قدمہ فائدة (کیونکہ وہ سرتاپا فائدہ ہی فائدہ ہیں) ابو حاتم کا قول ہے کہ ہوا امام اہل زمانہ۔ نسائی فرماتے ہیں ثقۃ ثبت احد الاممۃ فی الحدیث۔ ابن خزیمہ ان سے حدیث بیان کرتے تو کہتے حدثننا محمد بن یحییٰ امام اہل عصرہ بلا مدافعة (ہم سے محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی جو بلا کسی روک ٹوک کے اپنے اہل زمانہ کے امام تھے) اور ابوبکر بن ابی داؤد ان الفاظ میں روایت کیا کرتے حدثننا محمد بن یحییٰ النیشاپوری وکان امیر المؤمنین فی الحدیث۔



(ہم نے محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے حدیث بیان کی جو علم حدیث میں امیر المؤمنین تھے) حافظ فضلک ازلی نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے کبھی کسی حدیث میں غلطی نہیں کی۔ ابن الاخرزم کا بیان ہے کہ خلیفان نے ان کی نظیر نہیں پیدا کی۔ وارقطی کہتے ہیں کہ جس شخص کو سلف کی معلومات کے مقابلہ میں اپنے فصوص علم کا اندازہ لگانا ہوا ہے ان کی تصنیف "علل حدیث الزہری" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تمام ارباب صحاح ستہ نے فن حدیث میں ان کے آگے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے، لیکن امام مسلم نے ان سے اپنی صحیح میں روایت نہیں لی۔ یہی وہ امام ذہبی ہیں جن کو تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر امام بخاری سے سخت اختلاف ہو گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح امام بخاری کو الایمان قول و عمل کے مسئلہ میں اس درجہ غلو تھا کہ جو شخص اس مسئلہ کا قائل نہ ہوتا اس سے حدیث نہیں لیتے تھے چنانچہ خود ان کی تصریح ہے کہ لعن اکتب الاعمین قال الایمان قول و عمل (میں نے کسی ایسے شخص سے حدیث نہیں لکھی جس کا یہ قول نہ تھا کہ الایمان قول و عمل) اسی طرح امام ذہبی کو قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے باب میں اس درجہ شدت تھی کہ جو شخص تلفظ بالقرآن کو کبھی مخلوق کہتا وہ اسے بھی بدعتی سمجھتے تھے اتفاق کی بات کہ مسئلہ ہجری میں امام بخاری کی نیشاپور تشریف آوری ہوئی۔ اہل شہر نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو پہلے سے دو دو تین تین منزل پر پہنچ کر آپ کا استقبال کرنا شروع کیا اور اس تزک و احتشام سے لائے کہ امام مسلم فرماتے ہیں میں نے اہل نیشاپور کو کسی والی یا عالم کا ایسا شاندار استقبال کرتے نہیں دیکھا، امام ذہبی نے بھی اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا تھا کہ کل ہم محمد بن اسمعیل کے استقبال کو جائیں گے اس لئے جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ چلے۔ چنانچہ امام ذہبی اور نیشاپور کے عام علماء امام ممدوح کے استقبال کو نکلے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ امام بخاری کا نیشاپور میں داخلہ ہوا اور دارالبحارین میں قیام فرمایا۔ امام ذہبی نے احتیاط کے پیش نظر پہلے ہی سے لوگوں کو کہہ رکھا تھا کہ خبردار بخاری سے کوئی مسئلہ کلامیہ نہ پوچھنا کیونکہ اگر انھوں نے ہمارے خلاف جواب دیا تو ہمارے اور ان کے مابین نزاع ہو جائے گی اور پھر خراسان کے ہرناسبی، رافضی، جہمی اور مرجی کو ہم پر سبھی اڑانے کا موقع ملے گا لیکن لوگ اس منع کرنے پر بھی نہ مانے اور دوسرے یا تیسرے رفتہ ہی جبکہ امام بخاری کی قیام گاہ پر بڑا اثر و حام ہو رہا تھا اور صحن خانہ اور چھتیں تمام آدمیوں سے بٹی پڑی تھیں۔ ایک شخص نے بھرے مجمع میں ائمہ کرام امام ممدوح سے سوال کیا کہ تلفظ بالقرآن کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ امام بخاری نے جواب دیا افعالنا مخلوقۃ والفاظنا من افعالنا (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ بھی ہمارے افعال ہی میں داخل ہیں) یہ کہنے کے ساتھ ہی حاضرین میں اختلاف شروع ہو گیا بعض کہتے تھے کہ امام بخاری نے یوں کہا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق یعنی قرآن کے جو لفظ ہمارے منہ سے نکلتے ہیں مخلوق ہیں۔ بعض کہنے لگے نہیں یوں نہیں کہا۔ اسی حیصہ میں تھوڑی ہی دیر میں ہنگامہ کی شکل پیدا ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر گھر والوں نے سب کو نکال باہر کیا امام ذہبی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو سخت برہم ہوئے۔ ان ہی دنوں بغداد کے محدثین نے بھی



امام ذہبی کو لکھ بھیجا کہ بخاری نے یہاں بھی تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر کلام کیا اور ہمارے منع کرنے پر بھی باز نہیں آئے۔ اب امام ذہبی سے نہ رہا گیا اور انھوں نے اعلان کر دیا کہ

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقرآن مخلوق فهو مبتدع ولا یجالس ولا یکلم ومن ذهب بعد هذا الی محمد بن اسماعیل فاقصوه فانہ لا یحضر مجلسہ الا من کان علی مذہبہ

قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ جو الفاظ قرآنی میرے منہ سے نکلے ہیں وہ مخلوق ہیں وہ بدعتی ہے نہ اس کے پاس بیٹھنا چاہئے اور نہ اس سے گفتگو کرنی چاہئے اور اب اس اعلان کے بعد جو شخص محمد بن اسماعیل کے پاس جائے اس کو متہم سمجھو کیونکہ اسکی مجلس میں وہی شخص حاضر ہوگا جو اس کے مذہب پر ہوگا۔

امام ذہبی کا یہ اعلان کرنا تھا کہ سوائے امام مسلم اور احمد بن سلمہ کے سب لوگوں نے امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا۔ امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حافظ ابو حامد بن الشرقی سے نقل کیا ہے کہ میں اس وقت امام ذہبی کی مجلس ہی میں موجود تھا جب انھوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں حاضر نہ ہو چنانچہ امام مسلم اسی وقت ان کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ امام مسلم ان دونوں حضرات کے باہمی اختلاف سے بالکل الگ ہی رہے اور انھوں نے اس نزاع کی وجہ سے ان دونوں سے حدیث کی روایت ترک کر دی چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قلت قد انصف مسلم فلم یحدث فی کتابہ عن هذا ولا عن هذا۔

میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے واقعی انصاف سے کام لیا کہ اپنی کتاب میں نہ ذہبی سے حدیث کی روایت کی اور نہ بخاری سے۔

محدث حاکم نے حافظ ابو عبد اللہ بن الاخرم سے نقل کیا ہے کہ جب امام مسلم بن الحجاج اور احمد بن سلمہ امام ذہبی کی مجلس درس سے اٹھ کر چلے آئے تو امام ذہبی نے اعلان کیا کہ لایا کن فی هذا الرجل فی البلد (یہ شخص میرے ساتھ اس شہر میں نہ رہے پائے) آخر امام بخاری کو اندیشہ ہوا اور انھیں نیشاپور سے سفر کرنا پڑا۔ غشی البخاری و ساخر۔

لیکن معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ امام ذہبی نے جہاں جہاں ان کا اثر تھا اس واقعہ کی تحریری اطلاع بھیج دی چنانچہ امام ابو زرہ اور امام ابو حاتم کے تذکرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ انھوں نے اسی بنا پر امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ امام بخاری نیشاپور سے نکلے تو سیدھے اپنے وطن بخارا میں پہنچے لیکن یہاں بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است۔ یہاں بھی امام ذہبی نے اطلاع دیدی ایسے امام ابو حاتم وغیرہ

لہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ از سبکی ترجمہ امام بخاری۔ کتاب الاسماء والصفات ص ۱۹۹ طبع انوار احمدی الد آباد

۱۔ امام ابو حاتم صغیر، امام ابو حاتم کبیر کے صاحبزادے ہیں ان کی کنیت ابو عبد اللہ بھی ہے۔ یہ مشہور ائمہ حنفیہ میں سے ہیں حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلا کے چودھویں طبقہ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ (باقی برصغیر آئندہ)



کو یہاں سے بھی بخارا کے نواح میں کسی رباط کی طرف ان کا اخراج کرنا پڑا۔ چنانچہ حافظ ذہبی، سیر اعلام النبلاء کے طبقہ رابعہ عشر میں حافظ احمد بن سلمہ کی زبانی ناقل ہیں کہ

فخر محمد بن اسمعیل الی بخارا و کتب محمد بن یحیی الی خالد امیر بخاری والی شیوخها با امر فہم خالد حتی اخرجہ محمد بن احمد بن حفص الی بعض رباطات بخارا۔ لے

اصل بات یہ تھی کہ امام بخاری اس مسئلہ میں متلو اور تلاوت میں فرق کرتے تھے کہ متلو جو اللہ کا کلام ہے قدیم ہے اور تلاوت جو بندہ کا فعل ہے مخلوق ہے لیکن امام ذہبی اس تفصیل میں پڑنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ وہ خلق قرآن کے مسئلہ سے اس قدر ڈرے ہوئے تھے کہ سرے سے ان مسائل کلامیہ میں گفتگو کرنا ہی پسند نہیں کرتے تھے کہ مبادا کسی نئے فتنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔ ان کا خیال تھا کہ سلف نے جب ان مسائل کو نہ چھیڑا تو ہم کیوں اس کی تفصیل میں جائیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ امام بخاری اس بات کو سننے کے بھی روادار نہ تھے کہ ایمان و عمل جدا جدا ہیں اور ہر ایک کا حکم مختلف ہے

(رقبہ از صفحہ گذشتہ) جو ان الفاظ میں شروع ہوتا ہے محمد بن احمد بن حفص بن الزبرقان ابی بنی عجل، عالم ما وراء النہر شیخ الحنفیۃ ابو عبد اللہ البخاری، فقہ کی تحصیل اپنے پدر ہند گوار علامہ ابو حفص کبیر سے کی تھی اور علم حدیث کے متعلق خود ذہبی کی تصریح ہے کہ

رحل و سمع من ابی الولید الطیالسی و الحمیدی و یحیی بن معین و غیرہم و رافق البخاری فی الطلب مدۃ۔ انہوں نے طلب حدیث کے لئے رحلت کی اور ابو الولید طیالسی حمیدی اور یحیی بن معین وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا اور ایک مدت تک طلب حدیث میں امام بخاری کے رفیق رہے۔

حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان عالم اہل بخارا و شیخہ ہند اور حافظ ذہبی یہ لکھتے ہیں،

کان ثقة اماماً و عازاً ہدایاً صاحب سنۃ و اتباع و کان ابوہ من کبار تلامذہ محمد بن الحسن، انتہت الیہ یامۃ الاصحاب بخارا والی ابی عبد اللہ ہذا و تفقہ علیہ ائمۃ۔ یہ ثقہ، امام، متقی، زاہد، ربانی (اشر والے) پیر و سنت اور تبع رسول تھے، ان کے والد امام محمد بن الحسن کے کبار تلامذہ میں سے تھے، بخارا میں ان پر اور ان کے صاحبزادے ابو عبد اللہ صاحب ترجمہ پر علاء اضاف کی سیادت ختم تھی اور ان سے اماموں نے فقہ کی تعلیم پائی تھی۔

حافظ ذہبی نے ان کی تصنیفات میں سے کتاب الرد علی اہل الاسوار، اور الرد علی اللغظیہ کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن مندہ نے ان کی تاریخ وفات ماہ رمضان ۲۶۷ھ بیان کی ہے۔ رحمہ اللہ (القوائد البیہ فی تراجم الحنفیہ از مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلی)۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) لے القوائد البیہ ص ۱۳ طبع یوسفی ترجمہ امام ابو حفص کبیر۔ لے کتاب الاسامو الصفات از امام بیہقی ص ۱۹۸ و ۱۹۹۔ لے طبقات الشافیہ از علامہ سبکی، ترجمہ امام بخاری۔



ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے اور زبان سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور عمل کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے اگر عمل کو بھی اقرار و اعتقاد کی طرح ایمان کے ارکان میں داخل سمجھا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح اعتقاد یا اقرار کے نہ ہونے سے ایمان نہیں رہتا اسی طرح عمل کے نہ ہونے سے بھی ایمان نہیں رہے (جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا مذہب ہے) حالانکہ ترک عمل سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا چنانچہ خود امام بخاری بھی اس کے قائل ہیں، اور جب ایمان اصل میں اعتقاد کا نام ہوا تو پھر عمل کے اعتبار سے اس میں زیادتی و نقصان نہیں ہو سکتا ہاں اعتقاد کے درجہات چونکہ متفاوت ہیں اسلئے یقین کے اعتبار سے اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے لیکن امام بخاریؒ اس مسئلہ کی تفصیل میں نہیں گئے اور صرف یہ دیکھ کر کہ "ایمان و عمل کو جدا سمجھنا مرجحہ کا مذہب ہے" اس کی سختی و تردید کرنی شروع کر دی چنانچہ وہ جامع صحیح میں اس کے خلاف باب پر باب باندھتے چلے جاتے ہیں حالانکہ مرجحہ کے نزدیک عمل کی سرے سے کوئی حیثیت ہی نہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر ایک شخص صدق دل سے توحید و نبوت پر ایمان رکھتا ہے تو پھر اسے کوئی معصیت مضر نہیں اور وہ آخرت کے مواخذہ سے یکسر بری ہے لیکن اہل سنت میں سے جو علماء اعمال کو جزو ایمان نہیں سمجھتے ان کے نزدیک ایک عصیان شعار اور گنہگار مسلمان کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو اپنے قانون عدل کے مطابق اس پر عذاب کرے اور چاہے تو اپنے فضل سے اس کو معاف کر دے (خود امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے) مگر اس مسئلہ کی تفصیل میں نہ جانے سے امام بخاری کو اس مسئلہ میں اسی قدر شدت ہو گئی جس قدر کہ امام ذہبی کو تلفظ بالقرآن کے مسئلہ میں تھی۔

بہر حال امام ذہبی اور امام بخاری کے اختلاف کی صدائے بازگشت ایک عرصہ تک محدثین میں سنی جاتی رہی چنانچہ حافظ ابوالولید حسان بن محمد نیشاپوری المتوفی ۳۸۵ھ نے جب صحیح بخاری پر مخرج لکھنے کا ارادہ کیا تو ان کے والد بزرگوار نے ان کو ہدایت کی کہ

عليك بكتاب مسلم فانما اكثر بركة فان  
تہیں مسلم کی کتاب پر مخرج لکھنا چاہئے کہ اس میں برکت زیادہ  
ہے کیونکہ بخاری مسئلہ لفظ کی طرف منسوب ہیں۔

چنانچہ سعادت مند بیٹے نے باپ کی تعمیل ارشاد میں بجائے صحیح بخاری کے صحیح مسلم پر مخرج تصنیف کیا حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابوالولید مذکور کے ترجمہ میں اس واقعہ کو نقل کر کے بڑے افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ

ومسلم ايضا منسوب الى اللفظ والمسئلة مشكلة مسلم بھی مسئلہ لفظ کی طرف منسوب ہیں، اور معاملہ مشکل ہے۔

امام بخاری کو امام ذہبی سے روایت کے بغیر تو چارہ نہ تھا مگر اس پر خاش کی وجہ سے صحیح بخاری میں ان کا نام لیتے وقت تدلیس سے کام لیتے ہیں اور صاف طور پر نہیں بیان کرتے۔ کہیں حد ثنا محمد لکھتے ہیں کہیں حد ثنا محمد بن عبد اللہ، یہ نسبت جد کی طرف ہے، کہیں حد ثنا محمد بن

سہ یعنی تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہنا۔ علامہ غزالی کے خلاصہ میں امام ذہبی کے ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں  
وعنه (خ) وید لسه۔



خالد، یہ نسبت پر داد کی طرف ہے، یہ کہیں صراحت کے ساتھ حدیثنا محمد بن یحییٰ نہیں کہتے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء آثار الفقہاء والمحدثین میں تحریر فرماتے ہیں:-

”بخاری ازوے سماع وارد، و ترک روایت ازوے ممکن بود زیرا کہ در صوم و طب و جواز و عتق و غیر ذلک مقداری مواضع ازوے روایت نموده است پس تصریح بنام وے نمی کند و حدیثنا محمد بن یحییٰ الذہبی ”نمی گوید بلکه صرف حدیثنا محمد بن یحییٰ گوید و برآں زیادہ نمی کند و گاہے ”محمد بن عبد اللہ“ می گوید نسبت بجدوے و گاہے اور اسلوب بسوئے جدید را دمی کند۔“

نواب صاحب نے صحیح بخاری میں امام ذہبی کی احادیث مرویہ کی تعداد تیس بتائی ہے لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں الزمرہ کے حوالہ سے چونتیس نقل کی ہے۔  
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ابو بکر جاردی متحقق کی ترجمہ میں نقل کیا ہے کہ

”اتحاف النبلاء ص ۲۱ طبع نظامی کا نور شمس ۱۲۸۸ھ۔“ یہ نیشاپور کے مشہور حنفی فقیہ اور بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے محمد بن المنصور بن سلمۃ بن البخاری بن زید الحافظ ابو بکر الجارودی الفقیہ الحنفی۔ یہ سارا خاندان علماء و فضلاء کا تھا اور سب کے سب حنفی تھے چنانچہ محدث حاکم نے تصریح کی ہے وابوہ و اہل بیتہ حنفیون دان کے والد اور ان کے متام خاندان والے حنفی ہیں اور حافظ عبد القادر قرشی نے انجوار الضیاع میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ جارد بن زید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں وہم اہل بیت علماء و فضلاء، جارد، امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں اور صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے۔ حافظ ابو بکر نے حدیث کا سماع اسحاق بن راہویہ، نویر بن سعید، محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب، اسماعیل بن بنت السدی، ابو کریب، عمر بن علی صیرفی، محمد بن الصباح الجرجانی، حمید بن مسعدہ اور اسی طبقہ کے دیگر علماء سے کیا ہے، طلب حدیث میں انھوں نے ابو امام مسلم نے اپنے وطن نیشاپور سے ساتھ رحلت کی تھی اور دونوں اس مبارک سفر میں ایک دوسرے کے رفیق تھے، چنانچہ محدث حاکم تابعہ نیشاپوری ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

کان شیخ وقتہ و عین علماء عصرہ حفظاً و کمالاً و مرقۃ و ہیاستہ و کانت رحلتہ مع مسلم و کان مسلم یحتمل بذلك و یعتملہ فی جمیع اسبابہ۔  
یہ حفظ حدیث، فضل و کمال اور مروت و سیادت میں شیخ وقتہ و سرآمد علماء عصر تھے، اور رحلت علمی میں امام مسلم کے ساتھ تھے چنانچہ امام مسلم اس بات سے محبت پکڑتے اور اپنے تمام اسباب فرائض میں ان کو معتد سمجھتے تھے۔

فن حدیث میں امام نسائی اور امام اللاتفہ ابن خزمیہ نے ان کے آگے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

سمعت منہ بالمری و هو صدوق من الحفاظ۔  
میں نے ان سے روئے میں حدیث کا سماع کیا تھا۔ یہ صدوق اور حافظ حدیث میں سے تھے۔

حافظ ابو حامد بن الشرقی کا بیان ہے کہ ایک بار محمد بن یحییٰ ذہبی نے ایک حدیث بیان کی اور حافظ جاردی نے ان کی تقلید کی۔ اس وقت تو ذہبی نے ان کو ڈانٹ دیا مگر دوسرے روز مجلس درس میں آئے تو پوچھنے لگے کہ کیا جاردی یہاں موجود ہیں انھوں نے بالکل صحیح بتایا تھا۔ جاردی نے سنہ ۲۹۱ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، انجوار الضیاع، تہذیب التہذیب)



کان محمد بن یحییٰ الذہلی یستعین بعربیۃ  
ابو بکر الجارودی فی مصنفاتہ ویبیتہ  
محمد بن یحییٰ ذہلی، اپنی تصنیفات میں ابو بکر جارودی سے  
عربیت میں مدد لیتے اور انھیں رات کو اپنے پاس ہی  
سلاتے تھے۔

عندہ۔

امام ذہلی نے ۲۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، مقدمۃ فتح الباری وغیرہ)  
ان حفاظ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے نیشاپور کے جن شیوخ حدیث سے اس فن میں استفادہ کیا  
ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

(۱) سعید بن مروان بن علی ابوعثمان البغدادی نزہل نیشاپور المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۲) عبد الرحمن بن بشر  
بن الحکم العبدی ابو محمد النیسابوری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۳) عصمتہ بن الفضل الخیری ابو الفضل النیسابوری  
المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۴) علی بن سعید بن جریر بن ذکوان النسائی ابو الحسن نزہل نیشاپور المتوفی ۲۵۲ھ۔ ان سے  
امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۵) علی بن سلمہ بن عقبہ القرشی البقی النیسابوری المتوفی  
۲۵۲ھ۔ (۶) محمد بن احمد بن الجراح ابو عبد الرحیم الجوزجانی نزہل نیشاپور المتوفی ۲۵۲ھ یہ بھی علماء اخاف  
کے خاندان سے تھے۔ امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۷) محمد بن عقیل بن خویلد  
ابو عبد اسد النیسابوری المتوفی ۲۵۲ھ۔

حافظ ابن جان نے بحر سعید کے ان سب کا ترجمہ کتاب الثقات میں لکھا ہے۔ سعید سے  
شیخ بخاری میں بھی ایک روایت موجود ہے۔

## مرو

جس کو علامہ تاج الدین سبکی واسطۃ العقد و خلاصۃ المقدس کہتے ہیں۔ اقلیم خراسان کا  
مشہور ترین و عظیم ترین شہر تھا۔ سبکی زمانہ دواز تک سلاطین سلجوقیہ جیسے با عظمت و جبروت  
فرمانرواؤں کا پایہ تخت رہ چکا ہے۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ایک موقع پر اس کا  
ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:-

مرحومہ المدینۃ الکبریٰ والدار العظمیٰ  
مرجع العلماء ومرجع الملوک والوزراء۔  
اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

”مرو، خراسان کے متعدد مذاہر اف میں ایک بہت بڑا شہر ہے، جہاں سے اللہ پیدا ہوئے  
حضرت بریدہ بن الحصیب (رضی اللہ عنہ) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور دیگر صحابہ  
کا ایک مختصر سا گروہ یہاں موجود تھا پھر تابعین میں عبد اسد بن بریدہ، یحییٰ بن یحمر اور چند اور  
حضرات ہوئے، ان کے بعد حسین بن واقد، ابو حمزہ سکری، ابن المبارک، فضل بن موسیٰ“

۱۰۲۵ طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ج ۱ ص ۱۷۳، طبع حیدرہ مصر۔



ابو تمیلہ، علی بن الحسن بن شقیق، عبدان بن عثمان اور ان کے تلامذہ تھے، پھر چوتھی صدی میں جا کر یہاں علم حدیث میں کمی آگئی مگر خروج تاتاریک اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور بعد کو بالکل ہی جاتا رہا۔

یہاں کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے اس فن کی تحصیل کی وہ یہ ہیں :-

حافظ محمود بن غیلان مروزی، بجز امام ابو داؤد کے تمام اصحاب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی دو حدیثیں ان سے سنی ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے محمود بن غیلان الحافظ المتقن ابو احمد العدوی مولا حماد المروزی الحدیث الاثر۔ امام نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ میں ان کو محدث کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ یہ صاحب سنت تھے اور قرآن کو مخلوق نہ کہنے کے باعث قید میں ڈال دیئے گئے تھے ماہ رمضان ۲۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

(۲) عبد العزیز بن منیب بن سلام بن الضریس ابو الدردار المروزی مولیٰ عبد الرحمن بن سمرۃ المتوفی ۲۶۷ھ، لیکن حافظ مزنی نے لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ نے ان سے جو روایت کی ہے میں اس سے واقف نہ ہو سکا۔ (۳) محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمہ الیشکری مولا ہم ابو عمرو المروزی المتوفی ۲۷۱ھ (۴) ہدیہ بن عبد الوہاب المروزی ابو صالح المتوفی ۲۷۱ھ۔

## بلخ

خراسان کا مشہور شہر جس کے بارے میں علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں :-

بلخ من اجل مدن خراسان و بلخ، خراسان کے بہت بڑے شہروں میں سے ہے اور شہرہ اذکر ہا و اکثر ہا خیرا۔ اور کثرت خیر کے اعتبار سے سب سے بڑھا ہوا ہے۔

اور حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

”بلخ میں دوسری صدی کے اواخر میں علماء پیدا ہوئے جیسے کہ عمر بن ہارون کی بن ابراہیم

خلف بن ایوب، قتیبہ بن سعید، محمد بن ابان، عیسے بن احمد، عسقلان۔ محمد بن علی بن طرخان۔

پھر وہاں علم حدیث گھٹ کر تابو ہو گیا۔“

اسلامیہ امام اعظم کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں چنانچہ صدر الائمہ کی، مناب الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں :-

هو مکی بن ابراهيم البلخی امام بلخ دخل الکوفۃ مستتار بعین ومائتہ ولزم ابا حنیفۃ رحمہ اللہ وسمع منه الحدیث والفقه واکثر عنه الروایۃ۔ (۲۰۳ ص)

یہ کی بن ابراہیم بلخی، بلخ کے امام ہیں مسئلہ میں کوفہ آئے اور امام ابو حنیفہ کی خدمت میں ملازمت اختیار کی اور آپ سے حدیث و فقہ کا سماع کیا اور بہ کثرت روایتیں کیں۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)



یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے صرف حافظ محمد بن ابان ابو بکر بنی المعروف محمد وہی سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ دس سال سے زیادہ عرصہ تک امام وکیع کے مستمل رہے ہیں۔ تمام مصنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے، لیکن امام مسلم نے اپنی صحیح میں نہیں بلکہ دوسری تصانیف میں ان سے روایت کی ہے، محدث خلیلی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ثقة متفق علیہ، اور حافظ وہی فرماتے ہیں کان من الائمة المصنفین فی هذا الشأن مشہوراً بالعلم والحفظ (یہ اس فن کے صاحب تصانیف اماموں میں سے تھے اور علم و حفظ حدیث میں

بقیہ حاشیہ ساز صفحہ گذشتہ) امام بنی فن حدیث کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں۔ حافظ وہی نے تذکرہ الحافظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے کیا ہے، مکی بن ابراہیم الحافظ الامام شیخ خراسان ابو السکن القیمی الحفظی بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ذہبی اور امام بخاری نے ان کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے۔ امام بخاری نے بیشتر ثلاثی حدیثیں ان ہی سے نقل کی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ساٹھ حج کے دس برس تک حرم محرم کا مجاور رہا اور سترہ تابعین سے حدیثیں لکھیں اور اگر میں پہلے سے یہ سمجھتا کہ لوگوں کو میری ضرورت پڑے گی تو سوائے تابعین کے اور کسی سے حدیثیں نہ لکھتا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں ستائیس سال پیدا ہوا اور سترہ سال کی عمر میں حدیث کی تحصیل شروع کی۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

ان کو تحصیل علم کی طرف امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) ہی نے متوجہ کیا تھا۔ چنانچہ امام حارثی، عبد الصمد بن فضل کی زبانی خود ان سے ناقل ہیں کہ میں تجارت کیا کرتا تھا ایک بار امام صاحب کی خدمت میں آنا ہوا تو فرمانے لگے کہ گئی تم تجارت تو کرتے ہو مگر تجارت میں بھی جب تک علم نہ ہو بڑی خرابی رہتی ہے پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور حدیثیں کیوں نہیں لکھتے۔ امام مددوح مجھے برابر اس طرف توجہ دلاتے رہتے یہاں تک کہ میں نے اس کی تحصیل شروع کر دی اور کتابت علم پر متوجہ ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں سے بہت کچھ عطا فرمایا اسی لئے میں ہر نماز کے بعد اور جب بھی امام مددوح کا ذکر کرتا ہوں ان کے حق میں دعائے خیر کیا کرتا ہوں لان اللہ تعالیٰ ببرکتہ فتح لی باب العلم (کیونکہ حق تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا)۔ ( مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ کی ج ۲ ص ۱۶۱)۔

امام بنی کو امام اعظم سے خاص خلوص تھا۔ ایک دفعہ امام صاحب کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کان اعلم اہل زمانہ وہ اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے "زمانہ بغداد" ار خطیب بغدادی ترجمہ امام ابو حنیفہ اسمعیل بن بشر ناقل ہیں کہ ایک بار ہم امام بنی کی مجلس درس میں حاضر تھے انہوں نے روایت شروع کی حد ثنا ابو حنیفہ۔ حاضرین میں سے ایک اجنبی شخص نے چلا کر کہا کہ حد ثنا عن ابن جریج وکلا تحد ثنا عن ابی حنیفہ (ہم سے ابن جریج کی حدیث بیان کرو، ابو حنیفہ کی حدیث مت روایت کرو) اس پر امام بنی کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ کارنگ بدل گیا فرمانے لگے انا لا نجد ث السفہاء حرمت علیک ان تکتب عنی قم من مجلسی (ہم بے وقوفوں کو حدیثیں نہیں بیان کیا کرتے، تیرے لئے مجھ سے حدیثیں لکھنا حرام ہے تو میری مجلس سے اٹھ جا) چنانچہ جب تک اس شخص کو مجلس درس سے اٹھا نہیں دیا گیا آپ نے حدیث نہیں بیان کی اور جب اس کا اخراج ہو چکا تو پھر وہی حد ثنا ابو حنیفہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ( مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ج ۱ ص ۲۰۴)۔



مشہور تھے) ۲۲۲ھ میں تلخ ہی میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

امام ابن ماجہ کے جن شیوخ حدیث کے اوطان پر ہیں اطلاع نہ ہو سکی وہ صرف یہ دو ہیں: احمد بن عبد الصمد بن یوسف العرعری اور محمد بن عسبر بن ابی عمر المقری۔

یہ کل تین سو دس اشخاص ہیں جن سے امام ابن ماجہ نے کتاب التفسیر اور کتاب السنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ امام مدوح کے جملہ شیوخ کی تعداد نہیں بلکہ صرف ان حضرات کی ہے کہ جن سے ان دونوں کتابوں میں حدیثیں منقول ہیں۔ تاریخ ابن ماجہ عرصہ سے ناپید ہے اس کے رجال کو جمع بھی نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ بقیہ اسانید کی کتنی تعداد ہے جو شمار ہونے سے رہ گئی۔ تفسیر ابن ماجہ بھی اگرچہ آج کل نایاب ہے مگر تہذیب الکمال میں اس کے رجال مذکور ہیں اور ہم نے تہذیب التہذیب ہی سے جو اس کا مختصر ہے ان کے نام لکھے ہیں یہ حسب ذیل آٹھ اشخاص ہیں جن سے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں نہیں بلکہ تفسیر میں حدیثیں نقل کی ہیں:

(۱) حمدون بن عمارہ البغدادی ابو جعفر البزار المتوفی ۲۶۲ھ ان کا نام محمد اور حمدون لقب ہے۔

(۲) سہل بن اسحاق بن ابراہیم المازنی ابو ہشام الواسطی۔

(۳) عبد اللہ بن محمد بن عبید اللاموی مولاناہم الشہیر بالکافظ ابی بکر بن ابی الدنیا البغدادی المتوفی ۲۸۱ھ

(۴) علی بن الحسن البہرثی الرازی۔

(۵) علی بن سعید بن جریر بن زکوان النسائی ابو الحسن نزیل نساہور المتوفی ۲۵۴ھ۔

(۶) محمد بن احمد بن الجراح ابو عبد الرحیم الحوزجانی نزیل نساہور المتوفی ۲۴۵ھ

(۷) محمد بن سعید بن غالب البغدادی ابو یحیی القطان الضری المتوفی ۲۶۱ھ

(۸) محمد بن ہارون بن ابراہیم الریحی ابو جعفر البغدادی البزار المعروف بابی شیط المتوفی ۲۵۸ھ

بقیہ تین سو دو وہ شیوخ ہیں جن سے سنن ابن ماجہ میں حدیثیں موجود ہیں۔

اس ساری تفصیل کو پڑھ کر یہ بات پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ ائمہ اسلام نے اپنے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی شیفتگی اور آپ کی حدیثوں کے جمع کرنے میں جو محنتیں

اور جانفشانیاں کی ہیں آج دنیا کی دیگر اقوام اس کا اندازہ بھی صحیح طور پر نہیں کر سکتیں۔

علوہ اسناد | محدثین میں علوہ اسناد ہمیشہ ایک قابل فخر چیز سمجھا گیا ہے، کیونکہ روایت میں جس قدر

کم واسطے ہوں گے اسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب زیادہ ہوگا۔ نیز قلت رواۃ کی

بنا پران کی چھان بین بھی کم کرنا پڑتی ہے اور خطا و نسیان کا احتمال بھی کم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے

اہل فن کے نزدیک صحت اور علوہ اسناد کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہیں ہوتا اور

یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کے تذکرہ میں ان کے علوہ اسناد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ

کیا جاتا ہے بلکہ خاص خاص ائمہ کی عالی اسانید کو تو علما نے مستقل اجزاء میں علیحدہ مدون

کر دیا ہے۔



ائمہ اربعہ میں امام ابو حنیفہ اپنے اس شرف خاص میں ممتاز ہیں کہ ان کو بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ  
تلمذ حاصل ہے کیونکہ انھوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان میں سے بعض سے حدیث کی روایت بھی کی ہے

۱۔ واضح رہے کہ بعض علمائے صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت کا انکار کیا ہے اور چہاں تک ہماری معلومات  
کا تعلق ہے سب سے پہلے دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے یہ کہا ہے کہ

لم یلق ابو حنیفۃ احد ائمن الصحابة الا انه رأى انساً یجیثہ ولم یسمع منه شیئاً من الصغیر فی مناقب الامام ابی حنیفۃ از حافظ سیوطی ص ۵ طبع دکن  
امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی البتہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

دارقطنی کے بعد خطیب نے بھی تاریخ بغداد میں یہی بات بعینہ دہرا دی ہے چنانچہ سعید بن ابی سعید نشا پوری کے ترجمہ میں امام عظیم کی ایک حدیث کو بواسطہ امام ابو یوسف بالاسناد نقل کرنے کے بعد کہ جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام عظیم کے سماع کی تصریح موجود ہے لکھتے ہیں:

لا یصح لابی حنیفۃ سماع من انس بن مالک امام ابو حنیفہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۹۱۱)

اور امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ  
رای ابو حنیفۃ انس بن مالک (ج ۱ ص ۳۳۳)

بعد کو شوافع میں بہت سے علمائے ان دونوں کے بیانات پر عام طور پر یہی فیصلہ کر دیا ہے حتیٰ کہ زین الدین عراقی اور ابن حجر عسقلانی تک اس بارے میں ان ہی کے ہمزبان ہیں لیکن دارقطنی اور خطیب کو امام ابو حنیفہ کی جانب میں جو سوء عقیدت ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان کے اس انکار کی جو وقعت ہے ظاہر ہے خصوصاً جبکہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کا فیصلہ اس بارے میں امام ابو حنیفہ کے حق میں ہے۔ چنانچہ ملک الحافظ یحییٰ بن معین جو فن جرح و تعدیل کے مسلم الثبوت امام اور علم حدیث کے ایک عنصر خیال کئے جاتے ہیں اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں۔

ان ابا حنیفۃ صاحب الراۃ سمع عائشۃ بنت عمر تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جنداسہ فی الارض الجراد لا اکلہ ولا احرمہ۔  
بلانشہ ابو حنیفہ صاحب الراۃ نے حضرت عائشہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے کثیر القواد لشکر کڈ دیاں ہیں جن کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ عوام کہتا ہوں۔ (لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عمر)

دیکھئے اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے سنا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیہ ہیں اور جنھوں نے یہ الفاظ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں اور حافظ ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیہ الاولیاء المتوفی ۳۸۵ھ نے جن کے آگے فن حدیث میں خطیب بغدادی نے زانوئے شاگردی دیا ہے بالصریح لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ میں سے حسب ذیل حضرات کو دیکھا اور ان سے حدیثیں سنی ہیں (۱) انس بن مالک (۲) عبداللہ بن الحارث الزبیدی۔ (۳) عبداللہ بن ابی اوفی سلمی رضی اللہ عنہم (الانتصار والترجیح للذہب الصحیح از سبط ابن الجوزی ص ۱۰۰ و اطبع مصر)۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

۴۔ لسان المیزان میں یہ عبارت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صم ہو جاتی ہے۔ حدیث کا سنہم نے دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے۔



قدما میں بہت سے علمائے امام عالی مقام کی ان مرویات پر مستقل جز بھی تالیف کئے ہیں جن میں سے محدث ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی ابو الحسن علی بن احمد بن عیسیٰ النہقی، امام ابو معشر عبدالکریم بن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حافظ ابن عبدالبر اندلسی جو خطیب کے معاصر ہیں جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۴۵ طبع مصر) میں حضرت عبدالبر بن الحارث رضی اللہ عنہ سے امام اعظم کی ایک حدیث بواسطہ امام ابویوسف بالاسناد روایت کر کے جس میں امام صاحب نے صراحت کے ساتھ صحابی مذکور سے اپنے سماع کی تفصیل بیان کی ہے اس سماع کے ثبوت میں ارقام فرماتے ہیں کہ

ذکر ابن سعد کا تب الواقدی ان ابی حنیفۃ  
 راۓ انس بن مالک و عبد اللہ بن الحارث بن جریر  
 حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن الحارث بن جریر کو دیکھا ہو  
 حضرت عبدالبر بن الحارث بن جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کو حافظ ابوبکر جعابی المستوفی ۳۵۵ھ نے بھی اپنی  
 بیش بہا تصنیف الانتصار لمذہب ابی حنیفہ میں اسی اسناد سے نقل کر کے تصریح کی ہے کہ  
 ومات عبد اللہ بن الحارث بن جریر الزبیدی  
 حضرت عبدالبر بن الحارث بن جریر الزبیدی رضی اللہ عنہ  
 سنۃ سبع وتسعين (ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظم  
 نے ۳۵۵ھ ہجری میں انتقال فرمایا ہے۔  
 از صدی الامم ج ۱ ص ۲۶ و ۲۷)

واضح رہے کہ حافظ جعابی، علل حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گزرے ہیں۔ چار ملاک حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔ دارقطنی نے بھی فن حدیث میں ان کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا بسوط ترجمہ لکھا ہے۔

بعد کے علماء میں عراقی اور ابن حجر عسقلانی کے معاصرین میں حافظ عبدالقادر قرشی شارح طحاوی اور حاکم بدر الدین غنی شارح بخاری نے بھی بہت سی روایتوں کی بنا پر ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے متعدد صحابہ و حدیثیں سنی ہیں۔ بہر حال جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام اعظم نے متعدد صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے بعض آپ کے آغاز شباب تک زندہ رہے اور ان میں سے کئی بزرگوں کو آپ نے دیکھا بھی ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت تو اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ دارقطنی اور خطیب جیسے سخت متعصبین تک اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے پھر آپ کے خاندان میں اس کا مزید اہتمام بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں حاضر کیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے والد ماجد ثابت بھی بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے حقوق دعا خیر فرمائی تھی (تاریخ بغداد ترجمہ امام ابو حنیفہ) ایسی صورت میں اگر امام صاحب نے صحابہ سے کچھ حدیثیں بھی سنی ہوں تو اس میں انکار کی کیا بات ہے حالانکہ امام سلمہ کے نزدیک اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے بلفظ عن روایت کر لیا تو وہ روایت سماع پر محمول ہوگی اور متصل سمجھی جائے گی اور امام بخاری کے نزدیک ان دونوں میں صرف ایک دفعہ کا ملاقات ہو جانا اور پھر بلفظ عن اس سے روایت کرنا اتصال کے لئے کافی ہے خصوصاً جبکہ بہت سے محدثین نے باسناد صحیحان کو روایت بھی کیا ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر اور حافظ جعابی نے جو اسناد نقل کی ہے اسکے متعلق کسی قسم کی جرح منقول نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ روایات پایہ ثبوت کو نہ پہنچتیں تو امام ابن معین، حافظ ابوبکر جعابی حنفی، حافظ ابوالنعمان اصفہانی شافعی، حافظ ابن عبدالبر مالکی جو حدیث و روایت کے ارکان خیال کئے جاتے ہیں ہرگز امام ابو حنیفہ کے متعلق اس بات کی تصریح نہ کرتے کہ انھوں نے صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ۱۱۷) ۵۵۵ھ دارقطنی کے فن حدیث میں اسناد میں چنانچہ سنن دارقطنی میں ان سے بکثرت حدیثیں منقول ہیں



عبد الصمد الطبری المقرئ الشافعی المتوفی ۲۷۸ھ اور امام ابو بکر عبد الرحمن بن محمد بن احمد السرخسی الخفی المتوفی ۳۳۹ھ کے اجزاء خاص طور پر مشہور ہیں اور حفاظ حدیث کی مرویات میں داخل ہیں، چنانچہ اول الذکر تین حضرات کے اجزاء حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون کی التہرست الادب کی مرویات میں شامل ہیں۔ امام ابو معشر طبری کے جز کو حافظ سیوطی نے تبیض الصغیر میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابوالحسین ہنفی کے جز کو محدث خوارزمی نے جامع مسانید الامام الاعظم میں اور امام ابو بکر سرخسی کے جز کو صدر الائمہ نے مناقب الامام الاعظم میں اور محدث سبط ابن الجوزی نے الانتصار والترجیع للمذہب الصحیح میں روایت کیا ہے اور علامہ فوج قزوینی نے الدر المنظم میں ان سب کے متون کی تخریج کی ہے۔

**وحدانیات** کے بعد امام اعظم کی مرویات میں ثنائیات کا درجہ ہے یعنی وہ حدیثیں جو آپ نے تابعین سے سُنیں اور تابعین نے ان کو صحابہ سے سنا۔ امام مالک چونکہ تابعی نہیں

۱۔ ملاحظہ ہو تانیب الخطیب علی ما ساق فی ترجمہ ابی حنیفہ من الاکاذیب از محدث ناقد محمد زاہد کوثری ص ۱۹ طبع مصر ۱۳۶۱ھ۔ ۲۔ تبیض الصغیر ص ۹ لغایت ۹ طبع دائرة المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ھ۔ ۳۔ جامع مسانید الامام الاعظم ص ۳۲ لغایت ۳۵ طبع دائرة المعارف ۱۳۳۲ھ۔ ۴۔ مناقب الامام الاعظم ص ۲۷ لغایت ۳۲۔ ۵۔ الانتصار والترجیع ص ۱۳ لغایت ۱۵ طبع مصر ۱۳۶۱ھ۔ ۶۔ تعلیقات علامہ کوثری بر الانتصار والترجیع ص ۱۰۔ ۷۔ وہ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف بیک واسطہ منقول ہیں یعنی جس کو راوی نے صحابی سے سنا اور صحابی نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو نقل کیا۔ ۸۔ چنانچہ کتاب الآثار میں یہ روایات حسب ذیل اسانید سے مروی ہیں۔

- ۱۔ ابو حنیفہ حدیثنا ابو الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ ابو حنیفہ حدیثنا قع عن ابن عمر قال غی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۳۔ ابو حنیفہ حدیثنا عبد اللہ بن ابی حنیفہ قال سمعت ابا الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۴۔ ابو حنیفہ حدیثنا عبد الرحمن بن زاذان عن ابی سعید الخدری قال دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۵۔ ابو حنیفہ عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۶۔ ابو حنیفہ عن شاد بن عبد الرحمن عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۷۔ ابو حنیفہ حدیثنا عطیہ بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۸۔ ابو حنیفہ عن عامر بن کلب عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۹۔ ابو حنیفہ عن عون بن عبد اللہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۰۔ ابو حنیفہ عن محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زبارة عن ابی امامۃ عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۱۔ ابو حنیفہ عن عطاء بن ابی رباح عن الفضل بن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۲۔ ابو حنیفہ عن مسلم اکھو عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۳۔ ابو حنیفہ عن محمد بن قیس عن ابی عامر الثقفی انہ کان یحدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حل عام۔



بلکہ تیج تابعین میں سے ہیں اس لئے ان کی مرویات میں سب سے عالیٰ یہی روایات ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لئے ان کی جملہ مرویات میں سب سے عالیٰ روایات ثلاثیات شمار کی جاتی ہیں یعنی جن کو انھوں نے خود تیج تابعین سے سنا اور تیج تابعین نے تابعین سے اور تابعین نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مصنفین صحیح مستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے بھی بعض تیج تابعین کو دیکھا اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں اس بنا پر اس علو اسناد میں وہ بھی امام شافعی اور امام احمد کے ساتھ شریک ہیں حالانکہ امام شافعی کی وفات کے وقت امام بخاری دس برس کے تھے اور امام ابوداؤد کل دو سال کے اور امام ابن ماجہ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، چنانچہ ان حضرات کی تصانیف میں ثلاثیات کی تعداد حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ صحیح بخاری ۲۲
- ۲۔ سنن ابن ماجہ ۵
- ۳۔ سنن ابی داؤد ۱
- ۴۔ جامع ترمذی ۱

امام مسلم اور امام نسائی کو کسی تیج تابعی سے بھی کوئی روایت نہ مل سکی اس لئے ان دونوں حضرات کی سب سے عالیٰ روایات رباعیات ہیں جن کو ان کے اساتذہ نے تیج تابعین سے اور انھوں نے تابعین سے اور انھوں نے صحابہ سے سنا ہے، سنن ابن ماجہ میں بھی رباعیات بکثرت موجود ہیں اور اس اعتبار سے امام ابن ماجہ کو دیگر ارباب صحیح مستہ پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے کہ امام بخاری کے بعد ان کی ثلاثیات کی تعداد سب سے زیادہ ہے حالانکہ وہ عمر میں امام مسلم سے پانچ سال اور امام ابوداؤد سے سات سال چھوٹے ہیں۔

ثلاثیات ابن ماجہ | سنن ابن ماجہ میں جو پانچ ثلاثی حدیثیں موجود ہیں وہ ناظرین کی معلومات کے لئے درج ذیل ہیں:-

- ۱۔ حدیث جبارۃ بن المغلس ثنا  
کثیر بن سلیم سمعت انس بن مالک  
يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
من احب ان يكثر الله خيريه فليتوضأ  
اذا حضر غذاؤه واخار فح -  
(باب الوضوء عند الطعام)
- ہم سے جبارہ بن المغلس نے بیان کیا کہ ہم سے کثیر بن سلیم نے روایت کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی برکت زیادہ کر دے تو اسے چاہئے کہ جس وقت اس کے سامنے صبح کا کھانا لایا جائے اور جب وہ کھانا اٹھایا جائے وضو کر لیا کرے۔

ف وضو سے مراد یہاں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہے اور باعث برکت ہونے کی وجہ سے



ظاہر ہے کہ نعمت کے استعمال کے وقت اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا شکرانہ نعمت میں داخل ہے اور شکرانہ نعمت کی جزاء ہے زیادت نعمت، ارشاد ہے لَنْ شُكْرُكُمْ لَا يَزِيدَ شُكْرَكُمْ (اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں زیادہ دوں گا) اور صبح کے کھانے کی تخصیص محض اتفاقی کیونکہ شام کے کھانے کا بھی یہی حکم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے کبھی بھنا ہوا گوشت جو کھانے سے بچ رہا ہوا اٹھایا نہیں گیا (کیونکہ ایسا گوشت تھوڑا ہوتا اور کھانے والے زیادہ ہوتے اسلئے کبھی نہ بچتا) اور نہ کبھی آپ کے ساتھ بچھو یا بار کیا گیا (جیسا کہ عام طور پر دنیا دار جہاں جلتے ہیں پر تکلف فرش فرش پر ویش اپنے ساتھ رکھتے ہیں)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں مہمان آتے رہتے ہیں اس گھر کی طرف خیر چھری کے اونٹ کے کوہان کی طرف پہنچنے سے بھی زیادہ جلدی پہنچ جاتی ہے۔ **ف** اونٹ میں کوہان کا گوشت بہت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ اونٹ کو نحر کرنے کے بعد سب سے پہلے اس کے کوہان ہی کا گوشت کاٹتے ہیں، اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب مہمانوں کے لئے اونٹ نحر کیا جاتا ہے تو چھری یا بھی اونٹ کے کوہان تک بھی پہنچنے نہیں پاتی کہ گھر میں خیر و برکت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں معراج کی رات فرشتوں کی جس جماعت کے بھی پاس سے گزرا انہوں نے یہی کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو پہنچنے لگوانے کا حکم دیجئے۔

**ف** پہنچنے لگوانا جب کہ بدن میں خون کی کثرت ہو نہایت ہی مفید ہے اور امراض میں تو اس سے فوراً تسکین ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت مرحومہ ہے (یعنی اس پر خدا کا رحم ہے) اور اس کا عذاب اسی کے

۲۔ حد شاجبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم عن انس بن مالک قال ما رفع من بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل شواء قط ولا حملت معہ طنفسۃ۔

(باب الشواء)

۳۔ حد شاجبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انخیر اسرع الی البیت الذی یغشی من الشجرة الی سنام البعیر (بالضم) **ف** اونٹ میں کوہان کا گوشت بہت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ اونٹ کو نحر کرنے کے بعد سب سے پہلے اس کے کوہان ہی کا گوشت کاٹتے ہیں، اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب مہمانوں کے لئے اونٹ نحر کیا جاتا ہے تو چھری یا بھی اونٹ کے کوہان تک بھی پہنچنے نہیں پاتی کہ گھر میں خیر و برکت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ حد شاجبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم سمعت انس بن مالک یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما مررت بلیلۃ اسری بی عملاء الا قالوا یا محمد مرا متک بالجمامۃ (باب الجمامۃ)

**ف** پہنچنے لگوانا جب کہ بدن میں خون کی کثرت ہو نہایت ہی مفید ہے اور امراض میں تو اس سے فوراً تسکین ہوتی ہے۔

۵۔ حد شاجبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا



الامة مرحومة غذا بها يا ايها فاذا كان يوم القيامة دفع الى كل رجل من المسلمين رجل من المشركين فيقال هذا افداؤك من النار (باب صفاته محمد صلى الله عليه وسلم)۔  
 ہاتھوں ہوگا (کہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے) پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مسلمان شخص کو ایک مشرک حوالہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ تیرا فدا یہ ہے دوزخ سے۔

**ف** حدیث میں آتا ہے کہ ہر شخص کے دو مکان اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں۔ قیامت کے روز جب کافر دوزخ میں جلے گا تو اس کا مکان جنت میں مسلمان کے حوالہ ہوگا۔ یہی معنی ہیں کافر کے مسلمان کا فدیہ ہونے کے کہ اس نے اپنے کفر کی شامت سے دوزخ میں مسلمان کی جگہ لی اور مسلمان نے اپنے ایمان کی بدولت جنت میں اس کا مکان حاصل کیا۔

یہ پانچوں حدیثیں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ایک ہی سند سے مروی ہیں اور اگرچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے اعتبار سے بہت ہی عالی ہیں مگر افسوس ہے کہ صحت سند کے اعتبار سے ان کا کچھ زیادہ وزن نہیں ہے کیونکہ کثیر بن سلیم پر محدثین عام طور پر جرح کرتے چلے آئے ہیں۔ البتہ امام ابن ماجہ کے شیخ جبارہ بن المغلس حمثانی ابو محمد کوئی جوشیع تابعین میں سے ہیں اور جن سے امام موصوف نے "تلاشیات" کے علاوہ بھی اپنی سنن میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں ان کی بہت سے محدثین نے توثیق کی ہے چنانچہ مطمئن ابن نمیر سے راوی ہیں کہ یہ صدوق تھے۔ عثمان بن ابی شیبہ کہا کرتے تھے کہ

جبارہ اطلبنا للحديث واحفظنا۔  
 جبارہ طلب حدیث میں ہم سب سے آگے ہیں اور ہم سب سے زیادہ حافظ ہیں۔

اور حافظ مسلم بن قاسم ان کے متعلق لکھتے ہیں:

رحی عنه من اهل بلدنا بقی بن مخلد و  
 ہمارے ملک (اندلس) کے لوگوں میں سے ان سے بقی بن مخلد  
 نے روایت کی ہے اور یہ انشاء اللہ ثقہ ہیں۔  
 هو ثقة ان شاء الله۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام بقی بن مخلد کا ان سے حدیث روایت کرنا خود ان کی توثیق کی ضمانت ہے کیونکہ شیخ الاسلام کسی غیر ثقہ شخص سے حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ان کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

من شأنه انه لا يروي الا عن ثقة تہذيب التہذيب  
 شیخ الاسلام بقی بن مخلد کی شان یہ ہے کہ وہ بجز ثقہ کے

سے جبارہ بھی فقہاء حنفیہ میں سے ہیں چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشی نے اکجواہر المصیۃ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ فقہ میں منذر بن علی کے شاگرد تھے جو امام اعظم کے مشاہیر ثلاثہ میں سے ہیں۔ جبارہ کے برادر زادہ محدث ابوالعباس احمد بن الصلت بن المغلس الکھانی نے امام ابو حنیفہ کے مناسب پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کی بنا پر بعض ارباب ظواہر میں ان کے خلاف سخت برہمی پیدا ہو گئی حتیٰ کہ بعض نے تو مخالفت کے جوش میں ابوالعباس کی وجہ سے خود جبارہ پر بھی کلام کیا ہے۔



ترجمہ ایوب بن محمد بن ایوب البصری المعروف بالقلب اور کسی سے حدیث کی روایت نہیں کرتے۔

جبارہ سے امام ابن ماجہ اور امام یحییٰ بن مخلد کے علاوہ اور بھی بہت سے اکابر محدثین کو تلمذ حاصل ہے جن میں ابو سعید الاشج، ابو یعلیٰ موصلی صاحب مسند، عبد اللہ بن امام احمد، عبدان ابوازی اور مطین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جبارہ کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی بلکہ عام حالات زندگی | امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات بالکل پردہ خفایں ہیں اور ہمارے تذکرہ نویس ان کے ذکر سے یکسر خاموش ہیں۔ تاہم اس قدر ظاہر ہے کہ اس "رحلت علیہ" میں جو طلب حدیث کی غرض سے امام ممدوح نے کی تھی برسوں ہی صرف ہوئے ہوں گے کیونکہ اس زمانہ کا سفر آج کل کی طرح آسان نہ تھا۔ مہینوں اور مہنتوں میں تو ایک ملک سے دوسرے ملک کی مسافت قطع ہوتی پھر چار اتنی مدت تک قیام کرنا بھی ضروری تھا کہ جس میں خاطر خواہ استفادہ کا موقع مل سکے اس لئے یقیناً عمر عزیز کی ایک اچھی خاصی مدت اس بارگ سفر کے نذر ہو گئی تھی، اور پھر جب حافظ حدیث ہو کر وطن مالوف کی طرف مراجعت کی ہوگی تو جس فن کو اس قدر محنت و جانفشانی سے حاصل کیا تھا اسی کی خدمت زندگی کا محبوب ترین مشغلہ ہوگا اور امام ممدوح کے اوقات عزیز کبھی حدیث پاک کے درس و تدریس میں صرف ہوتے ہوں گے اور کبھی اس کی تالیف و تدوین میں۔

امام ابن ماجہ نے ۱۸۳ھ ہجری کے بعد طلب حدیث میں رحلت کی ہے، اس وقت واقعاً بائد عباسی تخت خلافت پر شکن تھا۔ واقعاً خلیفہ المعتمد باللہ کا بڑا اثر کا تھا اور علم و فضل کے اعتبار سے مامون الرشید کا ہمسر سمجھا جاتا تھا۔ واقعاً نے ۲۴۴ھ رذی الحجہ ۱۸۳ھ ہجری کو چار شنبہ کے دن انتقال کیا اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی المتوکل علی اللہ تخت نشین ہوا، جس سے محدثین اس بنا پر بہت خوش ہیں کہ اس نے اپنے عہد خلافت میں "خلق قرآن" کا فتنہ یک قلم موقوف کر دیا اور اعتزال کے اثر کو زائل کرنے کے لئے محدثین کو بلا کر حکم دیا کہ صفات الہی اور ربوبیت باری کی احادیث کو بر ملا بیان کریں۔ متوکل کا عہد خلافت ۲۴۷ھ تک رہا اس لئے قیاس یہی ہے کہ امام ابن ماجہ کی "رحلت علیہ" کا زمانہ غالباً متوکل کی تخت نشینی کے چند سال بعد ختم ہوتا ہے، اس کے بعد امام ممدوح اپنے وطن مالوف قزوین کو لوٹ گئے ہوں گے اور پھر بقیہ زندگی وہیں علم حدیث کی نشر و اشاعت میں گزاری ہوگی۔

وفات | امام ابن ماجہ کی وفات خلیفہ المعتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں ہوئی ہے۔ بقیہ مصنفین صحاح ستہ نے بھی بجز امام نسائی کے اسی کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی، شروط الائمة الستہ میں لکھتے ہیں کہ

میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تالیف کا نسخہ دیکھا تھا یہ عہد صحابہ سے لیکر ان کے زمانے تک کے رجال اور اصناف کے حالات پر مشتمل ہے، اس تالیف کے آخر میں امام ممدوح کے شاگرد جعفر بن ادريس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔

لہ تہذیب التہذیب، ترجمہ جبارہ بن المغلس۔



ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا اور شنبہ ۲۲ ماہ رمضان المبارک  
۳۸۷ ہجری کو دفن کئے گئے، اور میں نے خود ان سے سنا فرماتے تھے میں سنہ ہجری میں پیدا  
ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ آپ کے بھائی ابو بکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی  
اور آپ کے ہر دو ہزار دن ابو بکر اور ابو عبد اللہ اور آپ کے صاحبزادے عبد اللہ نے آپ کو  
قبر میں اتارا اور دفن کیا۔ ۷۷

امام ابو القاسم رافعی نے تاریخ قزوین میں یہ بھی لکھا ہے کہ غسل میت محمد بن علی قہرمان اور  
ابراہیم بن دینار وراق نے دیا تھا۔

متعدد شعرا نے آپ کی وفات پر نہایت دردناک مرثیے لکھے۔ چنانچہ یحییٰ بن زکریا طرائفی کہتا ہے۔

أيا قبر ابن ماجه غشت قطرا	ملثا بالعداة و باللعشى
فقد حزت التقى والبر لما	تضنت البرى من البرى
من الايمان قولا ثم فعلا	جھارا ليس ذلك بالخفى
ألا يا عين جودى ثم جدى	بد مع فى البكاء على التقى
أبي عبد الاله ابى المتامى	اب برهم حجاب حفى
اقول لمقلتي الا ابكياه	لفقدان الاثار النبى
ونشر مناقب كثرت وطابت	لال الله كالمسك الذكى
بعقل وافر لا عيب فيه	بكالسيف الصقيل المشر فى
عليه الله صلى ثم صلى	عليه من ملائكة العلى
وأمر الارض وبل ما أجت	به من لودعى احوذى
يحق لكل ذى دين ودنيا	يبكىه بد مع لا بى

اور محمد بن الاسود قزوینی نے اس سے بھی زیادہ پُر اثر مرثیہ لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

لقد اوهى دعا ثم عرش علمه وضع ركنه فقد ابن ماجه  
ابن ماجه کے اللہ جانے نے سرِ عظیم کے ستونوں کو توڑ کر اور اس کے پاؤں کو منہدم کر کے رکھ دیا ہے  
وخاب رجاء ملهوف كئيب يداويه من الداء ابن ماجه  
اور وہ درد مند کھیا کہ جس کی ابن ماجہ چارہ سازی کیا کرتے تھے اس کی آس ٹوٹ چکی ہے  
ألا لله ما جنت المنأيا علينا من تحفظها ابن ماجه  
موت نے ابن ماجہ کو اچانک جھپٹ لیا جو ہم پر زیادتی کی ہے اس کی فریادیں اُٹھ رہی ہے  
محمد بن الذی ان عدیوما مصابیح الدنا عبد ابن ماجه  
وہ محمد ابن ماجہ کہ اگر کسی دن دنیا کے چراغوں کا شمار کیا جائے تو ان کا ضرور شمار ہو



فمن یرجی لعلمہ او لحفظ بشرح بین مثل ابن ماجہ  
 پھر اب علم و حفظ کے سلسلہ میں کس سے آس لگائی جائے کہ وہ ابن ماجہ کی سی میں شرح کر سکے گا  
 ومن لمصنفات مسندات ومنتخباً تھا بعد ابن ماجہ  
 اور مصنفات، مسندات اور ان کے انتخابات کے لئے اب ابن ماجہ کے بعد کون رہا ہے  
 ومن یعطی الذی اعطاه ربی من التبیین والفقہ ابن ماجہ  
 اور بھلا کس کو ملتی ہے وہ قوت بیان اور قہمت کہ جو میرے رب نے ابن ماجہ کو دی تھی  
 أباعبد اللہ مضمیت فردا وما خلفت مثلك یا ابن ماجہ  
 اے ابو عبد اللہ (ابن ماجہ کی کنیت) تم یکتا زمانہ بن کر دنیا سے رخصت ہوئے، اور اے  
 ابن ماجہ تم نے اپنی نظیر نہیں چھوڑی۔ ۱۵  
 رحمہ اللہ الامام ابن ماجہ رحمۃ واسعة، وغفرلہ مغفرة جامعہ  
 امن یا رب العلمین

افسوس ہے کہ ہم کو امام ممدوح کے ہر دو بھائوں اور صاحبزادے کے حالات بالکل معلوم نہ ہو سکے۔  
 علماء کا آپ کی خدمت میں امام ابن ماجہ کی امامت فن، جلالت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور  
 خراج تحسین ثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں اور ہر دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے  
 ترجمہ میں ان چیزوں کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے چنانچہ ہم اس سلسلہ میں چند مشہور علماء رجال و تذکرہ  
 کی تصریحات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

(۱) محدث ابو یعلیٰ حلی لکھتے ہیں: ابن ماجہ ثقة کبیر متفق علیہ محقق بہلہ معرفة  
 بالحدیث وحفظ ام ۱۵

(۲) حافظ ابن الجوزی تصریح کرتے ہیں: سمع الکثیر وصنف السنن والتاریخ والتفسیر، و  
 کان عارفاً بهذا الشأن (المتعم فی تاریخ الملوک والامم)۔

(۳) امام ابو القاسم رافعی، تاریخ قزوین میں لکھتے ہیں: وهو امام من ائمة المسلمين کبیر  
 متقن مقبول بالاتفاق۔ ۱۵

(۴) حافظ شمس الدین زہبی رقمطراز ہیں: ابن ماجہ الحافظ الکبیر المفسر.....  
 صاحب السنن والتفسیر والتاریخ ومحدث تلك الديار (تذکرۃ الحفاظ)۔

اور عمر فی اخبار من غیر میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: الامام الحافظ ابو عبد اللہ  
 محمد بن یزید ابن ماجہ الکبیر الشأن القروینی۔

۱۵ یہ دونوں مرثیہ رافعی نے تاریخ قزوین میں نقل کئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: نور مصباح الزجاجة علی سنن ابن ماجہ  
 از شیخ علی بن سلیمان الدمشقی الجمعوی ص ۳۔ طبع مصر ۱۲۹۹ھ۔ ۱۵ تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر۔  
 ۱۵ نور مصباح الزجاجة ص ۲۔



اور سیر اعلام النبلا میں اس طرح لکھتے ہیں، قد کان ابن ماجہ حافظاً صدقاً واسع العلم۔  
(۵) مورخ ابن ناصر الدین آپ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں: هو احدث الائمة الاعلام وصاحب السنن احدث كتب الاسلام، حافظ ثقة كبير، ع۔

(۶) علامہ ابن الاثیر تحریر کرتے ہیں: کان عاقلاً اماماً عالماً (کامل التولید)

(۷) قاضی شمس الدین ابن خلکان ارقام فرماتے ہیں: ابن ماجہ الربیع بالولاء القز وینی الحافظ المشهور مصنف کتاب السنن فی الحدیث، کان اماماً فی الحدیث عارفاً بعلومہ وجميع ما يتعلق به (وفیات الاعیان)۔

(۸) علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں: ومن اعیان الائمة من اهل قزوین محمد بن یزید بن ماجہ ابو عبد الله القز وینی الحافظ (معجم البلدان)

(۹) مورخ جمال الدین ابوالحسن ابن تعزی بروری کے یہ الفاظ ہیں: محمد بن یزید ابن ماجہ الامام الحافظ المجتہد الناقد، ابو عبد الله القز وینی..... سمع الكثير وكان صاحب فنون (النجوم الزاهرة)

(۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: محمد بن یزید الربیع بقیم المراء والموحدة القز وینی ابو عبد الله بن ماجہ بتخصیص الجیم صاحب السنن، احدث الائمة حافظ، (تقریب التہذیب)  
تصانیف امام ابن ماجہ نے حسب ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

۱۔ التفسیر ہی وہ تفسیر ہے جس کے متعلق مشہور مفسر حافظ علامہ الدین ابن کثیر، البہایہ میں لکھتے ہیں ولا بن ماجہ تفسیر حافل، حافظ مدوح کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے، اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مل سکے ہیں ان سب کو بالاسناد روایت کیا ہے۔ حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں امام ابن ماجہ کی سنن اور تفسیر دونوں کی اسانید میں جن راویوں کے نام آئے ان سب کے حالات لکھے ہیں۔ علامہ سیوطی الاقن فی علوم القرآن کی آخری نوع میں دور صحابہ و تابعین کے مشہور مفسرین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

« یہ تو قدما، مفسرین تھے جن کے بیشتر اقوال خود صحابہ سے ماخوذ تھے پھر اس طبقہ کے بعد تفسیر مدون ہوئیں جو صحابہ و تابعین کے اقوال کی جامع تھیں جیسے تفسیر سفیان بن عیینہ، تفسیر دکیع بن الجراح، تفسیر شعب بن الحجاج، تفسیر یزید بن ہارون، تفسیر عبدالرزاق، تفسیر آدم بن ابی ایاس، تفسیر اسحق بن راہویہ، تفسیر روح بن عبادہ۔ تفسیر عبد بن حمید، تفسیر سید، تفسیر ابوبکر بن ابی شیبہ، اور دیگر علماء کی تفاسیر۔

اور ان کے بعد تفسیر ابن جریر طبری، جو سب تفسیروں سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن ماجہ، تفسیر حاکم، تفسیر ابن مرددہ، تفسیر ابوالشیخ بن جان

۱۔ شذرات الذهب انا بن العماد۔



تفسیر ابن المنذر اور دوسرے علماء کی تفسیر میں ہیں۔

یہ تمام تفسیریں وہ ہیں جن میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین سے بالا اسناد روایتیں درج کی گئی ہیں اور بحز نقل روایات کے اور کچھ ان میں نہیں ہے، ہاں تفسیر ابن جریر کو اس حیثیت سے ان سب پر فوقیت حاصل ہے کہ وہ مختلف بیانات کی توجیہ کرتے اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں، نیز اغراب اور استنباط مسائل سے بھی اعتنا کرتے ہیں۔

پھر ان علماء کے بعد تو بے شمار لوگوں نے تفسیر پر قلم اٹھایا اور اسانید کو حذف کر کے مختلف اقوال کو پہلو بہ پہلو درج کرتے چلے گئے جس کی وجہ سے رخنے پڑ گیا اور صحیح و غلط خلط ملط ہو کر رہ گیا۔

۲۔ التاریخ۔ یہ وہی تاریخ ہے جس کا تعارف مرثیہ ابن خلکان نے تاریخ میلہ اور محدث ابن کثیر نے تاریخ کامل کے الفاظ سے کرایا ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات ہیں۔ حافظ ابن طاہر مقدسی المتوفی ۷۵۰ھ نے قزوین میں اس کا نسخہ دیکھا تھا جس کے خاتمہ پر امام ابن ماجہ کے شاگرد جعفر بن ادریس کے قلم کی تحریر بھی موجود تھی۔

محدثین کے لئے تاریخ رجال کا قیاس ایک نہایت ہی ضروری امر تھا کیونکہ بیشتر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد کا تمام تر مدار رجال اسناد پر ہے لہذا جب تک راویان حدیث کے حالات پر بخوبی اطلاع نہ ہو اس کے اسناد کی صحت و ضعف کا پتہ نہیں چل سکتا پہلی صدی میں تو اس کی چنداں ضرورت اس لئے نہ تھی کہ اس زمانہ میں حدیثوں کے راوی تمام تر صحابہ کرام اور کبار تابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہی تھے، صحابہ سب کے سب عدول اور ثقہ تھے اور ان میں سے کسی ایک فرد نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کبھی کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ کبار تابعین میں بھی برائے نام کوئی ضعیف ہو تو وہو قرن اول کے گزر جانے پر واسطہ تابعین میں بلاشبہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت ملتی ہے لیکن ان کا ضعف بھی بیشتر ہدیانتی کی بنا پر نہیں بلکہ حافظہ کی کمزوری، قلت ضبط یا روایت میں تساہل کی بنا پر ہے بہر حال اس دور تک حدیث کے راویوں میں کسی دروغ گو کا وجود نادر اور ضعیف الروایہ بہت ہی کم تھے امام اعظم اور امام مالک کی اکثر و بیشتر حدیثیں اسی طبقہ کے راویوں سے منقول ہیں اور اسی لئے وہ صحت و وثوق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ سمجھی جاتی ہیں۔ دوسری صدی کے وسط میں جب بعض لوگوں نے روایت حدیث میں کذب بیانی سے کام لیا تو ائمہ نے جرح و تعدیل کا دروازہ کھولا اور تاریخ کی روشنی میں ان کے بیانات کو جانچنا شروع کیا۔ یہ ہے اس فن کی تدوین کی اصل وجہ۔ چنانچہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:

لما استعمل الرواة الكذب استعملنا لهم التاريخ۔ جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے لئے تاریخ استعمال کی۔

(الاعلان بالتوثيق از سخا دی۔ ص ۹)



اور قاضی حفص بن غیاث فرماتے ہیں:

اذا اتهم الشيخ فحاسبوه بالسنتين . ۱۷۰ جب تک کسی شیخ کو نہم خیال کرو تو دونوں کی عمروں کو حساب لگالو یعنی اس شیخ کے سن کو اور جس سے یہ روایت نقل کر رہا ہے اس کے سن کو معلوم کر کے حساب لگالو کہ یہ اس سے بڑا بھی ہے یا ویسے ہی اس سے روایت کرنے کا دعویٰ دار ہے۔

حسان بن زیاد کہتے ہیں کہ کذا بین کے مقابلہ میں تاریخ سے بہتر کوئی چیز مردگار نہیں ہو سکتی، یہ اس طرح کہ پہلے اس آدمی کو پوچھا جائے کہ تم کب پیدا ہوئے جب وہ اپنا سال ولادت بیان کر دے اور جس شخص کی طرف وہ روایت منسوب کر رہا ہے اس کا سنہ وفات ہمیں معلوم ہو تو پھر ہمیں اس کے جمیوت صح کا پتہ چل سکتا ہے۔

چنانچہ اسمعیل بن عیاش نے ایک بار ایک شخص سے امتحاناً سوال کیا کہ میاں تم نے خالد بن معدان سے کس سنہ میں حدیث لکھی تھی کہنے لگا ۳۱۱ھ میں۔ اس پر اسمعیل نے اس شخص سے کہا کہ تم تو اس بات کے مدعی ہو کہ خالد کی وفات کے سات سال بعد تم نے ان سے حدیث سنی ہے۔ ۱۷۱ھ اور علامہ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں:-

ویلزم صاحب الحديث ان يعرف الصحابة والمؤيدین للدين عن نبيه محمد صلى الله عليه وسلم ويعنی بسیرهم وفضائلهم ويعرف احوال المناقلین عنهم وایامهم وایامهم حتی یقف علی العدول منهم من غیر عدل۔ اور صاحب حدیث کے لئے لازمی ہے کہ وہ ان صحابہ سے واقفیت بہم پہنچائے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے ناقل ہیں اور ان کی سیرت اور فضائل سے اعتناء کرے اور جو لوگ صحابہ سے نقل کرتے چلے آتے ہیں ان کے بھی حالات روزمرہ کے واقعات اور اخبار سے باخبر ہوتا کہ

ان میں جو عادل اور غیر عادل ہیں ان سے واقف ہو جائے۔ امام ابن ماجہ نے بھی اسی ضرورت کے پیش نظر یہ تاریخ مرتب کی تھی۔ افسوس ہے کہ آج امام موصوف کی تفسیر اور تاریخ دونوں ناپید ہیں اور نہ متداول کتابوں میں ان کے حوالے ملتے ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے امام ابن ماجہ کی تالیفات میں تاریخ قزوین کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ہمارے خیال میں وہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ اسی تاریخ کا ایک جز ہے۔

۳۔ السنن۔ یہی امام ابن ماجہ کی وہ مایہ ناز اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جس نے آپ کی امامت فن کا سکہ بٹھایا۔ حدیث کی مشہور چھ کتابیں جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے ان میں آخری درجہ اسی کتاب کا ہے۔ آج بھی شرقاً وغرباً یہ حدیث کے نصاب تعلیم میں داخل ہے۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو جب امام ابو زرعہ کے سامنے

اور ۱۷۲۵ الاعلان بالتویخ از سخاوی ص ۹۔ ۱۷۱۹ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۹ طبع میرے مصر۔ ۱۷۳۵ یہ بھی مشہور ائمہ حنفیہ اور امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں تذکرۃ الحفاظ تہذیب التہذیب اور انجواہر المصنیع میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ ذہبی نے آپ کو الامام الحفاظ اور قرشی نے الامام صاحب الامام لکھا



پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرماتے لگے۔

اظن ان وقع هذا في ايدي الناس  
تعطلت هذه الجوامع واكثرها۔

۱۵

میں سمجھا ہوں اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو  
یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر  
معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

اور محدث ابو القاسم امام الدین عبدالکریم بن محمد القزوينی الرافعی الشافعی المتوفی ۶۲۳ ہجری  
تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں:

والحفاظ يقرنون كتابه بالصحيحين و  
سنن ابى داود والنسائي ويحجبون  
بما فيه، ۱۶

اور حفاظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن  
ابن داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں اور اس کی  
روایات سے احتیاج کرتے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر، البدایہ النہایہ میں فرماتے ہیں۔

وهي داله على علمه وعمله وتبحره واطلاعه  
واتباعه السنة في الاصول والفروع۔  
یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم و عمل، تبحر، اطلاع، اور اصول و  
فروع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔

اس بلند پایہ کتاب کا لحاظ فرمایا اور جب اس کی کیا اہمیت ہے اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے  
کہ مصنف کے عہد تک کی قرین حدیث کی جو تاریخ ہے اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈال دی جائے تاکہ اس  
کتاب کا صحیح مقام اور اس کی خصوصیات پورے طور پر واضح ہو جائیں۔

حدیث کیا ہے | قرآن کریم، دین الہی کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر  
نازل کی گئی اور آپ کو اس کا مبلغ اور معلم بنا کر دنیا میں مبعوث کیا گیا چنانچہ آپ نے اس کتاب مقدس کو  
اول سے آخر تک لوگوں کو سنایا، لکھوایا، یاد کرایا اور بخوبی سمجھایا اور خود اس کے جملہ احکام و تعلیمات پر  
عمل پیرا ہو کر امت کو دکھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قوی اور  
عملی تفسیر ہے اور آپ کے ان ہی اقوال، اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

لفظ حدیث عربی زبان میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں گفتگو، کلام یا بات سے مراد لیتے  
ہیں چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو اور بات کے درجہ پیام الہی کو لوگوں تک پہنچاتے اپنی تقریر اور  
بیان سے کتاب اللہ کی شرح کرتے اور خود اس پر عمل کر کے اس کو دکھلاتے تھے اسی طرح جو چیزیں آپ کے  
سامنے ہوتیں اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے تو اسے بھی جزو دین سمجھا جاتا تھا کیونکہ اگر وہ  
امور منشاء دین کے منافی ہوتے تو آپ یقیناً ان کی اصلاح کرتے یا منع فرمادیتے، لہذا ان سب کے مجموعہ کا  
نام احادیث قرار پایا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کو حدیث سے تعبیر کرنا خود ساختہ اصطلاح  
نہیں بلکہ خود قرآن کریم ہی سے مستنبط ہے۔ قرآن کریم میں دین کو نعمت فرمایا ہے اور اس نعمت کی

لہ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام ابن ماجہ۔ ۱۷ شرح السنی علی ابن ماجہ، باب ذکر الدیلم وفضل قزوین۔



نشر و اشاعت کو تحدیث سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:-

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ  
عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ (البقرہ ۱۷۷)  
اور یاد کرو اپنے اور اللہ کی نعمت کو اور جو تم پر کتاب اور  
حکمت کو نازل فرمایا کہ تم کو اس کے ذریعے نصیحت فرمائے  
اور تمہیں دین کے سلسلہ میں فرمایا ہے:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَعْتُ عَلَيْكُمْ  
نِعْمَتِي (المائدہ ۱۰۷)  
آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا  
اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

دیکھئے ان دونوں آیتوں میں قرآن حکیم نے دین کو "نعمت" کہا ہے اور سورہ "احق" میں آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نعمت کے بیان کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا ہے۔  
وَأَمَّا مِنْ خِصْمَةٍ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔  
اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے۔

بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث میں کہتے ہیں:  
یہی نہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کے لئے خود قرآن مجید میں بھی متعدد  
مقامات پر حدیث ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ سورہ الذاریات میں حضرت ابراہیم علی نبینا  
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اس طرح شروع ہوتا ہے هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ لِئِبْرَاهِيمَ  
الْمَكْرُمِ (الذاریات ۴۷) اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حالات میں ایک جگہ  
نہیں دو جگہ فرمایا ہے هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ مُؤْنِسٌ (طہ ۱۷۱، النازعات ۱۷) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
قول مبارک کے لئے بھی قرآن مجید میں "حدیث" کا لفظ موجود ہے۔

فَلَاذْأَسْرَ النَّبِيِّ إِلَىٰ بَعْضِ أَرْوَاحِ حَدِيثِيَّا (القریم ۱۷) اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی نبی سے ایک بات۔  
حدیث کی دینی حیثیت | حدیث شریف کا دین میں کیا درجہ ہے اس کو ذہن نشین کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی حسب ذیل حیثیات پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن کو قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ  
بیان فرمایا ہے۔

(۱) آپ مبلغ تھے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ  
مِنْ رَبِّكَ (المائدہ ۱۰۷) اور  
اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ آمارا گیا ہے آپ کی طرف آپ  
کے پروردگار کی جانب سے۔

(۲) آپ مراد الہی کے مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ  
مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (الاحق ۱۷)  
اور آپ پر بھی ہم نے یہ یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی  
طرف آمارا گیا ہے آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں۔

(۳) آپ معلم کتاب و حکمت ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ  
فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ  
بے شک اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ بھیجا ان  
میں رسول انہیں میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی



أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا فِي مَالِكُم مَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا رَافِقًا لِّلْآيَةِ ۚ  
 الْحِكْمَةُ - (آل عمران ۱۷۷)

آئین اور ان کو سنوارنا ہے اور ان کو کتاب اللہ اور  
 حکمت کی تعلیم دینا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوا فِي مَالِكُم مَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا رَافِقًا لِّلْآيَةِ ۚ  
 الْحِكْمَةُ - (الاعراف ۳۳)

(۴) تحلیل و تحریم یعنی اشیا کو حلال و حرام کرنا آپ کے منصب میں داخل تھا۔  
 اور وہ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور گندہ  
 چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں،

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَةِ اللَّهِ وَلَا  
 بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ  
 وَرَسُولُهُ - (التوبة ۳۴)

لڑو ان لوگوں سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر پچھلے دن  
 پہلوئیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو حرام نہ سمجھتے اور اس کے رسول نے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ  
 اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ  
 مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
 فَقَدْ ضَلَّ صُلًى لَا يَمُوتُ - (الاحزاب ۳۶)

(۵) آپ امت کے تمام معاملات اور فیصلوں میں قاضی ہیں۔  
 اور گنجائش نہیں کسی ایماندار مرد کے لئے اور نہ کسی ایماندار  
 عورت کے لئے جبکہ فیصلہ کرے اللہ اور اس کا رسول کسی  
 معاملہ کا کہ ان کو اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار رہے اور  
 جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک  
 وہ صریح طور پر گمراہ ہو گیا۔

فَلَا وَرَيْكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ  
 فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيكَ الْفِتْنَةَ  
 حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا - (النساء ۹۷)

(۶) آپ امت کے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں حکم ہیں۔  
 سو قسم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہیں ہوں گے جب تک  
 کہ تمہیں ہی حکم نہ بنائیں اس جھگڑے میں کہ جو ان کے  
 باہم ہو پھر جو تم فیصلہ کرو اس سے یہ اپنے جی میں خفگی بھی  
 نہ محسوس کریں اور تسلیم کر کے مان لیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ  
 بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ - (النار ۱۷۷)

بیشک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل  
 کی ہے تاکہ تم لوگوں کے باہم جو کچھ اللہ تمہیں سمجھائے اس سے  
 فیصلہ کیا کرو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
 لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَ  
 ذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا - (الاحزاب ۲۱)

(۷) آپ کی ذات قدسی صفات میں ہر مومن کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔  
 بیشک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ عمل  
 ہے اس شخص کے لئے کہ جو اللہ اور روزِ آخرت سے آس  
 لگائے ہوئے ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ  
 يَوْمَ مَنْ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَالشَّعْوَةُ - (الاعراف ۱۷۷)

(۸) آپ کی اتباع سب پر فرض ہے۔  
 سو ایمان لے لو اللہ پر اور اس کے نبی پر کہ جو اللہ اور اس کی  
 باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع ہو۔



قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران ۴۴)  
 آپ کہہ دیجئے اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری اتباع کرو  
 کہ اللہ تم سے محبت رکھے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

(۹) جو کچھ آپ دیں اس کو لینا اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے۔  
 وَمَا أَمَّاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (حشر ۱)  
 اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے  
 سو چھوڑ دو۔

(۱۰) آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (محمد ۴)  
 اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو  
 رسول کی۔

(۱۱) ہدایت آپ کی اطاعت سے وابستہ ہے۔

وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ تَهْتَدُوا (النور ۵۱)۔  
 اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہدایت پر آ جاؤ گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قیامت کو ہدایتیں دیں، جو جو چیزیں  
 ان سے بیان فرمائیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے ذیل میں جو کچھ ارشاد فرمایا جن چیزوں کو حلال اور حرام  
 کو حرام بھرایا یا باہمی معاملات و قضایا میں جو کچھ فیصلہ فرمایا، منازعات و خصومات کو جس طرح چکایا  
 ان سب کی حیثیت دینی اور شرعی ہے یہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی امت کے لئے بہترین نمونہ  
 عمل ہے جس کی اتباع اور پیروی کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، آپ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے جو آپ  
 حکم دیں اس کو بجالانا اور جس سے منع کریں اس سے رک جانا ہر مومن کے لئے لازم اور ضروری  
 ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے چنانچہ قرآن کریم  
 میں صاف تصریح ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النار ۱۱)  
 جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ  
 ہی کی اطاعت کی۔

ظاہر ہے کہ وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الہی، اسی طرح نکاح،  
 طلاق، بیع و شراء، فصل قضایا و خصومات، اخلاق و معاشرت، سیاسیات ملت غرض جملہ احکام  
 دین کے متعلق کلی احکام قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن ان احکام کی تشریح، ان کے جزئیات کی  
 تفصیل اور ان کی عملی تشکیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور آپ کے احوال کے  
 جانے بغیر بالکل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اللہ کی اطاعت بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور  
 اطاعت کے ناممکن اور محال ہے۔

کتاب حدیث عرب کی قوم عام طور پر اُمتی یعنی بے پڑھی لکھی تھی اور ان میں کسی قسم کی مکتوبی یا زبانی تعلیم  
 کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کو اُمتی بن ہی فرمایا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 متعلق بھی قرآن پاک میں النبی اکلمنی وارد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اہل عرب کا



حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرہائے نسب، اہم تاریخی واقعات، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، بے بے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے، قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس کو بزبان یاد رکھا اور اس سلسلہ کو ہمیشہ کیلئے جاری فرمادیا اسی لئے ارشاد ہے:

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ يَرَوْنَ  
أَوْ تُوَالِّعِلْمَ۔  
بلکہ یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینے میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

”ہم چونکہ قرآن مجید تمام تر معجزہ ہے اور اس کا لفظ لفظ وحی الہی ہے جس میں کسی ایک لفظ کی بجائے دوسرے اس کے ہم معنی اور مترادف لفظ کے لانے کی بھی گنجائش نہیں ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا چنانچہ معمول مبارک تھا کہ جس وقت کوئی آیت اترتی آپ اسی وقت لوگوں کو یاد کر دیتے اور کسی کتاب کو بنا کر اس کو لکھوا دیتے مگر اصل توجہ اس کے حفظ و تلاوت پر مرکوز تھی اور کتابت مزید برآں تھی۔

برخلاف اس کے حدیث معجزہ نہ تھی اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی و مطالب آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوتے تھے اور آپ اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسب ضرورت مختلف ہوتے تھے کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مختلف مذاق کے لوگوں کو سمجھانا پڑتا تھا۔ اسی بنا پر اس کے لفظوں کی بعینہ تلاوت کا حکم نہ تھا۔ لہ

لہ خوب سمجھ لیجئے یہی فرق ہے حدیث قولی اور قرآن میں، کہ قرآن اپنے الفاظ و معانی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے، حدیث معجزہ نہیں، قرآن میں ایک لفظ بلکہ ایک حرف بلکہ ایک نقطہ کا بھی تغیر و تبدل و تبدل جائز نہیں لیکن حدیث میں روایت بالمعنی یعنی اصل مقصود کو جدا گانہ الفاظ میں بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

بالفاظ دیگر قرآن و حدیث میں وہی فرق ہے جو نام و پیام میں ہوتا ہے۔ پیام میں اگر آپ کا پیامی آپ کا منشا اور بانی الضمیر صحیح طور سے مرسل الیہ تک پہنچا دیتا ہے تو پیام رسانی کا مقصد حاصل ہو گیا خواہ پیام رسانی اسے آپ کے الفاظ میں نہ پہنچائے بلکہ اکثر اوقات اس کے لئے الفاظ میں تبدیلی کرنا ضروری ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ آپ کی اور آپ کے مخاطب کی زبان مختلف ہو اور آپ کا پیغام رسانی دونوں زبانوں سے واقفیت رکھتا ہو، اس صورت میں آپ اپنا مقصد اس سے اپنی زبان میں کہیں گے اور وہ اسے مرسل الیہ کی زبان میں ادا کرے گا۔ اگر اس موقع پر وہ آپ ہی کے الفاظ نقل کر دے تو پیغام کا مقصد فوت ہو کر رہ جائے گا، اسی طرح اگر آپ کا پیغام رسانی نہ میں ہے اور مختصر الفاظ میں مطلب سمجھ جاتا ہے لیکن جسے پیام دیا جا رہا ہے وہ نہایت ہی غبی اور کم فہم ہے تو اس صورت میں آپ کے لئے اپنے پیغام رسانی سے مختصر لفظوں میں اپنا مطلب کہہ دینا کافی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرسل الیہ کو اس قدر واضح الفاظ میں اپنا مطلب سمجھائے کہ وہ اس کے اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

لیکن ”نامہ“ کی صورت اس سے بالکل مختلف ہے یہاں ان ہی الفاظ کو مکتوب الیہ تک پہنچانا ضروری ہے اگر قاصد نے بیچ میں خطا کو چاک کر ڈالا اور اسی مضمون کا دوسرا خط تحریر کر دیا۔ (باقی صفحہ آئندہ)



علاوہ ازیں آپ کو اپنی قوم کی قوت حافظہ اور یادداشت پر پورا پورا اعتماد اور وثوق تھا کیونکہ وہ جو کچھ سنتے تھے ان کے صفحہ حافظہ پر ثبت ہو جاتا تھا، اس لئے ابتداء اسلام میں کتابت حدیث کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ صرف زبانی روایت کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی یہ وعید بھی سنائی گئی کہ آپ کے بارے میں عدا کسی قسم کی غلط بیانی یا دروغ زنی کا مطلب دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت بھی منقول ہے کہ

لا تکتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن  
فليحبه، وحدثوا عني ولا حرج، ومن كذب  
عني متعمدا فليتبوا مقعده من النار۔  
(باب التثبت في الحديث وحكم كتابته العلم)

مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے تو وہ اسے مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کچھ حرج نہیں اور جس شخص نے میرے متعلق قصداً جھوٹ بولا، اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

اگرچہ امام بخاری اور دیگر محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں بلکہ معلول ہے اور ان کی تحقیق میں یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ خود ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہیں جن کو غلطی سے راوی نے مرفوعاً نقل کر دیا ہے لیکن بالفرض اگر اس روایت کو موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ مانعت وقتی اور عارضی تھی جو اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لئے خاص طور پر حفاظت قرآن کے سلسلہ میں کر دی گئی تھی، جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے علاوہ "جوامع الکلم" بھی عطا فرمائے تھے جو اپنے ایجاز لفظی و معنوی کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ یہ امی لوگ جو نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے ہیں کہیں دونوں کو غلط ملط نہ کر دیں۔ اس بنا پر غایت احتیاط کے مد نظر آپ نے قرآن مجید کے سوا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) یا اس کا مطلب ہی بلا کم و کاست زبانی جا کر بیان کر دیا تو وہ کسی طرح اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوا بلکہ ان خیانت مجرمانہ کا مرتکب اور بددیانتی کا لازم ٹھہرا۔

”حدیث قولی“ بھی حق تعالیٰ کی وحی یا الہام یا ارادت ہے مگر اس کی نوعیت پہلی قسم کی ہے جس میں الفاظ کی بعینہ ادائیگی ضروری نہیں، اور قرآن پاک کی نوعیت دوسری قسم کی ہے یہاں اصل الفاظ میں جو روح القدس کے ذریعہ حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر نازل ہوئے اور آپ کے ذریعہ امت تک پہنچے، ان میں نہ روایت بالمعنی کی اجازت ہے نہ کسی قسم کے تغیر و تبدل کا اختیار، ہاں ترجمہ اور تفسیر کی اجازت ہے لیکن اس کو کلام الہی نہیں کہا جائے گا۔

(حاشیہ صفحہ ۱۳۲) لہ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:-

ومنهم من اعل حدیث ابی سعید و  
قال الصواب وقفه علی ابی سعید قاله  
البخاری وغیره۔  
(باب کتابت العلم)

اور بعض محدثین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو معلول بتایا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، چنانچہ امام بخاری وغیرہ نے ہی بیان کیا ہے۔



ہر چیز کے لکھنے کی ممانعت کر دی اور عام حکم دیدیا کہ اگر آپ سے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ لکھ لیا گیا ہے تو اس کو مٹا دیا جائے۔

احادیث فعلیہ میں تمام احکام و عبادات کا عملی نقشہ اور ان کی تشکیل تھی، عملی چیزیں لکھوانے کی بہ نسبت عملی طور پر کر کے دکھلانے اور پھر لوگوں سے اس کے مطابق عمل کروانے سے زیادہ ذہن نشین ہوتی ہیں اس لئے آپ نے ان کے بارے میں یہی طریقہ اختیار فرمایا اور ہدایت کر دی کہ صلوا کما رایتہمونی (اصلی۔ صحیحین) جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو۔

اور حجۃ الوداع میں رمی جمار کرتے ہوئے فرمایا: خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ہذہ (صحیح مسلم) مجھ سے تم اپنی حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ پتہ نہیں شاید میں اس حج کے بعد دوسرا حج نہ کر سکوں۔

بہت سی چیزیں جن میں آپ نے کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت نہ سمجھی اور ان کو مہوتے دیکھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس طرح اپنے اس طرز عمل سے آپ نے ان کی تقریر یعنی اثبات فرمایا کہ باوجود ان چیزوں کے آپ کے علم میں آجانے کے آپ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہیں کیا، ایسی حدیثیں تقریری کہلاتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کی روزمرہ کی باتیں اگر آپ قلمبند کرنے کا حکم دیتے تو ایک طول طویل اور اذیتوں پر لادنے والی ضخیم کتاب بنتی جس کی تکلیف اس وقت کے امیوں کے لئے تکلیف مالا یطاق سے کم نہ تھی خصوصاً جبکہ اس وقت پوری قوم میں لکھنا جاننے والوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے اور کاغذ کی قلت کا یہ عالم تھا کہ لوگ قرآن پاک کو بھی کھجور کی شاخوں، درختوں کے پتوں، اونٹ اور بکری کے شانوں کی ہڈیوں، جانوروں کے چمڑوں اور کھالوں، پالان کی لکڑیوں اور چوڑے چکلے اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔

غرض اس وقت حفاظتِ دین کے سلسلہ میں وہی آسان اور سادہ طریقہ اختیار کیا گیا جو اس عہد میں اہل عرب کا فطری اور مروج طریقہ تھا۔ قرآن مجید جو دین کی تمام بنیادی اور اساسی تعلیمات پر مشتمل اور جملہ عقائد و احکام کے متعلق کلی ہدایات کا حامل ہے اس کا لفظ لفظ لوگوں نے زبانی یاد کیا مزید احتیاط کے لئے معتبر کتابوں سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا۔ حدیث شریف جو شرع اسلامی کی تمام اعتقادی اور عملی تفصیلات پر حاوی ہے اس کا قوی حصہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی قومی عادت اور رواج کے مطابق اس سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ اپنے حافظہ میں محفوظ رکھا کہ جس اہتمام کے ساتھ وہ اس سے پہلے اپنے خطیبوں کے خطبے، شاعروں کے قصیدے اور حکماء کے مقولے یاد رکھا کرتے تھے اور اس کے عملی حصے پر فوراً تعامل اور عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت میں اس سے زیادہ اور کیا جاسکتا تھا۔ لیکن بعد کو جب کہ قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا اور عام طور پر لوگ قرآن کے



توق آشنا ہو گئے اور اس بات کا اندیشہ بالکل جاتا رہا کہ "کلام الہی" کے ساتھ حدیث کے الفاظ مل جائیں گے اور عز و بدر کے بعد مدینہ میں بہت سے لوگوں نے لکھنا بھی سیکھ لیا۔ تو پھر کتابت حدیث کی اجازت دیدی گئی چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

کان رجل من آل انصار مجلس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمع من النبي صلى الله عليه وسلم الحديث فيجبه ولا يحفظه فشكا ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اني لا اسمع منك الحديث فيجبهني ولا احفظه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم استعن بيمينك واومأ بيده للخط . ۱۷

ایک انصاری صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھے آپ کی باتیں سنتے اور بہت پسند کرتے مگر یاد نہ رکھ پاتے آخر انھوں نے اپنی یادداشت کی خرابی کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی لگتی ہے مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس پر آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو اپنے دست مبارک سے ان کو لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں گزارش کی کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی فرمودہ باتیں سن کر لکھ لیتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

الکتبوا ولا حرج . ۱۸

لکھ لیا کرو کچھ حرج نہیں۔

اور سنن ابی داؤد اور مسند دارمی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كنت اكتب كل شيء اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم اربني حفظه فتهنتي قریش وقالوا تكتب كل شيء سمعته ورسول الله صلى الله عليه وسلم بشرني بكم في الغضب الى رضا فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فامأ باصبعه الى فيه فقال اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه الا حق . ۱۹

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے لئے اس کو لکھ لیتا تھا۔ پھر قریش نے مجھ کو منع کیا اور کہنے لگے کہ تم جو بات سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں غصہ میں بھی کلام فرماتے ہیں اور خوشی میں بھی۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگشت سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے کہ تم لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے بجز حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

بلکہ حکیم ترمذی اور سمویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک

۱۷ جامع ترمذی، باب ما جاء في الرخصة في كتابة العلم . ۱۸ منتخب كنز العمال ج ۴ ص ۸۸ بحوالہ حکیم ترمذی، طبرانی، سمویہ، تقييد العلم للخطيب، یہ کتاب مصر میں امام احمد بن حنبل کی مسند کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔ ۱۹ سنن ابی داؤد، باب كتابة العلم، مسند دارمی، باب من رخص في كتابة العلم۔



میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ  
 قیدوا العلم بالکتاب۔ ۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد مواقع پر ضروری احکام و ہدایات کو  
 کی طرف سے املا۔  
 ۲۔ قلمبند کروایا ہے۔

(۱) چنانچہ صحیح بخاری اور سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فتح مکہ کے  
 سال قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیا جس میں حرم محترم کی عظمت و حرمت  
 اور اس کے آداب کی تفصیل اور قتل کے سلسلہ میں دیت و قصاص کا بیان تھا۔ خطبہ سے فراغت ہوئی تو  
 یمن کے ایک صحابی حضرت ابو شاہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر درخواست کی کہ اکتبوا لی یا رسول اللہ (یا رسول اللہ)  
 یہ خطبہ میرے لئے لکھوادیکجئے) آپ نے ان کی درخواست منظور فرما کر حکم دیا کہ اکتبوا لابن شاہ (ابو شاہ  
 کے لئے خطبہ لکھ دیا جائے) ۱

(۲) اور حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم و اہلہ میں لکھتے ہیں کہ

و کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الصدقات والدیات والقرائن والسنن لعمر بن خزم وغیرہ۔ ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن خزم وغیرہ کے لئے  
 صدقات، دیات، فرائض اور سنن کے متعلق ایک کتاب  
 تحریر کروائی تھی۔  
 حضرت عمرو بن خزم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ہجری میں اہل نجران پر عامل  
 بنا کر بھیجا تھا اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی، یہ نوشتہ آپ نے ان کو جب یہ یمن جانے لگے تو حوالہ  
 کیا تھا سنن نسائی میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اہل الیمن کتابا فیہ الفرائض والسنن والدیات وبعث بدمع عمرو بن خزم فقرات علی اہل الیمن۔ (ذکر حدیث عمرو بن خزم فی العقول)۔

اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: من محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) الی شرحبیل  
 بن عبد کلابل و نعیم بن عبد کلابل و الحارث بن عبد کلابل قیل ذی ریحین و معاض و ہمدان  
 اما بعد (سنن نسائی)

اور کتاب البحر المحرر کی ابتداء میں یہ تحریر تھا: ہذا بیان من اللہ و رسولہ یا ایہا الذین امنوا

۱۔ منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۶۹۔ ۲۔ صحیح بخاری، باب کتاب العلم، اور باب کیف تعرف لفظہ اہل مکہ،  
 جامع ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی کتاب العلم۔ ۳۔ جامع بیان العلم، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔  
 ۴۔ الاستیعاب اور تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔



اَوْثُخَا بِالْعُقُودِ پھر یہاں سے لیکر اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ الْحَسَابُ تک مسلسل آیات درج تھیں، اس کے بعد لکھا تھا ہذا کتاب الجراح، فی النفس مائة من الاہل الخ (سنن نسائی)۔

امام ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ یہ کتاب چمڑے پر تحریر تھی اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پوتے ابو بکر بن حزم کے پاس موجود تھی وہ یہ کتاب میرے پاس بھی لے کر آئے تھے اور میں نے اس کو پڑھا تھا۔ (سنن نسائی)۔

حافظ ابن کثیر اس کتاب کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

فهذا الكتاب متداول بين ائمة الاسلام قد يما وجدنا يعقدون عليه ويفرغون في محامات هذا الباب اليه، كما قال يعقوب بن سفيان لا اعلم في جميع الكتب كتابا اصح من كتاب عمرو بن حزم، كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يرجعون اليه ويدعون اراءهم۔  
یہ کتاب عہد قدیم و عہد جدید دونوں میں ائمہ اسلام کے مابین متداول رہی ہے جس پر وہ اعتماد کرتے اور اس باب کے ہم مسائل میں رجوع کرتے رہے ہیں چنانچہ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے کہ میرے علم میں تمام کتابوں میں کوئی کتاب عمرو بن حزم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس کی طرف رجوع کرتے اور اپنی راہوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

چنانچہ حسب تصریح حافظ ابن کثیر، سعید بن المسیب سے یہ صحت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیلوں کی دیت کے بارے میں اسی کتاب کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں اپنا آدمی روانہ کیا تھا جس کو ایک تحریر تو آل عمرو بن حزم کے پاس ملی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو صدقات کے بارے میں لکھوائی تھی اور دوسری آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس دستیاب ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں اپنے عامل کے نام لکھی تھی۔ ان دونوں نوشتوں کا مضمون واحد تھا۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے تمام عامل اور ولایہ کے نام فرمان جاری کر دیا کہ جو کچھ ان دونوں کتابوں میں تحریر ہے اسی کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔ ۱۷۵۔

اور حافظ جمال الدین زلیعی، نصب الراية میں بعض حفاظ حدیث سے ناقل ہیں کہ

نسخة كتاب عمرو بن حزم تلقاها الاثثة الاربعة بالقبول وهي متوارثة كنسخة عمرو بن شبيب عن ابيه عن جده۔  
عمرو بن حزم (رضی اللہ عنہ) کی کتاب کے نسخہ کو چاروں ائمہ نے قبول کیا ہے اور یہ نسخہ بھی نسخہ عمرو بن شبيب عن ابيه عن جده کے طرح سے متواتر ہے۔

۱۷۶۔ تنقیح الانظار فی علوم الآثار، از محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزير الیمانی، ج ۲ ص ۲۵۱ طبع السعاده مصر ۱۳۶۶۔ یہ کتاب توضیح الافکار کے ساتھ طبع ہوئی ہے جو اس کی حامل المتن شرح ہے۔ ۱۷۷۔ سنن دارقطنی باب زکوٰۃ الابل والغنم۔ ۱۷۸۔ نصب الراية لتخریج احادیث الہدایہ ج ۳ ص ۳۴۲ طبع مصر ۱۳۵۴۔



حدیث کی بیشتر کتابوں میں اس نسخہ کی جتنے جتنے حدیثیں منقول ہیں، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ”اس کو مسند بھی روایت کیا گیا ہے اور ہر سلسلہ بھی چنانچہ جن حفاظ والہ حدیث نے اس کو مسند روایت کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں، امام احمد نے اپنی مسند میں، امام ابو داؤد نے کتاب المراسیل میں۔ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، ابو یعلیٰ موصلی، ابو یعقوب بن سفیان نے اپنی اپنی مسندوں میں، نیز حسن بن سفیان قسوی، عثمان بن سعید دارمی، عبد اللہ بن عبد العزیز بقوی، ابو زرعہ دمشقی، احمد بن محمد بن عبد الجبار الصوفی البکیر، حامد بن محمد بن شعیب بلخی اور حافظ طبرانی نے اور ابو حاتم بن حبان بستی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور بہقی لکھتے ہیں کہ ہر حدیث موصول الاصل حسن۔

یہی سلسلہ روایت سووہ تو بہت سے طریقوں سے منقول ہے۔ ۱۵

موطا امام مالک میں بھی اس نسخہ سے حدیثیں مروی ہیں اور حاکم نے المستدرک علی الصحیحین کی صرف کتاب الزکوٰۃ میں اس نسخہ سے تریسٹھ حدیثیں نقل کی ہیں، اسی طرح سنن دارقطنی اور سنن بہقی وغیرہ میں بھی مختلف ابواب میں اس کی حدیثیں منقول ہیں۔

(۳) سنن دارقطنی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معافرو مہمان کے دیگر کمینیوں کے نام ایک تحریر لکھی تھی جس میں زکوٰۃ کی بابت زکوٰۃ کے احکام درج تھے۔ ۱۶

(۴) اہل یمن کے نام احکام زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر کا ذکر امام شعبی نے بھی کیا ہے چنانچہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس نوشتہ کی متعدد حدیثیں امام شعبی کی روایت سے منقول ہیں۔ ۱۷

(۵) ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ تحریر فرمائی اور اس کو آپ نے ابھی اپنے عاملوں کی طرف روانہ کیا تھا کہ رحلت فرما گئے۔ یہ کتاب آپ کی تلوار کے ساتھ رکھی تھی، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ جب وہ بھی وفات پا گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل درآمد کیا یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ ابو داؤد اور ترمذی نے اس نوشتہ کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور امام ترمذی نے تو اس کو روایت کر کے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

والعمل علیٰ ہذا الحدیث عند علمتہ اهل العلم عامہ علماء کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نوشتہ ان دونوں کتابوں کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دارمی

۱۵ تیقن الانظار ج ۲ ص ۱۵۰ و ۱۵۱۔ ۱۶ سنن دارقطنی، باب فی قدر الصدقۃ فیما خرجت اللہ فی۔

۱۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۰ و ۱۱۱ طبع لبنان۔ ۱۸ سنن ابی داؤد، باب فی زکوٰۃ السائئہ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی زکوٰۃ الابل والغنم۔



اور سنن دارقطنی وغیرہ دیگر کتب حدیث میں بھی مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ تحریر آپ کے خاندان میں محفوظ رہی چنانچہ امام زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہر دو صاحبزادگان عبداللہ اور سالم سے لیکر نقل کر لیا تھا۔ امام زہری کہتے ہیں میں نے اس نسخہ کو زبانی یاد کر لیا تھا۔ ۱۱

(۶) سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عسکرم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل قبیلہ جہنیہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مردار کی کھال اور ٹپھوں کو کام میں نہ لایا جائے۔ امام ترمذی کی روایت میں زبانیہ تحریر وفات نبوی سے دو ماہ قبل مذکور ہے۔ ۱۲

(۷) حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں امام ابو جعفر محمد بن علی (باقر) سے بسند نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے دستہ میں ایک صحیفہ رکھا ہوا ملا جس میں حدیثیں لکھی ہوئی تھیں، چنانچہ جامع بیان العلم میں ان میں سے بعض احادیث منقول بھی ہیں ۱۳۔ یہ تو معدودے چند تحریریں اور بعض نوشتوں کا ذکر تھا لیکن ان کے علاوہ مختلف قبائل کو تحریری ہدایات، خطوط کے جوابات، مدینہ منورہ کی مردم شماری کے کاغذات، سلاطین وقت اور مشہور فرمانرواؤں کے نام اسلام کے دعوت نامے، عمال اور ولایت کے نام احکام، معاہدات، صلح نامے، امان نامے اور اسی قسم کی بہت سی مختلف تحریرات تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً قلمبند کروائیں۔ محدثین نے آپ کے نامے اور معاہدات و وثائق کو مستقل تصانیف میں علیحدہ جمع کیا ہے چنانچہ اسی موضوع پر حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون دمشقی حنفی متوفی ۸۵۳ھ کی مشہور تصنیف اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین چند سال ہوئے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

عہد رسالت میں سابق میں سنن ابی داؤد اور سنن دارمی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص صحابہ کے بعض نوشتے رضی اللہ عنہما کی یہ تصریح گزرتی ہے کہ کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے ارادہ سے قلمبند کر لیا کرتا تھا۔

اسی حدیث میں یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کے

۱۱ ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۔ سنن دارمی، باب زکوۃ الابل، سنن دارقطنی، باب زکوۃ الابل وغیرہ ۱۲ سنن ابی داؤد۔ ۱۳ امام نسائی نے اس حدیث کو کتاب الفرع والعیون میں (زیر عنوان) ما یدین بہ جلود المیتۃ نقل کیا ہے اور بقیہ حضرات نے کتاب اللباس میں۔ ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، باب من روی ان لا یتنفع بالہاب المیتۃ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی جلود المیتۃ اذا دغبت۔ سنن ابن ماجہ باب من کان لا یتنفع من المیتۃ بالہاب ولا عصب۔ ۱۴ جامع بیان العلم، باب الرخصة فی کتاب العلم۔



حکم سے تھا۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کرنے والا کوئی نہیں مگر ہاں عبداللہ بن عمرو ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے مدخل میں مجاہد اور مغیرہ بن الحکیم سے نقل کیا ہے کہ ہم دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ مجھ سے زیادہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عالم نہیں مگر عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) کا معاملہ مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور دل سے یاد رکھتے تھے اور میں صرف یاد رکھتا تھا، لکھتا نہ تھا۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔ ۱۰

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث نبوی کی کتابت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو گئی تھی جس کا نام انھوں نے صادقہ رکھا تھا یہ کتاب انھیں اس قدر عزیز تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔  
 ما یرغبنی فی الحیوة الا الصادقة  
 مجھے زندگی کی یہی دو چیزیں خواہش دلاتی ہیں صادقہ  
 والوہط۔ اور وہط۔

پھر خود ہی ان دونوں چیزوں کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:  
 فاما الصادقة فصحیفۃ کتبتھا من  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الوہط  
 فارض تصدق بھا عمرو بن العاص کان  
 یقوم علیھا۔ ۱۱  
 صادقہ تو وہ صحیفہ ہے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھا ہے اور وہط وہ زمین ہے جس کو والد بزرگوار  
 حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے راہ خدا میں وقف  
 کیا تھا اور وہ اس کی دیکھ بھال رکھا کرتے تھے۔ ۱۲

یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وفات پر ان کے پوتے شعیب بن محمد بن عبداللہ کو ملا تھا اور شعیب سے اس نسخہ کو ان کے صاحبزادے عمرو روایت کرتے ہیں۔ شعیب اچھے حدیث کی کتابوں میں "عمرو بن شعیب عن امیہ عن جدہ" کے سلسلہ سے جتنی بھی روایتیں منقول ہیں وہ سب صحیفہ صادقہ ہی کی حدیثیں ہیں۔ سابق میں بعض حفاظ حدیث کی تصریح آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ نسخہ متواتر ہے۔ شعیب کے والد محمد کا انتقال اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا اس لئے پوتہ کی تمام تر تربیت و اداسی کے ظل عاطفت میں ہوئی تھی، البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ شعیب نے صادقہ کا یہ نسخہ دادا سے پڑھا تھا یا نہیں بعض سخت گیر محدثین نے اسی بنا پر ان روایات کے اتصال پر بھی کلام کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی

۱۰ صحیح بخاری، باب کتابت العلم، جامع ترمذی، باب ما جاری فی الرخصة فیہ، ۱۱ فتح الباری، باب کتابت العلم۔  
 ۱۲ سنن دارمی، باب من رخص فی کتابت العلم، جامع بیان العلم، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔  
 ۱۳ تہذیب التہذیب، ترجمہ عمرو بن شعیب، جامع ترمذی، باب ما جاری فی کراہیۃ البیع والشراء وانشاء وصا  
 والشعر فی المسجد، اور باب ما جاری فی زکوۃ مال الیتیم۔



تہذیب التہذیب میں عمرو بن شعیب کے ترجمہ میں یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ

هو ثقة في نفسه وما روى عن ابيه عن  
جده لا حجة فيه وليس بم متصل وهو  
ضعيف من قبيل انه مرسل، وجد شعیب  
كتب عبد الله بن عمرو فكان يروى عن  
جده ارساؤه وهو صحاح عن عبد الله  
بن عمرو غير انه لم يسمعها۔

یہ خود تو ثقہ ہیں اور جو روایت یہ اپنے باپ شعیب سے اور  
وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں وہ حجت  
نہیں غیر متصل ہے اور بسبب مرسل ہونے کے ضعیف ہے  
شعیب کو عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی کتابیں ملی تھیں  
چنانچہ وہ ان کو اپنے دادا سے مرسل روایت کرتے ہیں۔  
یہ روایتیں اگرچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے صحیح  
ہیں لیکن ان کو شعیب نے سنا نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت فاذا شهد له ابن معين ان احاديثه  
صحاح غير انه لم يسمعها وصح سماعه  
لبعضها فغاية الباقي ان يكون وجادة  
صحيحة وهو احد وجوه التحمل۔

میں کہتا ہوں جبکہ ابن معین اس امر کی شہادت دے رہے  
ہیں کہ اس کی حدیثیں تو صحیح ہیں مگر ان کو شعیب نے سنا  
نہیں ہے اور بعض حدیثوں کا سماع صحیح کو پہنچ چکا ہے  
تو بقیہ احادیث کی روایت زیادہ سے زیادہ وجادہ صحیحہ  
سے ہوگی اور یہ بھی اخذ علم کا ایک طریقہ ہے۔

اور امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں:

ومن تكلم في حديث عمرو بن شبيب انما  
ضعف لانه يحدث عن صحيفه جده  
كانهم راوا انه لم يسمع هذه الاحاديث  
من جده۔ تھ

اور جس نے بھی عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے سو  
محض اس بنا پر اس کی تضعیف کی ہے کہ وہ اپنے دادا کے  
صحیفہ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے گویا ان لوگوں کی یہ رائے  
ہے کہ انہوں نے ان حدیثوں کو اپنے دادا سے نہیں سنا تھا۔  
لیکن اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے اور صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی اسی  
عبارت سے ذرا پہلے امام بخاری سے ناقل ہیں کہ

رايت احمد واسحق وذكر غيرهما  
يعقون بحديث عمرو بن شبيب۔

میں نے احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور ان دونوں کے  
علاوہ اور محدثین کا بھی ذکر کیا کہ ان سب کو دیکھا کہ وہ عمرو  
بن شعیب کی حدیث کو حجت مانتے تھے۔

۱۔ چنانچہ یہ روایتیں سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں موجود ہیں اور حافظ ابن حجر نے  
تہذیب التہذیب میں ان کو ذکر کیا ہے اور بہت سے ائمہ حدیث سے شعیب کے متعلق دادا سے سماع کی تصریح بھی نقل کی ہے  
لکن وجادہ و وجد یجد کا مصدر ہے جس کے معنی پلنے کے ہیں یہ مصدر پہلے مستعمل تھا محدثین نے اس کو استعمال کرنا شروع  
کیا، ان کی اصطلاح میں کسی کتاب یا نوشتہ میں مصنف یا اصل راوی کی تحریر یا کلام خود اس سے بغیر اس کی حدیثوں کو روایت  
کرنا وجادہ کہلاتا ہے۔ ۲۔ باب ماجاء فی کراہیۃ البیوع والشراء والنشأ والصاۃ والشعر فی المسجد۔



اور باب ماجار فی زکوٰۃ مال الیتیم میں لکھتے ہیں:

داما اکثر اهل الحديث فيحتجون بحديث  
عمر بن شبيب ويشبونه -  
اور اکثر محدثین عمر بن شعیب کی حدیث کو حجت سمجھتے اور  
ثابت مانتے ہیں۔

امام بخاری اور امام ترمذی نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ شعیب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ  
عنہما سے حدیثیں سنی ہیں۔ شعیب کو تو یہ پورا نسخہ وراثت میں ملا ہی تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما  
سے ان کے دوسرے تلامذہ نے جتنی حدیثیں روایت کی ہیں وہ بھی اسی صحیفہ صادقہ کی ہیں۔

(۲) عہد رسالت کے تحریری نوشتوں میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صحیفہ بھی تھا جس کے  
متعلق خود ان کا بیان ہے کہ

ماکتبنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
الا القرآن وما فی هذه الصحیفۃ ۛ  
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجز قرآن کے اور جو  
کچھ اس صحیفہ میں درج ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔

یہ صحیفہ چمڑے کے ایک پتیلہ میں تھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار مع نیام کے رکھی رہتی تھی ۛ  
وہی صحیفہ ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں آپ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ سے مذکور ہے کہ

ارسلنی ابی، خذ هذا الكتاب فاذهب  
بہ الی عثمان فان فیہ امر النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم فی الصدقات۔ ۛ

محمد کو میرے والد نے بھیجا کہ اس کتاب کو لیکر حضرت عثمان  
رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ گیز کہ اس میں زکوٰۃ کے حلقے انھیں  
صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام درج ہیں۔

اس صحیفہ میں زکوٰۃ کے علاوہ خون بہا، اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ  
کے حدود اور اس کی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی، غیر کے لئے ذبح کرنے

پر وعید اور زمین کے نشانات ٹٹانے کی مذمت وغیرہ بہت سے احکام و مسائل درج تھے۔ حدیث کی  
اکثر کتابوں میں اس صحیفہ کی روایتیں موجود ہیں۔ خود امام بخاری نے بھی حسب ذیل ابواب میں اس صحیفہ کی

مذکورہ بالا روایات کو نقل کیا ہے (۱) باب کتاب العلم (۲) باب حرم المدینہ (۳) باب فکاک الاسیر  
(۴) باب ذمۃ المسلمین وجوارہم واحده یسعی بہا وادناہم۔ (۵) باب اثم من عاہد ثم غدر۔ (۶) باب اثم

من تبوأ من حوالیہ (۷) باب العاقلة (۸) باب لا یقتل المسلم بالکافر (۹) باب ما یکرہ من التعمق والتنازع  
فی العلم والغلو فی الدین۔ صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر خطبہ

دیا تو آپ کی تلوار کے ساتھ یہ صحیفہ آویزاں تھا پھر آپ نے فرمایا کہ بخدا ہمارے پاس بجز کتاب اللہ کے  
اور جو کچھ اس صحیفہ میں مرقوم ہے اس کے علاوہ کوئی نوشتہ نہیں کہ جو پڑھا جائے، اس کے بعد آپ نے

اس صحیفہ کو کھولا اور لوگوں کو اس کے مسائل پر اطلاق ہوئی۔ ۛ

ۛ جامع ترمذی کے دونوں ابواب ملاحظہ ہوں۔ ۛ صحیح بخاری باب اثم من عاہد ثم غدر ۛ صحیح مسلم باب  
تحريم الذبح لغير الله ۛ صحیح بخاری باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن شعره ونعله وآئینہ ما شرک فیہ

اصحابہ وغیرہم بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۛ صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین



(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے متعلق سابق میں گزر چکا ہے کہ وہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھا کرتے تھے جس کی اجازت ان کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی چنانچہ ان کے پاس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں تحریری شکل میں موجود تھیں مسند امام احمد بن حنبل میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مروان نے خطبہ دیا جس میں مکہ معظمہ اور اس کی حرمت کا ذکر تھا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بکا کر کہا کہ اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا ہے اور یہ حکم ہمارے پاس چمڑے پر لکھا ہوا ہے اگر تم چاہو تو تمہیں پڑھ کر سنا دیں، مروان نے جواب دیا ہاں ہمیں بھی آپ کا یہ حکم پہنچا ہے۔

معنا پر کرام کے (۱) صحیح بخاری، سنن ابی داؤد (باب فی زکوۃ السائمت) سنن نسائی (باب زکوۃ الابل) میں بعض اور نوشتے مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تحریر پر عامل بنا کر روانہ کیا تو زکوۃ کے مسائل و احکام کے متعلق ایک مفصل تحریر لکھ کر ان کے حوالہ کی جو ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، هذه فیضنا الصداقة التي فرض رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی المسلمین والتي امر الله بها رسوله (صحیح بخاری باب زکوۃ الخ)

امام بخاری نے اس نوشتہ کی روایات کو کتاب الزکوۃ کے تین مختلف ابواب میں متفرق طور پر درج کیا ہے اور اپنی صحیح میں گیارہ جگہ اس کو روایت کیا ہے، چھ جگہ کتاب الزکوۃ میں، دو جگہ کتاب اللباس میں اور ایک ایک جگہ کتاب الشریکۃ، ابواب الخس، اور کتاب الجہل میں۔ یہ نوشتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں برابر محفوظ چلا آتا تھا چنانچہ امام بخاری نے اس کو محمد بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن انس سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے ہیں روایت کیا ہے۔ محمد اس کو اپنے عبداللہ سے اور عبداللہ اپنے چچا تمامہ بن عبداللہ بن انس اور وہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے راوی ہیں، اور امام ابو داؤد اس کو حدیث کے مشہور محدثین سلسلہ سے روایت کرتے ہیں جن میں حماد بن عمار بھی موجود ہے کہ میں نے خود تمامہ سے اس نوشتہ کو اخذ کیا ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک بھی ثبت تھی۔

(۲) جامع ترمذی میں سلیمان تیمی سے منقول ہے کہ حسن بصری اور قتادہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ کا ذکر بہت سے محدثین کے تذکرہ میں آیا ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قتادہ کے ترجمہ میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ کان قتادہ احفظ اهل البصرة لا یسمع شیئا الا حفظه فرائت علیه صحیفه جابر صفة فحفظها۔ قتادہ اہل بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے جو سنتے یاد ہو جاتا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صرف ایک بار ان کے سامنے پڑھا گیا تھا بس انہیں یاد ہو گیا۔



حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اسمعیل بن عبد اللہ بن صفوانی المتوفی سال ۳۸۰ کے ترجمہ میں بھی اس صحیفہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس کو وہب بن منبہ سے اور وہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور سلیمان بن قیس شکاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

قال ابو حاتم جالس جابر وكتب عنه  
صحيفة وتوفي، وروى ابو الزبيري  
ابو سفيان والشعبي عن جابر وحماد  
سمعو من جابر واکثره من الصحيفة  
وكان قتادة -

ابو حاتم کا بیان ہے کہ سلیمان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان سے صحیفہ لکھا اور وفات پا گئے اور ابو الزبیری ابو سفيان اور شعبی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں اور ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں بھی سنیں ہیں جو اکثر اسی صحیفہ کی ہیں اور اسی طرح قتادہ نے بھی۔

اور طلحہ بن نافع ابو سفيان واسطی کے ترجمہ میں سفيان بن عيينہ اور شعبہ دونوں کا منفعہ بیان نقل کیا ہے کہ

حديث ابن سفيان عن جابر انما هي  
صحيفة -

ابو سفيان، جابر سے جو حدیث روایت کرتے ہیں وہ صحیفہ سے ہوتی ہے۔

(۳) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام حسن بصری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث کا ایک بہت بڑا نسخہ روایت کیا ہے جس کی بیشتر حدیثیں سن اربعہ میں منقول ہیں علی بن المدینی اور امام بخاری دونوں نے تصریح کی ہے کہ اس نسخہ کی سب حدیثیں ان کی مسوعہ تھیں لیکن یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نوشتہ سے روایت ہیں اس نسخہ کو امام حسن بصری کے علاوہ خود حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سلیمان بن سمرة بھی ان سے روایت کرتے ہیں چنانچہ تہذیب التہذیب میں سلیمان کے ترجمہ میں مذکور ہے "مرادی عن ابيه نسخة كبيرة"

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھتے نہ تھے لیکن بعد کو انھوں نے بھی اپنی تمام مرویات کو تحریری شکل میں محفوظ کر لیا تھا چنانچہ ابن وہب نے حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر پر لے گئے اور حدیث نبوی کی کتاب میں دکھلا کر کہنے لگے دیکھو یہ حدیث میرے پاس بھی لکھی ہوئی ہے۔

(۵) امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب العلل کے اندر عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب لیکر آئے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کتاب کو لیکر پڑھنا شروع کیا مگر الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہونے لگی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اس مصیبت (ضعف بصر) کے سبب عاجز ہو چکا ہوں تم خود



اس کو میرے سامنے پڑھو کیونکہ (جو اندر روایت میں) تمہارا میرے سامنے پڑھ کر سنا اور میرا اقرار کر لیتا ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا خود تمہارے سامنے پڑھنا۔

(۶) حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نیرہ معن بن عبدالرحمن کی زبانی نقل کیا ہے کہ

اخرج الى عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود كتابا وحلف لي ان من خطابه  
 (والد محترم) عبدالرحمن بن عبد الله بن مسعود ایک کتاب میرے  
 سامنے نکال کر لائے اور قسم کھا کر مجھ سے کہنے لگے کہ یہ اباجان  
 کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ہم نے صحابہ کے صرف ان چند مشہور نوشتوں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے کہ جو بہت سی احادیث پر مشتمل  
 تھے یا جو مستقل صحیفہ اور کتاب کی حیثیت رکھتے تھے، ورنہ اگر صحابہ کی ان تمام تحریرات کو یکجا جمع کیا  
 جائے کہ جس میں انہوں نے کسی حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب چاہئے جس کیلئے کافی  
 فرصت اور وسیع مطالعہ اور تتبع و تلاش کی ضرورت ہے۔

عبد صحابہ بن تابعین کے نوشتے | (۱) سنن دارمی میں بشیر بن ہشام سے جو مشہور تابعی ہیں منقول ہے کہ  
 کنت اکتب ما اسمع من ابي هريرة فلما  
 اردت ان افارقه اتيت به بكتابه فقلته  
 عليه وقلت له هذا ما سمعت منذ  
 قال نعم۔  
 (باب من رخص في كتابة العلم)  
 میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثیں سنتا لکھ لیتا  
 تھا پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو  
 اس کتاب کو لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو ان کے  
 سامنے پڑھ کر سنایا اور پھر ان سے عرض کیا کہ یہ سب ہی حدیثیں  
 ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں۔ فرمانے لگے ہاں۔

امام ترمذی نے بھی کتاب العلل میں اس واقعہ کو بالاختصار نقل کیا ہے۔  
 (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے ایک صحیفہ، ہمام بن منبہ بیانی نے بھی مرتب  
 کیا تھا اس میں ایک سو چالیس کے قریب احادیث مذکور ہیں، یہ پورا صحیفہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند  
 میں یکجا روایت کیا ہے۔ صحیحین میں بھی اس صحیفہ کی روایتیں متفرق طور پر موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس  
 صحیفہ کے متعلق ابن خزیمہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "صحیفۃ ہمام عن ابي هريرة مشهورة" یہ صحیفہ  
 آج بھی برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۳) سنن دارمی (باب من رخص في كتابة العلم) میں سعید بن جبیر سے جو مشہور تابعی ہیں روایت ہے کہ  
 کنت اکتب عند ابن عباس في صحيفه  
 میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا صحیفہ  
 میں لکھتا رہتا تھا۔

جامع بیان العلم باب ذکر الرخصة في كتاب العلم۔ یہ روایت سنن دارمی میں بھی باب من باب الفتياء وكره التبتع  
 والتبدع میں مذکور ہے۔ تہذیب التہذیب، ترجمہ ہمام بن منبہ۔ ۳۵۰ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۲ لغایت ۳۱۸  
 طبع مکتبہ مصر ۱۳۵۰ھ۔ تہذیب التہذیب، ترجمہ اسماعیل بن عبدالکریم صفحہ ۳۱۸۔



دارمی ہی نے ان سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں رات کو مکہ معظمہ کی راہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہمرکاب ہوتا وہ مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تاکہ صبح کو پھر اسے نقل کر سکوں، سنن دارمی ہی میں ان کا یہ بیان بھی مذکور ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رات کو حدیث سنتا تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا۔  
(۴) سنن دارمی میں مسلم بن قیس کا بیان مذکور ہے کہ میں نے ابان کو دیکھا کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تختیوں پر لکھتے رہتے تھے۔ (باب مذکور)

(۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک زمانے تک کتابت حدیث کے قائل نہ تھے۔ مروان نے اپنی ادارت مدینہ کے زمانہ میں ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ حدیثیں لکھ دیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا آخر اس نے یہ تدبیر نکالی کہ پردہ کے پیچھے کاتب بٹھایا اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے لگا، یہاں مختلف لوگ آپ سے مسائل و احکام دریافت کرتے اور آپ جو کچھ فرماتے کاتب لکھتا جاتا۔ ۱۰

حفظ حدیث | یہ معدودے چند وہ واقعات ہیں جن میں خود صحابہ یا صحابہ کے سامنے حدیث کے صحیفے اور نوشتے لکھے جانے کا ذکر ہے، دور تابعین میں اگرچہ احادیث کے قلمبند کرنے کا سلسلہ پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا تھا، تاہم اب تک عام طور پر لوگ لکھنے کے عادی نہ تھے اور جو کچھ لکھتے تھے اس سے مقصود صرف اس کو ازبر کرنا ہوتا تھا، اس زمانہ میں حدیثوں کو سن کر انھیں زبانی یاد کرنے کا اسی طرح رواج تھا جس طرح مسلمان قرآن پاک کو یاد کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں:

لم یکن القوم یکتبون انما كانوا یحفظون  
فمن کتب عنہم الشیء فاما یتکتبه لیمحفظہ  
فاذا حفظہ محاه۔ ۱۱  
ایکے لوگ لکھتے نہ تھے بس حفظ کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے کچھ لکھ بھی لیتا تو حفظ کرنے ہی کے لئے لکھتا اور جب حفظ کر لیتا تو اسے مٹا ڈالتا۔

تقریباً پہلی صدی ہجری تک عرب علماء عام طور پر کتابت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا حافظہ فطرۃ نہایت قوی تھا وہ جو کچھ سنتے فوراً یاد کر لیتے تھے۔ ایسی صورت میں کسی چیز کو لکھنا تو درکنار اس کا دوبارہ پوچھنا بھی نظر استعجاب سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ سنن دارمی میں ابن شہرہ کی زبانی منقول ہے کہ شعبی کہا کرتے تھے، اے ریشاک (شعبی کے شاگرد کا نام) میں تم سے دوبارہ حدیث بیان کر رہا ہوں حالانکہ میں نے کبھی کسی سے حدیث کے دوبارہ اعادے کی درخواست نہیں کی اسی کتاب میں شعبی کا یہ بیان بھی موجود ہے کہ

ما کتبت سواداً فی بیاض ولا استعدت  
حدیثاً من اصناف۔  
میں نے نہ کبھی سپیدی پر سیاہی سے لکھا اور نہ کبھی کسی انسان سے ایک مرتبہ حدیث سن کر دوبارہ اس سے اعادہ کروایا۔

سنن دارمی ہی میں امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ امام زہری نے ایک بار ایک حدیث بیان کی ۱۲ سنن دارمی، باب من لم یرکتابہ الحدیث۔ ۱۳ جامع بیان العلم، باب ذکر کرامۃ کتابۃ العلم و تحلیہ فی الصحف۔



پھر کسی راستہ میں میری احمدی کی ملاقات ہوئی تو میں نے ان کی لگام تھام کر عرض کیا کہ اے ابو کریم (یہ امام زہری کی کنیت ہے) جو حدیث آپ نے ہم سے بیان کی تھی اسے ذرا مجھے دوبارہ بتا دیجئے جواب دیا تم حدیث کو دوبارہ پوچھتے ہو میں نے کہا کیا آپ دوبارہ نہیں پوچھتے تھے۔ کہنے لگے، نہیں۔ میں نے کہا لکھتے بھی نہ تھے کہنے لگے، نہیں۔ لے

حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں ان تمام علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہ جو کتابت علم کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے فرماتے ہیں۔

جس کا قول بھی ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ اس بارے میں عرب کی ہی روش پر گیا ہے کیونکہ وہ فطری طور پر قوت حافظہ رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں ممتاز تھے، اور جن حضرات نے بھی کتابت کو ناپسند فرمایا ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام شعبی، امام ابن شہاب زہری، امام ابو یوسف مثنوی اور قتادہ اور وہ حضرات کہ جو ان ہی کے طریقے پر چلے اور ان ہی کی فطرت پر پیدا ہوئے یہ سب کے سب وہ ہیں جو طبعی طور پر قوت حافظہ رکھتے تھے چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص صرف ایک بار کے سن لینے پر اکتفا کیا کرتا تھا۔ دیکھتے نہیں کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے میں جب بقیع سے گزرتا ہوں تو اپنے کان اس ڈر سے بند کر لیتا ہوں کہ کہیں کوئی فحش بات اس میں نہ پڑ جائے کیونکہ خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بات میرے کان میں پڑی اور میں اس کو بھول گیا ہوں۔ اور شعبی سے بھی اسی قسم کا بیان منقول ہے، یہ سب لوگ عرب تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم امی لوگ ہیں نہ لکھا جائیں نہ حساب کرنا اور یہ چیز تو مشہور ہے کہ عرب کو زبانی یاد رکھنے میں خصوصیت حاصل ہے چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص بعض لوگوں کے اشعار کو ایک دفعہ کے سننے میں حفظ کر لیا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق آتا ہے کہ انھوں نے

من ذکرنا قوله في هذا الباب فاعلموا ذهب في ذلك مذهب العرب لا نهم كانوا مطبوعين على الحفظ مخصوصين بذلك والذين كرهوا الكتاب كابن عباس والشعبي وابن شهاب والنخعي وقتادة ومن ذهب مذهبهم وجبل جبلتهم كانوا قد طبعوا على الحفظ فكان احدهم يجتري بالسمعة الا تری ما جاء عن ابن شهاب انه كان يقول اني لا اقر باليقين فاسد اذ اني خافه ان يدخل فيها شئ من الخفا والله ما دخل اذ في شئ قط فنسبت وجاء عن الشعبي نحوه وهو لاء كاهم عرب وقال النبي صلى الله عليه وسلم نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب، وهذا مشهور ان العرب قد خصت بالحفظ فكان احدهم يحفظ اشعار بعض في سمعة واحدة، وقد جاء ان ابن عباس رضي الله عنه حفظ قصيدة عمر بن ابي ربيعة

امن ال نعم انت غاد فبكر  
في سمعة واحدة على ما ذكرناه وليس



احد اليوم على هذا ولولا الكتاب  
لضاع كثير من العلم وقد رخص  
رسول الله صلى الله عليه وسلم في  
كتاب العلم ورخص فيه جماعة من  
العلماء وحمدوا ذلك -

۴

عمر بن ابی ربیعہ کے قصیدہ مع امن ال نعم امت غاد  
فسبکریہ کو صرف ایک دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا چنانچہ  
علمائے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور آج کوئی ایک شخص بھی  
اس طرح کی قوت حافظہ نہیں رکھتا بلکہ اگر تحریر نہ ہو تو  
علم کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم بھی کتابتِ علم کی اجازت مرحمت فرما چکے ہیں اور علماء  
کی ایک جماعت نے بھی اس کی رخصت دی ہے اور اس کو  
فعل محمود قرار دیا ہے۔

اور یہ ان علماء ہی کی برکت ہے کہ جس کی بدولت ہم کو ایک ہزار سال تک ہر دور میں حدیث شریف  
کے حافظ بکثرت نظر آتے ہیں اور قرآن کریم کے حفاظ تو الحمد للہ آج بھی اسلامی دنیا کے چپہ چپہ پر  
پھیلے ہوئے ہیں۔ پچھلی چند صدیوں میں اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ بہت ہی کم ہو گیا تاہم مطابح کے وجود  
میں آنے سے پہلے پہلے علماء اسلام کا یہ عام دستور تھا کہ وہ ہر فن میں ایک مختصر فن طالب علم کو  
حفظ یاد کر دیا کرتے تھے۔ موجودہ صدی کو چھوڑ کر کسی صدی کے علماء کا تذکرہ اٹھائیے اور ان کے  
حالات پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ مختلف علوم و فنون کی کتنی کتابیں زبانی یاد کیا کرتے تھے۔  
حفاظ حدیث علماء محدثین نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں صرف ان  
کے تذکرے لوگوں کا تذکرہ ہے جو اپنے وقت میں حفاظ حدیث کہلاتے تھے ہمیں اب تک اس  
موضوع پر جن کتابوں کا پتہ چل سکا وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسماء الحفاظ۔ از حافظ ابو الولید یوسف بن عبد العزیز الاندلسی محدث مرستیہ المشہور  
باب الدلائل المتوفی ۷۴۵ھ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ولہ جزء  
لطیف فی اسماء الحفاظ۔ اس کتاب میں حفاظ کا سلسلہ امام زہری سے شروع ہو کر حافظ ابو طاهر  
سلفی پر ختم ہوتا ہے۔

(۲) اخبار الحفاظ۔ از علامہ ابن الجوزی المتوفی ۷۹۴ھ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ  
ظاہریہ دمشق میں موجود ہے اس کتاب میں سو کے قریب ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو حفظ کے اعتبار  
سے اپنے وقت میں یکنا شمار کئے جاتے تھے لیکن یہ صرف حفاظ حدیث ہی کا تذکرہ نہیں بلکہ بعض  
دوسرے علوم و فنون کے حفاظ بھی اس میں آگئے ہیں۔

(۳) کتاب اربعین الطبقات از حافظ شرف الدین ابوالحسن علی بن الفضل المتوفی  
۸۴۵ھ صاحب کشف الظنون نے "طبقات الحفاظ" کے سلسلہ میں ابن الفضل کی جس تصنیف کا ذکر

۱۔ دوسرا مصرع ہے۔ ع غذاة غدا ام را حرم فمحمی۔ یہ پورا قصیدہ بحر طویل میں ہے اور شراشعار  
کے قریب قریب ہے۔ ۲۔ جامع بیان العلم، باب کراہتہ کتابۃ العلم وتخلیدہ فی النصف۔



کیا ہے وہ یہی ہے، یہ حفاظ حدیث کے حالات میں نہایت جامع اور مفصل کتاب ہے جو ہائیں طبقات پر مرتب ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جا بجا اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔

(۴) **طبقات الحفاظ**، از شیخ الاسلام تقی الدین بن دینق العبد المتوفی ۸۲۵ھ۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوزیع میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے اور اس میں صرف ان ہی لوگوں کو لیا ہے کہ جب اسانید میں ان کا نام آتا ہے تو حافظ کے لقب کے ساتھ آتا ہے۔

(۵) **تذکرۃ الحفاظ**، از حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۸۴۸ھ۔ یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں ہے اور دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے مکرر طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر اپنے دور تک کے حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ

”یہ حاملانِ علم نبوی کی عدالت بیان کرنے والوں کا تذکرہ ہے جن کے اجتہاد پر توثیق و تضعیف اور تصحیح و ترسیف میں رجوع کیا جاتا ہے“

حافظ موصوف نے تمام کتاب میں اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے اور کسی ایسے شخص کا ترجمہ نہیں لکھا کہ جو حدیث کا حافظ نہ شمار کیا جاتا ہو۔ چنانچہ علامہ ابن قیمیہ کے متعلق جو لغت و عربیت کے مشہور امام ہیں اور علم حدیث میں بھی ان کی بعض تصانیف موجود ہیں یہ لکھتے ہیں:

ابن قیمیہ من اوجیۃ العلم لکنہ قلیل العمل بالحدیث فلم اذکرہ۔  
ابن قیمیہ علم کا مخزن ہیں لیکن حدیث میں ان کا کام تھوڑا ہے اس لئے میں نے ان کو ذکر نہیں کیا۔

اور خاریجہ بن زید بن ثابت اگرچہ فقہار سب سے شمار کئے جاتے ہیں لیکن ان کے متعلق بھی صاف تصریح کر دی ہے کہ چونکہ وہ قلیل الحدیث تھے اس لئے میں نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار نہیں کیا۔  
اسی طرح ان لوگوں کا تذکرہ بھی اس کتاب میں نہیں لکھا ہے کہ جو اگرچہ حدیث کے حافظ تھے مگر محدثین کے نزدیک متروک الروایہ خیال کئے جاتے تھے چنانچہ ہشام بن محمد کلبی کے متعلق کہ جو بہت بڑا اخباری اور علامہ تھا لکھتے ہیں۔

ہشام بن الکلبی الحفاظ، احد المتروکین لیس بثقة فلهذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث۔  
ہشام بن الکلبی حفاظ حدیث متروک ہے ثقہ نہیں اسی لئے میں نے اس کو حفاظ حدیث میں داخل نہیں کیا۔

اس کلبی کا حافظہ اس بلا کا تھا کہ تین دن میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔  
اور واقدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

الحافظ البصر لم اسق ترجمۃ هذا لتفاقم علی ترک حدیثہ و هو من اوجیۃ العلم  
حدیث کے حافظ اور محدث تھے مگر ان کا ترجمہ یہاں اس لئے نہیں لایا کہ محدثین ان کی حدیث کو ترک کرنے پر متفق ہیں،

۱۔ تذکرۃ الحفاظ میں حمزہ بن محمد کوفی المتوفی ۳۵۷ھ ابن منذر المتوفی ۳۹۵ھ اور ابو نعیم اصفہانی المتوفی ۴۰۵ھ کے تراجم ملاحظہ فرمائیے۔  
۲۔ کھوٹ بیان کرنا۔



لکنہ لا یقن الحدیث، وھو اس فی المغازی  
والسیر پر دی عن کل ضرب۔  
یعلم کا مخزن تھے لیکن حدیث میں پختگی نہیں رکھتے تھے اور  
مغازی و سیر کے تو یہ سترہ علماء میں سے ہیں مگر ہر قسم کے  
لوگوں سے روایت سے لیتے ہیں۔

(۶) ذیل تذکرۃ الحفاظ: از حافظ ابوالحسن حسینی دمشقی المتوفی ۷۹۵ھ۔ یہ حافظ ذہبی کی  
مذکورہ کتاب کا ذیل ہے اور اس میں ان حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے کہ جن کا ذکر ذہبی سے رہ گیا ہے، یہ کتاب  
دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۷) نظم تذکرۃ الحفاظ: از حافظ اسماعیل بن محمد المعروف بابن بروس المتوفی ۷۸۶ھ۔  
اس کتاب کا ذکر حافظ ابن قہد نے علامہ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر جو ذیل لکھا ہے اس میں کیا ہے، ابن بروس  
نے اس کتاب میں حافظ ذہبی کی مذکورہ کتاب کو نظم کر دیا ہے۔

(۸) بدیعۃ البیان فی وفیات الأعیان: از حافظ شام ابن ناصر الدین المتوفی ۷۴۲ھ۔  
یہ کتاب نظم میں ہے جس میں تمام حفاظ حدیث کو نام بنام لکھا گیا ہے۔

(۹) التبیان لبدیعۃ البیان: از حافظ ابن ناصر الدین مذکور اس میں مصنف نے اپنے  
منقولہ بدیعۃ البیان کی شرح لکھی ہے۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتونج میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں  
ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر چھبیس شخصوں کا اضافہ ہے۔

(۱۰) ذیل التبیان: از حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۵ھ۔ یہ کتاب مذکور پر ذیل ہے اور اس  
میں ان حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے کہ جو تبیان میں مذکور نہیں، سخاوی لکھتے ہیں کہ  
”ہمارے شیخ (ابن حجر) نے تبیان پہلیک ذیل لکھا ہے جو ایک کراسہ میں ہے اور  
اس میں اٹھائیس اشخاص کا ذکر ہے“

(۱۱) طبقات الحفاظ: از حافظ ابن حجر مذکور، اس میں صرف ان حفاظ حدیث کو لیا ہے کہ  
جن کا ذکر حافظ اجل الدین عزیزی کی تہذیب الکمال میں نہیں ہے۔ اچھی خاصی ضخیم کتاب ہے جو حسب تصریح  
صاحب کشف الظنون دو جلدوں میں ہے۔

(۱۲) لحظ الاکحاظ بذیل طبقات الحفاظ: از حافظ تقی الدین بن قہد المتوفی ۸۵۴ھ۔  
یہ حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر ذیل ہے اور دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو گیا ہے۔

(۱۳) تذکرۃ الحفاظ: از حافظ نجم الدین عمر بن قہد المتوفی ۸۵۵ھ۔ یہ حافظ تقی الدین بن قہد  
مذکور کے صاحبزادے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے تذکرۃ الحفاظ اور لحظ الاکحاظ دونوں کے اشخاص کو  
بجائے طبقات کے حروف تہجی پر مرتب کر کے ایک نئی کتاب بنادی ہے۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتونج  
میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

(۱۴) زیادات: از حافظ شمس الدین سخاوی المتوفی ۸۵۵ھ۔ یہ غالباً چھوٹا سا رسالہ ہے جس  
میں ان حفاظ حدیث کو جمع کیا ہے کہ جن کا ذکر ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، ابن ناصر الدین کی بدیعۃ البیان



اور ابن حجر کے ذیل علی التبیان میں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ سخاوی نے الاعلان بالتوثیح میں اس رسالہ کا نام نہیں لکھا صرف اتنا کہہ کر چھوڑ دیا ہے کہ ولی زیادات۔

(۱۵) تذکرۃ الحفاظ و تبصرۃ الایقاظ: از علامہ یوسف بن حسن بن عبدالبہادی حبلی المتوفی ۹۹۹ھ۔ اس کتاب میں مصنف نے حفاظ حدیث کے نام بیان کر کے ہر ایک کے ساتھ اس کے حافظ حدیث ہونے کی تصریح بھی نقل کی ہے جو بیشتر ذہبی کی تاریخ کبیر اور کاشف سے منقول ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ساٹھ ورق میں ہے اور اس پر خود مصنف کے قلم سے تعلیقات اور اضافے بھی ہیں مصنف نے اس کو ۸۸۵ھ میں اپنے گھر پر جو صا کچھ دمشق میں واقع تھا تحریر کیا ہے، دیباچہ میں لکھتے ہیں:

اس کے اندر اس امت میں جو حفاظ حدیث گزرے ہیں ان کے اسماء کا ذکر کروں گا.....

..... اور اس کتاب کو میں نے حروف معجم پر مرتب کیا ہے..... لوگوں نے اس

فن میں تصانیف کی ہیں، ابن الجوزی نے بھی کتاب الحفاظ لکھی ہے میں نے اس کو دیکھا تو اکثر

حفاظ کا ذکر ان سے رہ گیا ہے کیونکہ انھوں نے صرف سو کے قریب حفاظ کا تذکرہ لکھا ہے اور

پھر محدثین کی اصطلاح میں جس کو حافظ کہتے ہیں اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ اذکیا اور

نحو لغت کے ماہرین کی بھی ایک جماعت کو ذکر کر گئے ہیں۔ ذہبی نے بھی طبقات الحفاظ تصنیف

کی ہے لیکن وہ میری نظر سے نہیں گزری۔

حلب کے تکیہ اخلاصیہ کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

(۱۶) طبقات الحفاظ: از حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ

کی تلخیص ہے لیکن کہیں کہیں تراجم میں مفید اضافے بھی ہیں۔ میں نے اس کتاب کا قلمی نسخہ مدرسہ نظامیہ

حیدرآباد دکن کے کتب خانہ میں دیکھا ہے۔ عرصہ ہوا کہ یہ کتاب یورپ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۱۷) ذیل طبقات الحفاظ: از حافظ سیوطی مذکور۔ یہ حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا

نسخہ ہے جس میں حافظ ذہبی کے معاصرین سے لیکر اپنے زمانے تک کے حفاظ حدیث کو ذکر کیا ہے۔ یہ

کتاب دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ لہ

حافظ سیوطی کے بعد بھی اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ ختم نہیں ہوا لیکن ان کے حالات پر پھر کوئی

مستقل کتاب ہمارے علم میں نہیں اس لئے اگر حفاظ با بعد کے حالات معلوم کرنا ہوں تو پچھلی صدیوں کے

علماء کے تراجم پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کتب تاریخ و تراجم میں جب کسی شخص کے ساتھ حافظ کا لقب مذکور ہوتا ہے

تو اس سے مراد حافظ قرآن نہیں بلکہ حافظ حدیث ہی ہوتا ہے چنانچہ ہماری اس کتاب میں بھی جن علماء کے

لہ حبیبی، ابن عبد اور سیوطی تینوں کے ذیل مجموعہ تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری مرحوم کی تصحیح و تعلیق

کے ساتھ دمشق کے مطبع المتوفیق میں ۱۳۳۵ھ میں ایک ضخیم جلد کے اندر شائع ہوئے ہیں۔



متعلق یہ لفظ آیا اس سے یہی مراد ہے۔ تیسری صدی ہجری میں جس کثرت سے حفاظ حدیث گزرے ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ آپ امام ابن ماجہ کے شیوخ کے سلسلہ میں پڑھ چکے ہیں۔

نظر کو بلند کر کے جس امت نے حفاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہوا اس نے خود حدیث کے حفظ اور اس کی یادداشت میں کیا کچھ نہ اہتمام کیا ہوگا۔ آج جبکہ موجودہ نسل نے اپنی قوت حافظہ کو معطل کر کے اسے بالکل بیکار اور مضہل بنا دیا ہے اور مطابق کے عالم وجود میں آ جانے کے باعث جو علم کہ لگے علماء کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتاب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے۔ حفظ حدیث کے واقعات کو کہنے ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔ سلف کا ایک دور تھا کہ جب کتاب کا مسلمانوں میں بالکل رواج نہ تھا اور لوگ اپنے نوشتوں کو عیب کی طرح چھپا یا کرتے تھے کہ مہادیم پر سورہ حفظ کی تہمت نہ لگ جائے۔ اس دور میں کا فذوقلم کی مدد کو عار سمجھا جاتا تھا اور جو کچھ اسانہ سے سنتے اسے صفحہ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا تھا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب ”علم سینہ“ یا ”علم سینہ“ پر صریح معنوں میں علم یاد تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس شان کے ائمہ اس دور میں پیدا ہوئے بعد کو نہ ہو سکے۔ آج جتنے بھی اسلامی علوم کتابوں میں مروج ہیں ان سب کے اکابر علماء اسی عہد کی پیداوار ہیں جبکہ حفظ کا دور دورہ تھا اور طریقہ تعلیم زبانی اہلارتھ بعد کو جیسے جیسے علوم سینوں سے سفینوں میں آتے گئے کتابوں پر اعتماد بڑھ گیا نتیجہ کہ کتابوں میں سب کچھ رہا مگر دماغوں میں کچھ نہ رہا۔

تدوین حدیث | بہر حال یہ ایک واقعہ ہے کہ پہلی صدی ہجری میں ایک زمانے تک کتابت علم کا مسئلہ بڑا مختلف فیہ اور معکولہ الآراء بنا رہا لیکن سیاسی وقت تک رہا جب تک کہ علم عرب سے نکل کر عجم میں نہ پہنچا تھا اہل عرب جو ہر چیز کو زبانی یاد رکھنے کے عادی تھے انہیں لکھنا بڑا گراں گزرتا تھا لیکن عجمی تو ہیں جن میں تحریر کا عام رواج تھا اور جو کتاب خوانی کی پہلے سے عادی ہو چکی تھیں وہ عربوں کا سا خداداد حافظہ کہاں سے لائیں کہ ایک بار کے سننے سے سب یاد رہ جاتا۔

سب سے بڑی شکل یہ تھی کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) روز بروز اس دنیا سے ختم ہو رہے تھے اور ابھی صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ہرگز عالم ان کے مبارک وجود سے تقریباً خالی ہو چکی تھی دوسری طرف شیعوں خوارج اور قدریہ نے نئے نئے فرقے اسلام میں سراٹھاتے جاتے تھے جو اپنے اپنے عقائد و خیالات کی متوجہ میں پوری قوت سے کوشاں تھے، صحابہ کی موجودگی میں اہل بدعت کا زور نہ چلتا تھا جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اور فتنہ دب کر رہ جاتا۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں قتادہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مورق کہنے لگے ذہب الیوم نصف العلم (آج نصف علم اٹھ گیا) جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیونکر تو کہنے لگے کہ

جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص کسی حدیث کے بارے میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم اس سے کہا کرتے تھے کہ لوگو ان کے پاس چلو جنہوں نے اس کو خود آنحضرت صلی اللہ

صلى الله عليه وآله وسلم اذا خالفنا في الحديث قلنا تعال الي من سمع من النبي صلى الله



علیہ وآلہ وسلم۔ ۱۵

علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں جس نے وفات پائی وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا انتقال ۹۳ یا ۹۵ء میں ہوا ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ دوسرے اسلامی شہروں میں بھی دو چار کبیر السن صحابہ کے علاوہ کہ جو جلد ہی فوت ہو گئے خورشید نبوت سے براہ راست کسب نور کرنے والے تمام ستارے غروب ہو چکے تھے۔

صفر ۹۹ء میں خلیفہ صالح عادل بنی مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سر پر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ صحابہ کے متبرک نفوس سے دنیا خالی ہو چکی اکابر تابعین میں کچھ تو صحابہ کے ساتھ ہی چل بسے باقی جو ہیں ایک ایک کر کے سارے مقامات سے اٹھتے جا رہے ہیں اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان حفاظ اہل علم کے اٹھنے سے کہیں علوم شرعیہ نہ اٹھ جائیں اور حدیث پاک کی جو امانت ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ ان کے ساتھ ہی قبروں میں نہ چلی جائے لہذا آپ نے فوراً تمام ممالک کے علماء کے نام فرمان بھیجا کہ حدیث نبوی کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ حافظ ابوالغیم اصفہانی، تاریخ حبشہ میں روایت کرتے ہیں:

کتب عمر بن عبدالعزیز الی الکافاق  
انظر واحدیث رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم فاجمعوہ۔ ۱۶

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام آفاق میں لکھ بھیجا کہ  
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر کے  
جمع کرو۔

اسی سلسلہ میں مدینہ منورہ کے قاضی ابوبکر خزیمی کو جو آپ کی طرف سے وہاں کے امیر بھی تھے جو فرمان بھیجا گیا اس کو امام محمد نے اپنی موطا میں بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

اخبرنا مالک اخبرنا یحییٰ بن سعید ان عمر بن  
عبدالعزیز کتب الی ابی بکر بن عمرو بن حزم ان انظر  
ماکان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم او سنتہ او حدیث عمر او نحوہذا  
فالکتبہ لی فانی خشیت دہس العلم و  
ذہاب العلماء (باب کتاب العلم)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن عمرو بن حزم کو  
لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت  
نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں اور اسی قسم کی جو روایات  
مل سکیں ان سب کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے  
ٹٹنے اور علماء کے فنا ہوجانے کا خوف ہے۔

اس روایت میں حدیث عمر او نحوہذا کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں کہ حضرت عمر بن  
عبدالعزیز نے حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ حضرت عمر اور دیگر خلفاء کے آثار کی بھی جمع و تدوین کا حکم دیا تھا  
سنن دارمی میں یہی روایت عبداللہ بن دینار کی زبانی اس طرح منقول ہے۔

۱۷ تہذیب التہذیب، ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ۱۷ فتح الباری، باب کیف یقبض العلم۔  
۱۸ سابق میں حافظ سخاوی کی تصریح نقل کی جا چکی ہے کہ سلف میں صحابہ و تابعین کے اقوال کے لئے بھی حدیث  
کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں تمہارے نزدیک ثابت ہوں وہ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے منہ جانے اور علماء کے قاتل ہونے کا اندیشہ ہے۔

امام بخاری نے بھی کتاب العلم میں ترجمہ الباب کے اندر اس فرمان کا ایک حصہ تعلیقاً روایت کیا ہے

اور عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں ہیں ان کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے منہ جانے اور علماء کے قاتل ہونے کا خوف ہے۔

اور حدیث نبوی کے سوا اور کچھ نہ قبول کیا جائے اور لوگوں کو چاہئے کہ علم کی اشاعت کریں اور درس کے لئے بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ علم اس وقت تک برآمد نہیں ہوتا جب تک کہ وہ راز نہ بن جائے۔

بعض لوگوں نے اس پوری عبارت کو فرمان کی عبارت سمجھ لیا ہے حالانکہ ذہاب العلماء تک جو خط کشیدہ الفاظ ہیں وہ فرمان کے ہیں اور لا یقبل سے امام بخاری کی اپنی عبارت شروع ہوتی ہے چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو محبت نہیں سمجھتے اس لئے ساتھ ہی اپنی رائے کا بھی اس سلسلہ میں اظہار کر گئے ہیں مگر عبارت مذکورہ کے بعد جب انھوں نے اس تعلیق کی اسناد بیان کی تو تصریح کر دی ہے کہ یہ تعلیق ذہاب العلماء پر ختم ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدثنا العلامة بن عبد الجبار حدثننا عبد العزیز بن مسلم عن عبد اللہ بن دینار بن لک یعنی حدیث عمر بن عبد العزیز زالی قولہ ذہاب العلماء۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی صاحب موصوف کو یہ بھی لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم موجود ہے اس کو لکھ کر ان کے لئے بھیجیں۔

امام بخاری نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کے لئے حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر خزیمہ۔ عمرہ اور قاسم کی روایات کے جمع کرنے کا خاص طور پر اس لئے حکم دیا کہ یہ دونوں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شخص تلامذہ میں سے تھے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تو ام المؤمنین کے برادر زادہ ہیں فقہار سبعہ کے ضمن میں ان کا تذکرہ کر چکا ہے، امام بخاری نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ قتل ابوہریرہ فریبی یتیمانی سحر عتہ عائشہ فقہہ بھاد (تہذیب التہذیب ترجمہ قاسم) (باقی صفحہ آئندہ) عمرہ بن محمد کے آغوش میں تربیت پائی اور ان کو ثقہ ٹھہرایا۔

اكتب الى بما ثبت عندنا من الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحدثيه عمر فاني خشيت دسوس العلم وذهاب العلماء (باب من رخص في كتابة العلم).

امام بخاری نے بھی کتاب العلم میں ترجمہ الباب کے اندر اس فرمان کا ایک حصہ تعلیقاً روایت کیا ہے

وكتب عمر بن عبد العزیز الى ابی بکر بن حزم انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه لي فاني خشيت دسوس العلم وذهاب العلماء۔

ولا يقبل الا حديث النبي صلى الله عليه وسلم وليفشوا وليجلسوا حتى يعلم من لا يعلم فان العلم لا يهلك حتى يكون سرّاً۔

بعض لوگوں نے اس پوری عبارت کو فرمان کی عبارت سمجھ لیا ہے حالانکہ ذہاب العلماء تک جو خط کشیدہ الفاظ ہیں وہ فرمان کے ہیں اور لا یقبل سے امام بخاری کی اپنی عبارت شروع ہوتی ہے چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو محبت نہیں سمجھتے اس لئے ساتھ ہی اپنی رائے کا بھی اس سلسلہ میں اظہار کر گئے ہیں مگر عبارت مذکورہ کے بعد جب انھوں نے اس تعلیق کی اسناد بیان کی تو تصریح کر دی ہے کہ یہ تعلیق ذہاب العلماء پر ختم ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدثنا العلامة بن عبد الجبار حدثننا عبد العزیز بن مسلم عن عبد اللہ بن دینار بن لک یعنی حدیث عمر بن عبد العزیز زالی قولہ ذہاب العلماء۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی صاحب موصوف کو یہ بھی لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم موجود ہے اس کو لکھ کر ان کے لئے بھیجیں۔

امام بخاری نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کے لئے حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر خزیمہ۔ عمرہ اور قاسم کی روایات کے جمع کرنے کا خاص طور پر اس لئے حکم دیا کہ یہ دونوں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شخص تلامذہ میں سے تھے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تو ام المؤمنین کے برادر زادہ ہیں فقہار سبعہ کے ضمن میں ان کا تذکرہ کر چکا ہے، امام بخاری نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ قتل ابوہریرہ فریبی یتیمانی سحر عتہ عائشہ فقہہ بھاد (تہذیب التہذیب ترجمہ قاسم) (باقی صفحہ آئندہ) عمرہ بن محمد کے آغوش میں تربیت پائی اور ان کو ثقہ ٹھہرایا۔



اور ابن سعد لکھتے ہیں:

وكتب عمر بن عبد العزيز إلى ابن حزم ان  
يكتب له احاديث عمرة -  
عمر بن عبد العزيز نے ابن حزم کو لکھا تھا کہ وہ انھیں عمرو کی  
روایت کردہ حدیثیں لکھ کر بھیجیں۔

قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم خزرجی انصاری اپنے وقت میں مدینہ طیبہ کے بہت بڑے  
فقیہ تھے امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں مدینہ میں جس قدر قضا کے بارے میں ان کو علم تھا اتنا  
کسی کو نہ تھا۔ بڑے عابد شب زندہ دار تھے۔ ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ چالیس سال ہونے آئے یہ کبھی  
شب میں اپنے بستر پر دراز نہیں ہوئے ان کی وفات بہ اختلاف اقوال سنۃ ۱۸۱ یا ۱۸۲ میں ہوئی۔

قاضی صاحب موصوف نے امیر المومنین کے حسب الحکم حدیث میں متعدد کتابیں لکھیں لیکن افسوس  
ہے کہ جب قاضی صاحب کا یہ کارنامہ پایہ تکمیل کو پہنچا تو حضرت عمر بن عبد العزیز وفات پا چکے تھے، علامہ  
ابن عبد البر التہذیب میں امام مالک کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ

فتویٰ عمر وفد کتب ابن حزم کتباً  
قبل ان یبعث بها الیہا۔  
ابن حزم نے متعدد کتابیں لکھیں پر حضرت عمر بن عبد العزیز  
قبل اس کے کہ ابن حزم یہ کتابیں ان کی خدمت میں بھیجیں  
وفات پا گئے۔

تہذیب التہذیب میں امام مالک سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے ان کتابوں کے متعلق قاضی صاحب کے  
صاحبزادے عبد اللہ بن ابی بکر سے پوچھا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ضاعت (وہ ضائع ہو گئیں) ۱۸۱  
بعض اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم کے علاوہ مدینہ شریف  
کے اور علماء کو بھی اس سلسلہ میں لکھا تھا، چنانچہ علامہ سیوطی، تاریخ الخلفاء میں امام زہری سے ناقل ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) یہ مدینہ طیبہ میں اپنے وقت کے افضل ترین علماء میں شمار کئے جاتے تھے چنانچہ  
ابن جان کے کتاب الثقات میں آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان من سادات التابعین من افضل  
اہل زمانہ علماً وادباً وفقہاً۔

عمرو بنت عبد الرحمن قاضی ابوبکر بن حزم کی والدہ کبش بنت عبد الرحمن کی بہن تھیں اور اس بنا پر قاضی صاحب  
کی خالہ ہوتی ہیں یہ بھی بہت بڑی فقیہہ تھیں۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ ثالث کے ختم پر جہاں اس عہد کے  
مشاہیر علماء تابعین کے نام گنائے ہیں ان کا ذکر اسی لقب سے کیا ہے، ان کی وسعت علم کا یہ عالم تھا کہ امام زہری  
فرماتے ہیں مجھ سے قاسم بن محمد فرماتے تھے میں تہیں علم کا شوقین پاناہوں اس لئے تمہیں علم کا مخزن نہ بتا دوں۔  
میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرماتے تھے عمرو بنت عبد الرحمن کے آستانہ کو پکڑ لو کیونکہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
کے آغوش حریت میں بڑھی ہیں۔ چنانچہ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ تو نہ ختم ہوئے والا سند میں  
فوجد تھا بھلا لایانف (تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام زہری) خود حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ  
ما بقی احد اعلم بحديث عائشة من عمرة (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا عالم عمرو سے بڑھ کر  
کوئی باقی نہیں رہا) عمرو کی وفات بہ اختلاف اقوال سنۃ ۱۸۱ یا ۱۸۲ میں ہوئی۔

(حاشیہ صفحہ ۱۵۴) ۱۸۱ مقدمہ تنویر الخواص - ۱۸۲ تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر خزرجی۔



حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سالم بن عبداللہ کو لکھا تھا کہ صدقات کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو معمول رہا ہے وہ ان کو لکھ کر بھیجیں چنانچہ سالم نے جو کچھ انھوں نے پوچھا بتا دیا ان کو لکھ بھیجا۔ خود امام زہری کو بھی جن کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شہادت ہے کہ لم یبق احد اعلم بسنة ما ضیعت من الزہریؒ گزشتہ سنت کا زہری سے بڑھ کر کوئی عالم باقی نہیں رہا۔ خاص طور پر تدوین سنن پر مامور فرمایا چنانچہ علامہ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں امام زہری کا بیان نقل کرتے ہیں:

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناھا دفتراد فترا فبعث الی کل ارض لہ علیھا سلطان دفترًا۔ ۳۵  
ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور پھر انھوں نے ہر اس سرزمین پر یہ کہ جہاں ان کی حکومت تھی ایک دفتر بھیج دیا۔

امام زہری کے ان دفاتر کی ضخامت کا اندازہ لگانا ہر تو معصہ کا حسب ذیل بیان پڑھے۔  
”پہلے ہم یوں سمجھتے تھے کہ ہم نے زہری سے بہت کچھ حاصل کیا لیکن جب ولید بن یزید قتل ہوا تو سرکاری خزانے سے زہری کے علمی دفاتر سوار یوں پر بار کر کے لائے گئے“ ۳۶

امام زہری کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قاضی ابوبکر بن خرم سے پہلے اس فن کی تدوین کی ہے کیونکہ ان کی جمع کردہ کتابوں کی نقل حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں تمام ممالک محروسہ میں بھیج دی تھی لیکن قاضی ابوبکر بن خرم ابھی اپنی کتابیں مکمل کر کے بارگاہ خلافت تک بھیجنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہو گئی۔ اس لحاظ سے اس سلسلہ میں اولیت کا پہلا امام زہری کے سر ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں امام مالک کی تصریح نقل کرتے ہیں:

اول من دون العلماء ابن شہاب سب سے پہلے جس نے علم مدون کیا وہ ابن شہاب (زہری) ہیں۔  
مدینہ کے ایک اور امام عبدالعزیز مدنی بھی جو امام موصوف کے معاصر ہیں یہی فرماتے ہیں کہ اول من دون العلم وکتبما ابن شہابؒ ۳۷

بلاشبہ جیسا کہ ان دونوں بزرگوں کی تصریح ہے مدینہ طیبہ میں اولیت کا شرف اس بارے میں امام زہری ہی کو حاصل ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تدوین احادیث کے لئے صرف مابہل مدینہ کو نہیں بلکہ تمام علماء آفاق کو لکھا تھا چنانچہ اس کے متعلق حافظ ابو نعیم اصفہانی کی روایت سابق میں آپ کی نظر سے گزری ہوگی خود دار الخلافہ دمشق میں اس وقت شام کے مشہور امام اور فقیہ کھول دمشقی موجود تھے۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی تصنیفات کے سلسلہ میں کتاب السنن کا ذکر کیا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اس کی تدوین بھی امر خلافت کی تعمیل ہی میں ہوئی ہوگی۔ کھول کی جلالت علمی کا اندازہ کرنا ہر تو خود امام زہری کا حسب ذیل بیان پڑھے۔

۳۸ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱ طبع مجتبیٰ دہلی۔ ۳۹ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام زہری۔  
۴۰ جامع بیان العلم، باب ذکر اربعة فی کتاب العلم۔



”علماء چار ہیں، سعید بن المسیب مدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں اور مکحول،  
شام میں“ ۱۷

امام اوزاعی نے فقہ کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی چنانچہ کتب رجال میں ان کے وصف میں  
”معلم الاوزاعی“ کے الفاظ خصوصیت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ ۱۸  
علامہ التابعین امام شعبی کے متعلق بھی علامہ سیوطی، تدریب الراوی میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی  
ناقل ہیں کہ

اما جمع حدیث الی مثله فقد سبق الیه  
الشعبی فاندرخی عنہ ان قال هذا باب  
من الطلاق جسیم وساق فیہ احادیث۔  
۱۹  
ایک مصنف کی حدیثوں کے جمع کرنے کا کام سب سے پہلے  
امام شعبی نے کیا کیونکہ ان سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان  
کیا ”ہذا باب من الطلاق جسیم“ (یہ طلاق کا ایک بڑا باب ہے)  
اور پھر اس کے متعلق حدیثیں روایت کیں۔

امام شعبی کتابت علم کے قائل نہ تھے اس لئے ظاہر ہے کہ احادیث کے جمع کرنے کا یہ کام انھوں نے  
محض خلیفہ عادل کے حکم کی تعمیل ہی میں کیا ہوگا بالخصوص جبکہ امام یحییٰ بن معین نے تصریح کی ہے کہ حضرت  
عمر بن عبد العزیز نے ان کو عہدہ قضا تفویض کیا تھا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ یہ  
کوفہ میں قاضی تھے۔ شعبی کے بارے میں امام زہری کی رائے ابھی آپ کی نظر سے گزری۔ مکحول کا قول ہے  
ما رأیت اعلیٰ من الشعبی (شعبی سے بڑا عالم میری نظر سے نہیں گزرا) ابو حجاز کہتے ہیں ما رأیت احدا  
افقه من الشعبی لاسعید بن المسیب ولا طاؤس ولا عطاء ولا الحسن ولا ابن سیرین (شعبی سے  
بڑھ کر کوئی فقیہ میں نے نہ دیکھا نہ سعید بن المسیب نہ طاؤس نہ عطاء نہ حسن بصری اور نہ ابن سیرین)۔ عاصم  
احول کا بیان ہے ما رأیت احدا اعلیٰ من حدیث اہل الکوفۃ والبصرة والنجار من الشعبی رہے  
اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیثوں کا شعبی سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا) خود شعبی کا بیان ہے کہ  
میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔ ابن شبرمہ نے ایک مرتبہ امام شعبی کو یوں فرماتے سنا کہ میں سال  
ہوئے کبھی کسی شخص سے کوئی حدیث ایسی نہیں سنی کہ جس کا مجھے اس سے زیادہ علم نہ ہو۔ فن حدیث میں  
یہ امام اعظم کے اکابر شیوخ میں شمار کئے جاتے ہیں چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان کے  
تلامذہ فن حدیث میں امام ابو حنیفہ کا نام لیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے وہو اکبر شیخ الامم  
(کہ یہ امام ابو حنیفہ کے بڑے شیخ ہیں)۔

امام زہری، امام مکحول اور امام شعبی ان تینوں میں سب سے پہلے امام شعبی نے قضا کی کیونکہ ان کی  
وفات بہ اختلاف اقوال مسئلہ سے لیکر مسئلہ کے اندر اندر ہوئی ہے اور امام مکحول نے بہ اختلاف اقوال  
مسئلہ سے لیکر مسئلہ کے اندر انتقال کیا ہے اور امام زہری نے مسئلہ یا مسئلہ یا مسئلہ میں قضا کی ہے۔

۲۰ الاکمال فی اسرار الرجال از صاحب مشکوٰۃ ترجمہ مکحول۔ ۲۱ تدریب الراوی ص ۲۲ طبع مصر مسئلہ۔ ۲۲ تنزیہ التہذیب  
ترجمہ امام شعبی۔ ۲۳ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ شعبی۔ ۲۴ یہ سب اقوال تذکرۃ الحفاظ میں امام شعبی کے ترجمہ میں مذکور ہیں۔



چونکہ یہ تینوں ائمہ باہم معاصر ہیں (گو امام شعبی عمر اور علم میں ان دونوں سے بڑے تھے) اس لئے یقین کے ساتھ تو یہ فیصلہ کرنا سخت مشکل ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر کس نے قلم اٹھایا یا امام حسب تصریح امام مالک و دراوردی اگر اس علم کے پہلے مدون امام ابن شہاب زہری ہیں (بشرطیکہ اس اولیت کو مدینہ کے ساتھ خاص نہ سمجھا جائے بلکہ تمام بلاد اسلامیہ کے اعتبار سے عام رکھا جائے) تو امام شعبی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ احادیث نبوی کی تبویب سب سے پہلے انھیں نے کی ہے اس لئے تدوین حدیث کی اولیت کا سہرا اگر علماء اہل مدینہ کے سر ہے تو اس کی تبویب کی اولیت کا شرف یقیناً علماء اہل کوفہ کو حاصل ہے۔

دوسری صدی ہجری | حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۲۵ رجب ۱۸۱ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی مدت خلافت کل کی تصنیفات | دو سال پانچ ماہ ہے۔ امام شعبی، امام زہری، امام مکحول دمشقی اور قاضی ابوبکر حزمی کی تصانیف اسی عہد عمری کی یادگار ہیں اور اغلب یہ ہے کہ ان تصانیف کا بیشتر حصہ پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے تیار ہو چکا تھا۔

بہر حال پہلی صدی کے آخر میں خلیفہ راشد کے حکم سے کبار ائمہ تابعین نے جمع و تدوین حدیث کا دروازہ کھولا اور دوسری صدی ہجری میں اس سلسلہ کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ ایک طرف صحابہ کے آثار اور تابعین کے فتاویٰ اور اقوال تک ایک ایک کر کے اس عہد کی تصانیف میں مرتب و مدون کر دیئے گئے۔

کتاب الآثار | فقیہ وقت حماد بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد ۱۸۱ھ میں امام ابو حنیفہ جب جامع کوفہ کی اس مشہور علمی درس گاہ میں مسند فقہ و علم پر جلوہ آرا ہوئے کہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو

۱۸۱ھ | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالتہ الخفا عن خلافت الخلفاء میں تصریح کی ہے کہ فقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھی چنانچہ فرماتے ہیں:

چوں لوازم خلافت خاصہ میں شد احوال باید شناخت  
کہ جبے کثیر از صحابہ فیض صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
قدر متیسر ازین اوصاف حاصل کردہ بودند و بعضی احوال  
بخلاف مقیدہ فائز گشتہ مانند عبداللہ بن مسعود  
قرأت و فقہ۔

(ازالتہ الخفا ص ۸۸ طبع صدیقی بریلی سنہ ۱۳۸۶ھ)

اور اسی چیز کی مزید تشریح شاہ صاحب نے دوسرے مقام پر اس طرح کی ہے:

وازلوازم خلافت خاصہ آنست کہ قول خلیفہ حجت  
باشد صدیق نہ بآن معنی کہ تقلید عوام مسلمین اور اصحیح  
باشد زیرا کہ اس معنی از لوازم اجتہاد است و در خلافت  
عامہ بیان آن گذشت و نہ بآن معنی کہ خلیفہ فی نفسہ

اور خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلیفہ کا  
قول دین میں حجت ہو بایں معنی نہیں کہ عوام مسلمین کے لئے اس  
کی تقلید صحیح ہے کیونکہ یہ چیز تو لازم اجتہاد میں سے ہے اور  
خلافت عامہ کے سلسلہ میں (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



باقاعدہ طور پر چلی آ رہی تھی تو آپ نے جہاں علم کلام کی بنیاد ڈالی، فقہ کا عظیم الشان فن مدون کیا وہیں علم حدیث کی ایک اہم ترین خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول پر روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا جس کا نام کتاب الآثار ہے، اور آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے جو دوسری صدی کے ربیع ثانی کی تالیف ہے۔ امام ابو حنیفہ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیفیت ما اتفاق جو حدیثیں ان کو یاد تھیں انھیں قلمبند کر دیا گیا تھا۔ امام شعبی نے بیشک بعض مضامین کی حدیثیں ایک ہی باب کے تحت لکھی تھیں لیکن وہ پہلی کوشش تھی جو غالباً چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکی۔ علاوہ ازیں شعبی کے الفاظ ہذا ابواب من الطلاق جسیم سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے باب کو ٹھیک ان معنوں میں استعمال کیا ہے کہ جس معنی میں بعد کے مصنفین لفظ کتاب کا استعمال کرتے ہیں، اس لئے احادیث کو کتب و ابواب پر پوری طرح مرتب کرنے کا کام ابھی باقی تھا جس کو امام ابو حنیفہ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل فرمایا اور بعد کے ائمہ کے لئے ترتیب و تبویب کا ایک عمدہ نمونہ قائم کر دیا۔

مکن ہے کہ بعض لوگ کتاب الآثار کو احادیث صحیحہ کا اولین مجموعہ بتانے پر چونکیں اس لئے اس حقیقت کو آشکار کرنا نہایت ضروری ہے کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صحیح بخاری سے پہلے کوئی کتاب احادیث صحیحہ کی مدون نہیں کی گئی وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ حافظ سیوطی، تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں:-

وقال الحافظ مغلطائی اول من صنف اور حافظ مغلطائی نے کہا ہے کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بے اعتماد بر تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واجب الطاعت باشد زیرا کہ این معنی غیر نبی را میسر نیست بلکه مراد اینجا منزلیست من المنزلیین۔

تفصیل اس صورت آئنت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوالہ فرمودہ اند بعض امور یا شخصہ بخصوص اسم او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم می شود متابعت امراء جیوش آنحضرت بمقتضائے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و این متصلت در خلفاء راشدین یہاں می ماند کہ قول زید بن ثابت را در فرائض مقدم باید ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبداللہ بن مسعود و قرأت وفقہ۔

اس کا بیان گذر چکا اور یوں معنی بھی نہیں کہ خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ہوئے بغیر بھی واجب الطاعت ہے کیونکہ یہ بات نبی کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں بلکہ اس جگہ ان دونوں کے مابین جو درجہ ہے وہ مراد ہے۔

اس صورت کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور کو خاص طور پر کسی ایک شخص کا نام لیکر اس کے حوالہ فرمایا ہے اس لئے اس شخص کی اتباع اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ آپ کے لشکر کے امراء کی اتباع خود آپ کے حکم کے بموجب لازم ہے اور یہ بات خلفاء راشدین کے بارے میں بالکل اسی طرح سے ہے جس طرح کہ زید بن ثابت کے قول کو فرائض (علم میراث) میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کو قراءت اور فقہ میں دوسرے مجتہدین کے اقوال پر مقدم رکھنا چاہئے۔



الصحيح مللک وقال المحافظ ابن حجر کتاب  
ماللک صحيح عندہ وعند من یقلدہ علی  
ما اقتضاء نظرہ من الاحتجاج بالمرسل  
والمنقطع وغیرہما قلت ما فیہ من  
المراسیل فانها مع كونها حجة عندہ بلا  
شرط وعند من وافقہ من الائمة علی  
الاحتجاج بالمرسل فی حجتہا ایضا عندنا  
لان المرسل عندنا حجة اذا اعتضد وما من  
مرسل فی الموطا الا وله عاضد او عواضد  
كما ساین ذلك فی هذا الشرح فالصواب  
اطلاق ان الموطا صحيح كله لا يستثنی  
مندشئ. ۵۱

کی وہ مالک ہیں، حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ مالک کی  
کتاب خود ان کے نزدیک اور ان کے مقلدین کے نزدیک  
صحیح ہے کیونکہ ان کی نظر مرسل اور منقطع وغیرہ سے احتجاج  
کی مقتضی ہے (سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں موطا میں جو  
مراسیل ہیں وہ علاوہ اس امر کے کہ وہ بلا کسی شرط کے مالک  
اور ان ائمہ کے نزدیک کہ جو مرسل کو ان کی طرح سنا مانتے  
ہیں حجت ہیں ہمارے نزدیک بھی حجت ہیں کیونکہ ہمارے  
نزدیک جب مرسل کا کوئی مؤید موجود ہو تو وہ حجت ہوتی  
ہے اور موطا میں کوئی مرسل روایت ایسی موجود نہیں کہ جس کا  
ایک یا ایک سے زائد مؤید موجود ہو چنانچہ میں اپنی اس  
شرح میں اس کو بیان کروں گا اس لئے حق یہی ہے کہ کل  
موطا کو صحیح کہا جائے اور اس سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہ کیا جائے

امام سیوطی نے حافظ مغلطائی کے جس بیان کا حوالہ دیا ہے وہ خود ان کی زبان سے سنا زیادہ مناسب  
معلوم ہوتا ہے۔ علامہ محمد امیر یانی، توضیح الافکار شرح تنقیح الانظار میں رقمطراز ہیں کہ

”پہلے جس نے جمع صحیح میں تصنیف کی وہ بخاری ہیں۔“  
ابن صلاح کا بیان ہے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر  
شیخ مغلطائی نے اعتراض کیا ہے چنانچہ انہوں نے خود  
ان کی تحریر میں پڑھا ہے کہ پہلے جس نے جمع صحیح تصنیف  
کی وہ مالک ہیں ان کے بعد احمد بن حنبل اور پھر دارمی اور  
کسی کو یہ اعتراض کا حق نہیں کہ غالباً ابن صلاح کی مراد جمع  
سے صحیح مجہود ہے لہذا مالک کی کتاب اس سلسلہ میں پیش نہیں  
کی جاسکتی کیونکہ اس میں بلاغ موقوف، منقطع اور فقہ وغیرہ  
بھی موجود ہے اس لئے کہ یہ سب چیزیں تو بخاری کی کتاب  
میں بھی پائی جاتی ہیں۔

بلاشبہ علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالک کو حاصل ہے لیکن  
کتاب الآثار موطا سے پہلے کی تصنیف ہے جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے چنانچہ  
حافظ سیوطی تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں تحریر فرماتے ہیں  
من مناقب ابی حنیفہ الثانی انہما انہ



اول من دون علم الشریعة ورتبہ ابوابا  
ثم تبعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا  
ولم یسبق اباحنیفة احد۔

مفرد میں ایک یہ بھی ہے وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے  
علم شریعت کو بدول کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی پھر  
امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی  
اور اس بارے میں امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

۱۷

امام ابو حنیفہ کی تصانیف سے امام مالک کے استفادہ کا ذکر کتب تاریخ میں صراحت سے مذکور ہے  
قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام، اخبار ابی حنیفہ میں بسند متصل عبدالغزیز بن محمد روایت  
سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اذوقہ ہوتے تھے۔

۱۸ تبیض الصغیر ص ۳۶ طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ

۱۹ اتمام المسالك فی بحث روایت مالک عن ابی حنیفہ وروایت ابی حنیفہ عن مالک از محدث کوثری ص ۶۸ یہ کل چھ  
صفحات کا رسالہ ہے جو احقاق الحق طبع مصر ۱۳۳۷ھ کے آخر میں لکھی ہے۔ بعض علما نے امام مالک سے روایت کے  
سلسلہ میں جہاں ان کے بعض شاخ شاخ مثلاً امام زہری، ربیعۃ الراي، یحییٰ بن سعید الصاری وغیرہ کا نام لیا ہے امام  
ابو حنیفہ کے متعلق بھی تصریح کی ہے کہ یہ امام مالک سے حدیث روایت کرتے ہیں اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ  
میں ائمہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ

رأیت اباحنیفة بین ہدی مالک کالصبی میں نے ابو حنیفہ کو امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا  
بین یدای ابيه۔ جس طرح بچہ اپنے باپ کے سامنے ہو۔

علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی نے اسی بنا پر یہ خیال کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو باقاعدہ  
امام مالک سے فن حدیث میں تلمذ تھا اور وہ ان کے حلقہ درس میں حاضر ہوتے تھے چنانچہ علامہ شبلی نعمانی،  
سیرۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

”اس عظمت کے ساتھ امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی، امام مالک عمر میں ان سے  
تیرہ برس کم تھے ان کے حلقہ درس میں بھی اکثر حاضر ہوتے اور حدیث سنیں۔ علامہ ذہبی نے  
تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے سامنے ابو حنیفہ اس طرح مودب بیٹھتے تھے جس طرح  
شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام کی کسر شان پر محمول کیا ہے  
لیکن ہم اس کو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا نمونہ سمجھتے ہیں، امام مالک بھی ان کا نہایت  
احترام کرتے تھے۔ عبداللہ بن المبارک کی زبانی منقول ہے کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا  
ایک بزرگ آئے جن کی انھوں نے نہایت تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھایا اور ان کے جانے کے بعد  
فرمایا جاتے ہوئے کون شخص تھا، ابو حنیفہ عراقی تھے جو اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو  
کر سکتے ہیں، ذرا دیر کے بعد ایک اور بزرگ آئے امام مالک نے ان کی بھی تعظیم کی لیکن نہ اس قدر  
جتنی ابو حنیفہ کی کی تھی وہ اللہ کے تو لوگوں سے کہا ہے سفیان ثوری تھے۔ (ص ۲۷ طبع مفید علم آگرہ ۱۳۸۲ھ)

اور مولانا سید سلیمان ندوی، حیات امام مالک میں امام مدوح کی مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
”تمام لوگ سرنگوں خاموش مودب بیٹھتے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ بھی جب امام کی مجلس درس  
میں آکر شریک ہوتے تو وہ بھی اسی طرح مودب ہو کر بیٹھتے۔“ (ص ۳۲)

(باقی صفحہ آئندہ)



کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ موطا کی روایات سے قوت و صحت میں کم نہیں ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے اور جس طرح موطا کے مراسیل کے مؤید (بقیہ از صفحہ گذشتہ) اور پھر امام مالک کے تلامذہ و مستفیدین کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہ کا نام لکھ کر حاشیہ میں رقمطراز ہیں:-

”رواة مالک للخطيب البغدادي، ابن عساکر، مسند امام ابو حنیفہ لابن خسر، دار قطنی کتاب الذبائح، بدر الدین زرکشی فی النکت علی ابن الصلاح، مسند ابو حنیفہ لابن الصیار، اکمال الاکمال قسلی، کتب خانہ بانکی پور (فن حدیث نمبر ۴۲) شرح زرقانی (ج ۱ ص ۳) تنزیہ الممالک سیوطی، محلی شرح موطا مولانا عبدالسلام حنفی قلمی مقدمہ، ان تمام کتابوں میں امام ابو حنیفہ کے استفادہ کا ذکر ہے“

بلاشبہ امام اعظم کے لئے اگرچہ وہ طبقہ میں امام مالک سے بڑے ہیں یہ چیز قطعاً باعث عار نہیں کہ وہ امام مالک کے حلقہ درس میں بیٹھیں اور ان سے حدیثوں کا سماع کریں، بلکہ محدثین کا یہ قول ہے کہ ایک محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اعلیٰ ہمسرا اور کتر تینوں طبقوں سے روایت نہ کرے (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۱۱ طبع حلب) امام مالک تو بہر حال امام صاحب کے اقران میں سے ہیں امام صاحب نے تو اپنے تلامذہ تک سے حدیث روایت کی یہی چنانچہ امام خراسان ابراہیم بن طہمان کے ذکر میں اس کی تصریح گزرجی ہے لیکن ادلا تو روایت اقران کے لئے حلقہ درس میں حاضر ہونا ضرور نہیں مذاکرہ کے ضمن میں بھی روایت ہو سکتی ہے۔ ثانیاً امام ابو حنیفہ کا امام مالک سے حدیث کی روایت کرنا خود محتاج ثبوت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی النکت علی مقدمہ ابن الصلاح میں لکھتے ہیں:-

بن ابا حنیفۃ لم تثبت شرايته عن مالک واما اورده الدارقطني ثم الخطيب في الرواة عند ابي حنيفة وفتا لهما باسنادين فيهما مقال وهما لم يلتزما في كتابيهما الصحة

ع

بلاشبہ امام ابو حنیفہ کا امام مالک سے روایت کرنا ثابت نہیں اور دارقطنی اور ان کے بعد خطیب نے رواۃ مالک میں اس کو محض اس لئے بیان کیا کہ ان کو ایسی دو روایتیں ملی تھیں یہ دونوں روایتیں دو مختلف اسنادوں سے ہیں اور ان دونوں کی صحت میں کلام ہے۔ اور خود دارقطنی اور خطیب نے اپنی ان دونوں کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا ہے۔

اور ذہبی نے اشہب سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ محدث محمد راہدکوری اقوام المسالک میں فرماتے ہیں:-

فما يرويه الذهبي في ترجمة مالک في طبقات الحفاظ عن اشهب لا يصح الا اذا كان في حق حلق بن ابي حنیفۃ دون ابيه لان ميلاد اشهب (۹۵ھ) كما يقول ابن يونس ان لم يكن لدة الشافعي ومثله لا يمكن ان يرسل من مصر الى المدائنة المنورة وبيروى ابا حنیفۃ عند مالک اصلاً (ص ۷)

طبقات الحفاظ میں امام مالک کے ترجمہ میں جو کچھ ذہبی اشہب سے نقل کرتے ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ بخیر اس کے کہ یہ بیان مغویں بائی کے متعلق ہو نہ کہ خود ان کے والد ماجد کے متعلق کیونکہ اشہب سنہ ولادت جس صورت میں کہ ان کو امام شافعی کا ہمس نہ تسلیم کیا جائے حسب بیان ابن یونس مشککہ ہے اور اس عمر کے بچہ کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مصر سے سفر کر کے مدینہ منورہ جائے اور امام ابو حنیفہ کو امام مالک کے یہاں دیکھ سکے۔ (باقی صفحہ آئندہ)

حدیث ابن حجر کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر حسد و حیدر آباد سندھ میں ہماری نظر سے گزرا ہے اور یہ عبارت اسی سے نقل کی ہے۔



موجود ہیں۔ اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے اس لئے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائی اور حافظ سیوطی کے نزدیک موطا صحیح قرار پاتی ہے۔ ثبیک اسی معیار پر کتاب الآثار صحیح اترتی ہے، موطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے ہے۔

دقیقہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور مولانا سید سلیمان ندوی نے اس سلسلہ میں جن کتابوں کے حوالہ دیئے ہیں ان میں بجز مؤخر الذکر بار کتابوں کے غالباً بقیہ کتب سے مولانا نے راست مراجعت نہیں کی ہے بلکہ ان ہی کتابوں سے ان کے بھی حوالے نقل کر دیئے ہیں ابن عساکر دارقطنی اور سند بن عساکر کی سندیں عمران بن عبد الرحیم موجود ہے جس کے بارے میں حافظ سلیمان نے تصریح کی ہے کہ

هو الذي وضع حديث أبي حنيفة عن مالك ابو حنيفة عن مالك والى رواية اسی نے وضع کی ہے۔

(میزان الاعتدال، امام ذہبی)

دارقطنی نے یہ روایت کتاب الذبائح میں نہیں بلکہ کتاب المزیج میں کی ہے جو ان کی مشہور تصنیف ہے اور جس کا موضوع روایات اقران کا بیان ہے (تدریب الراوی ص ۲۰) اور ترمذی مالک میں اس مقام پر اس کی بجائے کتاب الذبائح فسطاط طبع ہو گیا ہے اور محدث ابن خمر نے اپنی سند میں جہاں اس کو روایت کیا ہے پہلے ہی تصریح کر دی ہے کہ "حافظ ابو عبد اللہ محمد بن مخلد العطار نے اس روایت کو اپنی کتاب بارواہ الاکابر عن مالک میں براسطہ حماد بن ابی حنیفہ عن مالک نقل کیا ہے اور اس سند میں امام ابو حنیفہ کا ذکر نہیں ہے۔"

(ملاحظہ ہو جامع مسانید الامام الاعظم از خوارزمی ص ۲۹، طبع دائرة المعارف سلطنتی ۱۳۳۷ھ)

ابن عساکر کا حوالہ محل میں موجود ہے مگر صاحب محلی نے کتاب النکاح میں خود امام سیوطی کے حوالہ سے اس حدیث کے متعلق یہ نقل کر دیا ہے۔

قیل اندر واه عنه ابو حنيفة ولم يصح  
کہا گیا ہے کہ اس روایت کو امام مالک سے امام ابو حنیفہ نے روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

مسند ابو حنیفہ لابن النبیاء کا حوالہ ترمذی مالک میں مذکور ہے مگر صاحب ترمذی نے مسند مذکور سے جو حدیث نقل کی ہے وہ کتاب الآثار امام محمد کی ہے اور امام محمد اس کو براہ راست امام مالک سے روایت کرنے میں صاحب مسند نے امام ابو حنیفہ کا نام اس کی اسناد میں غلطی سے درج کر دیا ہے، مسند ابو حنیفہ لابن النبیاء اصل میں جامع مسانید الامام الاعظم الخوارزمی کا اختصار ہے اور جامع مسانید میں یہ روایت کتاب الآثار میں کے حوالہ سے درج ہے۔

محلی شرح موطا کے مصنف کا نام عبد السلام نہیں بلکہ شیخ سلام اللہ ہے انہوں نے بلاشبہ مواہب کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے لیکن ساتھ ہی حاشیہ پر یہ منہی بھی تحریر فرما دیا ہے کہ

اما نقل المواهب فستبعد عن العقل ولا  
بقيل الذهن لان ابا حنيفة كان ابن عشرين  
سنة مجتهدا عاذا حين رآه مالك ولم يثبت  
خذنا عند احد غير الدارقطني وان قال  
ان مالكا راى عن ابي حنيفة فباطل  
رحمى كاطلى نحره ميرى پاس موجود ہے۔  
مواہب کی نقل عقل سے بعید ہے اور ذہن اس کو قبول نہیں  
کرتا کیونکہ امام مالک نے جس وقت امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے  
اس وقت امام ابو حنیفہ کی عمر بیس سال کی تھی اور وہ مجتہد اور  
عالم پرچہ تھے نیز بخار قطنی کے یہ کسی کے نزدیک ثابت  
بھی نہیں ہاں اگر صاحب مواہب یہ کہتا کہ امام مالک نے  
امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے تو یہ جو سکتا ہے۔

محدث ناقد علامہ محمد ابراہیم کوثری کا رسالہ اقوام المالک اس بحث میں قابل دید ہے اور نہایت اہم قیمتی حواشی پر مشتمل ہے۔



اسناد و روایت کے اعتبار سے کتاب الآثار کی مرویات کا کیا وجہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے جن کران کو روایت کیا ہے صدر الامہ موفق بن احمد کی تحریر فرماتے ہیں۔

وانتخب ابو حنیفہ رحمہ اللہ الآثار من اربعین الف حدیث مناقب الامام الاعظم (رحمہ اللہ) احادیث سے کیا ہے۔

اور امام حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن شاپوری المتوفی ۲۹۸ھ جو ارباب صلوٰۃ کے معاصر ہیں اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں خود امام اعظم سے بہ سند نقل کرتے ہیں کہ

عندی صنادیق من المحدث ما اخذت منها الا اليسير الذي يستفيع به۔ میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع انداز ہوں۔ (مناقب موفق ۱۸، ۱۹)

امام اعظم کی اس احتیاط کا بڑے بڑے محدثین نے اقرار کیا ہے چنانچہ حافظ ابو محمد عبد اللہ حارثی بسند متصل روکتے ہیں جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں نقل کرتے ہیں:

اخبرنا القاسم بن عباد سمعت يوسف الصفاق يقول کہ جیسی احتیاط امام ابو حنیفہ سے حدیث

لے یہ چالیس ہزار متون احادیث کا ذخیرہ نہیں اس لیے کہ اس میں گزرا اس تعداد میں صحابہ کرام کے احوال اور تابعین کے فتاویٰ بھی داخل ہیں کیونکہ حلیف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث اور اثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا، امام اعظم کے زمانہ میں احادیث کے طرق و اسانید کی تعداد چالیس ہزار سے متجاوز نہ تھی بعد کو بخاری و مسلم کے عہد میں یہی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی کیونکہ ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس شاگردوں سے بیان کیا اب وہ محدثین کی اصطلاح میں دس اسنادیں اور دس طرق ہو گئے اگر آپ موطا اور کتاب الآثار کی احادیث کی تخریج بقیہ کتب احادیث سے کریں تو ایک ایک متن کے دس دس بیسوں طریقے پورا سادیں مل جائیں گی۔

اب متون احادیث صحیحہ کی اصل تعداد بھی سن لیجئے، امام ابو جعفر محمد بن الحسین بغدادی نے کتاب التبریر میں امام سفیان ثوری، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل ان سب اکابر ائمہ حدیث کا متفقہ بیان اس سلسلہ میں یہ نقل کیا ہے

ان جملة الاحادیث المسندة عن النبي صلى الله عليه وسلم يعني الصحيحة لا تكثر بأربعة آلاف وارجع ما تحدثت (توضیح الافکار از امیر مانی ج ۲ ص ۲۲ طبع مصر) ان تمام احادیث صحیحہ غیر مکررہ کی تعداد کہ چار ہزار تھیں

ان میں احکام حلال و حرام یعنی احادیث فقہیہ کی تعداد یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن مہدی نے آٹھ سو (توضیح الافکار) اور عبد اللہ بن المبارک نے نو سو اور امام ابو یوسف نے گیارہ سو بتائی ہے (رسالہ امام ابی داؤد ص ۵ و ۶ طبع مصر ۱۲۶۹ھ) ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف چوں کہ فقہ اور اجتہاد کے اعتبار سے ان تینوں سے ممتاز ہیں اس لئے اس بارے میں ان ہی کی تصریح رہبان قابل قبول ہے

لے امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں نے وکیع سے بڑے کر علم کا جامع اور حدیث کا حافظ نہیں دیکھا، یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ان سے افضل شخص میری نظر سے نہیں گذرا۔ (تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ وکیع)



صحت وکیعاً بقول احمد وجد الوریع عن ابی حنیفہ فی میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہ پائی گئی۔

الحديث مالم يوجد عن غيره (مناقب صدقہ لا تہون فی الاثر)

اسی طرح علی بن الجعد جو ہری سے کہ جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاری اور ابو داؤد کے استاذ ہیں روایت کی ہے:

قال القاسم بن عباد فی حدیثہ قال علی بن الجعد امام ابو حنیفہ جب حدیث بیان کرتے ہیں تو مرقی کی طرح ابو حنیفہ تا اذا جاء بالحدیث جاؤ بہ مثل الدارۃ

اور حافظ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے (جن کے متعلق امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ جانیں وہ حدیث ہی نہیں) بسند متصل ناقل ہیں کہ

کان ابو حنیفہ ثقۃ لا یحدث الا ما یحفظ ولا امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو حفظ ہوتی ہے وہی یحدث بما لا یحفظ (تاریخ بغداد ۱۳ ص ۲۱۹) بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی بیان نہیں کرتے۔

اور امام عبد اسد بن المبارک کہ جن کی جلالت شان کا تمام اہل علم کو اعتراف ہے اپنی ایک نظم میں جو انھوں نے امام اعظم کی شان میں لکھی ہے فرماتے ہیں:

روى اثنا عشره فاجاب فيها كطيران الصقور من المنيفه  
انھوں نے آثار کو روایت کیا تو اسی بلند پروازی دکھائی کہ جیسے شکاری پرندے بلند مقام پر ہوا زکر رہے ہوں۔

ولم يترك بالعراق له نظير ولا بالمشرقين ولا بالكوفة  
سو نہ عراق میں ان کی کوئی نظیر تھی، نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

اسی طرح امام اہل سمرقند ابو مقال سمرقندی امام اعظم کی مدح کرتے ہوئے کتاب الآثار کے متعلق فرماتے ہیں:

روى الآثار عن بطل ثقات غزار العلم مشيخة حصيصة  
معزین ثقات سے انھوں نے الآثار کو روایت کیا ہے جو بڑے وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان اکابر ائمہ حدیث کی یہ شہادتیں بلا وجہ نہیں ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے کوفہ، بصرہ اور حجاز

لے حافظ رہی نے تکررۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں عبد وس نیشاپوری اور موسیٰ بن داؤد دونوں کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ۱۵ جامع مسانید الامام الاعظم از محدث خوارزمی ص ۲

ص ۸، طبع دائرة المعارف ص ۱۳۳۔ ۱۵ مناقب صدقہ لا تہون ج ۲ ص ۱۹۰۔ ۱۵ ایضاً ص ۱۹۱۔ ۱۵ علامہ کمال الدین احمد سیاحی، اشارت المرام من عبارات الامام (ص ۲، طبع مصر ۱۳۳۸) میں فرماتے ہیں: فہو اخذہن اصحاب عمر رضی اللہ

عن عمر عن اصحاب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابن مسعود وعن اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنہما عن ابن عباس ممن يبلغ العدد المذكور بالكوفة والبصرة والحجاز في حجة سنة ست وتسعين وبعده۔

یعنی امام ابو حنیفہ نے اصحاب عمر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم اور اصحاب ابن مسعود سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اور اصحاب ابن عباس سے حضرت ابن عباس کا، مشائخ کی اس تعداد سے جو ذکر کی جا چکی ہے کوفہ، بصرہ اور حجاز میں ۶۰ سالہ میں زمانہ حج اور اس کے بعد حاس کیا ہے۔



کی مشہور درس گاہوں میں علم حدیث کی برسوں تحصیل کی ہے اور جس توجہ اور کوشش سے انھوں نے اس علم کو حاصل کیا ہے، ان کے معاصرین میں سے کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ حافظ ابو سعد سمعانی، کتاب الانساب میں امام ابو حنیفہ کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں:-

اشتغل بطلب العلم وبالغ فيه حتى حصل له عالم يحصل لغيره (طبع لیڈن ورق ۱۹۶) وہ طلب علم میں مشغول ہوئے تو اس درجہ غایت انہماک کے ساتھ ہوئے کہ جب قدر علم ان کو حاصل ہوا تو مشرکوں کو نہ ہو اور حافظ ذہبی، امام مسعر بن کدام سے جو عہد طالب علمی میں امام اعظم کے رفیق رہ چکے ہیں ناقل ہیں۔ طلبت مع ابی حنیفۃ الحدیث فغلبنا و اخذنا فی الزعماء فبرع علینا و طلبنا معہ الفقہ فجاء منہ ما ترون۔ میں نے امام ابو حنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی تو وہ ہم پر غالب رہے، اور ہم میں لگے تو اس میں بھی وہ ہم کو فائق ہو گئے اور فقہ ان کے ساتھ شروع کی تو تم دیکھتے ہی سمجھتے کیا کمال ان سے ظاہر ہوا۔

۵۲

یہ مسعودی ہیں جن کو شعبہ ان کے اتقان کی بنا پر مصنف کہا کرتے تھے حافظ ابو محمد راہر مری نے المحدث الفاضل بین الراوی والواعی میں لکھا ہے کہ شعبہ اور سفیان ثوری میں جب کسی حدیث کی بابت اختلاف ہوتا تو دونوں کہا کرتے کہ اذہبنا الی المیزان مسعر (ہم دونوں کو مسعر کے پاس لے چلو جو اس فن کی میزان ہیں) غور کیجئے شعبہ اور سفیان دونوں "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہلاتے ہیں اس لئے ان کی میزان علم جس شخص کے متعلق یہ شہادت دے کہ وہ علم حدیث میں ہم سے آگے ہے وہ خود اس فن میں کس پایہ کا شخص ہوگا، غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام حافظ ابو عبد الرحمن مقرئ (جو فن حدیث میں امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور بخاری کے استاذ ہیں) جب امام ابو حنیفہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تھے تو ان الفاظ کے ساتھ کرتے تھے۔ اخبرنا شاہنشاه۔

اور امام مکی بن ابی اسیم فرماتے ہیں:

کان ابو حنیفۃ زاہداً عالماً لا غبا فی الاخرۃ اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ صدوق اللسان احفظ اہل زمانہ ۵۳

محدث سیمری نے بھی مناقب ابی حنیفہ میں شیخ الاسلام حافظ یزید بن ہارون سے اسی کے قریب قریب روایت کیا ہے۔ اور امام یحییٰ بن سعید القطان جو مشہور ناقد حدیث اور جرح و تعدیل کے امام ہیں

۵۴ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تصریح کی ہے کہ سمعانی تاریخ اور علم حدیث میں ابن جوزی اور ان کے شیخ ابن ناصر دونوں سے بڑھے ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن ناصر)۔ ۵۵ مناقب ابی حنیفہ از حافظ ذہبی ص ۲۷ طبع مصر۔ ۵۶ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ مسعر۔ ۵۷ اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن اور کتب خانہ پیر چھٹو سندھ میں جاری نظر سے گزرے ہیں۔ ۵۸ محدث خلیف بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو بہ سند متصل نقل کیا ہے۔ ۵۹ مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ بحوالہ حافظ ابو احمد عسکری۔

۶۰ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے: کان ابو حنیفۃ تقياً نقیلاً زاہداً عالماً صدوق اللسان احفظ اہل زمانہ۔



یوں فرماتے ہیں:

انہ و اللہ لا علم ہذا الا مۃ بما جاء  
عن اللہ و رسولہ -

واشد ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

ائمہ فن کی اس قدر تصریحات فن حدیث میں امام اعظم کی عظمت شان اور جلال مرتبت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ اب ذرا اس پر بھی نظر ڈال لیجئے کہ امام اعظم کے نزدیک کسی حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل کرنے کے کیا شرائط ہیں۔ امام طحاوی نے یہ سند متصل روایت کی ہے۔

حدثنا سليمان بن شعيب حدثنا ابی قال املاً  
علینا ابو یوسف قال قال ابو حنیفہ لا ینبغی للرجل  
ان یحدث من الحدیث الا بما حفظه من یوم سمعه  
لیکر بیان کرنے کے دن تک اسی طرح یاد نہ ہو۔

الی یوم یحدث بہ (ابو ابراہیم الخضریٰ، ترجمہ امام ابو حنیفہ)

امام یحییٰ بن معین کی تصریح ابھی آپ پڑھ چکے کہ روایت حدیث کے باب میں امام صاحب کا غل اسی اصول پر تھا۔ بعد کے متعدد محدثین نے حفظ کی بجائے کتابت کو کافی سمجھا اس لئے ان کے خیال میں اگر راوی کو حدیثوں کے الفاظ و معانی کچھ بھی یاد نہ ہوں تاہم چونکہ وہ قلبیہ صورت میں اس کے پاس موجود ہیں اس لئے ان کو روایت کر سکتا ہے چنانچہ محدث خطیب بغدادی، الکفایہ فی علم الرجال میں لکھتے ہیں:

ابو ذر یا یعنی یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے قلم سے حدیث لکھی ہوئی پائے مگر وہ اس کو زبانی یاد نہ ہو تو کیا کرے کہنے لگے ابو حنیفہ تو یوں فرماتے ہیں کہ جس حدیث کا انسان عارف اور حافظ نہ ہو اسے بیان نہ کرے لیکن ہم یوں کہتے ہیں کہ اپنی کتاب میں جو کچھ اپنے قلم سے لکھا ہو اپنے لئے بیان کر سکتا ہے چاہے وہ اس روایت کا عارف ہو یا نہ ہو۔  
اور حافظ سیوطی، تدریب الراوی میں امام ابو حنیفہ کا مذہب نقل کر کے لکھتے ہیں:

وہذا مذہب شدید وقد استقر العمل  
علی خلافہ فلعلم الرجالۃ فی الصحیحین ممن  
یوصف بالاحتفاظ لا یبلغون النصف۔ ۱۳۰  
یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے  
کیونکہ غالباً صحیحین کے ان رواۃ کی تعداد جو حفظ سے موصوف ہیں نصف تک نہیں پہنچتی۔

اگرچہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ اختلاف عصر و زمان کا مسئلہ ہے اسی لئے امام مالک بھی اس مسئلہ میں امام اعظم کے ہم زبان ہیں۔ اس عہد تک کتابت سے زیادہ حفظ پر زور تھا بعد کو جس قدر زمانہ گزرتا گیا حفظ کی جگہ کتابت نے لے لی تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حافظ حدیث کی روایت کو غیر حافظ کی روایت پر

۱۳۰ مقدمہ کتاب التعلیم از علامہ مسعود بن شیبہ ہندی، بحوالہ امام طحاوی، اس کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔

۱۳۱ الکفایہ فی علم الرجال ص ۲۳۱ طبع دارۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۴۶۔ ۱۳۵ تدریب الراوی ص ۱۶۰۔



ترجیح ہے کیونکہ عدم حفظ کی صورت میں احتمال ہے کہ کوئی خط میں خط ملا کر نوشتہ میں گڑبڑ نہ کر دے۔  
بہر حال اس حیثیت سے کتاب الآثار اور موطا کی مرویات کو صحیحین کی مرویات پر جو ترجیح حاصل ہے ظاہر ہے  
اور امام ربانی علامہ عبد الوہاب شعرانی، المیزان الکبریٰ میں رقمطراز ہیں:

وقد كان الامام ابو حنيفة يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل العمل به ان يرويه عن ذلك الصحابي جمع اتقياء عن مثلهم وهكذا۔ ۱۷

جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اس کی بابت امام ابو حنیفہ عمل سے پہلے یہ شرط کرتے ہیں کہ اس کو متقی لوگوں کی ایک جماعت اس صحابی سے برابر نقل کرتی چلی آئے۔

امام شعرانی نے عمل بالحدیث کے لئے امام ابو حنیفہ کی جس شرط کا ذکر کیا ہے وہ خود امام ممدوح سے بصراحت منقول ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے امام یحییٰ بن معین کی سند سے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ  
أخذ بكتاب الله فالمراد فبسنه رسول الله والآثار الصحاح عنه التي ثبتت في أیدی الثقات عن الثقات فان لم يجد فبقول اصحابه أخذ بقول من شئت واما اذا التقي الامر الى ابراهيم والشعبي والعن وعطاء فاجتهد كما اجتهدوا۔ ۱۸

میں کتاب اللہ سے لیتا ہوں اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی ان صحیح حدیثوں سے کہ جو ثقات کے باقوں میں ثقات ہی کے ذریعہ شائع ہوئی ہیں پھر اگر یہاں بھی نہ مل سکے تو آپ کے اصحاب میں سے جس کا قول چاہتا ہوں اختیار کر لیتا ہوں لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح تک آجاتا ہے تو جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

امام ابو حنیفہ کا یہ بیان خاص طور پر قابل غور ہے اس میں آپ نے اپنے طریق استنباط کی توضیح فرمائی ہے اور احادیث کے بارے میں صراحت کی ہے کہ آپ صرف ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں کہ جو صحیح ہیں اور ثقات کے ذریعہ جن کی اشاعت ہوئی ہے۔ امام سفیان ثوری نے بھی حدیث کے متعلق امام صاحب کا یہی طرز عمل بتلایا ہے کہ

ياخذ بما هو عنده من الاحاديث التي كان يسمعها الثقات وبالأخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ ۱۹

جو حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور ثقات جن کو روایت کرتے ہیں نیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے یہ اسی کو لیتے ہیں

غرض کتاب الآثار قرآن پاک کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری کتاب ہے جو ابواب پر مرتب و بدون ہوتی اور جس میں صرف ان ہی احادیث اور آثار و فتاویٰ نے جگہ پائی کہ جن کی روایت ثقات نے اقیام امت میں برابر چلی آتی تھی امام اعظم نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال اور

۱۷ میزان شعرانی ج ۱ ص ۶۲ طبع مصر ۱۳۳۵ھ۔ ۱۸ مناقب ابی حنیفہ از ذہبی ص ۲۰۔ ۱۹ الانتصار فی فضائل الثلاثة الائمة الفقہاء از حافظ ابن عبد البر ص ۱۳۲ طبع مصر۔



ہدایات کو نبائے اول اور آثار و فتاویٰ صحابہ و تابعین کو نبائے ثانی قرار دیا۔

کتاب الآثار کا موضوع صرف احادیث احکام یعنی سنن میں جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے اس لئے وہ سیکڑوں مختلف ابواب جو صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہ دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں، کتاب الآثار میں نہیں ملیں گے کیونکہ ان ابواب کا تعلق فقہیات سے نہیں ہے اس بنا پر محدثین کی اصطلاح میں کتاب الآثار کتب سنن میں داخل ہے چنانچہ بعض محدثین نے اسی نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

کتاب الآثار کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور قلم کی روایات میں محدود و منحصر نہیں بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرضکہ حجاز و عراق دونوں جگہ کا علم تحریر و تدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن القیم، اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

والدین والفقہ والعلم انتشر فی الامۃ عن اصحاب ابن مسعود واصحاب زید بن ثابت واصحاب عبد اللہ بن عمر بن عباس، فعلم الناس عامۃ عن اصحاب صولاء الاربعۃ، فاما اهل المدینۃ فعلمہم عن اصحاب زید بن ثابت وعبد اللہ بن عمر، فاما اهل مکتہ فعلمہم عن اصحاب عبد اللہ بن عباس واما اهل العراق فعلمہم عن اصحاب عبد اللہ بن مسعود۔

امام مالک نے موطا کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں کے برائے نام روایتیں ہیں، لیکن کتاب الآثار کے رواۃ میں کوئی یاعراقی کی تخصیص نہیں بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں ہم نے کتاب الآثار برعایت امام محمد سے جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں ہیں امام اعظم کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سر پانچ ہوئے پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو تیس کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے تھے۔

صحابہ میں جن بزرگوں سے مسائل فقہ و فتاویٰ منقول ہیں ان کی تعداد کچھ اوپر ایک سو تیس ہے ان میں مروا اور عورتیں دونوں شامل ہیں، فتوے کے بارے میں بعض صحابہ مکثر تھے بعض متوسط اور بعض مقل

لہ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۸ طبع اشرف المطابع دہلی۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المفیدہ کے خاتمہ میں اور حافظ ابن القیم نے اعلام الموقعین کے مقدمہ میں ان سب کو نام بنام ذکر کیا ہے۔



جو سب سے زیادہ کثیر الفتویٰ تھے وہ یہ حضرات ہیں، عمر بن الخطاب، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ام المومنین عائشہ صدیقہ، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین، ان سات میں بھی اول الذکر چار بزرگ زیادہ ممتاز گزرے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الہ اللہ میں فرماتے ہیں وا کا بر هذا الوجه عمر و علی و ابن مسعود و ابن عباس۔ ۱۷

موطا میں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت کم روایات ہیں شاہ ولی اللہ صاحب مصنف شرح موطا کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

وامام مالک از حضرت مرتضیٰ و عبداللہ بن عباس امام مالک نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سے کم روایتیں کی ہیں، ہارون رشید نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرماتے تھے کہ لم یكونا سیدی ولم الی رجالہما یعنی یہ دونوں بزرگ میرے شہر کے تھے اور میری ان کے اصحاب سے ملاقات نہ ہو سکی۔

خاکسار کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایتیں موطا میں ان دونوں حضرات کی روایات سے بھی کم ہیں۔ بر خلاف اس کے کتاب الآثار میں جس مقدار میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایتیں ہیں اسی کے قریب قریب حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ کی روایات بھی ہیں۔

امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دوثلث اہل اسلام کیا گیا ہے بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے اس مذہب کے مسائل فقہ کا سننے اسی کتاب الآثار کی احادیث و روایات ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں کتاب الآثار کو خفیوں کی اہمات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ

سند ابی حنیفہ و آثار محمد بن ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے۔ فقہ حنفی کی بنیاد سند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے۔ ایک غلط فہمی | ہندوستان میں علم حدیث کا چرچا دوسرے ممالک کی نسبت کم رہا ہے اس لئے یہاں کے بعض مصنفین کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حدیث میں امام ابو حنیفہ کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے چنانچہ ملا جوں المتوفی ۱۱۱۳ھ نور الانوار میں لکھتے ہیں:

لم یجمع ابو حنیفہ کتاباً فی الحدیث۔ ۱۷ اور شاہ ولی اللہ صاحب مصنف شرح موطا کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: و از ائمہ فقہ امر و ترجیح کتابے کہ خود ایشان تصنیف کرده باشند بدست مردمان نیست الاموطا۔ کیا ہو سولے موطا کے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے؟

۱۷ حجۃ اللہ الہ اللہ ج ۱ ص ۱۳۲ طبع مصر ۱۳۵۲ھ۔ ۱۸ مصنف ج ۱ ص ۱۲ طبع دہلی ۱۳۵۲ھ۔ ۱۹ ملاحظہ ہو کتاب تذکرہ ص ۸۵ طبع مجتبیٰ ۱۳۵۲ھ۔ ۲۰ ایضاً ص ۱۷۱۔ ۲۱ نور الانوار طبع علوی لکھنؤ ص ۱۶۰۔



شاہ عبدالعزیز صاحب بھی بستان المحررین میں اپنے والد ماجد پر وی میں ہی لکھتے ہیں کہ  
باید دانست کہ از تصانیف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ علم جانا چاہیے کہ ائمہ اربعہ کی تصانیف میں سے علم حدیث میں  
حدیث غیر از موطا موجود نیست۔ ۱۷  
مولانا شبلی نعمانی نے بھی اس بارے میں شاہ ولی اللہ صاحب ہی کے فیصلے کو کافی سمجھا ہے  
وہ فرماتے ہیں:

”بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔“ ۱۸  
اور ان کے جانشین مولانا سید سلیمان ندوی بھی یہی لکھ رہے ہیں کہ  
”امام مالک کے سوا کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔“ ۱۹  
ملاحظہ فرمائیے کہ اس لئے ان کا انکار محل تعجب نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کتاب الآثار سے بخوبی واقف  
ہیں انھوں نے شیخ تاج الدین قلعی حنفی مفتی کہ مکررہ سے اس کے اطراف کا سماع بھی کیا ہے چنانچہ  
انسان العین فی مشائخ المحررین میں ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:  
”و اطراف . . . . . کتاب الآثار امام محمد موطا نے ادا زوے سماع نمود۔“ ۲۰  
شاہ صاحب مروج کو یہ بھی معلوم ہے کہ امام محمد اس کتاب کو امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں چنانچہ  
مصنفی میں خود ان کے الفاظ ہیں:

”آثار کہ از امام ابو حنیفہ روایت کردہ است۔“ ۲۱

مگر شاید وہ اس کو امام ابو حنیفہ کی بجائے امام محمد کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ محدث ملا علی قاری نے خود موطا  
امام محمد کے متعلق بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام محمد نے ان دونوں کتابوں کو ان کے  
مصنفین سے جس انداز پر روایت کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہونا کچھ زیادہ محل تعجب  
نہیں۔ امام موصوف کا ان دونوں کتابوں میں طرز عمل یہ ہے کہ وہ ہر باب میں اولاً اس کتاب کی روایتیں نقل  
کرتے ہیں پھر بالاتمزام ان روایات کے متعلق اپنا اور اپنے استاد امام ابو حنیفہ کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اگر  
اصل کتاب کی کسی روایت پر ان کا عمل نہیں ہوتا تو اس کو نقل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کے وجوہ و دلائل  
بالتفصیل لکھتے ہیں، اور اسی ذیل میں کتاب الآثار اور موطا دونوں کتابوں میں بہت سی حدیثیں اور آثار امام  
ابو حنیفہ اور امام مالک کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی منقول ہیں اس بنا پر بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے  
کہ یہ دونوں کتابیں خود امام محمد ہی کی تصنیف کردہ ہیں، حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ کتاب الآثار، امام

۱۷ بستان المحررین ص ۲۷ و ۲۸ طبع محمدی لاہور۔ ۱۸ سیرۃ النہان ص ۱۱۹ طبع مفید عام، گردہ ۱۳۸۲ھ۔ ۱۹ حیات

امام مالک ص ۹۰ طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۳۲ھ۔ ۲۰ انسان العین ص ۱۶ طبع احمدی دہلی۔ ۲۱ مصنفی ص ۸۔

۱۷ مولانا شبلی نعمانی کتاب الآثار کے متعلق اور ملا علی قاری نے موطا کے متعلق اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کو  
پڑھ کر آپ کو اس غلط فہمی کی وجہ خود معلوم ہو جائے گی، مولانا شبلی لکھتے ہیں

”خوارزمی نے آثار امام محمد کو بھی امام کی ساند میں داخل کیا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



ابو حنیفہ کی اور موطا امام مالک کی تصنیف ہے اور امام محمد ان دونوں حضرات سے ان کے راوی ہیں لیکن چونکہ امام مہدوح نے ان کتابوں کی روایت میں امور مذکورہ بالا کا اہتمام رکھا ہے اس بنا پر ان کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور ان کا تداول اس وجہ عام ہو گیا کہ بجائے اصل مصنف کے خود ان کی طرف کتاب کا انتساب ہونے لگا اور کتاب الآثار امام محمد اور موطا امام محمد کہا جانے لگا اس لئے ان حضرات کو بھی غلط فہمی ہو گئی جس کی اصل وجہ ان دونوں کتابوں کے بقیہ نسخوں پر عدم اطلاع ہے۔

کتاب الآثار | موطا اور دیگر کتب حدیث کی طرح اس کتاب کے بھی متعدد نسخے ہیں جس کے راوی حسب ذیل کے نسخے حضرات ہیں :-

۱۔ امام زفر بن الہذیل ان کے نسخے کا ذکر حافظ امیر بن ماکولا المتوفی ۴۵۰ھ نے الاکمال کے باب الجصینی والخصیفی میں کیا ہے چنانچہ احمد بن بکر کے تذکرہ میں لکھتے ہیں

احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجصینی  
ثقة یملئ میل اهل النظر، روی عن  
ابی وهب عن زفر بن الہذیل عن ابی حنیفہ  
کتاب الآثار۔

احمد بن بکر سیف ابو بکر جصینی ثقہ ہیں اہل نظر یعنی فقہار خفیہ کی طرف میدان رکھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے کتاب الآثار کو بواسطہ امام زفر بن الہذیل ان کے شاگرد ابو وہب سے روایت کرتے ہیں۔

الاکمال ابن ماکولا کا قلمی نسخہ کتب خانہ ریاست ٹونک اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ہماری نظر سے گزر رہے مطبوعہ کتابوں میں یحییٰ بن مصنون حافظ ابو سعد سمعانی شافعی کی کتاب الانساب میں جو لندن یورپ میں طبع ہو چکی ہے جصینی نسبت کے ضمن میں مذکور ہے اور حافظ عبد القادر قرشی نے بھی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بے شبہ اس کتاب میں اکثر روایتیں امام صاحب ہی سے ہیں اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو امام ابو حنیفہ کا مسند کہیں یا آثار امام محمد کے نام سے پکاریں لیکن یاد رہے کہ امام محمد سے اس کتاب میں بہت سی آثار اور حدیثیں دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہیں اس لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب امام محمد کی طرف زیادہ موزوں ہے (مسیرۃ النہال ص ۲۷)۔

اور ملا علی قاری موطا امام محمد کی شرح میں لکھتے ہیں،

وقد وجدت بخط استاذی المرحوم الشیخ  
عبد اللہ السندی فی ظہر ہذا الکتاب انه  
موطا مالک بن انس بروایت محمد بن الحسن  
وهو مشکل اذ روی الامام محمد فی من غیر  
الامام مالک ایضاً کالامام ابی حنیفہ واثالثہ  
ولعلہ نظر الی الاغلب۔

میں نے اپنے استاذ مرحوم شیخ عبد اللہ سندی کے قلم سے اس کتاب کی پشت پر یہ لکھا ہوا پایا کہ یہ موطا مالک بن انس بروایت محمد بن الحسن ہے اور یہ مشکل ہے کیونکہ امام محمد اس کتاب میں امام مالک کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی جیسے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے امثال ہیں روایت کرتے ہیں اور شاید استاذ مرحوم کا یہ فرمانا اس کی اغلب روایات کے اعتبار سے ہو۔

ملا علی قاری کی شرح موطا محمد کے قلمی نسخے ہندوستان کے متعدد کتب خانوں میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے مولانا شبلی نعمانی کو جو اشکال کتاب الآثار امام محمد کے امام ابو حنیفہ کی طرف انتساب میں ہے وہی اشکال ملا علی قاری کو موطا امام محمد کے امام مالک کی طرف منسوب کرنے میں ہے۔



الجواهر المضية فی طبقات الخفیه میں احمد بن بکر مذکور کے ترجمہ میں ہی تحریر کیا ہے۔

امام زفر سے کتاب الآثار کی روایت ان کے تین شاگردوں نے کی ہے جنہوں نے اس کا امام مہر ج سے علیحدہ علیحدہ سماع کیا تھا۔ ایک ہی ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی، دوسرے شدا بن حکیم بلخی جن کے نسخہ سے جامع مسانید الامام الاعظم للخوازمی میں سند ابن خضرو وغیرہ کے حوالہ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں اور تیسرے حکم بن ایوب۔ پہلے دو نسخوں کا ذکر محدث حاکم نیشاپوری نے بھی اپنی مشہور کتاب معارف علوم الحدیث میں بایں الفاظ کیا ہے:

نسخۃ لزفر بن الہذیل الجعفی تفرّد بها عنه  
شدا بن حکیم البلخی ونسخۃ ایضا لزفر بن  
الہذیل الجعفی تفرّد بها ابو وہب محمد بن  
مزاحم المروزی، لہ

زفر بن الہذیل جعفی کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف  
شدا بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں، اور زفر ہی کا ایک اور  
نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی  
روایت کرتے ہیں۔ ۵۷

تیسرے نسخہ کا ذکر حافظ ابوالشیخ بن حبان نے اپنی کتاب طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا  
میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

احمد بن رستہ بن بنت محمد بن المدغیریۃ  
کان عندہ السنن عن محمد عن الحکم بن  
ایوب عن زفر عن ابی حنیفۃ۔

احمد بن رستہ جو محمد بن المغیرہ کے نواسے ہیں ان کے پاس سنن  
تھی جس کو وہ اپنے نانا محمد سے وہ حکم بن ایوب سے وہ زفر  
سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے اس کو روایت کرتے تھے۔

حافظ ابوالشیخ نے یہاں کتاب الآثار کو السنن کے نام سے ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ ہر راوی کے ترجمہ  
میں اس کی روایت سے ایک دو حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں اس لئے دو حدیثیں اس نسخہ سے بھی اپنی کتاب میں درج  
کی ہیں۔ اسی طرح حافظ ابو نعیم اصبہانی نے بھی تاریخ اصبہان میں اس نسخہ کی روایتیں نقل کی ہیں امام طبرانی  
کی المعجم الصغیر (ص ۳۳) میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔

۲۔ امام ابویوسف: ان کے نسخہ کا ذکر حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواهر المضية میں کیا ہے چنانچہ  
امام یوسف بن ابی یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

سأوی کتاب الآثار عن ابیہ عن  
ابی حنیفۃ وهو مجلد ضخم

یہ اپنے والد کی سند سے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کی  
روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ابوالوفا قدہاری صدر مجلس اجیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن کو کہ  
انہوں نے بڑی تلاش اور محنت سے اس نسخہ کو فراہم کر کے تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر  
۳۵۵ ہجری میں اسے مصر میں طبع کر کر شائع کیا۔

امام ابویوسف سے بھی کتاب الآثار کے اس نسخہ کو دو شخص روایت کرتے ہیں ایک ان کے صاحبزادے  
لہ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۶۴ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۳۵ھ۔ ۵۷ اس کتاب کا قلی نسخہ کتب خانہ اصفیہ حیدر آباد دکن  
میں میری نظر سے گزرا ہے۔



امام یوسف مذکور اور دوسرے عمرو بن ابی عمرو، محدث خوارزمی نے عمرو کی روایت کو جامع مسانید میں نسخہ ابی یوسف سے موسوم کیا ہے۔ خوارزمی نے جامع مسانید کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسف تک نقل کر دی ہے۔

۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی: ان کا نسخہ کتاب الآثار کے سب نسخوں میں زیادہ متداول زیادہ مشہور اور زیادہ مقبول ہے، اسی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفۃ بزوائد رجال الاربعہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفرح انما هو امام ابو حنیفہ کی حدیث میں مستقل طور پر جو کتاب موجود ہے کتاب الآثار القیصریہ امام محمد بن الحسن عنہ و کتاب الآثار ہے جو امام محمد بن الحسن نے ان کی روایت کیا حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ قاسم بن قطلوبغا نے اس کے رجال پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، حافظ ابن حجر کی کتاب کا نام الاشیار بمعرفۃ راقۃ الآثار ہے، اس کا فتلی نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ کتاب الآثار امام محمد پر امام علی حوی نے شرح لکھی ہے علامہ مرادی نے بھی سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر میں شیخ ابوالفضل نور الدین علی بن مراد موصی عمری شافعی التوفی ۷۸۵ھ کے ترجمہ میں ان کی شرح کتاب الآثار امام محمد کا ذکر کیا ہے، خود ہم نے بھی اس کے رجال پر مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صوابہ پر مرتب کیا ہے اور اگر اللہ نے توفیق دی تو اس پر ایک مبسوط اور محققانہ شرح لکھنے کا ارادہ ہے۔

امام محمد سے بھی اس نسخہ کو ان کے کئی شاگردوں نے روایت کیا ہے، مطبوعہ نسخہ امام ابو حفص کبیر اور امام ابوسلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے، ان دونوں حضرات کے علاوہ امام مہرورج کے ایک اور شاگرد عمرو بن ابی عمرو بھی ان سے اس کتاب کو روایت کرتے ہیں اور خوارزمی نے جامع مسانید میں اسی کو نسخہ امام محمد سے موسوم کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخہ میں عمرو نے صرف حدیثیں ہی روایت کی ہیں اور قواوی تابعین کو نقل نہیں کیا ہے اور غالباً اسی لئے اس کو مسند ابی حنیفہ کہا جا رہا ہے۔

۴۔ امام حسن بن زیاد لوکوی: ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں کیا ہے چنانچہ محمد بن ابراہیم بن حبیش بغوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

محمد بن ابراہیم بن حبیش البغوی عن محمد بن ابراہیم بن حبیش بنغوی، محمد بن شجاع الثعلبی عن محمد بن زیاد عن حسن بن زیاد عن اورعہ امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار ابی حنیفہ کتاب الآثار۔ لہ

لہ واضح رہے کہ لسان المیزان کے مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت اس طرح مرقوم ہے: محمد بن ابراہیم بن حسن البغوی عن محمد بن شجاع الثعلبی عن الحسن بن زیاد عن محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ کتاب الآثار۔ لیکن اس میں اسار کے اندر ٹری تصحیف ہو گئی ہے بن حبیش البغوی کی بجائے حسن البغوی غلط چھپ گیا ہے اور بن شجاع الثعلبی کی جگہ بن نجیح البلیخی طبع ہو گیا ہے۔ اسی طرح عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفہ کے درمیان (باقی صفحہ آئندہ)



کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں یہ نسخہ غالباً سب سے بڑا ہے کیونکہ امام حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔ چنانچہ امام حافظ ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری اپنی اسناد کے ساتھ امام لؤلوی سے ناقل ہیں کہ

کان ابو حنیفۃ یروی اربعۃ الاف حدیث امام ابو حنیفہ چار ہزار احادیث روایت فرماتے تھے،  
الفین لمصادیقین لسان المشیختہ۔ ۱۷۵ دو ہزار حدیثیں اور دو ہزار باقی مشائخ سے۔

اس بنا پر قرن قیاس یہی ہے کہ امام لؤلوی نے امام اعظم سے یہ سب حدیثیں سنی ہونگی اور ان کو اپنے نسخہ میں روایت کیا ہوگا۔ محدث علی بن عبد الرحمن دو ایسی حنبلی نے اپنے ثبوت میں اس نسخہ سے ساتھ حدیثیں نقل کی ہیں جن کو محدث کوثری نے الامتاع بسیرۃ الامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع میں نقل کر دیا ہے۔

محدث خوارزمی نے جامع مسانید میں اس نسخہ کو مسند ابی حنیفہ الحسن بن زیاد سے موسوم کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام لؤلوی تک نقل کر دی ہے، خوارزمی کی طرح دیگر محدثین بھی اس کو مسند ابی حنیفہ ہی کے نام سے روایت کرتے ہیں، خود حافظ ابن حجر عسقلانی کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسناد و اجازات کو محدث علی بن عبد الرحمن الدوایبی الحنبلی نے اپنے ثبوت میں اور حافظ ابن طولون نے الفہرست الاوسط میں اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی مصنف سیرۃ شامیہ نے عقود الجمان میں اور محدث ایوب خلوتی نے اپنے ثبوت میں اور خاتمہ الحفاظ ملا محمد عابد سندی نے حصر الشارح فی اسناد الشیخ محمد عابدین تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثری نے ان سب کو الامتاع میں جمع کر دیا ہے جو ۱۲۱۷ھ میں مصر سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

حافظ ابن القیم کی اعلام الموقعین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے۔

قال الحسن بن زیاد اللؤلؤی ثنا ابو حنیفۃ قال کنا عند عمار بن حثارہ .....

.... وکان متکاففاستوی جالساً ثم قال سمعت ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ صفحہ گذشتہ) عن محمد بن الحسن کا اضافہ اگر اصل منقول عنہ میں موجود ہے تو یقیناً غلط ہے۔ بہر حال مطبع کے مصححین نے یہاں تصحیح کا اہتمام نہیں کیا، قلمی نوشتوں کے پڑھنے میں اسرار کی غلطی تو بالکل معمولی بات ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے متعلق تو مشہور ہے کہ وہ نہایت بدخط تھے خود ہم نے حافظ صاحب کے قلم کا لکھا ہوا الحاف المہرہ کا نسخہ دیکھا ہے واقعی ان کے نوشتہ کو صحیح پڑھ لینا ہر شخص کا کام نہیں ہے محمد بن ابی بکر بن جیش البتوی اور امام محمد بن شجاع الشافعی دونوں نہایت مشہور و معروف عالم ہیں، حافظ خلیب بغدادی نے ان دونوں کا متصل تذکرہ تاریخ بغداد میں لکھا ہے اور چونکہ یہ دونوں حنفی ہیں اس لئے وہ اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کے خلاف تعصب کا اظہار کے بغیر نہ کر سکے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۷۵) ۱۷۵ مناقب الامام الاعظم از صدر الامام ج ۱ ص ۹۶۔



يقول ليايتين على الناس يوم تشيب فيه الولدان وتضع الحوامل ما في بطونها الحديث

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمہ نے امام اعظم سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے جن میں سے امام مہرورج کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ اور محدث محمد بن خالد و سبی کے نسخوں سے جامع مسانید میں بھی حدیثیں منقول ہیں، خوارزمی نے ان دونوں نسخوں کا ذکر مسند ابی حنیفہ کے نام سے کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اپنی اسناد بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ خوارزمی نے چونکہ ان نسخوں کو مسند کہا ہے اس لئے بعد کے اکثر مصنفین بھی ان کو مسند ہی کے نام سے ذکر کرنے لگے۔ متقدمین میں دستور تھا کہ وہ ایک کتاب کو متعدد ناموں سے موسوم کرتے تھے مثلاً دارمی کی تصنیف کو مسند دارمی بھی کہتے ہیں اور سنن دارمی بھی، یا ترمذی کی کتاب سنن بھی کہلاتی ہے اور جامع بھی، اسی طرح کتاب الآثار کے ان نسخوں کو کبھی علماء نے مسند کے نام سے ذکر کیا ہے اور کبھی سنن کے نام سے اور کبھی کتاب الآثار کے نام سے اور کبھی صرف نسخہ ہی لکھ دیا ہے لیکن اس مجموعہ کا اصل نام کتاب الآثار ہی ہے چنانچہ ملک العلماء امام علاء الدین کاشانی نے بھی بدائع الصنائع میں اس کتاب کا ذکر آثار ابی حنیفہ ہی کے نام سے کیا ہے۔

موطا کتاب الآثار کے بعد حدیث کا دوسرا صحیح مجموعہ جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں موجود ہے وہ امام دارالہجرۃ مالک بن انس کی مشہور تصنیف موطا ہے جو اہل مدینہ کی روایات و فتاویٰ کا بہترین انتخاب ہے سابق میں گزر چکا ہے کہ امام مالک نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں امام ابو حنیفہ کا تتبع کیا ہے چنانچہ کتاب الآثار کی طرح موطا میں بھی احادیث صحیحہ کو منسلک اول اور آثار صحابہ و تابعین کو

۱۵ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۴ طبع اشرف المطابع دہلی ۱۳۱۳ھ ۱۹۰۰ء بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۲۴ طبع مصر ۱۳۱۴ھ اور حیات امام مالک میں جو یہ مرقوم ہے کہ

.....

... کشف الظنون میں ہے کہ اول کتاب وضع فی الاسلام مرطاً اما لک بن انس (سب)

پہلی کتاب جو اسلام میں لکھی گئی وہ موطا ہے، قاضی ابوبکر بن عربی المتوفی ۷۳۵ھ موطا کی شرح میں لکھتے ہیں



نبائے ثانی قرار دیا گیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب مصنفی شرح موطا میں فرماتے ہیں :-

باید دانست کہ استدلال بحديث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہ سند و چہ مرسل و موقوف حضرت عمرو بن عبد اللہ بن عمرو و اخذ بقناوے صحابہ و تابعین مدینہ خصوصاً کجے مجمع شدہ باشند اصل مذہب مالک است۔ ۱۷۷

جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے خواہ وہ سند بنو یا مرسل نیز حضرت عمرؓ کے اثر اور عبد اللہ بن عمروؓ کے عمل سے استدلال کرنا اور صحابہ اور تابعین مدینہ کے فتاویٰ سے اخذ کرنا خصوصاً جبکہ ان تابعین کی ایک جماعت کسی مسئلہ پر متفق ہو، امام مالک کے مذہب کا اصول ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

فصنف الامام مالك الموطا وتوفي فيه القوي من حديث اهل الحجاز و فخره باقوال الصحابة و فتاوى التابعين و من بعده ۱۷۷

پھر امام مالک نے موطا تصنیف کی اور حدیث اہل حجاز میں سے قوی روایت کو تلاش کر کے اس کے ساتھ صحابہ کے اقوال اور تابعین و علماء مابعد کے فتاویٰ جمع کر دیا۔

موطا کو امت میں جو قبول عام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں، حافظ ذہبی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ان للموطا الوقعا في النفوس ومهابة في القلوب لا يوازيها شيء ۱۷۷

بلاشبہ موطا کی دلوں میں جو وقعت اور قلوب میں جو ہیبت ہے اس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حافظ ابن جان، کتاب الثقات میں لکھتے ہیں:

كان مالك اول من استقى الرجال من الفقهاء بالمدينة واعرض عن ليس بشقة في الحديث ولم يكن يروي الا ما صح ولا يحدث الا عن ثقة ۱۷۷

امام مالک، فقہار مدینہ میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے رواۃ کے بارے میں تحقیق سے کام لیا اور جو شخص حدیث میں ثقہ نہ تھا اس سے اعراض فرمایا وہ صحیح روایات کے علاوہ نہ کوئی اور چیز روایت کرتے اور نہ کسی غیر ثقہ سے حدیث بیان کرتے تھے۔

محدثین کو موطا کی صحت کا اس درجہ یقین ہے کہ امام ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں :-

لو حلف رجل بالطلاق على احاديث مالك في الموطا انما صحاح لم يحث ۱۷۷

اگر کوئی شخص اس بات پر طلاق کا حلف اٹھائے کہ موطا میں امام مالک کی جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں تو وہ حائث نہیں ہوگا

نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء المتقین باخبار مآثر الفقہاء المحدثین میں ابو زرعہ کے اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں :-

”واي وثوق واعتماد بركتب ديكر نيست“ ۱۷۷

اور امام شافعی فرماتے ہیں:

ما على ظهرا الارض كتاب بعد كتاب الله اصم ۱۷۷

روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سے صحیح تر

۱۷۷ صفحہ ۱ ص ۱۷۷۔ ۱۷۷ ہی الساری لفتح الباری ج ۱ ص ۲۲ طبع میرٹھ ۱۳۷۵۔ ۱۷۷ مقدمہ التعليق المسجل علی موطا الامام محمد بنحو الہ سیر النبلاء ذہبی۔ ۱۷۷ تہذیب التہذیب ترجمہ امام مالک۔ ۱۷۷ تہذیب التہذیب مناقب الامام مالک از سیوطی ص ۲۲ طبع خیر مصر ۱۳۲۵۔ ۱۷۷ اتحاف النبلاء ص ۱۶۵ طبع نظامی کاپنور ۱۳۸۸۔



من کتاب مالک۔ ۱۷

کوئی کتاب نہیں۔

اگرچہ خود علماء شوافع ہی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ

انما قال ذلك قبل وجود کتاب البخاری امام موصوف کا یہ فرمانا امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں  
ومسلم ۱۷ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے تھا۔

لہذا اب صحیحین کے علاوہ اور کسی کتاب کے متعلق اس قسم کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں اور صحیحین میں بھی  
ان لوگوں کے خیال میں اصحیت کے اعتبار سے صحیح بخاری کا جو مقام ہے وہ صحیح مسلم کا نہیں ہے ان  
لوگوں کے شبہ کا اصل منشا یہ ہے کہ موطا میں مرسل منقطع اور بلاغات ہیں جو جمع کے لئے قاصر ہیں لیکن  
حافظ مغلطائی فرماتے ہیں کہ

لا فرق بین الموطا والبخاری فی ذلك لوجودہ ایضاً فی البخاری من التعالیق ونحوها۔ ۱۸

اس بارے میں موطا اور بخاری میں کوئی فرق نہیں کیونکہ یہ  
چیزیں تو بخاری میں بھی ہیں چنانچہ اس میں بھی تعلیقات  
اور اسی قسم کی چیزیں موجود ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مغلطائی کے اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

والفرق بین ما فیہ من المنقطع وبين ما فی البخاری ان الذی فی الموطا هو كذلك مسهو لمالك غالباً وهو حجة عنده والذی فی البخاری قد حذف اسنادہ عمداً لا غرض قررت فی التعالیق۔ ۱۹

موطا اور بخاری دونوں کی منقطع روایات میں فرق یہ ہے  
کہ موطا میں اس قسم کی جو روایتیں ہیں ان میں سے اکثر کا  
سماع امام مالک نے اسی طرح (بصورت انقطاع ہی) کیا ہے  
اور وہ ان کے نزدیک حجت ہے لیکن بخاری میں اس قسم کی  
جو روایتیں ہیں ان کی اسناد ان وجوہ کی بنا پر حرج کی تعلیقات  
کے سلسلے میں تشریح کی گئی عدا حذف کی گئی ہے۔ ۱۷

اس پر علامہ صالح فلائی محدث نے التبیہ سیوطی کے حواشی پر لکھا ہے کہ

وفيما قاله الخافظ من الفرق بين بلاغات الموطا ومعلقات البخاری نظر قلوباً معن النظر فی الموطا كما معن النظر حافظ ابن حجر نے بلاغات موطا اور تعلیقات بخاری میں جو  
فرق بیان کیا ہے وہ محل نظر ہے اگر حافظ صاحب موطا کا  
بھی اسی طرح گہری نظر سے مطالعہ کرتے جس طرح کہ انھوں نے

۱۷ تزوین الممالک ص ۳۴۔ ۱۸ مقدمہ ابن صلاح طبع حلب ۱۲۸۵ھ۔ ۱۹ اس میں شک نہیں امام شافعی کا یہ  
قول صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے وجود سے پیشتر تھا لیکن حافظ ابو زرعہ تو امام بخاری اور امام مسلم کے ہزمان میں اور  
ان دونوں کی کتابوں سے بخوبی واقف ہیں تاہم ان کو موطا کی احادیث کی صحت پر اس شدت سے اصرار ہے جو  
ابھی آپ کی نظر سے گزرا، حالانکہ صحیح مسلم کے بہت سے رواۃ اور روایات پر ان کی کڑی تنقید تاریخ و رجال کی  
کتابوں میں مذکور ہے۔ یہ تنقید اس درجہ وزنی تھی کہ خود امام مسلم کو بھی اس کے متعلق معذرت ہی سے کام لینا پڑا تھا۔  
۲۰ تزوین الممالک ص ۴۷۔ ۲۱ لیکن یہ نری احتمال آفرینی ہے اور معترض کو گنجائش ہے وہ یہی بات خود  
تعلیقات بخاری کے متعلق بھی کہے کیونکہ موطا کی منقطع روایتیں تو متصل ثابت ہیں مگر تعلیقات بخاری میں بہت  
سی ایسی روایات موجود ہیں کہ جن کی اسانید پر خود حافظ صاحب کو بھی اطلاع نہ ہو سکی۔



فی البخاری لعلہ انما فرق بینہما وما ذکرہ من ان مالک اسمعہا کذلک فغیر مسلمہ لا تئید کربلا غافی راۃ یحیی مثلاً اور مسلاً فیروہ غیرہ عن مالک موصولاً مسنداً۔

صحیح بخاری کا کیا ہے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ واقعی ان دونوں کتابوں میں کچھ فرق نہیں ہے اور جو وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ان روایات کا اسی شکل میں سماع کیا ہے سو مسلم نہیں کیونکہ موطا کی ایک حدیث مثلاً یحیی کی روایت میں اگر بلا غافاً یا مرسلانہ ذکر ہوتی ہے تو دوسرے لوگ اسی حدیث کو امام مالک سے موصولاً و مسنداً بھی روایت کرتے ہیں۔

۱۷

فتح الباری کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر نے اسی سلسلہ میں حسب ذیل تقریر کی ہے۔ بعض ائمہ نے امام مالک کی کتاب سے امام بخاری کی کتاب کے اصح بتانے کو مشکل قرار دیا ہے کیونکہ صحت کو مشروط رکھنے اور انتہائی احتیاط اور وثوق سے کام لینے میں دونوں شریک ہیں۔ رہی یہ بات کہ صحیح بخاری میں حدیثیں زیادہ ہیں سو یہ چیز صحت کی افضلیت کو مستلزم نہیں۔

اور اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بخاری کی اصحیت دراصل اشراط صحت ہی کی بنا پر ہے۔ امام مالک چونکہ انقطاع اسناد کو قاصر صحت نہیں خیال کرتے اسلئے وہ مراسیل، منقطعات اور بلاغات کی تخریج اصل موضوع کتاب میں کرتے ہیں اور امام بخاری انقطاع کو علت قاصر سمجھتے ہیں لہذا وہ ایسی روایات کو اصل موضوع کتاب کی بجائے اور سلسلہ میں لاتے ہیں جیسے کہ تعلیقات و تراجم ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ منقطع روایات اگرچہ ایک قوم کے نزدیک قابل احتجاج ہے مگر پھر بھی اس کی بہ نسبت متصل روایت جبکہ دونوں کے روات عدالت اور حفظ میں مشترک ہوں زیادہ قوی ہے۔ پس اس سے بخاری کی کتاب کی فضیلت عیاں ہوئی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی نے جو موطا کو صحت میں افضل بتایا ہے وہ ان مجموعوں کے لحاظ سے تھا کہ جو ان کے زمانے میں موجود تھے جیسے کہ جامع سفیان ثوری اور مصنف حماد بن سلمہ وغیرہ اور ان مجموعوں پر موطا کی تفضیل بلا کسی نزاع کے مسلم ہے۔ ۱۸

لیکن حافظ صاحب کی یہ تقریر اگر ان دونوں کتابوں کے محض ظاہری تقابل کے اعتبار سے ہے تو بیشک صحیح ہے ورنہ حقیقت کی رو سے موطا کے تمام مراسیل، منقطعات اور بلاغات متصل، مرفوع اور مسند ہیں چنانچہ علامہ صالح فلائی لکھتے ہیں کہ

ان ابن عبد البر ذکر جمیع بلاغات و مراسیل و منقطعات کلہا موصولہ بطرق صحاح الاربعۃ وقد وصل ابن الصلاح الاربعۃ بتالیف مستقل و هو عندی علیہ

ابن عبد البر نے بجز چار روایتوں کے موطا کے تمام بلاغات مراسیل اور منقطعات کو باسناد صحیحہ موصولاً ذکر کیا ہے، اور ان چار کے اتصال پر بھی ابن صلاح نے ایک مستقل تالیف کی ہے جو میرے پاس موجود ہے اور اس پر خود ان کے قلم کی

۱۹ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة از محمد بن جعفر کتابی ص ۵، طبع بیروت ۱۳۳۲ھ

۲۰ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۸۔



خطہ فظہر بھذا لافرق بین الموطا تحریر بھی ہے لہذا اس سے ظاہر ہو گیا کہ موطا اور بخاری میں  
والبخاری۔ ۱۷۰ کچھ فرق نہیں ہے۔

لیکن صرف اتنا ہی نہیں کہ صحت کے لحاظ سے ان دونوں کتابوں میں کچھ فرق نہیں بلکہ بعض وجوہ سے  
موطا کو صحیحین پر ترجیح ہے۔

۱۔ موطا کی تصنیف کے وقت کبار تبع تابعین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا، صحیحین کو یہ امتیاز حاصل نہیں۔  
۲۔ سابق میں گزر چکا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک راوی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس  
روایت کو بیان کرے اس کا حافظ بھی ہو لیکن امام بخاری و مسلم کے نزدیک یہ چیز مشروط نہیں۔

۳۔ امام مالک کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی بدعتی سے خواہ وہ کیسا ہی پاکباز اور راستباز ہو حدیث کی  
روایت کے روادار نہیں برخلاف اس کے صحیحین میں مبتدعین کی روایات (بشرطیکہ وہ ثقہ اور صادق الہجہ ہوں)  
بکثرت موجود ہیں۔ محدث حاکم نیشاپوری، المدخل فی اصول الحدیث میں لکھتے ہیں:

”صحیح مختلف فیہ کی پانچویں قسم مبتدعہ اور اصحاب الاسواق کی روایات ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک  
مقبول ہیں جبکہ یہ لوگ سچے اور راستباز ہوں چنانچہ محمد بن اسماعیل بخاری نے جامع صحیح میں عباد بن  
یعقوب رواجی سے حدیث بیان کی ہے اور ابو بکر محمد بن اسحق بن خرمیہ کہتے تھے۔“

حد ثنا الصدوق فی حوالہ المترم ہم سے عباد بن یعقوب نے حدیث بیان کی جو  
فی دینہ عباد بن یعقوب۔ اپنی روایات میں سچا اور دین میں متہم تھا۔

اسی طرح بخاری نے صحیح میں محمد بن زیاد ابانی، حریز بن عثمان، رجبی سے احتجاج کیا ہے حالانکہ  
ان کے متعلق نصب کی شہرت تھی، نیز بخاری اور مسلم دونوں ابو معاویہ محمد بن خازم اور عبید اللہ بن  
موسیٰ سے احتجاج پر متفق ہیں حالانکہ یہ دونوں غالی مشہور تھے۔

لیکن مالک بن انس یہ کہتے تھے کہ اس بدعتی سے حدیث نہیں لی جائے گی جو لوگوں کو اپنی  
بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو اور نہ اس شخص سے جو لوگوں سے گفتگو میں دروغ بیانی سے کام لے  
اگرچہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دروغ بیانی کا الزام نہ ہو۔ ۱۷۱

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی موطا کو حدیث کی تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں انہوں  
نے اپنی مشہور کتاب مصنفی شرح موطا کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل اور وجوہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ  
بیان فرمایا ہے لیکن اس سلسلہ میں محض تخمین وطن کی بنا پر شاہ صاحب کے قلم سے بعض باتیں ایسی بھی نکل گئی  
ہیں کہ جو خلاف واقع ہیں۔ ۱۷۲

۱۔ الرسالة المستطرفہ ص ۵۔ ۱۷۳ المدخل ص ۱۶ طبع حلب ۱۳۸۰ھ مثلاً فضل مصنف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
باید دانست کہ امروز در دست مردمان بیچ کتاب نیست جاننا چاہے کہ آج لوگوں کے ہاتھ میں بجز موطا کے کوئی کتاب ایسی  
کہ مصنف آں از تبع تابعین باشد غیر موطا (ص ۳) نہیں کہ جس کا مصنف تبع تابعین میں سے ہو  
حالانکہ امام ابو یوسف اور امام محمد دونوں تبع تابعین میں سے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



موطائیں اگرچہ غیر مدنی شیوخ سے شاذ و نادر روایتیں ہیں تاہم اس کی "بلاغات" کے بارے میں حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں عبدالباقی ابن ابی شیبہ کو فی المتوفی ۹۲ھ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ "بیان کیا جاتا ہے کہ بلاغات کو امام مالک نے ابن ابی شیبہ سے سنا تھا۔"

(بقیہ حاشیہ ساز صفحہ گذشتہ) اور دونوں کی حدیث و فقہ میں متعدد تصانیف آج بھی لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہیں اور بعض ان میں سے طبع ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اسی طرح ائمہ اربعہ کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یابجلہ این چار امامان اند کہ عالم را علم ایشان احاطہ کردہ است۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، این دو امام متاخر شاگرد امام مالک بودند و مستندان از علم او، و در عصر تبع تابعین نبودند مگر ابوحنیفہ و امام مالک، ان یک شخصے است کہ رؤس محدثین مثل احمد و بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی یک حدیث ازوے در کتابہائے خود روایت نکردہ اند و رسم روایت حدیث ازوے بطریق ثقات جاری نشد و ان دیگر شخصے است کہ اہل نقل اتفاق دارند بر آنکہ چون حدیث بروایت او ثابت شدند اعلیٰ صحت رسید۔

غرض یہ کہ چار امام ہیں کہ جن کے علم نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد یہ موخر الذکر دونوں امام، امام مالک کے شاگرد اور ان کے علم سے بہرہ مند تھے، اور تبع تابعین کے زمانہ میں صرف ابوحنیفہ اور امام مالک ہوئے ہیں، سو وہ (یعنی امام ابوحنیفہ) ایک ایسے شخص ہیں کہ جن سے سرآمد محدثین نے جیسے کہ احمد بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی ہیں ایک حدیث اپنی کتاب میں روایت نہیں کی اور حدیث کی روایت کا سلسلہ ان سے بطریق ثقات جاری نہیں ہوا۔ اور وہ دوسرے (یعنی امام مالک) ایک ایسے شخص ہیں کہ اہل نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ جب حدیث ان کی روایت سے ثابت ہو جائے تو صحت کے اعلیٰ معیار پر پہنچ جاتی ہے۔

(ص ۶)

حالانکہ (۱) امام احمد بن حنبل، امام مالک کے شاگرد نہ تھے۔ (۲) امام ابوحنیفہ تابعی ہیں اور ان کا عہد صغار تابعین کا عہد ہے۔ (۳) امام ابوحنیفہ کی روایت جامع ترمذی اور سنن نسائی دونوں کتابوں میں موجود ہے، محدث محمد طاہر بٹنی نے مجمع بحوالہ انوار میں تصریح کی ہے کہ آخر ہر لہ الترمذی والنسائی (امام ابوحنیفہ سے ترمذی اور نسائی نے تخریج کی ہے) اور مسند امام احمد میں امام عظیم کی روایت مسند بربرہ رضی اللہ عنہ میں (ج ۵ ص ۳۵۷) موجود ہے۔ (۴) یہ بھی محض بے اہل ہے کہ امام ابوحنیفہ سے بطریق ثقات روایت حدیث کا سلسلہ جاری نہیں ہوا "خود شاہ ولی اللہ صاحب نے انسان العین فی مشائخ اکھرمین میں محدث عیسیٰ جعفری مغربی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ

مسندے برائے امام ابوحنیفہ تالیف کردہ دران جامعہ متصلہ ذکر کردہ در حدیث اڑاں جا بطلان زعم کاینکہ گویند سلسلہ حدیث امروز متصل نامزدہ واضح ترمی شود۔

انہوں نے امام ابوحنیفہ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں اپنے سے لیکر امام موصوف تک غمتہ متصلہ کو ذکر کیا ہے اور یہاں سے ان لوگوں کے دعویٰ کا غلط ہونا اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا ہے۔

(ص ۶ طبع احمدی دہلی)

یہ عیسیٰ مغربی، شاہ صاحب کے استاذ الاساتذہ ہیں سلسلہ میں ان کی وفات ہوئی ہے، شاہ صاحب ان کے متعلق فرماتے ہیں "وہ استاذ جہور اہل حرمین است" غور کیجئے اگر امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کا سلسلہ جاری نہ ہوا تو یہ حدیث کا سماع متصل امام صاحب سے لیکر شاہ صاحب کے دور تک کیسے ثابت ہو گیا۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)



اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موطا کی حنفی روایات میں بلغنی مذکور ہے وہ سب عبد اللہ بن ادریس سے سنی ہوئی ہیں لیکن درحقیقت یہ ان بلاغات کا ذکر ہے کہ جو موطا میں حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں چنانچہ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں یعقوب بن شیبہ سے نقل کرتے ہیں کہ قیل ان جمیع ما یرویہ مالک فی الموطا (بلغنی عن علی) انہ سمعہ من ابن ادریس

بلغنی عن علی کہہ کر روایت کرتے ہیں وہ سب انھوں نے ابن ادریس سے سنی ہیں۔

اور قاضی عیاض، مدارک میں لکھتے ہیں کہ احمد بن عبد اللہ کو فی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ امام مالک نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جس قدر روایات مرسلہ ذکر کی ہیں وہ سب انھوں نے عبد اللہ بن ادریس اودی سے روایت کی ہیں۔

اسی طرح موطا کے باب الوفا بالامان میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اثر عن رجل من اهل الکوفة (کو فہ کے ایک شخص سے) منقول ہے جس کی تعین میں زرقانی نے سفیان ثوری کا نام لیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ بھی عبد اللہ بن ادریس ہی کی روایت ہو۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بلکہ شاہ صاحب کی اس عبارت سے تو اور یہ ظاہر ہوا کہ یہ امام اعظم ہی کی خصوصیت ہے کہ ان کی احادیث کی روایت کا سلسلہ بسند متصل اس عہد تک جاری رہا حتیٰ کہ جو لوگ اس زمانہ میں سلسلہ اسناد کو متصل ماننے سے انکار کرتے تھے ان کے خلاف شاہ صاحب نے اسی چیز کو دلیل میں پیش کیا ہے اور حافظ شمس الدین ذہبی نے تصریح کی ہے کہ

روی عنہ من المحدثین والفقہاء عداۃ امام ابو حنیفہ سے محدثین و فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث لا یحصىون (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی ص ۱۱ طبع مصر) کی روایت کی ہے کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

ان میں سے حافظ جمال الدین خزی نے تہذیب الکمال میں امام اعظم کے ترجمہ میں پچانوے مشاہیر علمائے اہل اہل کو نام بنام ذکر کیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸۱) تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عبد اللہ بن ادریس۔ اسحاق البطار رجال الموطا از علامہ سیوطی ص ۲۶ طبع مطبعہ حلبی مصر ۱۳۹۰ھ۔ یہ عبد اللہ بن ادریس، امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور فقہاء حنفیہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی نے البخاری المصنف فی طبقات الحنفیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور بعض ان مسائل فقہیہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس کو یہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے جو ان لغتوں میں شروع ہوتا ہے، عبد اللہ بن ادریس بن یزید بن عبد الرحمن الکاف القادری المجتہد ابو محمد الاودی الکوفی احد الاعلام بڑے عابد و زاہد تھے جاہ و منصب سے ہمیشہ متنفر رہے۔ ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے ان کو طلب کر کے عہدہ قضا پیش کرنا چاہا مگر انھوں نے معذرت کی کہ میں اس کا اہل نہیں اس پر خلیفہ نے بگڑ کر کہا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ ابن ادریس نے بھی نہایت قناعت سے جواب دیا کاش میں بھی تیری صورت نہ دیکھتا اور یہ کہہ کر دوبارہ سے چلے آئے بعد کو خلیفہ نے پانچ ہزار کے توڑے ان کی خدمت میں روانہ کئے مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور جو شخص رقم لیکر آیا اس سے نہایت زور سے چلا کر کہا کہ بس یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ ہارون الرشید نے یہ ماجرا دیکھا تو دوبارہ پیام بھیجا (باقی بر صفحہ آئندہ)



موطا کا زمانہ | حافظ ابن خرم نے تصریح کی ہے کہ امام مالک نے موطا کی تالیف یقیناً یحییٰ بن سعید انصاری  
تالیف کی وفات کے بعد کی ہے اور یحییٰ کی وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی ہے۔ محدث قاضی عیاض نے مدارک  
میں ابو مصعب سے جو امام مالک کے شاگرد خاص ہیں نقل کیا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک سے  
فرمائش کی تھی کہ صنم کتابا للناس احملہم علیہ (آپ لوگوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھیں کہ  
جس پر میں ان سے عمل کراؤں) امام مالک نے اس سلسلہ میں کچھ کہا تو منصور بولا صنعه فمأخذ

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) کہ آپ نے نہ ہمارا اکرام کیا اور نہ ہمارے صلہ کو قبول فرمایا اب میرا بیٹا مامون آپ  
کی خدمت میں آئے تو اس سے حدیثیں تو بیان فرمائیں، ابن ادریس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ان جاء نامع المجاعة  
حدیثا (اگر وہ عام لوگوں کے ساتھ آیا تو اس سے بھی حدیثیں بیان کریں گے) چنانچہ جب حج کے موقع پر ہارون رشید  
کا کوفہ میں داخلہ ہوا تو اس نے قاضی ابو یوسف جیسا کہ محدثین کو کہئے ہمارے پاس آکر حدیث شریف کا درس دیں، دو  
شخصوں کے علاوہ سب نے خلیفہ کی فرمائش کی تعمیل کی۔ یہ دو بزرگ عبد اللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس تھے جب  
یہ نہ آئے تو امین و مامون دونوں شہزادے خود سوار ہو کر عبد اللہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوئے ابن ادریس نے  
سو حدیثیں ان کے سامنے بیان کیں جب یہ روایت کر چکے تو مامون کہنے لگا تم مجازت ہو تو ان حدیثوں کو زبانی سناؤ  
ابن ادریس نے کہا سناؤ۔ مامون نے فوراً اپنے حافظہ سے ان کو دہرایا۔ یہ دیکھ کر ابن ادریس بھی اس کی قوت حافظہ پر  
عش عش کر گئے یہاں سے اٹھ کر یہ دونوں شہزادے عیسیٰ بن یونس کے یہاں پہنچے اور انھوں نے بھی ان سے حدیثیں  
بیان کیں جب درس ختم ہوا تو مامون نے دس ہزار کے توڑے پیش کئے لیکن ابن یونس نے قبول کرنے سے صاف  
انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ولا شریۃ ماء (اس کے عوض تو پانی کا ایک گھونٹ بھی قبول نہیں کیا جاسکتا)۔  
(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عیسیٰ بن یونس)

(حاشیہ صفحہ ۱۸۱) ۱۔ توجیہ النظر از شیخ صالح جزائری ص ۷۷، طبع مصر، بحوالہ احکام ابن خرم۔  
۲۔ ابو مصعب کے بیان میں امام مالک کی گفتگو منقول نہیں لیکن ابن سعد نے طبقات میں واقعی کے حوالہ سے خود  
امام مالک کی زبانی اس کو تفصیل سے نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

منصور میرا ارادہ ہے کہ میں آپ کی اس کتاب (یعنی موطا) کے متعلق حکم دوں کہ اسکی نقلیں لی جائیں اور مسلمانوں کے  
پاس ہر شہر میں اس کا ایک ایک نسخہ بھیج دیا جائے اور فرمان جاری کر دوں کہ وہ اسی کے مطابق عملدرآمد کریں اور اس سے تجاوز  
نہ کریں اور اس کے علاوہ جو یہ نیا علم ہے سب چھوڑ دیں کیونکہ اس علم کی اصل اہل مدینہ کی روایت اور ان کا علم ہی ہے۔  
امام مالک۔ اسے امیر المومنین ایسا نہ کیجئے کیونکہ لوگوں کے پاس پہلے سے اقوال پہنچ چکے ہیں،  
انھوں نے بھی حدیثیں سنی ہیں اور ان کو روایت کیا ہے اور ہر قوم نے صحابہ اور دیگر علماء کے اختلاف کی صورت  
میں اسی کو اختیار کیا ہے جو ان کے یہاں پہلے سے چلا آتا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرتے اور دینی زندگی گزارتے  
ہیں نیز جس کے وہ معتقد ہیں اس سے ان کا شائد شوار ہے اس لئے لوگوں کو آپ ان ہی کے حال پر چھوڑیے اور ہر  
اقلیم والوں نے جو کچھ اپنے لئے پسند کر رکھا ہے اس کو رہنے دیجئے۔

منصور، اپنی قسم اگر آپ میرا کہنا مان جاتے تو میں یہی کرتا۔ (ترمذی میں امام مالک ص ۴۶)  
حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم (۸ ص ۱۳۲) میں اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں وهذا غایت فی الانصاف  
لمن فہم (یہ سبزی فہم کے نزدیک انتہائی انصاف کی بات ہے) جو لوگ آج کل فروعی اختلافی مسائل میں شدت برتتے  
ہیں ان کو امام مالک کے اس مشورہ سے سبق لینا چاہئے۔



اليوم اعلامناك (آپ کتاب تصنیف فرمائیں، آج آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں) آخر امام موصوف نے موطا کی تصنیف شروع کی لیکن کتاب کے ختم ہونے سے پہلے منصور کی وفات ہو گئی۔ یہ

اس سے معلوم ہوا کہ موطا کی تصنیف منصور کی فرمائش پر خود اس کے عہد میں شروع ہوئی اور اس کی وفات کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی منصور نے ہرزی الحجہ ۱۵۸ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد المہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اسی کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں موطا کی تصنیف مکمل ہوئی۔

جامع سیفان ثوری | یہی زمانہ ہے جب امام سیفان ثوری نے جامع مکمل ہے بعض نے اس کا سنہ تصنیف (۱۶۰) بتایا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ امام زفر کا جب بصرہ آنا ہوا تھا تو ان کے سامنے جامع سیفان لائی گئی تھی اور آپ نے اسے دیکھ کر یہ فرمایا تھا کہ

هذا كلامنا ينسب الى غيرنا۔ ۱۵۸  
یہ ہمارا کلام غیروں سے نقل کر رہے ہیں۔  
امام زفر کی وفات ماہ شعبان ۱۵۸ھ میں ہوئی ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی تصنیف ان کی وفات سے پہلے مکمل ہو چکی تھی۔

امام زفر نے جامع سیفان کے بارے میں جو رائے ظاہر کی وہ اس کے فقہی مسائل سے متعلق ہے، امام سیفان ثوری کو فقہ کے رہنے والے تھے، فقہ میں عموماً ان کا اور امام اعظم کا ایک مذہب ہے، امام ترمذی اپنی جامع میں سیفان ثوری کا مذہب نقل کرتے ہیں جو اکثر امام ابو حنیفہ کے موافق ہوتا ہے، امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ

سیفان الثوری اکثر متابع لابی حنیفۃ مکی۔  
سیفان ثوری مجھ سے بھی زیادہ ابو حنیفہ کے تابع ہیں۔  
امام ثوری اگرچہ خود بھی امام ابو حنیفہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے ہیں اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں مگر امام صاحب کی فقہ کو انھوں نے علی بن مسہر سے اخذ کیا ہے جو امام اعظم کے مختص تلامذہ سے شمار کئے جاتے ہیں۔ امام ثوری نے اپنی جامع کی تصنیف میں بھی زیادہ تر ان ہی سے مدد لی ہے چنانچہ امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ

کان سیفان یاخذ الفقه عن علی بن مسهر  
سیفان ثوری، امام ابو حنیفہ کی فقہ کو علی بن مسہر سے حاصل کرتے تھے اور ان ہی کی مدد اور مذاکرہ سے انھوں نے اپنی یہ

۱۵۸ ترمذی الممالک از بیوطی ص ۴۳۔ ۱۵۹ مقدمہ تنویر الجواہر بحوالہ قوت القلوب، ۱۶۰ مناقب الامام الاعظم از امام حافظ الدین کردری ج ۲ ص ۸۳ طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۲ھ و مناقب الامام الاعظم از محدث ملا علی قاری ص ۵۳۵ ملا علی قاری تصنیف الجواہر المصنیۃ کے آخر میں بطور ذیل طبع ہوئی ہے۔ ۱۶۱ الانتقائی فضائل الثلاثۃ الائمة الفقہاء از حافظ ابن عبد البر ص ۱۳۸ طبع مصر ۱۳۲۵ھ۔ ۱۶۲ یہ فقہ اور حدیث دونوں کے جامع تھے، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابو زرعة، نسائی اور ابن حبان ان سب نے متفقہ طور پر ان کو ثقہ کہا ہے۔ علی کے الفاظ میں کان ممن جمع الحدیث والفقه۔ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقۃ کثیر الحدیث ۱۶۳ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، الجواہر المصنیۃ اور مناقب الامام اعظم مولفہ امام کردری میں ان کا مفصل ترجمہ موجود ہے۔



بمذاکرۃ علی کتابہ الذی سماہ الجامع۔ کتاب جس کا نام جامع رکھا ہے تصنیف کی ہے۔  
سفیان ثوری کی جامع ایک زمانہ میں محدثین میں بڑی مقبول و متداول رہی ہے چنانچہ امام بخاری  
نے علم حدیث کی جب تحصیل شروع کی تو سب سے پہلے جن کتابوں کی طرف توجہ کی وہ سفیان ثوری کی جامع  
اور عبد اللہ بن مبارک اور یحییٰ کی تصنیفات تھیں۔ امام بخاری نے جامع سفیان کا سماع اپنے وطن ہی میں امام  
ابو حفص کبیر سے کیا تھا۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی بہ سند نقل کرتے ہیں کہ

۱۔ مقدمہ کتاب التعلیم از علامہ مسعود بن شیبہ سندی بحوالہ اخبار الرانی ضیفہ واصحابہ مصنفہ امام طحاوی، اس کتاب  
کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتب خانہ کراچی میں موجود ہے۔ ۲۔ ان کا نام احمد بن حفص اور کنیت ابو حفص ہے، ان کے  
صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص معروف بہ ابو حفص صغیر کا ترجمہ سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں چونکہ باپ بیٹے دونوں کی  
کنیت ابو حفص ہے اس بنا پر باپ کو کبیر اور بیٹے کو صغیر کہا جاتا ہے۔ یہ بخارا کے ان مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ہیں کہ  
جن کے دم سے وہاں علم حدیث کی گرم بازاری تھی چنانچہ حافظ شمس الدین سی نے اپنے رسالہ الامصار ذوات الآثار  
میں بخارا کے جن اعیان محدثین کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:-

”عیسیٰ بن موسیٰ غنjar، احمد بن حفص فقیہ (ابو حفص کبیر) محمد بن سلام بیکندی، عبد اللہ بن محمد سندی“

ابو عبد اللہ بخاری (صاحب الصصح) صلح بن محمد جزیرہ“ (اعلان بالتوزیع ص ۱۴۲)

حافظ سمعانی نے امام ابو حفص کبیر کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

قری عنہ خلق لا یحصون (مقدمہ جواہر المضمین) ان سے بے شمار مخلوق نے روایت کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی ذات سے اقلیم ماوراء النہر میں حدیث وفقہ کی جتنی اشاعت ہوئی ان کے معاصرین  
میں کسی سے نہ ہوئی۔ بخارا کا ایک ایک گاؤں ان کے تلامذہ سے بھرا ہوا تھا، سمعانی نے لکھا ہے کہ صرف خیراخر میں  
ان کے شاگردوں کی اتنی خلقت تھی کہ جو شمار سے باہر تھی۔ حافظ عبد القادر قرشی، سمعانی کی مذکورہ بالا تصریح کو نقل  
کر کے لکھتے ہیں:-

وهذا فی قریۃ من قری بخاری (مقدمہ جواہر المضمین) یہ تو بخارا کے صرف ایک قریہ کا ذکر ہے۔

امام ابو حفص کبیر نے فقہ کی تعلیم امام ابو یوسف اور امام محمد سے حاصل کی تھی ان کا شمار امام محمد کے کبار

تلامذہ سے ہے، حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء کے چودہویں طبقہ میں ان کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص

کو ترجمہ میں لکھا ہے کہ

وكان ابوك من كبار تلامذة محمد بن الحسن

انتھت الیہ ریاستہ الاصحاب بخارا۔

ان کے والد (امام ابو حفص کبیر) امام محمد بن حسن کے بڑے

شاگردوں میں سے تھے اور بخارا میں علماء اخاف کی سربراہی

ان پر ختم تھی۔

امام بخاری کے والد ماجد اسمعیل اور امام ابو حفص کبیر کے درمیان انتہائی محبت اور خلوص کے مراسم تھے۔ اسمعیل نے

جس وقت وفات پائی یہ ان کے پاس ہی موجود تھے اس وقت اسمعیل نے ان سے کہا تھا کہ

لا أعلم من مالی درهما من حرام ولا درهما من

میں اپنے مال میں ایک درہم بھی حرام یا شبہ کا نہیں پاتا۔

شبہ (مقدمہ فتح الباری ص ۸۰ طبع میرٹھ مصر)۔

تعلقات اسمعیل کی وفات کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں بدستور قائم رہے چنانچہ امام بخاری اور ان کے صاحبزادے

امام ابو حفص صغیر مدت تک طلب حدیث میں رفیق اور ہم سفر رہے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



اخبار بنی ابوالولید قال انبأنا محمد بن احمد بن محمد  
 بن سلیمان الحافظ قال نبأنا ابو عمر احمد بن محمد  
 بن عمر المقرئ وابو نصر احمد بن ابی حامد الباهلی  
 قالوا سمعنا ابا سعید بکر بن منیر یقول سمعت محمد  
 بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ الجعفی یقول کنت  
 عند ابی حفص احمد بن حفص اسمع کتاب الجامع  
 جامع سفیان فی کتاب الدی فمر ابو حفص علی فخر  
 ولم یکن عندی ما ذکر فراجمته فقال الثانیۃ کذلک  
 فراجمۃ الثانیۃ فقال کذلک فراجمۃ الثالثۃ  
 فسکت سویعۃ ثم قال من هذا قالوا هذا بن  
 اسماعیل بن ابراہیم بن بردزبہ فقال ابو حفص هو  
 کما قال واحفظوا فان هذا یوئای صیر رجلاً  
 امام الحق بن راہویہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ

ای الکتابین احسن کتاب مالک او  
 کتاب سفیان۔

کہنے لگے کتاب مالک، لیکن امام ابو داؤد سجستانی صاحب سنن فرماتے ہیں کہ

جامع سفیان الثوری، فانما حسن ما وضع  
 کی جامع ان سب میں اچھی ہے۔

یہ اس دور کی ان مشہور اور مہتمم بالشان کتابوں کا ذکر تھا کہ جن کے مصنف اقلیم فقہ واجتہاد کے  
 فرما زور ہے ہیں، بعد کے دور میں جن کتابوں نے قبول عام کی سند حاصل کی ان کے مصنفین ان ہی حضرات کے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) ایک بار امام ابو حفص کبیر نے امام بخاری کو اس قدر مال تجارت بھیجا تھا کہ  
 جس کو بعض تاجروں نے بائع ہزار کے نفع سے ان سے خریدا اور بعض تاجر اس سے بھی دو گنے نفع پر بینے کو تیار تھے لیکن  
 امام بخاری نے اپنے ارادہ کو بدلنا پسند نہ فرمایا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فتح الباری کے مقدمہ میں امام ممدوح کو امام بخاری کے مشائخ میں شمار کیا ہے اور ان کے حق  
 میں امام ابو حفص کبیر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہذا ایکون لہ صیبت (اس کا شہرہ ہوگا) مقدمہ ص ۴۸۲۔

امام ابو حفص کبیر کی وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی، آپ امام شافعی کے ہم عمر تھے اور ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ آپ کے  
 زہد و عبادت کے کچھ واقعات روضۃ العلماء، امام زہد و ستی کے باب فی زہد العلماء و بعدہم عن السلطان  
 اور باب ما یجب علی العالم ان یتعلم العلم اولاً ثم یعلم غیرہ میں مذکور ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸۵) لے تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۱ طبع مصر ۱۳۱۰ھ۔ ۲۵۰ھ ترمذی مالک ص ۴۴۔ ۲۵۳ رسالۃ  
 الی داؤد البجستانی فی وصف تالیفہ کتاب السنن ص ۱۰ طبع مصر ۱۳۲۰ھ۔



خوش چین تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، مجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں:

صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر چند ربط و کثرت احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہر چند کہ موطا سے دس گنی ہیں، مگر وہ چند موطا باشد لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال حدیثوں کی روایت کا طریقہ، رجال کی تمیز اور اعتبار و درجہ اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند۔ سہ استنباط کا ڈھنگ موطا ہی سے سیکھا ہے۔

اس دور کے بعض اور مصنفین منصور کے خلیفہ ہونے سے پہلے مسلمانوں میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ عام نہ تھا، اس کے عہد میں اس سلسلہ کو کافی ترقی ہوئی اور بہت سے علما نے مختلف علوم و فنون پر کتابیں مدون کیں چنانچہ صاف ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ رابعہ کے ختم پر لکھتے ہیں:-

”اسی طبقہ کے دور میں دولت اسلامیہ بنی امیہ سے بنی عباس کی طرف سلسلہ میں منتقل ہوئی۔ اس انقلاب نے خون کے سیلاب بہا دیئے۔ خراسان، عراق اور جزیرہ میں ایک عالم کا عالم جس کا شمار ائمہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں نہ تیغ ہو گیا۔“

..... اسی زمانہ میں بصرہ میں عمرو بن عبیدہ اور واصل بن عطا غزال نمایاں ہوئے جنہوں نے لوگوں کو مذہب اعتزال اور قدر کی طرف دعوت دی اور خراسان میں جہم بن صفوان نمودار ہوا جو تعطیل صفات باری اور خلق قرآن کا داعی تھا اور اسی کے بالمقابل خراسان میں مقاتل بن سلیمان مفسر پیدا ہوا جس نے اثبات صفات میں اتنا غلو کیا کہ تجسیم تک نوبت پہنچادی، آخر علماء تابعین اور ائمہ سلف ان بدعتین کے خلاف اٹھے اور انہوں نے لوگوں کو ان کی بدعت میں مبتلا ہونے سے روکا۔

علماء کبار نے سنن کی تدوین، فروغ (فقہ) کی تالیف اور عربیت (نخت و نحو و صرف) کی تصنیف شروع کی۔ پھر ہارون الرشید کے زمانے میں اس سلسلہ کی کثرت ہوئی اور بہ کثرت تصانیف مدون ہو گئیں۔ اب علماء کا حافظہ گھٹنے لگا اور کتابیں مدون ہو گئیں تو انہیں پر اعتماد نہ گیا اس سے پہلے صحابہ و تابعین کا علم سینوں میں تھا اور سینے ہی ان کے علم کے گنجینے تھے۔

اور حافظ سیوطی، تاریخ الکملہ میں سلسلہ کے حوادث و واقعات کے ذیل میں حافظ بنی سے نقل کرتے ہیں،

”اسی عہد میں علماء اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تدوین شروع کی چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جزیر نے، مدینہ منورہ میں مالک نے (انہوں نے موطا لکھی) شام میں اوزاعی نے، بصرہ میں ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ وغیرہ نے، یمن میں معمر نے کوفہ میں سفیان ثوری نے تصنیفیں کیں، ابن اسحاق نے معاذی کی تالیف کی اور ابو حنیفہ نے فقہ اور اجتہادی مسائل کو مدون کیا پھر کچھ عرصہ کے بعد

سہ مجالہ نافعہ ص ۵ طبع مجتہبی دہلی سلسلہ ۳۱۳۔ ۳۲ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ میں لکھتے ہیں:-

قد صنعت فی زمن مالک موطاءات کثیرۃ فی امام مالک کے زمانے میں بہت سی موطاں ان کی موطا کی تخریج احادیثہ و وصل منقطعہ، مثل کتاب احادیث کی تخریج اور ان کی منقطع روایات کے وصل کے سلسلہ میں تصنیف کی گئیں جیسے کہ ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، ثوری اور معمر وغیرہ کی کتابیں ہیں، یہ لوگ امام مالک کے ساتھ ان کے شیوخ سے روایت کرنے میں شریک ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)۔

(رج ۱ ص ۱۳۳ طبع منیرہ مصر)



ہشیم، لیث بن سعد اور ابن ابیہ نے تصنیفات کیں، اور ان کے بعد ابن مبارک، ابو یوسف اور ابن وہب نے کتابیں لکھیں اور کثرت سے علم کی تدوین و تبویب ہوئی اور عربیت، لغت، تاریخ اور ایام عرب پر کتابیں لکھی گئیں۔ اس عصر سے پہلے ائمہ اپنے حفظ سے بتلاتے یا ان صحف صحیحہ سے کہ جو مضامین و ابواب پر مرتب نہ تھے علم کی روایت کرتے تھے۔

فن جرح و تعدیل کی ابتداء | اسی عہد میں فن جرح و تعدیل کی ابتدا ہوئی، حافظ شمس الدین سخاوی لکھتے ہیں۔

”پہلی صدی ہجری جو صحابہ و کبار تابعین کے دور میں گزری اس میں حارث اعمرو اور مختار کذاب جیسے اکابر کا شخص کو چھوڑ کر کسی ضعیف الروایہ کا تقریباً وجود نہ تھا۔ پھر پہلی صدی گزر کر جب دوسری صدی آئی تو اس کے اوائل میں اوساط تابعین کے اندر ضعیفہ کی ایک جماعت ہوئی جو زیادہ تر حدیث کو زبانی یاد رکھنے اور اپنے ذہن میں اس کو محفوظ کرنے کے لحاظ سے ضعیف سمجھی گئی چنانچہ آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ موقوف کو مرفوعاً نقل کر جاتے ہیں، کثرت سے ارسال کرتے ہیں اور ان سے روایت میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں جیسے کہ ابویارون عبدی وغیرہ ہیں۔

پھر جب تابعین کا آخری دور آیا یعنی شامہ کے قریب قریب تو ائمہ کی ایک جماعت نے توشیح و تضعیف کے لئے زبان کھولی، چنانچہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ

ما رأیت الکذب من جابر الجعفی۔ ۱۔ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔ اور عائشہ نے ایک جماعت کی تضعیف اور دوسروں کی توشیح کی اور شعبہ نے رجال کے بارے میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) لیکن یاد رہے کہ ان مذکورین میں سے بجز ابن ابی ذہب کے نہ تو کسی کی تالیف کا نام موطا ہے اور نہ ان میں سے کسی کے متعلق تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ اس نے کوئی کتاب موطا امام مالک کی احادیث کی تخریج اور اس کی منقطع روایات کے وصل کے لئے تصنیف کی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۷۵) امام اعظم کے اس قول کو امام ترمذی نے اپنی جامع کے آخر میں کتاب العلل کے اندر اپنی اسناد روایت کیا ہے، حدیثنا محمود بن غیلان حدیثنا ابو یحییٰ الحمائی قال سمعت ابی حنیفہ یقول ما رأیت احداً الکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح (جامع ترمذی مع شرح ابن العربی ج ۱۳ ص ۲۰۹ طبع مصر) اور یہ عطاء بن ابی رباح جن کے متعلق امام اعظم فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل شخص نہیں دیکھا۔ امام مدروح کے اکابر شیوخ میں سے ہیں چنانچہ حافظ ذہبی، ردول الاسلام (ج ۲ ص ۲) طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۶۲ء میں تصریح کرتے ہیں کہ اکبر شیوخہ عطاء بن ابی رباح (کہ امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں سب سے بڑے عطاء بن ابی رباح ہیں) امام مالک کی اسانید میں جو حیثیت مالک عن نافع عن ابن عمر کی ہے وہی حیثیت امام اعظم کی اسانید میں ابو حنیفہ عن عطاء بن ابی رباح کی ہے (ملاحظہ ہو میزان کبریٰ از امام شعرائی ص ۴۸ طبع مصر ۱۳۶۲ء)۔ امام اعظم نے ان سے کہہ کر میں علم حدیث کی تحصیل کی تھی۔ حافظ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۱) میں لکھتے ہیں وسمع الحدیث من عطاء بن ابی رباح بمکة (کہ امام اعظم نے عطاء بن ابی رباح سے کہہ معظم میں حدیث کا سماع کیا ہے)۔

۱۔ امام شعبہ کو فن رجال میں جو جلالت شان حاصل ہے اس کا اندازہ آپ اس سہ لکائیے

کہ ایک بار امام یحییٰ بن معین سے جو فن رجال کے مشہور امام ہیں۔ (باقی صفحہ آئندہ)



غور و فکر سے کام لیا یہ بڑے محتاط تھے اور بحرف ثقیل کے تقریباً کسی سے روایت نہ کرتے تھے۔ امام مالک کا بھی یہی حال تھا۔

اور اس دور کے ان لوگوں میں سے کہ جب وہ کسی کے بارے میں کچھ کہہ دیں تو ان کی بات مان لی جاتی ہے، معمر، ہشام، دستوائی، اوزاعی، سفیان ثوری، ابن الماجشون، حماد بن سلمہ اور لیث وغیرہ ہیں۔ پھر ان کے بعد دوسرا طبقہ ابن المبارک، ہشیم، ابواسحق فزاری، معانی بن عمران موصلی، بشر بن المغضل اور ابن عیینہ وغیرہ کا ہے۔ پھر ان ہی کے ہزمان ایک اور طبقہ ابن علیہ، ابن وہب اور وکیع جیسے حضرات کا ہے۔ بعد کو ان ہی کے دور میں دواہیہ شخص جو حدیث کے حفاظ اور اس فن میں محنت گذرے ہیں تنقید رجال کے لئے اٹھے یہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن ہمدانی تھے سو جس کو یہ دونوں مجروح کر دیں اس کی جرح مندرج نہیں ہوتی اور جس کی یہ دونوں توثیق کر دیں وہ مقبول ہے اور جس کے متعلق ان کے باہم اختلاف ہو (اور ایسے بہت کم اشخاص ہیں) اس کے بارے میں اجتہاد سے کام لینا پڑتا ہے۔

اسی دور میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اور حجة اللہ بالانصاف علماء کا طرز عمل میں اس پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو مدنیہ ناظرین سے، فرماتے ہیں: ۱۔

”اس طبقہ کے علماء کا طرز عمل ایک دوسرے سے ملتا جلتا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے خواہ وہ مرسل ہو یا مسند دونوں سے تمسک کیا جائے۔

نیز صحابہ اور تابعین کے اقوال سے استدلال کیا جائے کیونکہ ان کے علم میں یہ اقوال یا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث منقولہ تھیں جن کو انھوں نے مختصر کر کے موقوف بنالیا تھا (چنانچہ ابراہیم نخعی نے ایک موقع پر جبکہ انھوں نے یہ حدیث روایت کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ اور مظاہرہ سے منع فرمایا ہے اور ان سے کہا گیا تھا کہ کیا تمہیں اس کے سوا اور کوئی حدیث

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) امام ابو حنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ ان کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں؟ فرماتے لگے وہ ثقہ ہیں میں نے کسی کو انھیں ضعیف بتاتے نہیں سنا۔ یہ شعب بن الحجاج ان کو لکھتے ہیں اور قرآنش کرتے ہیں کہ وہ حدیثیں بیان کریں اور شعب آخر شعبہ ہی ہیں۔ (الانتقار فی فضائل الائمة الثلثة الفقہاء از حافظ ابن عبد البر ص ۱۲۷)۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸۷) ملکہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک بار ایک زندیق کو قتل کے لئے لایا گیا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے تو تم قتل کر دو گے لیکن ان ایک ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جو میں نے وضع کی ہیں۔ ہارون الرشید نے فوراً جواب دیا کہ فاین انت یا عبد اللہ عن ابی اسحق الفزاری وابن المبارک ینخلانھا فیمن جأحرفا حرفا دے دشمن خدا تو ابواسحق فزاری اور ابن المبارک سے کہہ کر کہاں جاسکتا ہے جو ان کو چھلنی میں چھان کر ان کا ایک ایک حرف نکال پھینکیں گے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام ابواسحق فزاری)۔ ۲۔ فتح المغیث ص ۴۹، طبع لکھنؤ ۱۳۷۷ھ اور الاعلان بالتوبخ ص ۱۳۳

ملکہ ”محافلہ“ بروزن ”مفاعلہ“ حقل سے ہر جس کے معنی زراعت اور کاشتکاری کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں عام طور پر زمین کو بتائی یعنی بتائی یا چوتھائی پیداوار پر دینے کیلئے اس کا استعمال ہوتا ہے اور ”مزانبہ“ وہ زمین ہے ہر جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں اور فقہ میں اس کے معنی درخت کے خرابے ترک کر دینے خشک کے عوض سبب کرنے کے آتے ہیں۔



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد ہی نہیں۔ کہا تھا کہ کیوں نہیں؟ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ قال عبد اللہ اور قال علقمہ مجھے زیادہ پسند ہے، اسی طرح شعبی نے جس وقت ان سے ایک حدیث کی بابت سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کر دیا جائے تو یہ جواب دیا تھا کہ نہیں مرفوع نہ کرو ہم کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے کسی شخص سے اس کو نقل کیا جائے کیونکہ اگر روایت میں کچھ کمی بیشی ہوگی تو وہ بعد کے شخص پر ہی رہے گی) یا پھر حکم منصوص سے ان کا استنباط یا اپنی آرا سے ان کا اجتہاد تھا۔ اور ہر صورت میں صحابہ اور تابعین اپنے طرز عمل کے اعتبار سے بعد کے آنے والوں سے کہیں بہتر اور کہیں زیادہ صاحب الرائے نیز زمانہ کے لحاظ سے سب سے مقدم اور علم کے اعتبار سے سب سے بڑھ چڑھ کر تھے، لہذا سوائے اس صورت کے کہ ان کے باہم کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان کے قول کے صریح خلاف موجود ہو ہر حال میں ان کے اقوال پر عمل کرنا لازم ہے۔

اور جس صورت میں کسی مسئلہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مختلف ہوتیں تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر صحابہ کسی حدیث کے منسوخ ہونے کے قائل ہوتے یا اس کو ظاہری معنی سے پھیر دیتے (یعنی اس میں تاویل سے کام لیتے) یا اس بارے میں کچھ حرج نہ کرتے لیکن ترک حدیث پر اور اس کے بموجب عمل نہ کرنے پر متفق ہوتے تو یہ بات بھی اس حدیث میں ہنزلہ کسی علت کے ظاہر کرنے یا اس کے منسوخ ہونے یا اس کی تاویل کا حکم دینے کے بقی بہر حال ان سب صورتوں میں اس طبقہ کے علمائے صحابہ ہی کا اتباع کیا اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک نے کہتے کے برتن میں منہ ڈالنے کی حدیث میں فرمایا کہ جادھن الحدیث ولا ادری ما حقیقتہ (یہ روایت تو آئی ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے) امام موصوف کے اس قول کو ابن حجب نے نقل کیا ہے۔ امام مالک کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے فقہاء کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا۔

اور جب صحابہ اور تابعین کے مذاہب بھی کسی مسئلہ میں مختلف ہوتے تو ہر عالم کے نزدیک اپنے اہل شہر اور اپنے ہی اساتذہ کا مذہب پسندیدہ تھا کیونکہ وہ ان کے صحیح اور غیر صحیح اقوال سے زیادہ باخبر ہوتا اور جو اصول کہ ان اقوال کے مناسب ہوتے ان کو زیادہ محفوظ رکھتا تھا نیز اس کا دل اپنے ہی اہل شہر اور اساتذہ کے فضل و تبحر کی طرف خاص طور سے مائل ہوتا تھا چنانچہ حضرات عمر، عثمان، عائشہ، ابن عمر، ابن عباس، زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم) اور ان کے تلامذہ جیسے سعید بن المسیب کہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کے سب سے زیادہ حافظ تھے اور عروہ اور سالم اور عکرمہ اور عطار اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور ان جیسوں کا مذہب دیگر حضرات کے مذہب کی بہ نسبت اہل مدینہ کے

سہ یہ حدیث اس طرح ہے کہ "جب کتاب تم میں سے کسی کے برتن میں پئے تو اسے سات بار دھوؤ" (موطا)



نزدیک زیادہ قابل اخذ تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائلِ مدینہ کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور نیز اس وجہ سے بھی کہ مدینہ منورہ ہر زمانہ میں فقہاء اور علماء کا ماویٰ اور مجمع رہا ہے اور اسی بنا پر آپ امام مالک کو دیکھیں گے کہ وہ ان ہی کے طریقہ کو بکھڑے رہتے ہیں اور امام مالک کے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے کہ وہ اہل مدینہ کے اجماع سے تسک کرتے ہیں اور امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے کہ جس بات پر جریمین شریفین کا اتفاق ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کا مذہب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شریح اور شعبی کے فیصلے اور ابوہریرہؓ کے فتاویٰ اہل کوفہ کے نزدیک دوسرے کے مذہب کی بنسبت زیادہ لینے کے لائق تھے اور یہی وجہ ہے کہ علقمہ نے جب مسروق کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف تشریک کے مسئلہ میں مائل دیکھا تو کہا کہ کیا کوئی ان میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے بھی زیادہ سچا عالم ہے، مسروق نے کہا نہیں لیکن میں نے زید بن ثابت

لہ غالباً حدیث پوشاک ان یضرب الناس اکباد الاہل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ (قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر طلبِ علم کے لئے سفر کریں گے اور مدینہ کے ایک عالم سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے) کی طرف اشارہ ہے چنانچہ آگے چل کر شاہ ولی اللہ صاحب نے امام مالک کا ذکر کرتے ہوئے اسی حدیث کو بیان کیا ہے اور سفیان بن عیینہ اور عبدالرزاق سے تصریح نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشین گوئی امام مالک کے حق میں پوری اتری، جس طرح سے کہ امام سیوطی اور علامہ ابن حجر مکی وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث لوکان العلم بالثریا لثاولہ اناس من انباء فارس (منہ امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۹۶ و ۲۹۷) کا اولین مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی کی ذات گرامی ہے اور خود شاہ ولی اللہ صاحب بھی اپنے مکتوبات میں رقمطراز ہیں کہ

ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو حاصل کر کے رہتا اور ایک روایت میں ”کچھ لوگ“ ہی کے الفاظ بغیر شک کے مذکور ہیں، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ہاتھوں کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کی اس فقہ کے ذریعہ اصلاح فرمائی خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت بس ہی مذہب ہے، سارے شہروں میں اور تمام ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں قاضی حنفی ہیں اور اکثر مدرسین اور عوام حنفی ہیں۔

روزے در حدیث لوکان الايمان عند الثریا لثاولہ رجل اور رجل من ہولاء یعنی اہل فارس و فی روایت لثاولہ رجال من ہولاء بلا شک مذکورہ کریم، فقیر گفت امام ابوحنیفہؒ دینی حکم داخل است کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ را بہ دست دے شائع ساخت و جمعے از اہل اسلام را با آن فقہ ہذب گردانید خصوصاً عصر تا آخر کہ دولت ہمیں مذہب است و بس، در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند و قضاۃ و اکثر مدرسان و اکثر عوام حنفی (ص ۱۶۸) کلمات طیبات، یعنی مجموعہ مکتب شاہ صاحب وغیرہ طبع مجبائی دہلی

۱۔ عمل اہل مدینہ اور اتفاق اہل جریمین شریفین کی بابت حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن القیم کی بحث آپ سابق میں پڑھ چکے ہیں۔ ۲۔ تشریک کی صورت یہ ہے کہ مالک اپنی زمین دوسرے کو بیانی پدید دے۔



اور اہل مدینہ کو تشریک کرتے دیکھا تھا۔

پھر اگر اہل شہر کسی مسئلہ پر متفق ہوتے تو اس طبقہ کے علماء اس کو دانتوں سے پکڑتے تھے چنانچہ ایسے ہی مسائل کے بارے میں امام مالک فرمایا کرتے ہیں کہ السنۃ النبی لا اختلاف فیہا عندنا کذا وکذا (یعنی وہ سنت ہے کہ جس کے بارے میں ہمارے یہاں کچھ اختلاف نہیں)۔

اور جو اہل شہر میں بھی اختلاف ہوتا تو سب سے قوی اور سب سے راجح قول کو لیتے تھے خواہ یہ قوت کثرت قائلین سے حاصل ہوتی یا کسی قیاس قوی کی موافقت سے یا کتاب و سنت کی کسی تخریج سے اور اسی قسم کے مسائل میں امام مالک یوں فرمایا کرتے ہیں کہ ہذا احسن ما سمعت (یعنی جو کچھ میں نے سنا ہے اس میں یہ سب سے بہتر ہے)۔

اور جب صحابہ و تابعین کے ان اقوال میں بھی کہ جو ان کے پاس محفوظ تھے مسئلہ کا جواب نہ پاتے تھے تو ان ہی کے کلام سے اس کو نکالتے تھے اور اس کے متعلق ان کے اشارہ اور اقتضاء کو تلاش کرتے تھے۔

اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والھموافی ہذہ الطبقة النذین فدون مالک  
و محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب بالمدينة و  
ابن جریج و ابن عیینہ بمکہ و الثوری بالكوفة و  
ربیع بن صبیح بالبصرة و کلہم مشوا علی ہذا  
المنہج الذی ذکرتمہ۔

اگرچہ حدیث و روایت اور فقہ و اجتہاد کا سلسلہ تمام اسلامی شہروں میں جاری تھا اور ہر جگہ محدثین اہل روایت اور ارباب فتویٰ اور مجتہدین کی ایک جماعت موجود تھی لیکن شاہ صاحب نے مدینہ اور کوفہ کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کہ ان دونوں شہروں کو اس بارے میں مرکزیت حاصل تھی، حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں یہ سند متصل امام ابن وہب کی زبانی جو امام مالک کے مختص تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں نقل کیلئے کہ ایک بار امام مالک سے کسی نے مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس پر سائل کی زبان سے یہ نکل گیا کہ اہل شام تو اس مسئلہ میں آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا متی کان هذا الشأن یا لشام، انما هذا الشأن اہل شام کی یہ شان کب سے ہو گئی۔ یہ شان تو صرف اہل وقف علی اہل المدينة و الکوفة۔

مدینہ اور اہل کوفہ کی ہے۔

چنانچہ اس دور کے جن ائمہ اجتہاد کو حق تعالیٰ کی جانب سے قبول عام کی سند عطا ہوئی اور جن کے فقہ پر ملے اور امام محمد اس موقع پر فرماتے ہیں وہو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا۔

ملے اور امام محمد اس موقع پر فرماتے ہیں وہو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا۔

ایسی جگہ ہوا صاحب الیمنہ لکھا کرتے ہیں۔

ملے الانصاف اور حجتہ اللہ باب اسباب اختلاف الفقہاء۔

ملے جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۵۸ طبع میری مصر۔



آج تک اسلامی دنیا کا غالب حصہ عمل پر اچلا آتا ہے وہ ان ہی دونوں مقامات کے رہنے والے تھے، ناظرین سمجھ گئے کہ ہماری مراد امام اعظم ابو حنیفہ کوئی اور امام دارالہجرۃ مالک بن انس اصبہی سے ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کے مسائل فقہیہ کی بنیاد ان ہی مذکورہ بالا اصولوں پر ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل المتخین میں فرماتے ہیں:-

وبعد از قرآن و حدیث مدار اسلام بر فقہ است و اہل ہات فقہ مسائل اجماعیہ فاروق است و اگر اکثر اہل اسلام را بنظر استخوان نگاہ کنی خفیانہ مالکیان و خافیانہ اند۔  
اس کے بعد لکھتے ہیں:

و کے کے براصول و اہل ہات میں مذاہب اصطلاح دارد شک نمی کند در آنکہ اصل این مذاہب مسائل اجماعیہ فاروق است و آن مانند امر مشترک است در میان ہمہ آہنا۔

بعد ازاں اعتماد پر فقہار صحابہ را اہل مدینہ مانند ابن عمر و عائشہ و فقہار سبعہ از کبار تابعین مدینہ و ہر مری مانند آن از صفار تابعین مدینہ اصل مذہب مالک است کہ صورت خاص مذہب او ازاں پیدا شدہ۔

و ہمچنین اعتماد پر فتاویٰ عبداللہ بن مسعود در غالب حال و بر قصایاے مرتضیٰ در بعضی احوال بآں شرط کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود روایت کردہ باشند و اثبات نمودہ، و بعد ازاں بر تحقیقات ابراہیم نخعی و شعبی و تحریجات ایشان اصل مذہب ابی حنیفہ است کہ سبب آن صورت خاص مذہب او پیدا شدہ۔

اور قرآن و حدیث کے بعد اسلام کا دار مدار فقہ پر ہے اور فقہ کے بنیادی مسائل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجماعی مسائل ہیں (یعنی جن پر آپ کے عہد خلافت میں اجماع ہو گیا تھا) اور اہل اسلام کی اکثریت کو جاچو تو وہ حنفی، مالکی اور شافعی ہیں۔

اور جو شخص کہ ان مذاہب کے اصول و اہل ہات پر اطلاع رکھتا ہے اس بارے میں شک نہیں کرے گا کہ ان مذاہب کی اصل حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے اجماعی مسائل ہیں اور یہ ان تمام مذاہب کے درمیان ایک مشترک سی چیز ہے۔

اس کے بعد اہل مدینہ میں سے فقہار صحابہ جیسے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کبار تابعین مدینہ میں سے فقہار سبعہ اور صفار تابعین مدینہ میں سے زہری اور ان جیسے حضرات پر اعتماد امام مالک کے مذہب کی بنیاد ہے کہ جس کے ان کے مذہب کی ایک خاص صورت پیدا ہو گئی۔

اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ پر اعتماد اکثر حالات میں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر بعض حالات میں بشرطیکہ ان فیصلوں کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب روایت کرتے اور مانتے ہوں اور اس کے بعد ابراہیم نخعی اور شعبی کی تحقیقات اور ان کی تحریجات پر اعتماد امام ابو حنیفہ کے مذہب کی بنیاد ہے کہ جس کی وجہ سے ان کے مذہب کی ایک خاص شکل پیدا ہو گئی۔

۱۷۱ و ۱۷۲ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ۔ اس شرط کی وجہ خود شاہ صاحب ہی قرۃ العینین میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ

اہل مدینہ و اہل شام و اہل مصر از مرتضیٰ روایت ندارند الا در غایت قلت، و اہل کوفہ روایت دارند اما پیش

اہل مدینہ، اہل شام اور اہل مصر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نہایت کم روایت رکھتے ہیں (باقی بر صفحہ آئندہ)



امام ابو حنیفہ و امام مالک کے | دوسری صدی کے نصف ثانی میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ اسلامی دنیا  
تلامذہ اور علم حدیث کے چپہ چپہ پہ پھیل چکے تھے اور ہر جگہ علوم اسلامیہ کی اشاعت میں مصروف تھے

حافظ عبد القادر قرشی الجواہر المصنیہ کے مقدمہ میں کتاب التعلیم کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ  
روای عن ابی حنیفۃ ونقل مذہبہ فھومن  
تقریباً چار ہزار افراد نے امام ابو حنیفہ سے حدیث کی روایت  
کی اور ان کے مذہب کو نقل کیا ہے۔

امام اعظم کے تلامذہ کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ خلیفہ وقت کی حدود حکومت اس سے زیادہ وسیع  
نہ تھیں۔ امام حافظ الدین ابن البرزکوردی نے مناقب الامام الاعظم کے خاتمہ میں امام مصدوح کے مختص تلامذہ  
کا تفصیلی تذکرہ لکھنے کے بعد زیر عنوان من شئ عند الحدیث والفقہ شرقاً وغرباً بلداً ابلداً (یعنی مشرق و  
مغرب میں جنہوں نے ان سے حدیث و فقہ کی روایت کی ہے) ان میں سے سات سو تیس مشاہیر علماء اعلام  
کے نام بغیر نسب لکھے ہیں اور ضلع واران کو شمار کر لیا ہے، چنانچہ جن اضلاع و ممالک کا اس سلسلہ میں جنہوں

نے نام لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:  
۱۔ مکہ معظمہ، ۲۔ مدینہ طیبہ، ۳۔ کوفہ، ۴۔ بصرہ، ۵۔ واسط، ۶۔ موصل، ۷۔ جزیرہ، ۸۔ رقبہ، ۹۔ نصیبین، ۱۰۔ دمشق، ۱۱۔ رملہ، ۱۲۔ مصر، ۱۳۔  
میمامہ، ۱۴۔ بحرین، ۱۵۔ بغداد، ۱۶۔ اہواز، ۱۷۔ کرمان، ۱۸۔ اصفہان، ۱۹۔ حلوان، ۲۰۔ استرآباد، ۲۱۔ مدائن، ۲۲۔ ہمدان، ۲۳۔ رے، ۲۴۔ وامنجان، ۲۵۔ قزاقستان، ۲۶۔  
طبرستان، ۲۷۔ جرجان، ۲۸۔ نیشاپور، ۲۹۔ سرخس، ۳۰۔ نسا، ۳۱۔ مرو، ۳۲۔ بخارا، ۳۳۔ سمرقند، ۳۴۔ کش، ۳۵۔ صغانیان، ۳۶۔ ترمذ، ۳۷۔ بلخ، ۳۸۔ ہرات، ۳۹۔ قستان  
جستان، ۴۰۔ روم، ۴۱۔ خوارزم،

امام طحاوی نے بسند متصل اسدین الفرات سے روایت کی ہے کہ  
کان اصحاب ابی حنیفۃ الذین دونوا الکتب  
اربعین رجلاً، وکان فی العشرۃ المتقدمین  
ابو یوسف وزفر وداؤد الطائی واسد بن عمر

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) محدثین اکثر  
روایۃ حضرت مرتضیٰ مستور الحال اندر غیر حفاظ، و  
روایت از مرتضیٰ پیش ایشان صحیح نشدہ است الا  
از قبل اصحاب عبداللہ بن مسعود، عن ابن عباس  
قال سمعت المغیرۃ یقول لہ یحس  
یصدق علی علی فی الحدیث عند الا  
من اصحاب عبداللہ بن مسعود اخرجه  
مسلم فی مقدمۃ صحیحہ۔

(ص ۱۸۵)

اور اہل کوفہ آپ سے روایت رکھتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک  
حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرنے والے اکثر وہ  
لوگ ہیں جن کے حالات مخفی ہیں اور جو حافظانہ تھے ان کے  
نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صرف وہی روایات  
صحیح ہوتی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب سے آئی  
ہیں۔ چنانچہ ابوبکر بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے مغیرہ  
سے سنا فرماتے تھے حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی  
صرف اسی روایت کی تصدیق کی جاتی تھی کہ جو اصحاب  
عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہوتی تھی اور  
کے اس بیان کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ذکر  
کیا ہے۔



یوسف بن خالد السمعی و یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، و هو الذی کان یکتبہا لہم ثلاثین سنۃ

امام داؤد الطائی، امام اسد بن عمرو۔ امام یوسف بن خالد سمعی امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ اور یحییٰ ہی تیس برس تک ان حضرات کیلئے کتابت کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔

اسد بن فرات نے جن لوگوں کے نام گناے ہیں ان کے علاوہ امام عبداللہ بن المبارک المتوفی ۱۸۱ھ امام حفص بن غیاث المتوفی ۱۹۸ھ اور امام وکیع بن الجراح المتوفی ۱۹۸ھ جو مشہور ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس زمانہ میں ان حضرات کی تصانیف کو یہ قبول عام حاصل تھا کہ امام بخاری نے سولہ سال ہی کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی تصانیف کو ازبر کر لیا تھا اور ان سب میں خصوصیت کے ساتھ یہ چار حضرات فقہ و اجتہاد میں زیادہ نامور گزرے ہیں۔ امام زفر المتوفی ۱۵۸ھ، امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ امام محمد المتوفی ۱۸۹ھ امام حسن بن زیاد المتوفی ۲۰۲ھ اور یہ فقہ جو امام ابو حنیفہ کے انتساب سے عام طور پر فقہ حنفی کہلاتی ہے درحقیقت امام مدوح اور ان ہی چار حضرات کے اجتہادی مسائل کا مجموعہ ہے یہ چاروں حضرات بھی بڑے پایہ کے محدث اور حافظ الحدیث تھے چنانچہ امام زفر کے بارے میں

۱۵ الجواہر المغنیہ، ترجمہ اسد بن عمرو یوسف بن خالد۔ ۱۶ مولانا شبلی نعمانی نے اسد بن فرات کی اس روایت کو تدوین فقہ سے متعلق خیال کیلئے چنانچہ سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں:

”امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن فرات سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ کے تلامذہ جنہوں نے فقہ کی تدوین کی چاہیں تھے، جن میں یہ لوگ زیادہ ممتاز تھے، ابو یوسف، زفر، داؤد الطائی اسد بن عمرو، یوسف بن خالد السمعی، یحییٰ بن ابی زائدہ، امام طحاوی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ لکھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس کام میں کم و بیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا یعنی ۱۲۱ھ ہجری سے ۱۵۸ھ تک جو امام ابو حنیفہ کی وفات کا سال ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یحییٰ شروع سے اس کام میں شریک تھے یحییٰ ۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ شروع سے کیونکر شریک ہو سکتے تھے۔“

(ص ۲۰۰ طبع مفید عام اگر ۱۸۹۲ء)

مولانا نے دونوں الکتب سے فقہ کی تدوین مراد لی پھر خود ہی اس تدوین کی مدت تیس سال یعنی ۱۲۱ھ سے لے کر ۱۵۸ھ تک متعین فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس روایت کے اخیر حصہ کی صحت سے ان کو انکار کرنا پڑا، حالانکہ اس روایت میں تدوین کتب کا ذکر ہے نہ کہ تدوین فقہ کا (اور ظاہر ہے کہ یہ کتابیں موطا جامع سفیان اور صاحبین کی تصانیف کی طرح فقہ و حدیث دونوں کی جامع ہوں گی) اور اس کی بھی جو مدت متعین کی ہے (یعنی ۱۲۱ھ سے لے کر ۱۵۸ھ تک) وہ بھی غلط ہے کیونکہ تدوین فقہ کا کام امام اعظم نے حسب تصریح حافظ ذہبی ۳۳۰ھ ہجری کے قریب شروع کیا ہے اور خود مولانا نے بھی الفاروق میں تدوین فقہ کے آغاز کی یہی تاریخ لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

”۳۳۰ھ میں جب تفسیر حدیث، فقہ وغیرہ کی تدوین شروع ہوئی۔“ (ص ۲۴ طبع فخر المطابع لکھنؤ)

۳۵ مقدمہ فتح الباری۔



حافظ ابن حبان، کتاب الثقات کے طبقہ ثالثہ میں لکھتے ہیں کہ کان زفر متقنا حافظاً، اسی طرح امام ابو یوسف کو حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور امام محمد کے متعلق محدث دارقطنی نے بایں ہمہ شدت عصبیت اپنی کتاب غرائب مالک میں تصریح کی ہے کہ من الثقات الحفاظ اور امام حسن بن زیاد سے حافظ ذہبی نے تاریخ کبیر میں خود ان کی زیانی یہ نقل کیا ہے کہ

کتبت عن ابن جریر اشنی عشر الف حدیث میں نے ابن جریر سے بارہ ہزار حدیثیں لکھی ہیں اور وہ سب کلمہا یحتاج الیہا الفقہاء کی سب ایسی ہیں کہ جن کی فقہاء کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی متعدد تصانیف آج بھی موجود ہیں اور بعض ان میں سے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور گوان حضرات کی بلکہ تیسری چوتھی صدی تک کے متقدمین ائمہ احاف کی بہت سی تالیفات اب بالکل نایاب ہیں لیکن بعد کے ائمہ کی وہ کتابیں جن میں ان تصانیف کی تلخیص و تہذیب کی گئی ہے بجا اشر آج بھی موجود و متداول ہیں جیسے شمس الائمہ سرخسی (المتوفی ۴۴۹ھ) کی بسوط اور ملک العلماء کاشانی (المتوفی ۸۳۵ھ) کی بدائع الصنائع اور شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی (المتوفی ۷۵۳ھ) کی ہدایہ کہ ان تینوں کتابوں میں جس قدر احادیث و آثار آئے ہیں وہ اصل میں متقدمین ائمہ احاف ہی کی کتابوں سے منقول ہیں جن کو ان حضرات نے اپنے ائمہ کے اعتماد پر اختصار کے پیش نظر بلا ذکر حوالہ و سند درج کر دیا ہے۔ چنانچہ حافظ قاسم بن قطلوبغا مائتہ الائمہ فی ما فات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ان المتقدمین من علمائنا رحمہم اللہ کما نوا یملون ہمارے علماء متقدمین اشران پر رحمتیں نازل فرمائے مسائل فقہیہ المسائل الفقہیہ وادلہا من الاحادیث النبویۃ اور ان کے دلائل کا احادیث نبویہ سے اپنی اسانید کے ساتھ باسائندہم، کابی یوسف فی کتاب الخراج و الاکمالی و محمد فی کتاب الاصل والسیرو کذا املکراتے تھے جیسا کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج اور امالی میں اور امام محمد نے کتاب الاصل اور کتاب السیر میں اور اسی طرح امام طحاوی، خصاف، ابوبکر رازی اور کریمی نے (اپنی اپنی تصانیف میں) کیا ہے البتہ مختصرات کی اطلاع اس سے مستثنیٰ ہے، بعد میں وہ حضرات آئے جنہوں نے متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کیا اور ان حدیثوں کو بغیر سند اور حوالہ کے دلا ہر جہر فعکف الناس علی ہذہ الکتاب۔

۱۔ اس کتاب کے قلمی نسخے حیدرآباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ، اور کتب خانہ سعیدیہ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔  
۲۔ نصب الرایہ لتخریج احادیث الہدایہ از حافظ زلیعی ج ۱ ص ۳۰۸ و ۳۰۹ طبع مصر ۱۳۵۵ھ الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع ص ۵۰ طبع مصر ۱۳۶۱ھ۔ چنانچہ امام ابو یوسف کی تصانیف میں سے کتاب الخراج، کتاب الآثار (جس کو یہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں) اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی، الرد علی سیر الاوزاعی، چھپ گئی ہیں، کتاب الخراج، مصر میں مکرر طبع ہو چکی ہے اور بقیہ تینوں کتابیں مجلس ابحار المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے مولانا ابوالوفا افغانی کی تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ مصر سے چھپو کر شائع کی ہیں اور امام محمد کی تصانیف میں سے کتاب الحج عرصہ ہوا کہ چھپ چکی ہے اور موطا اور کتاب الآثار تو متعدد بار طبع ہو چکی ہیں۔



دس ۹ طبع مصر ۱۳۶۹ء

اپنی تصانیف میں درج کیا پھر لوگ انہی تصانیف پر متوجہ ہو گئے  
حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے ائمہ کی کتابوں پر ویسا ہی اعتماد تھا جیسا کہ امام بغوی اور شاہ  
ولی اللہ کو صحاح ستہ پر تھا اور جس طرح کہ امام بغوی نے مصابیح السنہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے  
حجتہ اللہ باللہ میں ان کتابوں کی روایات کو بلا حوالہ و سند درج کر دیا ہے اسی طرح ان حضرات نے اپنے ائمہ  
کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے بعد کو جب فتنہ تاتاریں اسلامی دنیا کا اینٹ سے اینٹ بج گئی اور  
بلا دغیم سے لیکر دار الخلافہ بغداد تک مسلمانوں کے جتنے علمی مراکز تھے ایک ایک کر کے تباہ و برباد ہو گئے تو  
مستفیدین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اس فتنہ میں بالکل معدوم  
ہو گئیں یہی وجہ ہے کہ متاخرین حفاظ حدیث کو جنہوں نے ہدایہ وغیرہ کی احادیث کی تخریج کی ہے متعدد روایات  
کے بارے میں یہ تصریح کرنا پڑی کہ یہ روایت ان لفظوں میں ہم کو نہ مل سکی کیونکہ ان ارباب تخریج نے ان  
روایات کو متقدمین ائمہ حنفیہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے محدثین مابعد کی ان کتابوں میں  
تلاش کیا کہ جو ان کے عہد میں متداول تھیں۔ اس سے بعض لوگوں کو صاحب ہدایہ کے متعلق قلت نظر  
اور ان حدیثوں کے متعلق ضعف کا مشبہ ہونے لگا اور تعجب ہے کہ شیخ عبدالحق دہلوی بھی اسی غلط فہمی کا  
شکار میں چنانچہ وہ ہدایہ اور اس کے مصنف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتاب ہا  
است نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف و سہ در  
اکثر بنائے کار بر دلیل معقول بنادہ و اگر حدیث  
آوردہ نزد محدثین خالی از ضعف نہ، غالباً اشتغال  
آن استاد و علم حدیث کمتر بودہ است و لیکن  
شرح شیخ ابن الہمام جزاء اللہ خیر الجزاء تلافی آن  
نودہ و تحقیق کار فرمودہ است۔

اور کتاب ہدایہ نے بھی کہ جو اس دیار میں مشہور و معتبر ترین  
کتابوں میں سے ہے اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت  
مذہب حنفی کے حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے کیونکہ  
اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بنا رکھی ہے اور جو  
حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں  
ہوتی، غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے لیکن شیخ ابن  
الہمام کی شرح ہدایہ نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے  
اس کی تلافی کر دی ہے اور انھوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔

۱۷

حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل علم حدیث میں کم تھا کیونکہ وہ خود بہت بڑے محدث اور حافظ احادیث  
تھے۔ اور جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ یہ سب حدیثیں اگلے ائمہ کی کتابوں سے منقول ہیں

۱۷ شرح سفر السعادت از شیخ موصوف ص ۲۳ طبع نو لکھنؤ ۱۷ چنانچہ علامہ محمود بن سلیمان کفوی نے کتاب علام  
الاخیر من فقہاء مذہب النعمان المتخاریں رحین کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گذرا ہے  
صاحب ہدایہ کے متعلق ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ کان اماماً فقیہاً حافظاً محدثاً مفسراً۔ اور  
حافظ عبد القادر قرشی نے ابواب المصنیع میں لکھا ہے کہ رحل و سمع و لقی المشائخ و جمع لنفسہ مشیختہ  
کتبہا و علقت منها فوائد (یعنی انھوں نے طلب حدیث میں رحلت کی، حدیث کا سماع کیا، مشائخ سے ملے  
اور اپنا شیخ جمع کیا جس کو میں نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے فوائد کو اخذ کیا ہے) مشیختہ کتاب ہے جس میں مولف اپنے  
شیوخ کے حالات اور ان کی مرویات و اجازات کو جمع کرتا ہے۔



خود ہم نے متعدد روایات کو دیکھا ہے کہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخبرین احادیث ہدایہ ان کے بارے میں بصراحت لکھتے ہیں کہ وہ ان کو نہ مل سکیں حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں کہ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے ہی تصریح کی ہے جس کی اصلی وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی ظاہر کیا ہو۔

امام اعظم کی طرح امام مالک کے تلامذہ بھی دینائے اسلام کے مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے تھے چنانچہ محدث خطیب بغدادی نے رواۃ مالک میں نو سو ترانوے اشخاص کو اور حافظ قاضی عیاض نے اپنی تصنیف میں کچھ اور ایک ہزار تین سو شخصوں کو بقید نسب نامہ بنام گنایا ہے اور امام مالک سے ہر ایک کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ امام مالک کے تلامذہ میں عبداللہ بن وہب المتوفی ۱۹۵ھ اور عبدالرحمن بن القاسم المتوفی ۱۹۱ھ اور شہب المتوفی ۲۰۴ھ بڑے پایہ کے مصنف گذرے ہیں۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن وہب نے ایک لاکھ حدیثیں زبانی روایت کی ہیں اور ان کی تصانیف میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں موجود ہیں اور اس پر کمال یہ ہے کہ حسب تصریح حافظ ابن عدی کی ایک حدیث بھی ان کی تصانیف میں منکر نہیں ملتی، موضوع اور ساقط الاعتبار کا تو ذکر کیا ہے۔ ابن القاسم کا شمار بھی حفاظ حدیث میں ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ امام مالک کی فقہ کے بھی سب سے بڑے راوی ہی ہیں۔

غرض ابھی دوسری صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ علم حدیث میں بکثرت تصانیف بدو نہ ہو کر شائع ہو چکی تھیں اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ نے تمام عالم اسلام کو فقہ و حدیث سے معمور کر دیا تھا اسی صدی میں فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی تدوین ان احادیث و آثار کی روشنی میں مکمل ہوئی کہ جن پر فقہاء صحابہ و تابعین اور ارباب باب فتوے کا عمل درآمد چلا آتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ امام بخاری و مسلم اور دیگر مصنفین صحاح ستہ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ارباب صحاح ستہ نے بھی بیشتر ان ہی دونوں اماموں کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے علم حدیث کی تحصیل کی ہے، چنانچہ خود امام ابن ماجہ کے متعلق بھی شیخ ولی الدین خطیب صاحب مشکوٰۃ نے الامکال میں بجائے ان کے شیوخ حدیث کا نام لینے کے صرف اس قدر لکھتے پر اکتفا کر کے کہ

سمع اصحاب مالک واللیث

انہوں نے امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگردوں حدیث سنی ہے۔ علم حدیث تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کو بڑی ترقی ہوئی اور اس فن کا ایک ایک شعبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ محدثین اور ارباب روایت نے (اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے) طلب حدیث میں بھر دیکھو پے سپر کیا اور دنیائے اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارا۔ ایک ایک شہر اور ایک ایک قریہ میں پہنچ کر تمام

۱۔ ملاحظہ ہو ترمذی، الممالک از حافظ سیوطی، ۲۔ بیان المحررین از شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۵ طبع مجتبائی دہلی۔



منتشر اور پراگندہ روایتوں کو یکجا کیا۔ مسند حدیثیں علیحدہ کی گئیں، صحت سند کا التزام کیا گیا، اسرار الرجال کی تدوین ہوئی، جرح و تعدیل کا مستقل فن بن گیا اور صحاح ستہ جیسی بیش بہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔

گذشتہ مولفین براہ راست مشاہیر تابعین یا کبار تبع تابعین کے شاگرد تھے بدین وجدان کو اسناد کے بارے میں تحقیقات کی بہت کم ضرورت پیش آتی تھی، لیکن اس صدی میں وسائط اسناد پہلے سے کئی گنے بڑھ گئے تھے لہذا اس دور کے محدثین کو تاریخ رجال کی طرف مستقل توجہ کرنی پڑی جس سے اسرار الرجال کا عظیم الشان فن مدون ہوا یہ کوئی معمولی کام نہ تھا ہر روایت کے سلسلہ اسناد میں جتنے لوگوں کے نام آئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی بابت یہ معلوم کرنا کہ کون تھا، کیسا تھا، کیا کرتا تھا، اس کا چال چلن کیسا تھا، سمجھ بوجھ کیسی تھی ثقہ تھا یا غیر ثقہ، عالم تھا یا جاہل، ذہین تھا یا غبی، حافظہ کیسا تھا، یادداشت کا کیا حال تھا، کہاں کا باشندہ تھا، کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، کہاں کہاں تحصیل علم کی، کن کن شیوخ سے ملا، کب پیدا ہوا اور کس وقت وفات پائی وغیرہ وغیرہ ملن جتنی امور کا پتہ چلانا کتنا کمشن کام تھا مگر محدثین کے ایک گروہ کثیر نے اس کام کے لئے اپنی عمریں وقف کر دیں شہر شہر پھیرے، گاؤں گاؤں میں پہنچے، راویوں سے خود جا کر ملے ان کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کئے، جس کی بدولت ہر روایت کے بارے میں اسناد کے اعتبار سے قوت وضعف، صحت و بطلان، اور اتصال و انقطاع کا فیصلہ کرنا آسان ہو گیا اور حدیث کے متعلق بہت سی نئی اصطلاحیں، مثلاً صحیح، حسن، عزیز، غریب، ضعیف، سند مرسل منقطع وغیرہ عالم وجود میں آئیں۔

اگلے علماء کے یہاں سند و مرسل اور صحیح و حسن کی کوئی تفریق نہ تھی وہ سب اقسام کو یکساں قابل محبت قرار دیتے تھے لیکن اس صدی کے شروع ہی میں ارباب روایت میں حدیث مرسل کے بارے میں اختلاف

لے۔ حدیث مرسل محدثین کی اصطلاح میں وہ کہلاتی ہے جس میں تابعی اپنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جو واسطہ ہے اس کو بیان کے بغیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے جیسا کہ عام طور پر سعید بن المسیب، کھول دشتی، ابراہیم نخعی، حسن بصری اور دیگر اکابر تابعین کا معمول تھا، پھر اگر راوی نے دور راویوں کے درمیان جو شخص واسطہ تھا اس کو چھوڑ دیا۔ مثلاً ایک شخص نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہجران نہ تھا قال ابو ہریرہ کہا تو ایسی روایت محدثین کے یہاں منقطع کہلاتی ہے اور جو ایک سے زیادہ واسطے حذف کر دیئے تو اسے "مفصل" کہتے ہیں اور فقہاء اور اصولیین کے یہاں ان سب صورتوں میں اس کو "مرسل" ہی کہا جاتا ہے کتاب التحقیق شرح حامی (مرسل کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کا فیصلہ حسب ذیل ہے:

والمراسیل قد تنازع الناس فی قبولها و ردھا و اصح الاقوال ان منها المقبول و المردود و منها الموقوف فمن علم من حاله انه لا یرسل الا عن ثقہ قبل مرسله و من عرف انه یرسل عن الثقہ و غیر الثقہ کان ارسالہ من ایتہ عن لا یعرف حاله فہذا موقوف، و ما کان من المراسیل منھا العالم انہ

مراسیل کے رد و قبول کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ ان میں قابل قبول بھی ہیں اور قابل رد بھی اور وہ بھی کہ جن کے بارے میں توقف سے کام لینا پڑے گا چنانچہ جس شخص کی بابت یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ثقہ کے علاوہ اور کسی سے ارسال نہیں کرتا اس کی مرسل قبول کی جائے گی اور جس کے بارے میں یہ پتہ چل گیا کہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)



پیدا ہو گیا بعض نے اس کو حجت تسلیم کرنے سے انکار کیا بعض نے اس کا درجہ مندر کے بعد رکھا اور بعض نے اس کو مندر پر ترجیح دی امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

ان التابعین اجمعوا باسروهم علی قبول المرسل تابعین سارے کے سارے مرسل کے قبول کرنے پر متفق تھے ولم یأت عنہم انکارہ ولا عن احد من الائمة بعدہم الی رأس المائتین۔ ۱۷

مصنفین صحاح میں امام مسلم نے اپنے مقدمہ صریح میں تصریح کی ہے کہ مرسل روایات حجت نہیں ہیں لیکن یہ ارباب صحاح کا متفقہ مسلک نہیں ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

فاذا لم یکن مسنداً ضد المرسل ولم یوجد جب مسند مرسل کے مخالف نہ ہو اور مسند موجود نہ ہو تو مسند فالمرسل یحتمل لیس ہو مثل المتصل مرسل سے احتجاج کیا جائے گا اور وہ قوت میں متصل کی طرح فی القوة۔ ۱۸

بلکہ حافظ ابو الفرج بن الجوزی نے اپنی مشہور کتاب التحقیق فی احادیث الخلاف میں اور محدث خطیب بغدادی نے الجامع فی آداب الراوی والسامع میں امام احمد بن حنبل سے یہاں تک نقل کیا ہے کہ ربما کان المرسل اقوی من المسند۔ ۱۹

مرسل کا انکار اگرچہ بعض ارباب روایت نے اپنے خیال میں احتیاط کے پیش نظر کیا تھا لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو متعدد مسائل میں جہاں مرسل کے علاوہ اور کوئی روایت مسند ان کے علم میں نہ تھی اگلے ائمہ سے اختلاف کرنا اور فقہاء مجتہدین سے ارباب ظواہر کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ تاخرین میں دارقطنی اور بیہقی بڑے نامور محدث گزرے ہیں مگر ان دونوں کی یہ کیفیت ہے کہ سند پر سند اور روایت پر روایت ذکر کرتے چلے جاتے ہیں اور اس کے ضعف کی ان کے پاس بجز اس کے کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اسے مرسل ثابت کریں یا موقوف کہیں۔

اس وقت تک مصنفین عام طور پر اپنی کتابوں میں ان ہی روایات کو جگہ دیتے تھے جو اہل علم میں متداول چلی آتی تھیں اس کا بھی اہتمام تھا کہ حدیث نبوی کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال بھی درج کئے جائیں لیکن اس دور میں یہ انداز بدل گیا اب ارباب روایت نے ہر نادر نشتے اور غیر متداول صحیفے کا کھوج لگایا تھا، حجاز

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۹۹) الثقات کان من وداو اذا کان المرسل من وحمین کل من الراویین اخذ العلم عن شیوخ اخر فہذا یدل علی صدقہ فان مثل ذلک لا یتصور فی العادة تماثل الخطاء فیہ وتعمد الکذب۔

(منہاج السند ۴ ص ۱۷۱) (حاشیہ صفحہ ۱۹۹) ۱۷ یتیمہ الامی از حافظ قاسم بن قطوبغا ص ۲۷۔ ۱۸ رسالۃ ابی داؤد ص ۵۔

۱۹ شرح نقایہ از محدث ملا علی قاری ج ۱ ص ۲۰ طبع ہند۔



عراق، شام اور مصر جملہ بلاد اسلامیہ کے افراد و غرائب، خاص خاص خاندانوں کی تحریری یادداشتیں جن کی روایت اسی خاندان میں محدود و مختصر تھی، اسی طرح کسی غیر مشہور صحابی کی کوئی روایت جس کو ان سے صرف ایک آدمہ شخص روایت کرتا چلا آتا تھا۔ غرض تمام پریشان اور غیر متداول روایات اس عہد میں ہر طرف سے جمع کر لی گئی تھیں طرق و سائید کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بعض وقت تلاش و تتبع سے ایک ایک روایت کی سوسو بلکہ اس سے بھی زیادہ اسنادیں مل جاتی تھیں اس طرح تمام اقاہیم کا علم روایت جواب تک خاص خاص سینوں یا سفینوں میں منتشر اور پراگندہ تھا اس صدی میں محدثین کی کوششوں سے یکجا ہو گیا تھا۔

ان غرائب و افراد اور نوادر آثار کے جمع ہو جانے پر بہت سی ایسی روایات سامنے آئیں کہ جن پر صحابہ و تابعین اور سلف مجتہدین کا عمل نہ تھا۔ محدثین کی ایک جماعت جو درایت سے زیادہ روایت پر زور دیتی تھی ان روایات کی صحت پر مصر تھی ان کا خیال تھا کہ صحیح سند سے ایک چیز کے ثابت ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنے میں چون و چرا کرنا دیدہ و دانستہ حدیث کی مخالفت کرنا ہے۔ ادھر عام اہل فتوے ایسی روایات کو سلف کے عدم تعامل و عدم توارث کی بنا پر شاذ اور متروک العمل سمجھتے تھے ارباب روایت کا بڑا زور اس بات پر تھا کہ علماء و صحابہ و تابعین ہمیشہ مسئلہ کے متعلق حدیث نبوی کی تلاش کرتے رہے ہیں ہاں حدیث نہ ملتی تو مجبوراً دوسرے استدلالات سے کام لیتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ان کا یہ دستور رہا ہے کہ اگر اسی مسئلہ میں آئندہ چل کر انھیں کوئی حدیث مل جاتی تو وہ اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے لہذا صحابہ و تابعین کا کسی حدیث پر عمل نہ کرنا اس کی علت قاصرہ نہیں بن سکتا۔ اس نظریہ کی وجہ سے محدثین اور ارباب روایت کے ایک گروہ نے ایسی تمام روایات کو معمول بہ قرار دیا اور ان مسائل میں سلف مجتہدین سے بالکل الگ رائے قائم کی اور صحابہ و تابعین کے جو فتاوے ان روایات کے خلاف ملے انھیں تسلیم نہ کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ ہمدرد جال و غن رجال (وہ بھی مرد تھے اور ہم بھی مرد ہیں یعنی جس طرح انھیں اجتہاد کا حق تھا، میں بھی ہے)۔

مثلاً قلین کی حدیث اگلے طبقہ میں شائع نہ تھی اس دور میں اس کی اشاعت ہوئی اور بعض ارباب روایت نے اپنے مذہب کی بنا پر اسی حدیث پر بھی لیکن جن علماء کے سامنے سلف کا تعامل تھا انھوں نے اس کو شاذ اور متروک العمل قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مثالہ حدیث قلین فانہ حدیث صحیحہ اس کی مثال قلین کی حدیث ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مروی بطریق کثیرۃ معظمہا ترجع الی الولید بہت سے طریقوں سے مروی ہے جو بیشتر اس سلسلہ سند پر تھیں

اسلہ افراد فرد کی جمع ہے، فرد اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی روایت کسی خاص فرد یا کسی خاص مقام کے افراد کے ساتھ مخصوص و مختصر ہو۔ اسلہ غرائب غریب کی جمع ہے۔ غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ سند میں کہیں نہ کہیں ایک راوی ہو۔ اسلہ وہ حدیث اس طرح ہے کہ جب پانی دو قلعہ ہو تو بخش نہیں ہوتا، قلعہ بضم قاف و تشدید لام متعدد معانی میں مشتمل ہے جو لوگ اس روایت پر عمل کرتے ہیں وہ اس سے بڑا مکام مراد لیتے ہیں جس میں پانچ سو ظل یعنی سو اچھ من پختہ پانی آئے اور بعض کہتے ہیں کہ جس میں دو یا زیادہ مشکیں سما سکیں۔



بن کثیر عن محمد بن جعفر بن الزبير عن  
عبد الله او محمد بن عباد بن جعفر عن عبد الله  
بن عبد الله كلاهما عن ابن عمر ثم تسجبت  
الطرق بعد ذلك وهذا ان وان كانا من الثقات  
لكنهما ليسا ممن وسد اليهم الفتوى وعول  
الناس عليهم فلم يظهر المحدث في عصر  
سعيد بن المسيب ولا في عصر الزهري و  
لم يمش عليه المالكية ولا الحنفية فلم  
يحملوا به۔ لہ

ہوتے ہیں ولید بن کثیر، محمد بن جعفر بن زبیر سے وہ عبد اللہ  
سے یا ولید سے، محمد بن عباد بن جعفر سے وہ عبد اللہ بن  
عبد اللہ سے پھر عبد اللہ اور عبد اللہ دونوں حضرت ابن عمر  
رضی اللہ عنہما سے پھر اس سند کے بعد اس کے بہت سے طریقے  
شاخ در شاخ پھیلے اور عبد اللہ و عبد اللہ اگرچہ یہ دونوں ثقا  
ت میں سے ہیں لیکن ان علماء میں نہیں کہ جن پر فتویٰ کا مدار اور  
لوگوں کا مدار اور لوگوں کا اعتماد تھا اس وجہ سے یہ حدیث  
نہ سعید بن المسيب کے عہد میں ظاہر ہوئی اور نہ زہری کے  
زمانہ میں اور نہ اس پر مالکیہ ہی چلے اور نہ حنفیہ چنانچہ ان  
سب لوگوں نے اس پر عمل نہ کیا۔

علامہ ابن القیم نے تہذیب سنن ابی داؤد میں اس حدیث کے متروک العمل ہونے پر بڑی سیر حاصل  
بحث کی ہے اور بہت سے دلائل سے اس کا ناقابل قبول ہونا بیان کیا ہے چنانچہ اس کے شذوذ پر بحث کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں:

واما الشذوذ فان هذا حديث فاصل  
بين المحلل والمحرام والطاهر والنجس  
وهي في المياه كاللاوسق في الزكوة والنصب  
في الزكوة فكيف لا يكون مشهوراً شائعاً  
بين الصحابة ينقله خلف عن سلف لشدة  
حاجتنا لامتاليه اعظم من حاجتهم الى  
نصب الزكوة فان اكثر الناس لا تجب عليهم  
زكوة والوضوء بالماء الطاهر فرض على كل  
مسلم فيكون الواجب نقل هذا الحديث  
كنقل نجاسة البول ووجوب غسله ومن  
المعلوم ان هذا لم يروه غير ابن عمر ولا  
عن ابن عمر غير عبد الله وعبد الله فاین نافع  
وسلم وایوب وسعيد بن جبیر واین اهل  
المدينة وعلماء وھم عن هذه السنة التي خرجھا

رہا شذوذ سو یہ حدیث حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک کا  
فیصلہ کرنے والی ہے اور پانیوں کے بیان میں اس کی وہی  
حیثیت ہے جو زکوٰۃ کے سلسلہ میں اوسق اور مختلف اضافہ  
زکوٰۃ کی ہے پھر کیوں یہ حدیث صحابہ میں مشہور اور شائع  
نہیں ہوئی کہ خلف اس کو سلف سے نقل کرتے چلے آتے  
حالانکہ امت کو نصابائے زکوٰۃ سے بھی بڑھ کر اس کی شدید  
حاجت ہے کیونکہ زکوٰۃ تو اکثر لوگوں پر فرض نہیں ہوتی لیکن پاک  
پانی سے وضو کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے پس اس حدیث کا نقل  
کرنا اسی طرح واجب قرار پاتا ہے جس طرح کہ پیشاب کی نجاست  
اور اس کے دھونے کی فرضیت کا نقل کرنا اور یہ بات معلوم  
ہے کہ اس حدیث کا بخیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے او  
ان سے بخیر عبد اللہ اور عبد اللہ کے اور کوئی راوی نہیں ہے  
پھر نافع، سالم، ایوب اور سعید بن جبیر کدھر چلے گئے اور  
اہل مدینہ اور ان کے علماء اس سنت سے کہ جس کا کاس

لہ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء۔ لہ اوسق جمع ہے وسق کی  
وسن ایک پیالہ ہے جو ساتھ صلح کا ہوتا ہے اور ایک صلح آٹھ رطل کا۔



من عندهم وهم اليها احوح الخلق لعزة الماء  
عندهم ومن البعيد جدا ان يكون هذه  
السنة عند ابن عمر ونخفي على علماء اصحابه  
واهل بلد تم ولا يذهب اليها احد منهم  
ولا يرونها ويرونها بينهم ومن انصف  
لم يخف عليها متناع هذا فلو كانت هذه  
السنة العظيمة المقدار عند ابن عمر كان  
اصحابه واهل المدينة اقول الناس بها و  
ارجاهم لها، فاي شذوذ وغباء من هذا  
وحيث لم يقل بهذا التوحيد احد من  
اصحاب ابن عمر انه لم يكن فيه عنده  
سنة من النبي صلى الله عليه وسلم فهذا  
وجه شذوذ.

لہ

\* \*

+

ان ہی کے یہاں سے کہاں غافل ہو گئے حالانکہ خلق اللہ میں  
اس سنت کی سب سے زیادہ احتیاج ان ہی کو تھی کیونکہ پانی  
کی ان کے یہاں بڑی قلت تھی اور یہ بات بالکل بعید ہے  
کہ یہ سنت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی اور  
ان کے اصحاب میں اور ان کے شہر میں جو اہل علم تھے ان ہی سے  
مخفی رہتی اور ان میں سے کوئی بھی اس سنت کی طرف نہ جانا  
اور نہ وہ لوگ اس کو روایت کرتے اور نہ آپس میں اس کا چرچا  
کرتے حالانکہ جو شخص بھی انصاف سے کام لے گا اس پر اس بات  
کا ناممکن ہونا مخفی نہ رہے گا پس یہ سنت عظیم المرتبت اگر حضرت  
ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی تو ان کے اصحاب اور اہل مدینہ  
سب لوگوں سے زیادہ اس کے قائل ہوتے اور سب سے زیادہ  
اس کو روایت کرتے، سو اس سے بڑھ کر اور کیا شذوذ ہو سکتا ہے  
اور جبکہ اصحاب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی ایک فرد بھی اس  
تحدید کا قائل نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما  
کے پاس اس بارے میں کوئی سنت آنحضرت کی موجود نہ تھی  
اور یہ اس روایت کے شاذ ہونے کا بیان ہے۔

قلتین کی طرح سے آئین بالجہر کی حدیث بھی ہے چنانچہ محدث دارقطنی اس کو اپنی سنن میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:  
قال ابو بکر هذه سنة تضر دجها اهل  
الكوكة۔  
ابوبکر (عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی) کا بیان ہے کہ یہ وہ سنت  
ہے جس کی روایت صرف اہل کوفہ نے کی ہے۔

اور اس پر ستر ادیکہ کہ خود علما اہل کوفہ میں سے کسی کا اس روایت پر عمل بھی نہیں ہے، اسی طرح "خارج مجلس" کی  
حدیث کہ نہ اس پر فقہاء سبعہ نے عمل کیا ہے اور فقہاء کوفہ نے اور حدیث "مصرۃ" کہ نہ اس پر امام اعظم  
کا عمل ہے نہ امام مالک کا اور دوسری وہ تمام روایات کہ جن پر عہد صحابہ و تابعین میں ائمہ فتویٰ کا عمل نہ تھا  
ان سب روایات کے بارے میں فقہاء اور ارباب روایت کا نقطہ نظر بالکل جدا جدا تھا۔ فقہاء ان تمام روایات کو

لے تہذیب سنن ابی داؤد ص ۸۵ لغایت ۸۷ طبع انصاری دہلی پر حاشیہ غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد۔  
۱۷ وہ حدیث یہ ہے کہ: بائع اور مشتری دونوں کو اس وقت تک فیخ معاملہ کا اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں۔  
اس روایت کی بنا پر بیاب و قبول اور بیع کے تمام ہو جانے کے بعد جب تک بائع و مشتری ایک جگہ بیٹھے ہیں بیع فیخ کی جاسکتی ہے  
۱۸ مصرۃ وہ دودھ کا جانور ہے کہ جس کا دودھ چند وقت نہ دو ہا جائے تاکہ خریدار یہ دیکھ کر کہ یہ جانور بہت دودھ والا  
ہے دھوکا کھا کر زیادہ قیمت دیدے۔ اور حدیث مصرۃ یہ ہے کہ جو کوئی ایسا جانور خریدے وہ اس کے دوہنے کے بعد  
اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اس کو رکھے اور چاہے واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صلح خرابا بائع کو دے۔ یہ ایک  
صلح خرابا اس دودھ کا عوض ہے جو مشتری نے نکالا ہے۔



تعالیٰ و توارث سلف کی روشنی میں جانچتے تھے اور ارباب روایت صرف صحت سند پر مدار رکھتے تھے۔  
شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں:

اتفاق سلف و توارث ایشاں اصل عظیم است در فقہ۔

اور الانصاف میں ارباب روایت کا طرز عمل یہ بتلاتے ہیں:

فاذلہ یجد فی کتاب اللہ اخذ وابستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
صلى الله عليه وسلم سواء كان مستفيضاً دائراً بين عليه وسلم کی حدیث کو لیتے خواہ وہ حدیث مشہور اور فقہاء میں

لکھ چنانچہ اکابر علماء کی تصریح اس باب میں حسب ذیل ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں:

اذا جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم حدیثان مختلفان وبلغنا ان ابابکر وعمر وعلاء باحد الحديثين وتركوا الآخر كان ذلك دليلاً على ان الحق فيما عملا به  
جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف حدیثیں آئیں اور ہمیں یہ بات پیچھے کہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ایک پر عمل کیا ہے اور دوسری کو چھوڑ دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ جس روایت پر انھوں نے عمل کیا وہی صحیح ہے۔

اور محدث خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں امام ممدوح سے نقل کرتے ہیں کہ

لو كان هذا الحديث هو المعمول به، لعملت به الامم ابو بكر وعمر وعثمان بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلي الامام قاعداً ومن خلفه قعوداً۔  
اگر یہ حدیث معمول بہ ہوتی کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو جو اس کے پیچھے ہیں وہ بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے ائمہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ضرور عمل کرتے۔

اور امام ابو داؤد سجستانی، اپنی سنن میں لکھتے ہیں:

اذ اتنازع الخبران عن النبي صلى الله عليه وسلم ينظر بما اخذ به اصحابه۔ (باب الحمم حميد المحرم)  
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف روایتیں آئیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا۔

اور امام ابوبکر جصاص، احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

متى ترى عن النبي صلى الله عليه وسلم خبران متضاحان وظهر عمل السلف بأحدهما كان الذي ظهر عمل السلف بما دلت بالاثبات (ج ۱ ص ۱۷)  
جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو متضاد خبریں روایت کی جائیں اور ان میں سے ایک پر سلف کا عمل ظاہر ہو تو جس روایت پر سلف کا عمل ظاہر ہوگا اسی کا ثبوت اولیٰ ہے۔

اور علامہ محقق کمال الدین بن الہمام، شرح ہدایہ میں رقمطراز ہیں:

وما يصحهم الحديث عمل العلماء على وفقه۔ (فتح القدير شرح ہدایہ، قبیل باب ايقاع الطلاق)  
اور جن امور کی بنا پر حدیث کی تصحیح کی جاتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علماء اس حدیث کے موافق عمل کریں۔

حضرت الاستاذ مولانا حمید حسن خاں صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء نے تعالٰیٰ سلف کی حجیت پر ایک نہایت قیمتی اور نفیس رسالہ عربی زبان میں قلمبند فرمایا ہے جس کو ہم نے مانس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ میں تمام و کمال نقل کر دیا ہے۔ ۷ ص ۸۵ ج ۲ طبع بریلی۔



الفقهاء او يكون مختصا باهل بلد او باهل بيت  
او بطريق خاصة، وسواء عمل بالصواب والفقهاء  
اولم يعملوا بموتى كان في المسئلة حديث  
فلا يتبع فيه خلاف اثر من الاثار ولا اجتماع  
احد من المجتهدين (باب اسباب اختلاف الفقهاء)  
در سائر ہوتی یا کسی شہر یا کسی خاندان یا کسی خاص طریقہ سے  
مخصوص ہوتی اور خواہ اس پر صحابہ اور فقہاء کا عمل ہوتا یا نہ ہوتا،  
اور جب تک مسئلہ میں کوئی حدیث موجود ہوتی اس وقت تک  
اس مسئلہ کے خلاف نہ آثار میں سے کسی اثر کی پیروی کی جاتی اور  
نہ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے اجتہاد کی۔

غرض یہ وہ وجہ ہیں کہ جن کی بنا پر متقدمین میں اور اس دور کے بعض ارباب روایت میں بہت سی احادیث  
کی تصحیح و تضعیف کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا۔ اسباب ظواہر نے اپنے مذہب کی بنا اسی عہد کی تحقیقات پر رکھی  
لیکن محققین کے نزدیک اس بارے میں صدر اول کا فیصلہ معتبر ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت  
الموسوم بہ النج القویم فی شرح الصراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

ونیز حکم پر صحت و ضعف احادیث در زبان متاخر  
بر خلاف زبان سابق است چه می تواند کہ حدیث در زبان  
ایشان صحیح باشد بسبب اجتماع شرائط صحت و قبول  
در رواۃ کہ واسطہ بودند میان ایشان و حضرت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس ازاں از جهت  
رواۃ دیگر کہ بعد ازاں آمدند ضعف پیدا شد از حکم  
متاخرین محدثین ضعف حدیثی لازم نیاید ضعف و  
در زبان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مثلاً و این نکتہ ظاہر است  
و از کلامی کہ بعض محققین ذکر کردہ اند کہ حکم بتواتر و  
شہرت و وحدت حدیث معتبر در صدر اول است  
والا بسا احادیثی کہ در اں وقت از احاد بودہ و بعد  
از اں بوجہ کثرت طرق برواج این علم و کثرت  
طالبان و جامعان کہ بعد ازاں پیدا شدہ بر تہ  
شہرت رسیدہ باشد استینا سے باین معنی  
توان یافت۔

اور زبان متاخرین حدیثوں کی صحت و ضعف کا حکم زبان  
سابق سے جدا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث متقدمین  
کے زمانہ میں صحیح ہو بسبب اس کے کہ ان راویوں میں جو متقدمین  
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ تھے صحت  
قبول کے شرائط جمع تھے اور بعد کو دوسرے راویوں کی وجہ  
کہ جو ان کے بعد آئے اس میں ضعف پیدا ہو گیا، پس متاخرین  
محدثین کے کسی حدیث پر ضعف کا حکم لگانے سے لازم نہیں  
آتا کہ وہ حدیث مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں بھی  
ضعیف ہی ہو اور یہ نکتہ ظاہر ہے اور بعض محققین کے اس  
بیان سے بھی جو انھوں نے ذکر کیا ہے کہ حدیث کے تواتر  
شہرت اور وحدت کے بارے میں صدر اول کا حکم معتبر ہے  
ورنہ بہت سی وہ حدیثیں کہ جو اس زمانے میں احاد تھیں اور  
بعد کو ان کے بہت سے طریقوں کے وجود میں آ جانے کے باعث  
کہ جو زمانہ مابعد میں اس علم کے رواج پانے اور طالبین و موفین  
کی کثرت ہو جانے سے پیدا ہو گئے شہرت کے درجہ پر  
جا نہیں گئی۔ اس بات پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۷

بہر حال اس دور میں جمع روایات، تنقید احادیث، اصول روایت اور امتیاز مراتب کے سلسلہ میں بہت  
سی ایسی نئی چیزیں پیدا ہوئیں کہ جس کی بنا پر اس دور کے مصنفین کو حدیث کی تدوین اپنے اپنے ذوق کے مناسب  
نئے انداز سے کرنی پڑی، گذشتہ مؤلفین حدیث نبوی کے پہلو پہلو آثار صحابہ و تابعین کو بھی درج کرتے تھے



اس عہد میں حدیث کو آثار سے علیحدہ کر کے مسند احادیث کے جمع و استقصاء کا اہتمام کیا گیا چنانچہ ہر راوی کی تمام پریشان اور غیر مرتب روایتیں یکجا کی گئیں اور مسانید کی تصنیف کا آغاز ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں دوسری صدی کے مشاہیر مصنفین علم حدیث کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

الی رأی بعض الأئمة منهم ان یفر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصة وذلك علی رأس المائتین فصنف عبید اللہ بن موسی العباسی الکوفی مسنداً وصنف مسدد بن مسرہد البصری وصنف اسد بن موسی الاعموی مسنداً وصنف نعیم بن حماد الخزازی نزیل مصر مسنداً، ثم اکتفی الأئمة بعد ذلك اثرهم فقلّ امام من الحفاظ الا وصنف حدیث علی المسانید کالامام احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ وعثمان بن ابی شیبہ وغیرہم من النبلاء ومنہم من صنف علی الابواب وعلی المسانید معاً کابن ابی شیبہ۔

یہاں تک کہ بعض ائمہ حدیث کی یہ رائے ہوئی کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حدیثوں کو مستقل طور پر علیحدہ جمع کیا جائے اور یہ سنہ ۱۰۰ کے ختم پر ہوا چنانچہ عبید اللہ بن موسی عیسیٰ کوفی، مسدد بن مسرہد بصری، اسد بن موسی اعموی، اور نعیم بن حماد خزازی نزیل مصر نے ایک ایک مسند تصنیف کی، پھر اور ائمہ بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلے اور حفاظ حدیث میں شکل ہی سے کوئی امام رہا ہو گا کہ جس نے اپنی احادیث کو مسانید پر مرتب نہ کیا ہو، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ اور ان جیسے دیگر اکابر نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، اور بعض محدثین نے جیسے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں ابواب و مسانید دونوں عنوانوں پر کتابیں لکھیں۔

ابواب و مسانید کا فرق یہ ہے کہ ابواب میں احادیث کو باب وار مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہے مثلاً نماز کی علیحدہ، روزہ کی علیحدہ، زکوٰۃ کی علیحدہ اور مسانید میں ہر صحابی کی جملہ مرویات کو بلا لحاظ مضمون یکجا ذکر کرتے ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات آئی ہیں بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ روزہ سے متعلق ہیں یا نماز سے یا کسی اور امر سے "مسند ابی بکر الصدیق" کے زیر عنوان یکجا لکھ دی جائیں گی۔ یہ فرق تو طرز تصنیف کے اعتبار سے تھا لیکن غور کیجئے تو روایات کے اعتماد و استناد کے لحاظ سے بھی ان دونوں طریقوں میں نمایاں امتیاز نظر آئے گا۔ مصنفین ابواب کے پیش نظر وہ روایات ہوتی ہیں جن کا تعلق عمل یا عقیدہ سے ہوتا ہے اس لئے وہ عموماً ان روایات کو ذکر کرتے ہیں جو احتجاج یا استہاد کے قابل ہوں اس کے برخلاف مصنفین مسانید کا کام صرف روایات کا جمع کر دینا ہے۔ اس لئے وہ اس بندش سے آزاد ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں صحیح غیر صحیح ہر طرح کی روایات کا انبار نظر آئے گا۔ محدث حاکم نیشاپوری، المدخل فی اصول الحدیث میں لکھتے ہیں:

"ابواب و تراجم (مسانید) کا فرق یہ ہے کہ تراجم کی صورت میں شرط یہ ہے کہ مصنف یوں عنوان کرے ذکر ماورد عن ابی بکر الصدیق عن یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔



وارد ہوئی ہیں ان کا بیان۔

پھر دوسرا عنوان یہ ہوگا،

ذکر ما فی قیس بن ابی حازم عن یعنی قیس بن ابی حازم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں کی ہیں ان کا بیان۔

اس صورت میں مصنف کے لئے لازمی ہے کہ قیس کے واسطے سے جس قدر روایات حضرت ابوبکر صدیق سے مل جائیں ان سب کی تخریج کرے قطع نظر اس کے کہ وہ صحیح ہوں یا منہج۔

لیکن مصنف ابواب اس طرح عنوان قائم کرتا ہے،

ذکر ما صحیح وثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ یعنی طہارت یا نماز یا دیگر عبادات کے بارے میں وسلم فی ابواب الطہارة او الصلوة او غیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح وثابت ہو ذلك من العبادات۔

اس کا ذکر

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل النفع بزوائد رجال الائمة الاربعہ میں ارقام فرماتے ہیں،

اصل وضع التصنيف للحديث على الابواب ان يقتصر فيه على ما يصلح للاحتجاج او الاستشهاد بخلاف من رتب على المسانيد فان اصل وضعه مطلق الجعم۔

۵۲

صرف جمع روایات ہے۔

بات یہ ہے کہ اہل تراجم یعنی مصنفین مسانید و معاجم کا مقصد چونکہ تمام بکھری ہوئی روایات اور پرانہ حدیثوں کا جمع و استقصا ہے اس لئے ایک صحابی اور ایک شیخ کی جتنی روایتیں ان کو مل جاتی ہیں وہ ان کو مسند اور معجم میں جمع کر دیتے ہیں اور چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر راوی کی ہر روایت صحیح سند ہی سے منقول ہوتی چلی آئے اس لئے جس طریقہ اور جس سند سے بھی وہ روایت ان کو پہنچتی ہے وہ اسے مع اسناد نقل کر دیتے ہیں یہیں وجہ صرف صحیح روایات کی تدوین ان کے موضوع تالیف سے خارج اور ان کی شرط تصنیف کے منافی ہے ان کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ تمام کچا کچا، صحیح غیر صحیح، قوی غیر قوی، قابل قبول اور ناقابل قبول ہر طرف سے تلاش اور جستجو کر کے فراہم کر دیا جائے تاکہ کوئی روایت مدون ہونے سے رہنے نہ پائے اور جب یہ سارا ذخیرہ یکجا ہو کر سامنے آجائے تو اہل فن اصولی تنقید اور قواعد روایت کے مطابق ان تمام روایات کی جانچ پڑتال کر کے ہر روایت کے بارے میں صحیح رائے قائم کر سکیں، کتب مسانید و معاجم درحقیقت طسوق و اسانید کا بیش بہا دفتر ہیں جن سے حدیث کی قوت و ضعف کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ روایت صحت سے کس معیار پر ہے اور اس کی سند کے کتنے طریقے صحیح اور کتنے ضعیف ہیں اور اگر ضعیف ہے تو کیا اس قسم کا ہے کہ چند طریقوں کے ملا لینے سے جائز ہوتا ہے اور حدیث کو قابل استناد بنا دیتا ہے



مثلاً ایک حدیث کئی اسنادوں سے مروی ہے اور ہر اسناد میں ایک ایسا راوی موجود ہے کہ جس پر حافظہ کی کمی کا الزام ہے اس لئے کیا یہ ممکن ہے کہ اس کے جملہ طرق کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ ان میں سے ہر ایک میں جو علیحدہ علیحدہ حافظہ کی کمی تھی وہ ان سب کے متفقہ بیانات سے پوری ہوگئی، اور اسی طرح اگر وہ حدیث صحیح ہے تو کیا وہ غرائب و افراد میں سے ہے یا تعدد طرق کی بنا پر اسے شہرت کا درجہ حاصل ہے یا اسے صرف عزیز کہا جائے گا۔

غرض اب تک ابواب پر تصنیف کا رواج تھا۔ اب مسانید مرتب ہوئیں، محدث حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

”یہ مسانید جہاں اسلام میں تصنیف ہوئیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مرویات ہیں ان کا سلسلہ سند مضبوط اور مجروح ہر قسم کے رواۃ پر مشتمل ہے جیسے مسند عبد اللہ بن موسیٰ اور مسند ابی داؤد سلیمان بن داؤد طرابلسی۔ یہ دونوں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں تراجم رجال پر مسندیں تصنیف کیں، ان دونوں کے بعد احمد بن حنبل، اسحق بن ابراہیم خطیب، ابو خیمہ زہیر بن حرب، اور عبد اللہ بن عمر قواریری نے مسانید لکھیں، پھر تو کثرت سے تراجم رجال پر مسانید کی تخریج ہوئی، اور ان سب کے جمع کرنے میں صحیح و سقیم کے امتیاز کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا“۔

حاکم نے ذرا سختی کی اور سب مسانید کے بارے میں ایک عام حکم لگا دیا بلاشبہ اکثر کتب مسانید کا یہی حال ہے تاہم بعض ائمہ نے مسانید کی تدوین میں بھی انتخاب سے کام لیا ہے اور حتی الوسع قابل استناد روایات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

مسند اسحق بن راہویہ | چنانچہ علامہ سیوطی، تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

واسمحق یخرج امثل ما ورج عن ذلك الصحابی اور اسحق بن راہویہ جیسا کہ ابوزرعہ رازی نے ذکر کیا ہے۔  
فیما ذکر ابو زرعة الرازی ۴۵

مسند امام احمد | بلکہ امام احمد کا تو یہ ارادہ تھا کہ اپنی مسند کو صحیح حدیثوں کا اتنا بڑا مجموعہ بنا دیا جائے کہ اگر کبھی علماء میں کسی حدیث کی بابت کوئی اختلاف رونما ہو تو یہ کتاب اس روایت کے استناد و عدم استناد میں دستاویز کا کام دے سکے چنانچہ امام ممدوح کے صاحبزادے عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ

قلت لا بی لم کرهت و صنع الکتاب وقد عملت المسند فقال عملت هذا الکتاب اماما اذا اختلف الناس فی سنة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم رجع الیه میں نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ آپ کتابوں کی تصنیف کو کیوں ناپسند فرماتے ہیں حالانکہ آپ نے خود بھی مسند تالیف کی ہے فرمانے لگے کہ میں نے تو اس کتاب کو امام بنایا ہے کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت میں اختلاف کریں تو اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۳

۴۵ المدخل فی اصول الحدیث ص ۴۴ طبع حلب۔ ۴۶ تدریب الراوی ص ۵۷ طبع مصر ۱۳۳۰ھ۔ ۴۷ خصائص المسند از حافظ ابو موسیٰ مدینی ص ۸ طبع مصر ۱۳۳۰ھ



اور آپ کے برادر زادہ جنبل بن اسحق کہتے ہیں کہ

جمعاً عمنی لی ولصالح ولعبد اللہ وقرأ علینا  
المسند وسمعہ منہ تأمناً غیرنا وقال لنا  
هذا کتاب قد جمعتہ وانتقیتہ من اکثر  
من سبع مائة الف وخمسين الفاً قمأ  
اختلف المسلمون فیہ من حدیث  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارجعوا الیہ  
فان وجدتموہ فیہ والا فلیس بحجة -

۱۷

عم مختزم (امام احمد) نے مجھے اور (اپنے دونوں صاحبزادگان)  
صلح اور عبد اللہ کو جمع کر کے ہمارے سامنے مسند کی قرارت  
کی، ہمارے سوا اور کسی نے آپ سے اس کتاب کو یہ تمام و  
کمال نہیں سنا ہے اور پھر ہم سے فرمایا کہ اس کتاب کو میں نے  
ساتھ سات لاکھ سے زائد روایتوں سے انتخاب کر کے جمع  
کیا ہے سور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث میں مسلمانوں  
کا اختلاف ہو تم اس کتاب کی طرف رجوع کرو اگر اس میں وہ  
روایت مل جائے تو فہا ورنہ وہ حجت نہیں۔ ۱۷

۱۷ مناقب احمد از ابن جوزی ص ۱۹۱ و ۱۹۲ طبع مصر ۱۳۳۹ وخصائص المسند ص ۹ - ۱۷ یاد رہے کہ یہ تعداد  
متون احادیث کی نہیں بلکہ طرق و اسانید کی ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین  
میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ ۱۷ امام مہدوح کے اس قول کی مختلف توجہیں کی گئی ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔  
هذا القول منه علی غالب الامر والا فلنا  
احادیث قویہ فی الصحیحین والمسند والاکجزاء  
ماھی فی المسند، وقد رآہ تعالیٰ ان الامام قطع  
الرأیة قبل تہذیب المسند، وقبل وفاتہ بثلاث  
عشرة سنة فتجد فی الکتاب اشياء مکررة،  
ودخول مسند فی مسند وسند فی سند، وهو  
نادر۔

(المصعد الاحمد فی ختم المسند للامام احمد ص ۲۱)  
اور حافظ شمس الدین محمد جزری لکھتے ہیں:  
واما قوله "فما اختلف فیہ من الحدیث  
رجع الیہ والا فلیس بحجة" یرید اصول  
الاحادیث وهو صحیح فأنہ ما من حدیث  
غالب الا ولما صل فی هذا المسند، والله  
تعالیٰ اعلم (المصعد الاحمد ص ۲۱)  
اور شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین میں ارقام فرماتے ہیں کہ  
امام موصوف کی مراد ان ہی احادیث سے ہے کہ جو شہرت  
یا تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں ورنہ بہت سی مشہور  
صحیح حدیثیں ہیں کہ جو ان کی مسند میں نہیں ہیں۔

امام موصوف کی مراد ان ہی احادیث سے ہے کہ جو شہرت  
یا تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں ورنہ بہت سی مشہور  
صحیح حدیثیں ہیں کہ جو ان کی مسند میں نہیں ہیں۔  
(ص ۲۰ طبع مجتبائی دہلی)



بلاشبہ یہ کتاب ایسی ہی ہوتی لیکن کارکنانِ قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا ابھی مسند شہ بنکیمیل ہی تھی کہ امام ممدوح نے سفر آخرت اختیار کیا اور کتاب کا مسودہ متفرق اجزاء و اوراق میں باقی رہ گیا۔ حافظ ابو الخیر شمس الدین جزیری، المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد میں لکھتے ہیں:

ان الامام احمد شرع فی جمع هذا المسند فكتبه فی اوراق مفردة، و فرقت فی اجزاء مفردة علی ما تكون المسودة ثم جاء حلول المنية قبل حصول الامنية فبادر بانماعه لا ولادة و اهل بيته و مات قبل تنقيحه و تهيئته فبقى علی حاله۔

امام احمد نے اس مسند کو جمع کرنا شروع کیا تو اس کو علیحدہ علیحدہ اوراق میں لکھا اور جدا جدا اجزائیں الگ الگ رکھا جس طرح سے کہ مسودہ ہوا کرتا ہے پھر حصول مقصد سے پہلے آپ کی وفات واقع ہو گئی، آپ نے اس کتاب کو اپنی اولاد اور اہل خاندان کو سنانے میں بڑی عجلت سے کام لیا اور اس کی تنقیح و تہذیب سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئے اور کتاب اسی حال میں رہ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کتاب کے اس قدر ضخیم ہونے کے کہ اس میں چالیس ہزار حدیثیں آگئی ہیں پھر بھی احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث میں لکھتے ہیں:

ان الامام احمد قد فاتہ فی کتابہ هذا مع انه لا یوازیه کتاب مسند فی کثرته و حسن سیاقہ احادیث کثیرة جدا بل قد قیل انه لم یقع له جماعة من الصحابة الذین فی الصحیحین قریبا من مائتین۔

امام احمد سے اپنی اس کتاب میں باوجود اس امر کے کہ کوئی اور مسند کثرتِ روایات اور حسنِ ادا میں اس کا مقابلہ نہیں کرتی پھر بھی نہایت کثرت سے حدیثیں چھوٹ گئی ہیں بلکہ بیان کیا گیا ہے کہ جماعت صحابہ میں دو سو کے قریب ایسے حضرات کی روایتیں اس میں موجود نہیں ہیں کہ جن سے خود صحیحین میں حدیثیں منقول ہیں۔

اسی طرح بعض غیر صحیح حدیثیں بھی کتاب میں داخل ہو گئی تھیں جن میں سے بعض کو خود امام ممدوح نے بھی مسودہ میں قلمزدار کیا تھا چنانچہ حافظ ابو موسیٰ مدنی نے خلاص المسند میں ان میں سے بعض روایات کی نشاندہی بھی کی ہے اسی بنا پر علماء میں یہ امر زیر بحث ہے کہ آیا اب بھی مسند میں کوئی موضوع روایت موجود ہے یا نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس بحث کا فیصلہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وقد تنازع الناس هل فی مسند احمد حدیث موضوع فقال طائفة من حفاظ الحدیث کابی العلام المحدثانی ونحوہ، لیس فیہ موضوع وقال بعضهم کابی الفرج بن الجوزی فیہ موضوع، ولا خلاف بین القولین عند المتحقق فان لفظ الموضوع قد یراد به المخلوق المصنوع الذی یتعبد صاحبه الکذب وهذا

لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث ہے یا نہیں چنانچہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت جیسے ابو العلاء ہمدانی وغیرہ تو یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں اور بعض حفاظ جیسے ابو الفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ اس میں موضوع روایت موجود ہے اور تحقیق کرنے پر ان دونوں قولوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ لفظ موضوع سے کبھی تو جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایت مراد



مما لا يعلمان في المسند منه شيئاً، بل شرط  
المسند اقوى من شرط ابى داؤد في سننه و  
قد روى ابو داؤد في سننه عن رجال اعرض  
عنهم في المسند ولهذا كان الامام احمد  
في المسند لا يروى عن من يعرف انه يكذب  
مثل محمد بن سعيد المصلوب ونحوه و  
لكن يروى عن من يضعف لسوء حفظه  
فان هذا يكتب حديثه ويعتضد به و  
يعتبر به۔

ويراد بالموضوع ما يعلم انتقاء  
خبره وان كان صاحبه لم يتعد الكذب،  
بل اخطأ فيه وهذا الضرب في المسند  
منه، بل وفي سنن ابى داؤد والنسائي  
وفي صحيح مسلم والبخاري ايضا الفاظ  
في بعض الاحاديث من هذا  
الباب۔

۱۰

۱۱

ہوتی ہے کہ جس کا بیان کرنے والا قصد ادروغ بیانی سے  
کام لیتا ہے۔ اور اس قسم کی کسی روایت کا سند میں پتہ  
نہیں چلتا بلکہ سند کی شرط ابو داؤد کی شرط سے جو انھوں  
نے اپنی سنن میں ملحوظ رکھی ہے زیادہ قوی ہے چنانچہ ابو داؤد  
نے اپنی سنن میں بہت سے ایسے لوگوں سے روایتیں درج کی  
ہیں کہ جن سے سند میں اعراض کیا گیا ہے اور اسی لئے امام احمد  
اپنی سند میں ایسے شخص سے روایت نہیں کرتے کہ جس کے  
بارے میں وہ یہ جانتے ہوں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے جیسے کہ محمد  
بن سعید مصلوب وغیرہ ہیں لیکن اس شخص سے روایتیں لے لیتے  
ہیں کہ جو حافظہ کی خرابی کی بنا پر ضعیف سمجھا جاتا ہو کیونکہ  
ایسے شخص کی حدیث لکھی جاتی ہے اور دوسری روایت کی  
تائید اور اعتبار کے سلسلہ میں کام آتی ہے۔

اور کبھی موضوع سے مراد وہ روایت ہوتی ہے کہ جس  
کے ثبوت کی نفی معلوم ہو اگرچہ اس کے بیان کرنے والے نے  
قصد ادروغ بیانی نہ کی ہو بلکہ روایت کرنے میں چوک گیا ہو  
اور ایسی روایات سند میں موجود ہیں بلکہ سنن ابی داؤد اور  
سنن نسائی میں بھی ہیں اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری تک میں  
بعض احادیث میں اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

بہر حال مسند احمد کی اس خصوصیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح حدیثوں کا اس سے بڑا مجموعہ اور کوئی  
موجود نہیں بلکہ حافظ نور الدین ہمشی نے غایت المقصد فی زوائد المسند میں تصریح کی ہے کہ  
مسند احمد اصح صحیحان غیرہ۔ ۱۲

صحیح مستدرک مسند احمد کی تالیف سے جب تمام منتشر اور پرگنہ روایتیں یکجا ہو گئیں تو پھر اس دور کے محدثین نے  
کی تدوین انتخاب و اختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی۔ امام بخاری جن کا نام  
مصنفین صحاح ستہ میں سرفہرست پر ہے بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر  
تھا وہاں ہمارے اصحاب میں سے کسی کی زبان سے نکلا کہ

لو جمعتم کتابنا مختصراً لسنن النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم۔  
کاش تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کے بارے میں  
کوئی مختصر سی کتاب جمع کر دیتے۔

۱۳ المصنف الا احمد ص ۲۵ و ۲۶۔ ۱۴ اس کتاب میں حافظ ہمشی نے مسند امام احمد سے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے کہ  
جن کو اباب صحاح ستہ میں سے کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔ ۱۵ تدوین الراوی ص ۵۷۔



یہ خطاب تمام حاضرین مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اثر جس کی قسمت میں روز ازل سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی امام مدوح فرماتے ہیں:

فوق ذلك في قلبي واخذت في جمع هذا  
یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور میں نے اس کتاب کو جمع کرنا  
الکتاب - ۱۵ شروع کر دیا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسند کی کثرت کا یہ عالم تھا، اُدھر گزشتہ دور میں ابواب پر مختلف عنوانات کے تحت بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ امام بخاری نے ان تمام تصنیفات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور اپنے حسن ذوق سے احادیث صحیحہ کا ایک نہایت عمدہ اور مختصر مجموعہ مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا جس کا نام ہے:

«الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه» ۱۵

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باید دانست کہ بخاری بعد از تین ظاہر شد، و قبل از  
وے علماء در فنون چند از علوم دینیہ تصانیف ساخته  
بودند، امام مالک و سفیان ثوری در فقہ تصنیف کردہ  
بودند، و ابن جریر در تفسیر، و ابو عبیدہ در غریب قرآن و  
تہذیب اسحق و موسیٰ بن عقبہ در سیر، و عبد اللہ بن مبارک  
در زہد و مواعظ و کسائی در ہدایہ الخلق و قصص انبیاء  
و یحییٰ بن معین و غیرہ در معرفت احوال صحابہ و تابعین  
و جمع دیگر رسائل داشتند در رویا و ادب و طب و  
شماکل و اصول حدیث و اصول فقہ و رد بر مبتدعین  
مثل جہم، بخاری این ہمہ علوم مدونہ را تامل فرمود و  
جزئیات و کلیات را انتقاد نمود، پس قدرے از علوم  
کہ با حدیث صحیحہ کہ بر شرط بخاری است بطریق  
صراحت یا دلالت یافت در کتاب خود آورد تا  
بدست مسلمانان در امہات این علوم حجتہ قاطعہ  
بودہ باشد کہ در آن تشکیک را مدخل نہ بود۔

۱۵

۱۶

جاننا چاہیے کہ امام بخاری دو سو سال کے بعد نمودار ہوئے  
اور ان سے پیشتر علماء علوم دینیہ میں مختلف فنون کے  
اندر تصنیفیں کر چکے تھے، چنانچہ امام مالک اور سفیان  
ثوری نے فقہ میں تصنیف کی تھی اور ابن جریر نے تفسیر میں  
اور ابو عبیدہ نے غریب قرآن میں اور محمد بن اسحق اور  
موسیٰ بن عقبہ نے سیر میں اور عبد اللہ بن مبارک نے زہد و  
مواعظ میں اور کسائی نے ہدایہ الخلق اور قصص انبیاء میں  
اور یحییٰ بن معین نے صحابہ و تابعین کے حالات میں  
نیز متعدد علماء کے فن رویا، ادب، طب، شماکل  
اصول حدیث، اصول فقہ اور رد مبتدعین مثلاً رد جہم  
پر رسائل موجود تھے امام بخاری نے ان تمام مدونہ علوم پر  
غور کیا اور جزئیات و کلیات کی تنقید کی پھر ان علوم کا  
ایک حصہ کہ جس کو انھوں نے بصراحت یا دلالت ان  
صحیح حدیثوں میں پایا کہ جو بخاری کی شرط پر صحیح تھیں آ  
اپنی کتاب میں درج کیا تاکہ ان علوم کی بنیادی چیزوں کے  
متعلق مسلمانوں کے ہاتھ میں ایسی حجت قاطعہ موجود رہے  
کہ جس میں تشکیک کا دخل نہ ہو۔

امام بخاری نے ان تمام مختلف فنون کو اپنی کتاب میں بالا اختصار جمع کر کے جہاں اسے ایک مختصر جامع بنایا

۱۵ شروط الائمۃ الخمسہ از حافظ ابو بکر حازمی ص ۵۱ طبع مصر ۱۳۵۶ھ و تہذیب التہذیب ترجمہ امام بخاری -

۱۶ مقدمہ ابن صلاح وغیرہ۔ ۱۷ مکتوبات شاہ ولی اللہ سندرجہ کلمات طیبات ص ۷۰، طبع مجتبیٰ دہلی -







بیت الحرام میں ہوا، ابواب و تراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے، اس محنت اور جانفشانی کے بعد کل حدیثیں جو درج کتاب ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول کمرات و معلقات و متابعات نو ہزار بیاسی ہے۔ یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں ان کے دسویں حصہ کے بھی برابر نہیں لیکن امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے، حافظ ابو جعفر عقیلی نے تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے جب کتاب الصحیح تصنیف فرمائی تو اسے علی بن المدینی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہ کی خدمت میں پیش کیا، ان سب حضرات نے اس کتاب کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ چار احادیث کی بابت اختلاف کیا لیکن عقیلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں۔

امام بخاری سے اس کتاب کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن نلاذہ سے صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ چلا وہ یہ چار بزرگ ہیں (۱) ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی المتوفی ۲۹۲ھ۔ (۲) حاد بن شاكر النسفی المتوفی ۳۳۰ھ (۳) محمد بن یوسف القزری المتوفی ۳۳۲ھ (۴) ابو طحہ منصور بن محمد بن علی بن قریبہ البزدوی المتوفی ۳۲۹ھ ان میں اول الذکر دونوں بزرگ مشہور حنفی عالم ہیں اور ابراہیم بن معقل ان سب میں اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ وہ حافظ ابو حذیفہ بھی تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے شروع

۱۰۰ھ یہ سب تفصیل مقدمہ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۹۰) میں مذکور ہے۔

۱۰۰ھ اور محدث کمرات کل تعداد دو ہزار سات سو اسیٹھ ہے (مقدمہ فتح الباری)۔

۱۰۰ھ چنانچہ حافظ ابو بکر حازمی نے بسند متصل امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ احفظ مائۃ الف حدیث صحیحہ (شروط الائمة الخمسة ص ۴۸ طبع مصر) مجھے ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تعداد امام صحیح حدیثوں کی نہیں بلکہ صرف امام بخاری کی محفوظات کا شمار ہے۔

۱۰۰ھ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں خود امام بخاری نے جزر رفع الیدین (ص ۵ طبع لاہور ۱۳۵۹ھ) میں تصریح کی ہے کہ هؤلاء اهل العلم من اهل زمانهم۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے علماء تھے۔ ۱۰۰ھ مقدمہ فتح الباری۔

۱۰۰ھ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں النسفی کی بجائے حاد بن شاكر النسوی لکھا ہے لیکن علامہ کوثری نے تصریح کی ہے کہ صحیح النسفی ہی ہے اسی طرح ان کی وفات کی بابت بھی حافظ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اظنہ مات فی حدود التسعين یعنی میرے خیال میں ان کی وفات ۹۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے، لیکن محدث کوثری نے حافظ ابن نقطہ کی التکید کے حوالہ سے جرح لکھا ہے کہ ان کا سنہ وفات (۳۱۱) ہے، سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس شرح قاموس میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے (وحداد بن شاكر بن سوید) ابو محمد الوراق القسوی الحنفی (الراوی صحیح البخاری عنہ) ای عن البخاری نفسه (فصل السین من باب الواو والیا) اس عبارت میں بھی القسوی غلط طبع ہو گیا ہے۔ ۱۰۰ھ یہ بہت بڑے علامہ اور نہایت نامور مصنف گزرے ہیں۔ حافظ ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے اور اختلاف مذاہب میں گہری بصیرت رکھتے تھے محاسن علیہ کے ساتھ زہد و تقویٰ اور ورع و عفاف سے بھی متصف تھے آپ کی تصنیفات میں المسند الکبیر اور التفسیر کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے، حافظ عبد القادر قرشی نے البحار المصیبة فی طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے: ابراہیم بن معقل بن الحجاج الحافظ العلامة ابو اسحاق النسفی قاضی نسف و عالمہا و مصنف المسند الکبیر و التفسیر و غیر ذلک اور حافظ مستغفری کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان فقیہاً حافظاً بصیراً باختلاف العلماء عقیفاً صبیحاً، حافظ غلیلی فرماتے ہیں هو حافظ ثقة



میں اپنا سلسلہ سندان چاروں حضرات تک بیان کر دیا ہے، قریری نے امام بخاری سے کتاب الصحیح کا دوبار سماع کیا ہے ایک بار ۳۸۸ میں اپنے وطن قریری میں جب امام مدوح وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور دوسری بار ۳۸۸ میں خود بخاری میں جا کر۔

صحیح مسلم امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب تین لاکھ ایسی روایات سے کیا ہے کہ جن کو انھوں نے خود براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا۔ پھر صحیح صحیح میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی تحقیق پر کتفانہ کی یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو خود انھوں نے صحیح سمجھا تھا نقل کر دیا بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں کہ جن کی صحت پر اور مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ

لیس کل شیء عندی صحیح وضعہ ہھنا انما ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج وضعت ہھنا ما اجمعوا علیہ (صحیح مسلم) باب التثبوت فی الصلوۃ

شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماع عام سمجھا اس لئے ان کو امام مسلم کے اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال ہوا، لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ چنانچہ علامہ بلیقینی نے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی ان چار ائمہ حدیث کے نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم کی مراد اجماع سے ان حضرات کا اجماع ہے۔

امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جب کتاب مکمل ہو گئی تو حافظ عصر ابو زرعی کی خدمت میں لیجا کر

اسے محدث حاکم نیشاپوری نے اس کو بالاسناد خود امام مسلم سے نقل کیا ہے، درمیان روایات صرف یہ دو ہیں، حافظ ابو علی حسین بن محمد ماسرجسی اور ان کے والد (تذکرۃ المحفاظ ذہبی، ترجمہ ابو علی ماسرجسی) یہ بھی واضح رہے کہ یہ امام مسلم کی کل معلومات حدیثیہ کا شمار نہیں بلکہ صرف سموعہ روایات کا بیان ہے ورنہ ظاہر ہے کہ علم حدیث کی سیکڑوں کتابیں جو ان کی نظر سے گزری ہوں گی اور جن کی روایات پر بطور وجاہہ ان کو اطلاع ہوئی ہوگی ان کی تعداد ان سے کئی گنی نہیں تو دو گنی کے قریب قریب ضرور ہوگی۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ تعداد طرق واسانید کی ہے متون کی نہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو مقدمہ شرح صحیح مسلم از علامہ نووی۔

۲۔ اسی قسم کا اجماع وہ ہے جس کا ذکر امام اسحق بن راہویہ کرتے ہیں کہ میں جب عراق میں تھا تو احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور دیگر اصحاب کے ساتھ نشست و برخاست رہتی، حدیثوں کا مذاکرہ چھڑتا اور ایک ایک روایت کی دودو تین تین سندیں پیش کرتے جاتے پھر سب کے بیچ میں سے یحییٰ بن معین فرماتے کہ اور یہ سند بھی تو ہے۔ جب اسانید و طرق کا مرحلہ طے ہو چکا تو میں کہتا کہ الیس قد ضممھذا باجماع منا (کیا یہ حدیث ہم سب کے اجماع سے صحیح نہیں ہوئی) اور سب بالاتفاق کہتے کہ جی ہاں۔ اب میں پوچھتا کہ ما تفسیرہ، ما فقہہ (اس کا مطلب کیا ہے اور اس میں فقہ کیا ہے) اس پر سب لوگ بجز احمد بن حنبل کے رک جاتے تھے۔ اس واقعہ کو ابن ابی حاتم نے حافظ احمد بن سلمہ سے اور انھوں نے خود اسحق بن راہویہ سے سنا ہے (ملاحظہ ہو ترجمۃ الامام احمد من تاریخ الاسلام للذہبی ص ۱۵ طبع دار المعارف مصر ۱۳۱۵ء)

۳۔ تدریب الراوی ص ۲۸۔



پیش کی جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام ہانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ میں یہ بارہ ہزار احادیث صحیحہ کا ایسا منتخب مجموعہ تیار ہوا کہ جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش ادعائیں کہا تھا۔  
لو ان اهل الحديث يكتوبون مائتي سنة حدیثیں اگر دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں جب بھی ان کا الحدیث فہم دار ہم علی ہذا المسند یعنی صحیحہ دار و مدار اسی المسند الصبح پر رہے گا۔

مردان خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی آج دو سو برس کیا گیارہ سو برس سے اوپر گزر گئے مگر کتاب کا حسن قبول اسی طرح پر ہے سچ ہے، سچ چراغ مقبلات ہرگز نہیں د۔

حافظ مسلم بن قاسم قرطبی نے اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ

لم يضع احد في الاسلام مثله <sup>۱</sup> اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔

اور محدث قاضی عیاض نے الاملاء میں ابو مروان طبری سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے، شیخ ابو محمد نجیبی نے اپنی فہرست میں امام ابن خرم ظاہری کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری کی کتاب پر ترجیح دیا کرتے تھے اور حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ

سمعت ابا علي النيسابوري يقول فما رأيت احفظ منه ما تحت اديم السماء اصح من كتاب مسلم <sup>۲</sup> میں نے ابو علی نیشاپوری کو جن سے بڑھ کر حافظ حدیث میری نظر سے نہیں گزرا یہ کہتے سنہ کے آسمان کے تلے مسلم کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔

حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابو علی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام مسلم، یہ تعداد بشمول کمالات ہے اگر کمالات کو شمار نہ کیا جائے تو کل حدیثوں کی تعداد چار ہزار کے قریب ہوتی ہے (تقریب الراوی ص ۳۰) ۲۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم از نووی

۳۔ مقدمہ فتح الباری، فصل ثانی۔

۴۔ حافظ ابی نے اس کو ابن مندہ سے باسناد متصل نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ حافظ ابو علی حسین بن علی نیشاپوری) واضح رہے کہ صحیح مسلم کی اصحیت کے بارے میں جیسی تصریح حافظ ابو علی نیشاپوری سے منقول ہے ایسی صحیح بخاری کے متعلق قدما و محدثین میں کسی سے مروی نہیں البتہ محدث نووی نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں امام نسائی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

ما في هذه الكتب كلها اجد من كتاب البخاري ان ساری کتابوں میں بخاری کی کتاب سے زیادہ خوب کوئی کتاب نہیں۔

لیکن امام نسائی نے اجمود بہت خوب) کا لفظ استعمال کیا ہے اصح کا نہیں، ہمارے خیال میں یہ صحیح بخاری کی جامعیت اور حسن اختصار کی خوبی کا بیان ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

والنسائي لا يعني بالاجودة الا جودة الاسانيد نسائی کی مراد جودت سے صرف جودت اسانید ہے۔

۵۔ شبہ جودت سے جودت اسانید اور جودت مضامین دونوں مراد لئے جاسکتے ہیں اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ ہماری رائے سے اتفاق کریں یا حافظ صاحب کی بات مانیں مگر اتنا خیال رہے کہ امام نسائی نے صحیح بخاری کے روادع میں سے

ایک جماعت کو کتاب الضعفاء والمتروکین میں داخل کیا ہے اور حدیث ابن عمر کیف بک اذ اعمرت بین

قوم یحبون رزق سنتھم الحدیث کو جو حاد بن شاکر کے نسخہ میں مروی ہے موضوع بھی کہا ہے (ملاحظہ ہو التقیات

علی الممنوعات از سیوطی ص ۲۳ طبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)



خود ان کی بھی یہی رائے ہے، یہ ابو علی فن حدیث میں حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک علی الصحیحین کے  
استاذ ہیں، حاکم نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ہو واحد عصره فی الحفظ والانتقان والوسع والمذاکرۃ والتصنیف (یہ حفظ حدیث، جہارت فن، انتقان اور مذاکرہ و تصنیف میں یگانہ روزگار تھے)۔  
صحیح مسلم کی شہرت اگرچہ مصنف سے تو اتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس کی روایت کا سلسلہ  
جس بزرگ کے دم سے قائم رہا وہ مشہور فقیہ حنفی شیخ ابواسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان نیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ  
میں چنانچہ علامہ نووی مقدمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:-

واما من حیث الروایۃ المتصلۃ بالاسناد المتصل فقد انحصرت طریقۃ فی ہذہ البلدان والازمان فی روایۃ ابی اسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان عن مسلم۔  
اور اسناد متصل کے ساتھ امام مسلم سے اس کی مسلسل روایت  
کا سلسلہ ان بلاد میں اور ان زمانوں میں صرف ابواسحق ابراہیم  
بن محمد بن سفیان کی روایت میں منحصر ہے۔

ابراہیم بن سفیان کو امام مسلم سے خاص ربط تھا اکثر حاضر خدمت رہتے ان کا بیان ہے کہ امام مسلم  
نے اس کتاب کی قرأت سے جو انھوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی رمضان ۲۵۵ھ میں فراغت پائی۔ یوں  
بلاد مغرب میں امام محدوح کے ایک اور شاگرد ابو محمد احمد بن علی قلانی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی تھی  
لیکن اس کا سلسلہ مغرب کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا اور جو قبول عام ابراہیم نیشاپوری کی روایت کو نصیب  
ہوا وہ قلانی کی روایت کو نہ ہوسکا، علاوہ ازیں صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جز کے قریب قریب ہے ابو محمد  
قلانی نے امام مسلم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ وہ اس کو ابراہیم کے شاگرد ابو احمد صلوودی سے روایت کرتے ہیں۔  
سنن نسائی امام نسائی نے بھی اپنی سنن میں امام بخاری و مسلم کی طرح صرف صحیح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے  
ان کی تصنیف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع سمجھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے  
اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے چنانچہ حافظ ابو عبد اللہ بن رشتہ المتوفی ۷۲۱ھ  
فرماتے ہیں کہ

انہ ابدع الکتب المصنفۃ فی السنن تصنیفاً واحسنھا ترتیباً وھو جامع  
یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں  
تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے

لہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی ترجمہ ابو علی نیشاپوری۔

۳۵۰ یہ مشہور زائد فقیہ ایوب بن الحسن نیشاپوری حنفی کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنھوں نے فقہ کی تحصیل امام محمد سے کی  
تھی، بڑے عابد زاہد و مستجاب الدعوات تھے، فن حدیث کی تحصیل حجاز، نیشاپور، رے اور عراق میں کی تھی، محدث حاکم  
نیشاپوری لکھتے ہیں، کان ابراہیم بن سفیان من العباد المجتہدین، ومن الملازمین لمسلم بن الحجاج وکان  
من اصحاب ایوب بن الحسن الزاہد صاحب الراي یعنی الفقیہ الحنفی، سمع ابراہیم بن سفیان بالکجاز  
ونیسابور والری والعراق، محدث نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے السید الجلیل  
ابواسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ الزاہد المجتہد العابد حاکم نے اپنے شیخ محمد بن زید العدل سے نقل کیا ہے  
کہ یہ مستجاب الدعوات تھے۔ ابو عمرو بن نجید کہتے ہیں کان من الصالحین حافظ قرشی نے بھی الجواہر المفنیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔



بین طریقتی البخاری و مسلم مع حظ  
کثیر من بیان العلل . ۱۰  
اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے نیز علل حدیث  
کے بھی ایک خاص حصہ کا اس میں بیان آگیا ہے۔

صحیح کے بارے میں خود امام نسائی کا بیان ہے کہ

کتاب السنن صحیحہ کلمہ ۱۰  
کتاب السنن "تما تر صحیح ہے۔"

اس کے رجال کی جب محدثین نے جانچ پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ تنقید رجال اور صحیح اسناد کے بارے میں  
امام نسائی کے شرائط امام بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :-

فکم من رجل اخرج له ابوداؤد و  
الترمذی تجنب النسائی اخراج حدیث  
بل تجنب النسائی اخراج حدیث  
جماعة من رجال الصمیمین ۱۱  
بہت سے ایسے اشخاص ہیں کہ جن سے ابوداؤد اور ترمذی نے  
روایتیں لی ہیں مگر امام نسائی نے ان کی روایتوں سے احتراز  
فرمایا ہے بلکہ امام نسائی نے تو صمیمین تک کے راویوں کی  
ایک جماعت سے حدیث کی تخریج میں اجتناب کیا ہے۔

اور حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی، شروط الائمة الستہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی  
زنجانی سے ملکہ معظمہ میں ایک راوی کا حال دریافت کیا انھوں نے اس کی توثیق کی میں نے عرض کیا کہ امام  
ابوعبدالرحمن نسائی نے اس کی تضعیف کی ہے اس پر امام موصوف نے فرمایا کہ

یابنی ابن لابی عبدالرحمن فی الرجال  
شرطاً أشد من شرط البخاری و مسلم  
بخاری و مسلم کے بارے میں ابوعبدالرحمن (امام نسائی) کی شرط  
بخاری و مسلم کی شرط سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اسی بنا پر حافظ محدث امام ابوالحسن معافری المتوفی ۳۸۷ھ جو محدث دارقطنی اور حاکم کے معاصر ہیں  
فرماتے ہیں کہ

اذا نظرت الی ما یخرجہ اهل الحدیث  
فما خرجہ النسائی اقرب الی الصحة  
ما اخرجہ غیرہ . ۱۲  
جب تم محدثین کی روایت کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے تو جس  
حدیث کی امام نسائی نے تخریج کی ہوگی وہ دوسروں کی  
روایت کردہ حدیث کی بہ نسبت صحت کے زیادہ قریب ہوگی۔

اور اسی لئے مغرب کے بعض محدثین صحیح بخاری پر اس کی تزیج کے قائل ہیں چنانچہ حافظ شمس الدین  
سخاوی، فتح المغیث میں لکھتے ہیں :-

صرح بعض المغاربة بتفضیل کتاب  
النسائی علی صحیح البخاری ۱۳  
بعض مغاربہ نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب کو  
صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے

بلکہ محدث ابن الاحرار نے تو اپنے بعض کی شیوخ سے یہاں تک نقل کر دیا ہے کہ  
انہ اشرف المصنفات کلہا وما وضع  
یہ (اس فن کی) تمام تصنیفات سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسلام

۱۰ مقدمہ زہر الربی علی المجتبی، از سیوطی، وفتح المغیث از سخاوی۔

۱۱ مقدمہ زہر الربی - ۱۲ شروط الائمة الستہ ص ۱۸ طبع مصر۔

۱۳ مقدمہ زہر الربی، از علامہ سیوطی، ۱۴ ص ۱۲ طبع انوار محمدی لکھنؤ۔



فی الاسلام مثله۔ ۱۰

میں اس کے مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

ناقدین فن کے نزدیک جلالیت علمی کے اعتبار سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بھی بڑھا ہوا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

قد مرقوم من الحذاق فی معرفتہ ذلک  
علی مسلم بن الحجاج، وقد مد الدارقطنی  
وغیرہ فی ذلک وغیرہ علی امام الأئمة  
ابی بکر بن خزيمة صاحب الصحیح ۱۱

فن رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم  
بن الحجاج پر بھی فوقیت دی ہے اور دارقطنی وغیرہ نے  
ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الائمہ  
ابو بکر بن خزيمة صاحب الصحیح پر بھی مقدم رکھا ہے۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ  
ہو احدث بالحدیث وعللہ ورجالہ من  
مسلم والترمذی وابی داؤد، وهو جاری  
مضمنا للبخاری وابی زرعة ۱۲

یہ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث، علل حدیث اور  
علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابوزرعة کے  
ہمسر ہیں۔

اور علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں:-

”میں نے اپنے شیخ حافظ ابو عبد اللہ ذہبی سے سوال کیا کہ آیا امام مسلم بن الحجاج حدیث کے  
زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی؟ فرمایا امام نسائی، پھر شیخ امام والد (حافظ تقی الدین سبکی)  
سے اسدان پر رحمتیں نازل فرمائے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے اس سے موافقت کی“ ۱۳

امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کو جن حضرات نے روایت کیا ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:-  
(۱) امام مہدوح کے صاحبزادے عبد الکریم (۲) حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن  
السنی المتوفی ۳۶۷ھ (۳) ابو علی الحسن بن خضر الاسیوطی (۴) الحسن بن رشیق العسکری (۵) حافظ ابو القاسم  
حمزہ بن محمد بن علی الکسانی المتوفی ۳۵۷ھ (۶) ابو الحسن محمد بن عبد اللہ بن زکریا بن جویہ (۷) محمد بن معاویہ  
بن الاحمر (۸) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم البستانی الاموی القرطبی المتوفی ۳۲۸ھ (۹)  
امام ابو الحسن علی بن احمد طحاوی (۱۰) احمد بن محمد بن المہند بن۔

ان رواۃ مذکورین میں امام ابو الحسن علی طحاوی المتوفی ۳۵۷ھ اکابر فقہاء حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے  
پایہ کے محدث گزرے ہیں، یہ مشہور امام وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحبزادے ہیں جن کی ”شرح معانی الآثار“  
علم حدیث میں ایک بے مثل کتاب ہے اور نہایت مشہور و متداول ہے، ۱۴

۱۵ فتح المغیث ص ۳۳۔ ۱۶ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۸ طبع میرہ مصر۔

۱۷ توضیح الافکار از محدث امیر یافعی ج ۱ ص ۲۲۰ طبع مصر۔ ۱۸ کتاب مذکور میں امام نسائی کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

۱۹ امام ابو الحسن طحاوی کو فقہ، حدیث، لغت، نحو وغیرہ مختلف علوم میں امامت کا درجہ حاصل تھا نہایت متقی اور زاہد  
تھے، علامہ ابوالحسن ابن تفری ہمدی نے النجوم الزاہرہ میں ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

کان امام حصرة بلامن افعنت فی الحدیث و  
یہ حدیث، فقہ، اختلاف علماء، علم احکام، لغت اور نحو  
(باقی بر صفحہ آئندہ)



یہ بھی واضح رہے کہ بالفعل جو کتاب سنن نسائی کے نام سے ہمارے یہاں داخل درس ہے وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابو بکر بن السنی کے قلم کا مروجہ منت ہے، اس مختصر کا نام المجتبى ہے اور اس کو سنن صغری بھی کہا جاتا ہے۔

امام نسائی نے اپنی سنن میں امام ابو حنیفہ سے حسب ذیل حدیث روایت کی ہے۔ حد ثنا علی ابن جعفر ثنا عیسیٰ ہوا بن یونس عن النعمان یعنی ابا حنیفۃ عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس قال لیس علی من اتی بھیمۃ محد، یہ روایت ابن السنی کے اختصار میں نہیں ہے لیکن ابن الاحرار ابو علی سیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد | امام ابو داؤد سجستانی نے اپنی کتاب السنن کا انتخاب پانچ لاکھ احادیث کو سامنے رکھ کر کیا ہے چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ

کتبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائتا الف حدیث انتخبت منها ما ضمنته هذا الكتاب، ۳۰  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں جن سے ان روایات کا انتخاب کیا ہے جو اس کتاب میں درج کی ہیں۔

یہ واضح رہے کہ دیگر مصنفین صحاح کی نسبت امام ابو داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح سنہ میں صرف ہی ایک بزرگ ہیں کہ جن کو علامہ شیخ ابواسحق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے، اور امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا یہ نتیجہ ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ)

الفقه واختلاف العلماء والاحکام واللغة والنحو وصنف المصنفات الحسان، وکان من كبار فقہاء الخنفیۃ۔  
میں بلا مقابلہ اپنے وقت کے امام تھے، انھوں نے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور یہ کبار فقہاء حنفیہ میں سے ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواهر المصنیۃ فی طبقات الخنفیۃ میں اور فاضل لکھنوی مولانا محمد عبدالحی قرنگی محل نے التعلیقات السنیۃ علی التواتر البیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۲۱۸) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنن صغری خود امام نسائی کی تالیف ہے اس خیال کی تائید میں اس واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے کہ امام نسائی نے جب سنن کبری تصنیف فرمائی تو اس کو امیر مدینہ کی خدمت میں بجا کر پیش کیا امیر موصوف نے امام ممدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے، امام نے جواب دیا نہیں، اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے، تب امام نسائی نے اس کے لئے سنن صغری تصنیف فرمائی، اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے لیکن یہ واقعہ سرے سے غلط ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

ان هذه الروایۃ لم تصح بل المجتبى اختصارا، بے شبہ روایت صحیح نہیں بلکہ مجتبى، ابن السنی کا اختصار ابن السنی تلخیص النساء (توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۲۱) ہے جو نسائی کے شاگرد ہیں۔

۵۲ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب، از حافظ ابن حجر عسقلانی، ترجمہ امام ابو حنیفہ، ۳۰ مقدمہ تلخیص سنن ابی داؤد، از حافظ مقدزی، یہ کتاب مطبعہ انصاری دہلی میں غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے اور چونکہ غایۃ المقصود کی صرف ایک جلد طبع ہو کر رہ گئی اس لئے اس ناہ کتاب کا بھی صرف ابتدائی حصہ طبع ہوا ہے جو چند ابواب سے زائد نہیں ہے۔



کے لئے مختص فرمایا یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں آپ کو دیگر کتب صحاح کی طرح زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کی حدیثیں نہیں ملیں گی اور گو اس بنا پر احادیث کے بہت سے ابواب سے یہ کتاب خالی ہے لیکن فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ امام حافظ ابو جعفر زبیر غناطی المتوفی ۸۸۴ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

ولا بد في حصر احاديث الاحكام و اور احادیث فقہیہ کے حصہ واستیعاب کے سلسلہ میں ابوداؤد کو استیعاباً بھامالیں لخبیرہ لہ جوابات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔

خوش قسمتی سے چند سال ہونے آئے کہ محدث کوثری کے تحشیہ اور تعلیق کے ساتھ امام ابوداؤد کا وہ نادر رسالہ چھپ گیا کہ جس میں انھوں نے اپنی کتاب السنن کا تفصیلی تعارف کرایا ہے، یہ اہل مکہ وغیرہ کے ایک خط کا جواب ہے جس میں انھوں نے کتاب السنن کی احادیث کے بارے میں امام موصوف سے استصواب رائے کیا تھا، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں امام موصوف کے بیان کی جواہریت ہے وہ کسی اور چیز کی نہیں ہو سکتی کہ تصنیف لامصنف نیہ کو کند بیاں

چنانچہ اس رسالہ کا اقتباس ہدیہ ناظرین ہے، امام مدروح فرماتے ہیں:-

”آپ لوگوں نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ آپ کو میں یہ بتاؤں کہ کتاب السنن میں جو حدیثیں ہیں آیا یہ میرے علم کے مطابق صحیح ترین حدیثیں ہیں، سو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب ایسی ہی ہیں، الا یہ کہ وہ حدیث دو صحیح طریقوں سے مروی ہو اور ان میں سے ایک کاراوی اسناد میں مقدم ہو (یعنی اس کی سند عالی ہو اور اس میں واسطے کم ہوں) اور دوسرے کا حفظ میں بڑھا ہوا ہو، تو ایسی صورت میں کبھی اول الذکر طریقہ ہی کو لکھ دیتا ہوں، حالانکہ میرے خیال میں مجھے ایسی دس حدیثیں بھی اپنی کتاب میں معلوم نہیں ہوئیں اور میں نے باب میں صرف ایک یا دو حدیثیں ہی نقل کی ہیں گو اس باب کی اور صحیح حدیثیں بھی موجود تھیں کیونکہ اس صورت میں بہت کثرت ہو جاتی اور میرا مقصد یہ تھا کہ نفع جلد ہو، اور جب کسی باب میں میں نے کسی حدیث کو دو یا تین طریقوں سے دہرایا ہے تو اس سبب سے کہ اس میں کوئی بات زیادہ تھی اور کبھی اس میں دوسری احادیث کی بہ نسبت صرف ایک ہی لفظ زیادہ تھا اور بعض دفعہ میں نے ایک طویل حدیث کو مختصر ذکر کیا ہے، کیونکہ اگر اس کو پوری نقل کرتا تو بعض سامعین کو پتہ بھی نہ چلتا اور اس میں جو فقہ کا مسئلہ تھا وہ سمجھ ہی میں نہ آتا لہذا اس کا اختصار کرنا پڑا۔

رہی مرسل احادیث، سوان سے گذشتہ عہد کے علماء جیسے کہ سفیان ثوری، مالک بن انس، اور ازاعی حجت پکڑتے تھے، یہاں تک شافعی آئے اور انھوں نے ان پر کلام کرنا شروع کیا اور احمد بن حنبل وغیرہ نے اس باب میں ان ہی کی اتباع کی، اللہ ان سب کو اپنی رضا نصیب کرے، سو جب کوئی مستدر روایت، مرسل روایت کے خلاف موجود نہ ہو اور



مسند روایت نہ پائی جائے تو ایسی صورت میں مرسل روایت کو بھی مانا جائے گا لیکن وہ قوت میں متصل روایت کے برابر نہیں ہے۔

اور کتاب السنن جس کو میں نے تصنیف کیا ہے اس میں کسی متروک الحدیث شخص سے کوئی روایت نہیں ہے، اور اگر اس میں کوئی منکر روایت آگئی ہے تو میں نے اس کا منکر ہونا بیان کر دیا ہے اور ایسا اس صورت میں ہوا ہے جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہ تھی۔ اور یہ وہ حدیثیں ہیں کہ ابن مبارک اور وکیع کی کتاب میں ان میں سے بہت تھوڑی روایات ہیں، ان کی کتابوں میں زیادہ مراسیل درج ہیں اور مالک بن انس کی کتاب السنن موطن میں اور اسی طرح حاد بن سلمہ اور عبد الرزاق کی مصنفات میں ان میں سے اچھی خاصی روایتیں آگئی ہیں، تاہم جیسا کہ میرا خیال ہے ان سب حضرات کی مجموعی کتابوں میں بھی یعنی مالک بن انس، حاد بن سلمہ اور عبد الرزاق کی تصنیفات کو ملا کر بھی اس کتاب کی تہائی روایتیں نہیں ہیں۔

اور میری کتاب میں جو حدیث ایسی تھی کہ اس میں دراز زیادہ کمزوری تھی تو میں نے اس کو بیان کر دیا ہے اور اسی میں وہ روایت بھی آگئی کہ جس کی سند صحیح نہیں اور جس روایت کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا تو وہ ٹھیک ہے اور ان میں بعض بعض سے صحت میں بڑھی ہوئی ہیں اور جو یہ کتاب میرے سوا کسی اور کی لکھی ہوئی تو پھر میں اس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کہتا، اور یہ ایسی کتاب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت بھی ٹھیک اسناد سے نہیں ملے گی وہ اس میں موجود ہوگی الا یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو کہ جو حدیث سے استنباط کی گئی ہو۔

میرے علم میں قرآن کے بعد جتنا اس کتاب کا سیکھنا لوگوں پر لازم ہے اتنا کسی اور چیز کا نہیں، اور اس کتاب کے لکھ لینے کے بعد اگر کوئی شخص علم کی کوئی اور چیز نہ لکھے تو کچھ نقصان نہیں، جب کوئی شخص اس کتاب کو دیکھے گا اور اس میں غور کرے گا اور اس کو سمجھے گا تب اس کو اس کی قدر معلوم ہوگی۔

اور یہ مسائل یعنی ثوری، مالک اور شافعی کے مسائل سوان کی بنا ان ہی احادیث پر ہے تاہم مجھے یہ پسند ہے کہ اس کتاب کے ساتھ ساتھ صحابہ کے فتاویٰ کو بھی قلمبند کیا جائے، نیز کوئی ایسی کتاب بھی نقل کرنی جائے جیسی کہ سفیان ثوری کی جامع ہے کہ وہ ان سب جوامع میں جو لوگوں نے تصنیف کی ہیں سب سے اچھی ہے۔

سلفہ لیکن اس کے باوجود علامہ محمد بن ابراہیم وزیر میانی، العواصم والقواصم فی الذب عن سنتہ ابی القاسم میں (جس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے) امام نووی سے ناقل ہیں کہ

ان ابداؤد لم یستوعب الصحیح من احادیث  
الا حکام ولا معظم، وذلك ظاهر بل معرفتہ  
امام ابو داؤد سب احادیث احکام بلکہ بیشتر کو بھی نہیں لائے  
اور یہ ایک ظاہر چیز ہے بلکہ اس کا علم تو اسے بھی ضرور ہو جاتا  
ہے جسے اس فن کی ذرا سی بھی خبر ہے۔  
ضروریۃ لمن لہ ما فی اطلاع التہی



اور جو حدیثیں کہ میں نے کتاب السنن میں درج کی ہیں ان میں اکثر مشہور روایات ہیں جو ہر اس شخص کے پاس موجود ہیں کہ جس نے غور و اہت بھی احادیث کو لکھا ہے لیکن ان کو تمیز کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

اور میں نے کتاب السنن میں صرف احکام ہی کو تصنیف کیا ہے، زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کو تصنیف نہیں کیا، سو یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں جو سب کی سب احکام پر مشتمل ہیں۔ یہ سنن ابی داؤد کی افادیت کے پیش نظر امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے، محدث زکریا ساجی کے الفاظ ہیں:-

کتاب اللہ عز وجل اصل الاسلام و کتاب اصل الاسلام کتاب اللہ ہے، اور فرمان اسلام السنن لابی داؤد عہد الاسلام سنن ابی داؤد۔

علامہ ابن خرم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن سکن صاحب الصصح المتوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اکتفا کر سکیں تو بہتر ہے، حافظ ابن سکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کر سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستہ لاکر اوپر تے رکھ دیئے، پھر فرمانے لگے:-

ہذہ قواعد الاسلام، کتاب مسلم و کتاب البخاری یہ اسلام کی بنیادیں ہیں، کتاب سلم، کتاب بخاری و کتاب ابی داؤد و کتاب النسائی۔ اور حافظ ابو عبد اللہ بن منہ اپنی صصح میں لکھتے ہیں:-

الأئمة الأربعة الذين أخرجوا الصحيح وميزوا ثابت من سقيم، وخطأه من صوابه۔ وہ چار ائمہ کہ جنہوں نے صحیح حدیث کی تخریج کی اور ثابت کو سقیم سے اور خطا کو صواب سے جدا کیا۔ یہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی۔ محدث حاکم نیشاپوری نے بھی سنن ابی داؤد کو صحیح بتایا ہے اور حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ کل ما سکت علیہ ابوداؤد فهو صحيح۔ جس حدیث پر امام ابوداؤد کچھ کلام نہ کریں وہ ان کے نزدیک عندہ۔

امام ابوداؤد نے کتاب السنن کی تکمیل بہت پہلے اپنے عہد شباب ہی میں کر لی تھی، یہ وہ زمانہ ہے

۱۔ ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ از ص ۲ تا ص ۸ طبع قاہرہ ۱۳۶۹ھ۔ ۲۔ فتح المغیث از سخاوی ص ۲۸۔ ۳۔ شروط الأئمة الستة از ابن طاہر ص ۱۷، طبقات ابن السبکی، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ان تینوں کتابوں میں عہد اسلام مرقوم ہے لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب نے بیتان المحدثین میں اس کا ترجمہ ”ستون اسلام“ کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے اس کو عہد اسلام پڑھا ہے۔ ۴۔ شروط الأئمة الستة ص ۱۶۔ ۵۔ تہذیب التہذیب میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس کا ترجمہ دیکھو۔ ۶۔ فتح المغیث ص ۳۳۔ ۷۔ ایضاً ص ۲۹، توضیح الافکار، ج ۲ ص ۱۹۷۔



کہ جب ان کے شیخ امام احمد بن حنبل زندہ تھے، امام ابو داؤد نے جب یہ کتاب امام مدوح کی خدمت میں لے جا کر پیش کی تو امام مدوح نے اس کو پسند فرمایا اور اس کی تحسین کی یہ تصنیف ہونے کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے اس کتاب کو جو قبول عام بخشا وہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کو نصیب نہ ہو سکا، چنانچہ امام موصوف کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری المتوفی ۳۸۵ھ کا بیان ہے کہ

لما صنف السنن وقرأه على الناس صاسر کتابہ لاهل الحديث كالمصحف يتبعونه  
جب انھوں نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی۔

اور امام محمد بن محمد ابو سلیمان خطابی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی مشہور کتاب معالم السنن شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:-

ان کتاب السنن لابی داؤد کتاب شریف  
لم يصنف في علم الدين كتاب مثله وقد رفق  
القبول من الناس كافة فصار حكما بين فرق  
العلماء وطبقات الفقهاء على اختلاف  
مذاهبهم فكل فيه وسر ومند شرب و  
عليه معول اهل العراق واهل مصر و  
بلاد المغرب وكثير من مدن اقطار الارض  
فاما اهل خراسان فقد اولع اكثرهم  
بكتاب محمد بن اسماعيل ومسلم بن الحجاج  
ومن غاصوهما في جمع الصيغ على شرطها  
في السبك والانتقاد الا ان كتاب ابی داؤد  
احسن رصفا واكثر فقها ۳۵

امام ابو داؤد کی کتاب السنن بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اور اس نے سب لوگوں کی طرف سے سند قبولیت حاصل کی، چنانچہ یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے سب لوگ اسی کے گھاٹ پر آتے اور میں گیارہ جہے ہیں اسی پر اہل عراق اہل مصر بلاد مغرب اور روئے زمین کے بہت سے شہروں کے رہنے والوں کو اعتماد ہے، البتہ اہل خراسان میں بیشتر لوگ محمد بن اسماعیل مسلم بن الحجاج اور ان لوگوں کی کتابوں کے دلدادہ ہیں کہ جو جمع صحیح میں ان دونوں حضرات کے قدم بقدم چلے ہیں اور جنھوں نے جانچ پڑتال میں اپنی شرط کو ملحوظ رکھا ہے، لیکن ابو داؤد کی کتاب ترتیب کے اعتبار سے بہت اچھی اور فقہ کے لحاظ سے بہت بڑی ہوئی ہے

امام ابو داؤد سے ان کی کتاب السنن کو حسب ذیل حضرات نے روایت کیا ہے (۱) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو نولوی (۲) ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن اشنازی (۳) حافظ ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد

۳۵ مقدمہ تلخیص منذری ص ۵۰ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام ابی داؤد،  
۳۵ یہ بڑے پایہ کے حافظ حدیث گزرے ہیں، محدث خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ان کا نہایت بسوط ترجمہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے الامام المفید الثقة محدث بغداد، حدیث میں امام ابو حنیفہ کی سند سے پہلے انھیں نے تصنیف کی ہے جس کا نام جمع حدیث ابی حنیفہ ہے، خطیب بغدادی نے اس کتاب کا ذکر تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۱۸۸ طبع مصر) میں کیا ہے۔ ۳۵ معالم السنن ج ۱ ص ۶ طبع حلب۔



المعروف بابن الاعرابی المتوفی ۳۴۰ھ (۴) ابوبکر محمد بن عبد الرزاق بن داسہ المتوفی بعد ۳۴۵ھ۔ امام  
ابوبکر جصاص خفی صاحب احکام القرآن، سنن ابی داؤد کو ان ہی سے روایت کرتے ہیں۔ (۵) ابو عمرو واحد  
بن علی بن الحسن بصری (۶) ابوالحسن علی بن الحسن بن عبد الصاری۔ (۷) ابو عینی اسحاق بن موسی بن سعید  
رملی المتوفی ۳۴۲ھ جو امام ممدوح کے وراق رہ چکے ہیں (۸) ابواسامہ محمد بن عبد الملک بن زید الرواس  
(۹) ابوسالم محمد بن سعید الجلودی۔ ان میں حافظ ابن الاعرابی کے نسخہ میں کچھ حدیثیں کم ہیں اس میں  
کتاب الفتن والملاحم اور بعض اور ابواب بھی ساقط ہیں، ابن داسہ رملی اور لؤلؤی کے نسخوں میں گو ترتیب  
کے اعتبار سے کچھ تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے لیکن تعداد احادیث کے لحاظ سے یہ نسخے قریب قریب ہیں، البتہ  
احادیث پر امام ابو داؤد نے جو کلام فرمایا ہے وہ بعض نسخوں میں زیادہ اور بعض میں کم ہے۔ ہاں ابوعلی لؤلؤی  
کے نسخہ کو اس اعتبار سے ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب السنن کا سماع محمد ۳۵۰ھ میں کیا ہے جبکہ  
امام ابو داؤد نے اس کی آخری اطلاع کرائی تھی کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۳۱ شوال کو امام ممدوح نے آخرت  
کا سفر اختیار کیا ہے۔

۱۵ امام جصاص مشہور اکابر خفیہ میں سے ہیں، بہت بڑے محدث اور امام تھے، فن حدیث میں ان کو امام ابوالحسن  
کرخی، ابوالعباس اہم، حافظ عبد الباقی بن قانع، اور ابو عمر غلام ثعلب سے تلمذ حاصل ہے، ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے  
طلب حدیث میں مختلف ممالک کا سفر کیا، ۳۵۰ھ میں بغداد آئے اور امام کرخی سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی، پھر  
اسی سلسلہ میں امواز گئے اور وہاں سے دوبارہ بغداد آئے یہاں آ کر امام کرخی کے مشورہ سے محدث حاکم نیشاپوری کے  
ساتھ اس فن کی تکمیل کے لئے نیشاپور تک گئے۔ یہ ایسی نیشاپوری میں تھے کہ امام کرخی کا انتقال ہو گیا، نیشاپور سے  
۳۵۰ھ میں بغداد کو واپسی ہوئی اور پھر یہیں کے ہوئے بغداد میں ان کی درس گاہ تمام عالم اسلامی کا مرجع تھی، نہایت زائد  
اور پاکیزہ تھے، بارگاہ خلافت سے ان کو باہر عہدہ قضا پیش کیا گیا لیکن انہوں نے کبھی قبول نہیں فرمایا، امام ضیمری فرماتے ہیں:  
استقر التدريس ببغداد لابی بکر الرازی و انتھت الرحلة الیہ، وکان علی طریق من تقدّمه فی الورع والزهد والصیانة۔  
بغداد میں ابوبکر رازی کے درس کا سلسلہ قائم ہوا اور علمی  
رحلت کی انتہا ان کے آستانہ پر ہوئی، یہ زہد و ورع اور  
احتیاط میں متقدمین کے طرز پر تھے۔

خطیب بغدادی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں، کان امام اصحاب ابی حنیفہ فی وقتہ وکان مشہورا  
بالزهد، حافظ عبد القادر قرشی نے الجواهر المصنوعہ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے احمد بن علی المرآزی الکام  
الکبیر الشان، ان کے حلقہ درس سے بڑے بڑے اکابر ائمہ پیدا ہوئے جن میں امام ابوبکر محمد بن موسی خوارزمی، امام  
ابو جعفر محمد بن احمد سنی، امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن جہدی فقیہ جرجانی، استاد امام قدوری، امام ابو الفرج احمد بن محمد  
بن عمر المعروف بابن المسلمہ، امام ابوالحسین محمد بن احمد زعفرانی امام ابوالحسین محمد بن احمد بن الطیب کمار ی خاص طور پر  
قابل ذکر ہیں، امام جصاص کی متعدد تصانیف یادگار ہیں جن میں سے عرصہ ہوا کہ احکام القرآن جو اپنے موضوع پر ایک  
بے نظیر کتاب ہے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اور شرح مختصر الطحاوی کا عکسی تو لو حضرت مولانا ابوالوفا اعفانی صدر مجلس اجیار  
المعارف النعمانیہ کی خدمت میں میری نظر سے گزرا ہے، امام ممدوح کی تمام تصنیفات آپ کے محدث اور حافظ حدیث  
ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ مولانا اسماعیل شہید دہلوی نے تنویر العینین میں ان کو مجتہدین میں شمار کیا ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ  
میں حسن بن رشیق کے ترجمہ میں ان کا سنہ وفات ۳۷۰ھ تحریر کیا ہے۔

۱۶ تہذیب التہذیب، ترجمہ امام ابو داؤد، ۳۵۰ھ مقدمہ غایت المقصود شرح سنن ابی داؤد، واختصار علوم الحدیث  
از حافظ ابن کثیر۔



یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام ابو داؤد سجستانی اپنے دور کے بعض تنگ نظر ارباب روایات کی طرح ائمہ اہل الرائے کے مخالف نہ تھے بلکہ فقہاء کرام کی مساعی جلیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے ادب و احترام سے ان کا ذکر خیر کرتے تھے، چنانچہ حافظ مغرب علامہ ابن عبد البر قرطبی بسند متصل ان سے ناقل ہیں کہ

حد ثنا عبد الله بن محمد بن عبد المومن بن يحيى  
رحم الله قال اخبرنا ابو بكر محمد بن بكر بن عبد الرزاق  
التمار المعروف بابن داسية قال سمعت ابا داود سليمان  
ابن الاشعث بن اسحاق السجستاني رحم الله يقول رحم  
الله مالكا كان اماما، رحم الله الشافعي كان اماما  
رحم الله ابا حنيفة كان اماما۔ ۱۰

امیر تعالیٰ مالک پر رحمت نازل فرمائے وہ  
امام تھے، امیر تعالیٰ شافعی پر رحمت نازل  
فرمائے وہ امام تھے، امیر تعالیٰ ابو حنیفہ پر  
رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے۔

جامع ترمذی | امام ترمذی کی کتاب امام ابو داؤد سجستانی اور امام بخاری دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔  
ایک طرف انھوں نے اپنی کتاب میں احادیث احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے کہ جن پر فقہاء کا  
عمل رہا ہے دوسری طرف اس کو صرف احکام کے لئے مختص نہیں کیا بلکہ امام بخاری کی طرح سب ابواب کی  
احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے اور پھر اس پر ستراد یہ کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اپنی  
کتاب میں اس طرح سمو یا ہے کہ وہ علم حدیث کا بوقلموں زار بن گئی ہے، چنانچہ حافظ ابو جعفر بن الزبیر المتوفی  
۵۸۰ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وللترمذی فی فنون الصناعة الحدیثیة  
ما لم یشاركه غیره۔ ۱۱

امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے  
حفاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں۔  
حافظ ابن رشید المتوفی ۷۲۲ھ نے ان فنون کی حسب ذیل تفصیل دی ہے (۱) تمویب (۲) بیان فقہ  
(۳) علل احادیث و بیان صحیح و ضعیف (۴) بیان اسما، و کئی (۵) جرح و تعدیل (۶) جن سے حدیث  
نقل کی ہے ان کے متعلق یہ بتلانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے اور کس نے نہیں۔  
(۷) راویان حدیث کا شمار۔ اس تفصیل کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ ”یہ تو اس کتاب کے علوم کا اجمالی  
بیان ہے اور تفصیل میں جایا جائے تو اور بھی متعدد علوم ہیں“

حافظ ابوالفتح بن سید الناس فرماتے ہیں کہ منجملہ ان علوم کے جو ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور جن کو  
ابن رشید نے ذکر نہیں کیا ہے یہ ہیں (۸) بیان شذوذ (۹) بیان موقوف (۱۰) بیان مدرج۔ ۱۲

۱۱ الانتصار فی فضائل الثلاثة۔ الائمۃ الفقہاء ص ۳۲ اور جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۳، محدث کوثری رحمہ اللہ نے الانتصار  
کے حواشی صفحہ ۹ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام ابو داؤد نے ان حضرات ائمہ ثلاثہ کے ذکر میں جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے وہ ان کے  
طبقات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اوطان کے اعتبار سے ہے، کیونکہ امام مالک مدنی ہیں، امام شافعی مکی اور امام ابو حنیفہ کوفی۔  
۱۲ انتصار مقدمہ قوت علی جامع الترمذی از حافظ سیوطی۔ ۱۲



اور حافظ ابو بکر بن العربی المتوفی ۳۵۳ھ عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی میں رقمطراز ہیں :-  
 "اس کتاب میں حسب ذیل چودہ علوم ہیں، احادیث کی اس طرح تدوین کہ جو عمل سے قریب تر کر دیتی ہے  
 بیان اسناد، تصحیح و تضعیف، تعداد طرق، جرح و تعدیل، بیان اسم و کنیت رواۃ، بیان وصل  
 و انقطاع، معمول بہ اور متروک العمل روایات کی توضیح، احادیث کتاب کے رد و قبول کے بارے میں  
 علماء کا جو اختلاف ہے اس کا بیان، حدیثوں کی توجیہ و تاویل کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف آراء  
 کا ذکر، اور یہ وہ علوم ہیں کہ ان میں سے ہر ایک علم اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتا ہے۔" ۱

حدث حاکم نیشاپوری اور خطیب بغدادی نے جامع ترمذی کو صحیح کہا ہے اور حافظ ابو بکر بن نقطہ بغدادی  
 المتوفی ۶۲۹ھ اپنی مشہور کتاب التقیۃ فی رواۃ الکتاب والمسانید میں خود امام ترمذی کی زبانی ناقل ہیں کہ  
 میں نے اس المسند الصریح (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کر کے  
 علماء حجاز کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا اور  
 علماء عراق کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا اور  
 علماء خراسان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا اور  
 جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہے اس کے گھر میں گویا پیغمبر  
 موجود ہے کہ جو خود تیار رہا ہے۔

اور حافظ ابو الفتح بن سید الناس المتوفی ۳۳۲ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد  
 سے نقل کرتے ہیں۔

لابی عیسیٰ فضائل تجمع وتروی وتسمع، و  
 کتابہ من الکتب الخمسة التي اتفق اهل الحل  
 والعقد والفضل والفقه من العلماء والفقهاء  
 واهل الحديث النبهاء على قبولها والحكم  
 بصحة اصولها ۲

امام ابو عیسیٰ (ترمذی) ایسے فضائل کے حامل ہیں کہ جن کو لکھا  
 جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے اور ان کی کتاب  
 ان پانچ کتابوں میں داخل ہے کہ جن کی قبولیت اور ان کے اصول  
 کی صحت کے فیصلہ پر علماء فقہاء اور کابر محدثین میں سے اہل حل و  
 عقد اور ارباب فضل و دانش نے اتفاق کیا ہے۔

اور حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک بار ہرات میں امام ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری  
 سے امام ترمذی اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرماتے گئے کہ

۱۔ عارضۃ الاحوذی ص ۲۴ و ۲۵ طبع نظامی کان پور، یہ کتاب مجموعہ شروح اربعہ ترمذی کے ساتھ اس کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے  
 ۲۔ مقدمہ ابن صلاح، ص ۶۶ طبع حلب ۱۳۵۸ھ البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۶۷ طبع مصر۔  
 ۳۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر محمد و ضلع حیدرآباد سندھ میں میری نظر سے گزرا ہے۔ ۴۔ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری  
 مشہور محدث اور صوفی ہیں، امام ترمذی سے ان کو بہ دو واسطہ تلمذ حاصل ہے، سال ولادت ۳۹۶ھ اور سال وفات ۴۵۸ھ  
 ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا نہایت مبسوط ترجمہ لکھا ہے جو ان لفظوں سے شروع ہوتا ہے شیخ الاسلام  
 الحافظ الامام الزاهد یہ ترجمہ سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی ایک مسند بھی لکھی ہے جس کا  
 نام جمع احادیث ابی حنیفہ، اس مسند کو حافظ سمعانی ان کو بہ دو واسطہ روایت کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الجوامع المصنوعہ ترجمہ نصر بن سید)



کتابہ عندی انفع من کتاب البخاری ومسلم  
 لان کتابی البخاری ومسلم لا یقف علی الفائدة  
 منهما الا المتبحر العالم وکتاب ابی عیسی یصل  
 الی فائدته کل احد من الناس  
 ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتاب سے زیادہ  
 نافع ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم متبحر  
 ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن ابو عیسی کی کتاب سے ہر شخص  
 مستفید ہو سکتا ہے۔

یہ واضح رہے کہ اگرچہ امام ترمذی، امام بخاری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں تاہم یہ شرف ان کو بھی حاصل  
 ہے کہ خود اسنادوں سے حدیث کا سماع کیا ہے، چنانچہ ابواب التفسیر، سورہ الحشر میں حب ذیل روایات کو  
 لکھ کر حدیث شاعبد اللہ بن عبد الرحمن عن ہارون بن معاویہ عن حفص بن غیاث عن جیب بن  
 ابی عمرہ عن سعید بن جبیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً فرماتے ہیں:-  
 سمع منی محمد بن اسماعیل هذا الحدیث  
 مجھ سے محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث سنی ہے۔

اسی طرح ابواب المناقب میں حدیث "یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی هذا المسجد غیری و  
 غیرک کے متعلق لکھا ہے کہ "وقد سمع محمد بن اسماعیل منی هذا الحدیث" اور امام بخاری نے خود ان  
 کے سامنے اس امر کا اعتراف کیا تھا کہ

ما انتفعت بک اکثر مما انتفعت بی  
 میں نے تم سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اٹھایا۔  
 بعض مواقع پر امام ترمذی نے اپنی جامع میں احادیث کی تصحیح کے سلسلہ میں امام بخاری و مسلم سے اختلاف  
 بھی کیا ہے، چنانچہ باب الاستیجار بالبحرین میں حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال خرج النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم یحاجتہ فقال التمس لی ثلاثة احجار ثم کو نقل کر کے اور اس کے مختلف طرق  
 بیان کر کے لکھتے ہیں کہ

هذا حدیث فیہ اضطراب، قال ابو عیسی سألت  
 عبد اللہ بن عبد الرحمن ای الروایات فی هذا  
 عن ابی اسحق اصح فلم یقض فیہ بشئ وسألت  
 محمد بن اعن هذا فلم یقض فیہ بشئ کانه رأی  
 حدیث ابی اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود  
 عن ابیہ عن عبد اللہ اشبه ووضعہ فی کتابہ  
 الجامع واصحہ شئ فی هذا عندی حدیث  
 اسلم ثیل و قیس عن ابی اسحق عن ابی عبیدہ  
 عن عبد اللہ لان اسرائیل اثبت واحفظ لحدیث  
 ابی اسحق من هؤلاء وتابعد علی ذلک قیس  
 بن الربیع، وسمعت محمد بن المثنی یقول  
 اس حدیث میں اضطراب ہے، میں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن  
 (امام دارمی) سے پوچھا تھا کہ اس بارے میں ابواصحق سے  
 کونسی روایت زیادہ صحیح ہے تو وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکے، اور محمد  
 (امام بخاری) سے پوچھا تو انھوں نے بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا  
 اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے "ابواصحق عن عبد الرحمن  
 بن الاسود عن ابیہ عن عبد اللہ" والے طریق کو زیادہ مناسب  
 سمجھا اس لئے اپنی کتاب الجامع میں اسی کو جگہ دی اور  
 میرے نزدیک اس باب میں اسرائیل و قیس عن ابی اسحق عن  
 ابی عبیدہ عن عبد اللہ والی سند زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسرائیل  
 ابواصحق کی حدیث میں ان سب سے زیادہ بچے اور سب سے  
 زیادہ حافظ ہیں اور اس روایت میں قیس بن الربیع نے



سمعت عبد الرحمن بن مہدی يقول ما  
فانتی الذی فانتی من حدیث سفیان  
الثوری عن ابی اسحق الالما انکلت به علی  
اسرائیل لاندکان یاتی بہ اتم، قال ابو عیسیٰ  
وزہیری ابی اسحق لیس بن الکلاں سماعہ  
منہ بأخرة، سمعت احمد بن الحسن یقول  
سمعت احمد بن حنبل یقول اذا سمعت  
الحديث من زائدة وزهیر فلا تبال ان  
لا تسمع من غیرہما الا حدیث ابی اسحق۔

ان کی متابعت بھی کی ہے، میں نے محمد بن المثنیٰ کو یہ بیان کرتے  
سنا کہ عبد الرحمن بن مہدی کہتے تھے کہ ابواسحق سے سفیان ثوری  
کی روایت کردہ حدیثیں جو مجھ سے چھوٹیں وہ صرف اس سبب سے  
کہیں نے ان روایات کے سلسلہ میں اسرائیل پر اعتماد کیا کیونکہ وہ  
ان کو مکمل طور پر بیان کیا کرتے تھے اور نہ ہر ابواسحق کی روایت میں  
کچھ اچھے نہیں ہیں کیونکہ ان کا سماع ابواسحق سے ان کی اخیر عمر  
میں تھا (جبکہ بڑھاپے کے سبب ابواسحق کے حواس میں انتشار  
ہو چکا تھا) میں نے احمد بن حسن کو بیان کرتے سنا کہ امام احمد بن  
حنبل فرماتے تھے کہ تم ابواسحق کی حدیث کو چھوڑ کر پھر زائدہ اور زہیر  
سے جو حدیث بھی سن لو اس کو دوسرے سے سننے کی فکر نہ کرو۔

اسی طرح ”باب ما یقال بعد الوضوء“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کر کے کہ  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فأحسن الوضوء ثم قال اشهد ان لا اله الا  
الله وحده لا شریک لہ واشہد ان محمدًا عبده ورسوله ثم اور اس کے طرق کی تفصیل بیان کر کے  
فرماتے ہیں :-

هذا حدیث فی اسنادہ اضطراب ولا یصح عن  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا الباب کثیر شئ۔ علیہ وسلم سے اس باب میں کچھ زیادہ صحت کو نہیں پہنچا۔  
حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہے، اسی طرح تحقیق رجال میں بھی بعض  
مقامات پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام دارمی کے قول کو ترجیح دی ہے۔

حافظ ابو جعفر بن الزبیر نے اپنے برنامہ میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کو امام ترمذی نے حسب ذیل  
چھ حضرات نے روایت کیا ہے (۱) ابوالجاس محمد بن احمد بن محبوب (۲) حافظ ابوسعید ہشیم بن کلیب  
شاشی المتوفی ۳۳۵ھ صاحب ہدایہ نے جامع ترمذی کو ان ہی کے طریق سے روایت کیا ہے (۳) ابوذر  
محمد بن ابراہیم۔ (۴) ابو محمد حسن بن ابراہیم قطان (۵) ابو جابر احمد بن عبد اللہ تاجر۔ (۶) ابوالحسن واذری۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب العلل کے اندر امام ابو حنیفہ سے حسب ذیل روایت نقل کی ہے۔  
حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو یحییٰ الخافی  
قال سمعت ابا حنیفۃ یقول ما رأیت احداً  
اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء  
بن ابی رباح۔ ۳۵

۳۵ ملاحظہ ہو ”باب ما ذکر فی الشرب بنفسین“ ۳۵ الجواب المضمیہ۔ ۳۵ مقدمہ قوت المعتدی۔  
۳۵ جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۳۳ طبع مصر ۱۲۹۲ھ۔



اس روایت کا تعلق رجال کی جرح و تعدیل سے ہے اور امام ترمذی نے اس کو سند کے طور پر نقل کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مدوح کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا شمار ان ائمہ میں ہے کہ جن کے قول سے جرح و تعدیل کے باب میں سند بکڑی جاتی ہے۔ لہ

صحیحین، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی یہ پانچ کتابیں وہ ہیں کہ جن کے بارے میں حافظ ابوطاہر سلفی المتوفی ۵۷۶ھ نے تصریح کی ہے کہ

قد اتفق علی صحۃہا علماء الشرق والغرب۔ ان کی صحت پر مشرق و مغرب کے علماء کا اتفاق ہے۔

حافظ ابن سید الناس، شرح ترمذی میں ابوطاہر کے اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں:-

وهذا المحمول منه علی ما لم یصرح بضعفه۔ ان کی تصریح ان روایات سے متعلق ہے کہ جن کے بارے میں ان کے مخرج نے یا کسی اور نے ضعف کی صراحت نہ کی ہو۔

لہ جرح و تعدیل کے باب میں امام ابو حنیفہ کے فیصلے اس قدر سچے تھے ہوتے تھے کہ محققین فن کو ہمیشہ ان کے آگے تسلیم خم کرنا پڑا، چنانچہ اسی جابر جعفی کو لے لیجئے ایک طرف امام ابو حنیفہ کا اس کے بارے میں یہ فیصلہ ہے دوسری طرف اس کی نسبت ائمہ جرح و تعدیل کی یہ رائیں ہیں۔ سفیان ثوری کا بیان ہے کہ مارأیت اور ع فی الحدیث منہ (میں نے اس سے زیادہ حدیث میں محتاط نہیں دیکھا) شعبہ کہتے ہیں کان جابر اذا قال حدیثاً و سمعت فہو من اوثق الناس (جابر جب حدیثاً اور سمعت کہتے تو اس کا شمار اوثق الناس میں ہے) ایک دفعہ سفیان ثوری نے شعبہ سے صاف کہہ دیا کہ اگر تم نے جابر جعفی کے بارے میں کچھ کہا تو میں تمہارے بارے میں کہنے لگوں گا، وکیع کا قول ہے کہ تم لوگ اور چاہے کسی چیز میں شک کرو مگر اس بارے میں بالکل شک نہ کرو کہ جابر ثقہ ہے، اس سے توہم کو مسعر، سفیان ثوری، شعبہ اور حسن بن صالح نے حدیثیں بیان کی ہیں (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ترجمہ جابر جعفی) ارباب نظر غور کریں کہ جابر جعفی کی توثیق کرنے والے کس شان کے اکابر ہیں۔ تاہم تحقیق کے بعد اخیر فیصلہ جو ائمہ رجال نے صادر کیا وہ یہی ہے کہ جابر جعفی کی روایت قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح زید بن عیاش کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک میں اختلاف رائے ہے۔ امام ابو حنیفہ اس کو مجہول بتاتے ہیں لیکن امام مالک نے اپنی موطا میں اس کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑا اور چھوڑا کو باہم بیچنے سے منع فرمایا ہے (موطا، باب ما یکرہ من بیع التمر) بعد کو اگرچہ بعض محدثین نے امام مالک کی تقلید میں اس روایت کو صحیح قرار دیا لیکن خود امام بخاری و مسلم نے اس بارے میں امام ابو حنیفہ کے فیصلے سے موافقت کی ہے، چنانچہ محدث مسلم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ

یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ائمہ اہل نقل کا امام مالک کی امامت پر اتفاق ہے کہ وہ جو حدیث بھی نقل کر دیں اس میں بکے ہیں اس لئے کہ ان کی روایات میں یا مخصوص اہل مدینہ سے جو حدیث وہ نقل کرتے ہیں اس میں سوائے صحیح روایت کے اور کوئی روایت نہیں پائی گئی۔ اور امام بخاری و مسلم نے اس روایت کی تخریج زید بن عیاش کی جہالت کے خوف سے نہیں کی۔

هذا حدیث صحیحہ لا جماع ائمۃ اہل النقل علی امامۃ مالک بن انس وانہ محکم فی کل ما یرویہ من الحدیث اذ لم یوجد فی روایاتہ الا الصحیح خصوصاً فی حدیث اہل المدینۃ۔۔۔۔۔ والشیخان لم یخرجاہ لما خشیان من جمالۃ زید بن عیاش۔ (تہذیب التہذیب ترجمہ زید بن عیاش)



یہ ہے عہد رسالت سے لے کر امام ابن ماجہ کے زمانے تک کی تاریخ ترویج حدیث۔ اب وقت آگیا ہے کہ امام مدووح کی کتاب السنن پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے اور فن حدیث میں اس کتاب کا جو اصلی مقام ہے اس کو واضح کیا جائے۔

## سنن ابن ماجہ

اس جلیل القدر کتاب کے متعلق سابق میں ہم بعض اکابر فن کی رائیں پیش کر چکے ہیں جس سے آپ نے اس کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا ہوگا، یہ کتاب دو حیثیتوں کے اعتبار سے تمام صحاح سنہ میں ممتاز ہے، ایک حسن ترتیب یعنی جس خوبی اور عمدگی کے ساتھ احادیث کو باب وار بغیر کسی تکرار کے اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے دوسری کتابوں میں نہیں بیان کیا گیا، اور یہی اس کی وہ خوبی ہے کہ جس کو دیکھ کر ان کے شیخ حافظ ابو زرہ رازی کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے تھے کہ

”اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔“

حافظ ابو زرہ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق ہوئی اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حدیث کی بہت سی کتابیں جو صحت اسناد اور جودت روایات کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں وہ قبول عام حاصل نہ کر سکیں جو سنن ابن ماجہ کو حاصل ہے جیسے صحیح ابن حبان جس کے متعلق مورخ ابن العماد جنبلی نے تصریح کی ہے کہ

والکثر النقاد علی ان صحیحہما صحیح من اکثر ناقدین فن اس رائے پر ہیں کہ ان کی صحیح، سنن ابن ماجہ سے صحیح تر ہے۔

لیکن اس اصحیت کے باوجود اس کتاب کو وہ فروغ نصیب نہ ہو سکا جو سنن ابن ماجہ کو ہوا۔ خود صحاح سنہ میں سنن نسائی پر جو اس سے صحت میں کہیں فائق ہے اتنا کام نہیں ہوا اور اس کے اتنے شروح و حواشی نہیں لکھے گئے جتنے سنن ابن ماجہ کے لکھے گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں حافظ ابو زرہ کے مذکورہ بالا بیان کو نقل کر کے فرماتے ہیں:-

وفی الواقع از حسن ترتیب و سرد احادیث بے تکرار  
و اختصار آنچه این کتاب دارد هیچ یک از کتب ندارد۔  
اور حافظ ابن کثیر، الباعث الحثیت الی معرفة علوم الحدیث میں رقمطراز ہیں:-

وهو کتاب مفید قوی التبویب فی الفقه  
تہایت عمدہ تبویب ہے۔

۱۔ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب از ابن العماد، ترجمہ ابن حبان۔ ۲۔ بستان المحدثین، ص ۱۱۲ طبع گلزار محمدی لاہور۔ ۳۔ کتاب مذکور ص ۹۰ طبع مکرمرہ ۱۳۵۴ھ



اور حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں :-

وکتاہ فی السنن جامع جید ان کی کتاب سنن (احکام) میں نہایت عمدہ جامع ہے۔

دوسری نمایاں خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ یہ بہت سی ان حدیثوں پر مشتمل ہے کہ جن سے صحاح ستہ کی دوسری کتابیں یکسر خالی ہیں اور اس بنا پر اس کی افادیت ان کتابوں سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، صحابہ کرام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ عام طور پر ایسی حدیثیں بیان کیا کرتے تھے جو اوروں کو معلوم نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ابو سعید حمیری کی زبانی منقول ہے کہ کان معاذ بن جبل یتحدث بما لم یسمع اصحاباً۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ حدیثیں بیان کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویکت عما سمعوا جو دیگر صحابہ نے سنی نہ تھیں اور جو دوسروں نے بھی سنی نہیں (باب التہی عن الخلل علی قارعة الطريق) تو ان کے ذکر سے خاموش رہتے تھے۔

علامہ ابوالحسن سندس کی رائے میں امام ابن ماجہ کا یہ طرز عمل حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اتباع پر مبنی ہے چنانچہ وہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

لکثیر الفائدة، وكان المصنف رحمه الله حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل کثرت افادہ کے لائق تھا تعالیٰ تبع معاذ فی ذلك حيث اخرج من اور گویا مصنف نے بھی اس سلسلہ میں ان ہی کا اتباع کیا ہے المتون فی کثیر من الابواب ما ليس في کہ بہت سے ابواب میں ان حدیثوں کو نقل کیا جو کتب خمسہ الکتب الخمسة المشهورة وان كانت ضعیفة مشہورہ میں نہیں ہیں اگرچہ وہ ضعیف بھی ہیں اور اسی مضمون وفي الباب احادیث صحیحة اخرجتها اصحاب کی اور صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں جن کو ان کتابوں کے تلك الکتب فی کتبہم۔ مصنفین نے نقل کیا ہے۔

سنن ابن ماجہ کا شمار | سنن ابن ماجہ میں بہت سی زائد حدیثوں کا پایا جاتا ہے اس کا وہ امتیاز خاص ہے کہ صحاح ستہ میں جس کو دیکھ کر بہت سے حفاظ وقت نے صحاح کی تعداد پانچ سے بڑھا کر چھ کر دی چنانچہ آپ سابق میں پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن السکن نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی تھیں اسی طرح حافظ ابن مندر نے بھی پانچ صحاح میں امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، اور امام نسائی ہی کے ذکر پر اکتفا کی ہے، بعد کو حافظ ابوطاہر سلفی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ بالا چاروں کتابوں کے ساتھ شمار کر کے تصریح کی کہ ان پانچوں کتابوں کی صحت پر علماء شرق وغرب کا اتفاق ہے حتیٰ کہ شیخ ابن صلاح المتوفی ۷۴۲ھ اور علامہ نووی المتوفی ۷۶۱ھ تک نے معتقد علیہ کتابوں کے سلسلہ میں ان ہی

لہ یہ اصل میں حضرت کی انتہائی احتیاط تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو اس امر کا بڑا خیال رہتا تھا کہ روایت حدیث میں سہول چوک نہ ہونے پائے کیونکہ غلط روایت کے بیان کرنے پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوزخ کی وعید سن چکے تھے اور اسی لئے بہت سے صحابہ حتیٰ الوسع بلا ضرورت حدیث بیان کرنے سے بچا کرتے تھے، یہی حال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تھا چنانچہ جو حدیثیں دوسرے صحابہ بھی جانتے تھے یہ ان کو بیان نہیں کرتے تھے۔



پانچ کتابوں کے مصنفین کی وفیات ذکر کی ہیں اور امام ابن ماجہ کو سرے سے نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن متاخرین نے ان کی رائے سے موافقت نہیں کی چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی شرح تقریب النوادی میں علامہ نووی پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لم یدخل المصنف سنن ابن ماجہ فی الاصول وقد اشتهر فی عصر المصنف وبعدہ جعل الاصول ستة با دخالہ فیہا۔ (ص ۳۰)

مصنف (علامہ نووی) نے سنن ابن ماجہ کو بنیادی کتابوں میں داخل نہیں کیا حالانکہ خود مصنف کے عہد میں اور ان کے بعد سنن ابن ماجہ کو داخل کر کے چھ کتابوں کا بنیادی قرار دیا جانا شہرت پذیر ہو چکا ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ کے بالمقابل جگہ دی وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی المتوفی ۷۵۸ھ ہیں جنہوں نے شروط الائمة الستہ اور اطراف الکتاب الستہ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پہلی کتاب عرصہ ہوا کہ مصر اور ہندوستان میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اس کتاب میں حافظ موصوف نے ائمہ خمسہ کے ساتھ امام ابن ماجہ کی شرط پر بھی بحث کی ہے اور دوسری کتاب میں ان چھوں کتابوں کے اطراف احادیث کو جمع کیا ہے، بعد کو تمام مصنفین اطراف و رجال نے ان کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ

قتابھا صحاب الاطراف والرجال ۵۵۸ھ پھر مصنفین اطراف و رجال نے ان ہی کی متابعت کی۔

ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبد الغنی مقدسی المتوفی ۷۵۸ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھ کتابوں کے رجال کو یکجا دون کیا ہے۔

اسی عہد میں حافظ ابن طاہر کے معاصر محدث رزین بن معاویہ عبدی سرقسطی مالکی المتوفی ۵۲۵ھ نے اپنی کتاب التجرید للصواع والسنن میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں

۱۵۰ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن صلاح، ص ۳۸۷ طبع حلب، اور علامہ نووی کی تقریب والتیسیر کی "الزور الستون" نیز خاتمہ الاشارات الی بیان اسماء المنہات از علامہ موصوف طبع لاہور۔

۱۵۱ سخاوی نے فتح المغیث میں شیخ ابن صلاح کی طرف سے ابن ماجہ کو نظر انداز کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے۔ ہو کونہ سا ذخا عما حرص علیہا صحاب الکتب الخمسة من المقاصد التي بتدبرها یقمن المحدث خصوصاً و فیہ احادیث ضعیفہ فتجد ابل منکرۃ (ص ۴۷۶)

یہ ان مقاصد سے خالی ہے جن پر مصنفین کتب خمسہ نے بڑی توجہ دی ہے اور جن پر غور و تدبر سے محدث کو مشق ہوتی ہے خاص طور پر جبکہ اس میں نہایت ضعیف بلکہ منکر حدیثیں تک ہیں۔

۱۵۲ اطراف کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے شروع سرے کو اتنا بیان کر کے کہ جس سے بقیہ حدیث کی یاد رہانی ہو جائے اس کی تمام اسانید کو بالاستیعاب بیان کر دیا جائے یا ان کتابوں کا پتہ دیدیا جائے کہ جن میں یہ حدیث مروی ہے، چنانچہ اطراف الکتاب الستہ میں صحاح ستہ کی احادیث کو اسی طرح بقید حوالہ کتب جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کو صحاح ستہ کا انڈکس سمجھا جاسکے۔ حافظ ابن طاہر نے اسی طرح کا ایک انڈکس امام ابو حنیفہ کی احادیث کا بھی تیار کیا ہے۔ جس کا نام اطراف احادیث ابی حنیفہ ہے۔ خیال ہے کہ اس کتاب میں حافظ موصوف نے امام ابی حنیفہ کی احادیث کی جملہ اسانید کو ذکر کیا ہوگا۔ ۱۵۳ تدریب الراوی ص ۳۰۔



درج کیا ہے اس بناء پر بعد کے علماء میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا جائے یا اس کی جگہ سنن ابن ماجہ کو رکھا جائے، محدث مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر جزیری المتوفی سلسلہ نے اپنی مشہور و مقبول عام کتاب جامع الاصول میں محدث زرین ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے اور اسی لئے اس کتاب میں ابن ماجہ کے حوالہ سے کوئی روایت درج نہیں ہے، اسی طرح حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی کی تصریح ہے کہ

اولی ما ارشد الیہ ما اتفق المسلمون  
على اعتماده وذلك الكتب الخمسة و  
الموطا الذي تقدمها وضعها ولم يتاخر  
عنھا رتبة له  
جو کچھ بتایا گیا ہے ان سب میں اولی وہ کتابیں ہیں کہ جن کے اعتماد پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور یہ وہی کتب خمسہ ہیں اور موطا ہے جو تصنیف میں ان سے مقدم ہے اور رتبہ میں کم نہیں ہے۔

اور علامہ محدث عبد الغنی نابلسی حنفی المتوفی ۱۱۷۱ھ اپنی مشہور کتاب ذخائر الموارث فی الدلالة علی مواضع الحدیث کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

وقد اختلف فی السادس فعند المشاركة  
هو کتاب السنن لابن عبد الله محمد بن ماجه  
القزويني وعند المغاربة كتاب الموطا  
للإمام مالك بن انس الأصمعي۔  
چھٹی کتاب کے بارے میں اختلاف ہے اہل مشرق کے نزدیک ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ قزوینی کی کتاب السنن ہے اور اہل مغرب کے نزدیک امام مالک بن انس اصبحی کی کتاب موطا۔

لیکن عام متاخرین کا فیصلہ ابن ماجہ ہی کے حقی میں ہے، محدث ابوالحسن سندھی لکھتے ہیں۔  
غالب المتأخرين على انه سادس السلسلة۔  
عام متاخرین اسی طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے یہ یاد رہے کہ موطا پر اس کو مقدم کرنے کی وجہ وہی اس کی مزید افادیت ہے جو بہت سی زائد حدیثوں کے درج کرنے سے اس میں پیدا ہو گئی ہے، چنانچہ حافظ سخاوی، فتح المغیث میں فرماتے ہیں :-

وقد موه على الموطا لكثرة زوائده  
على الخمسة بخلاف الموطا  
ان علماء نے اس کو موطا پر اس لئے مقدم کیا کہ اس میں کتب خمسہ سے بہت سی روایتیں زائد ہیں، برخلاف موطا کے کہ اس میں ایسا نہیں ہے۔

ورنہ صحت وقوت روایات کے لحاظ سے سنن ابن ماجہ کیا صحاح ستہ کی کوئی کتاب بھی موطا کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی، ہم موطا کی اصحیت کے متعلق سابق میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، یہ پچھلوں کی صریح بے انصافی ہے کہ وہ سلف مجتہدین کی کتابوں کا مقابلہ بعد کے ان محدثین کی تصانیف سے کرتے ہیں جو فضل و کمال، علم و اجتہاد اور تحقیق و تنقید کسی چیز میں ان کے برابر نہ تھے، چنانچہ سرخیل الحدیث نواب صدیقی حسن خان قنوجی مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں :-

۱۔ تدریب الراوی ص ۵۶۔ ۲۔ مقدمہ شرح ابن ماجہ از سندھی۔

۳۔ ص ۳۳ طبع لکھنؤ۔



نزد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ومن قال بقولہ  
اصح کتب در حدیث وفقہ موطا است پسترنجاری  
پسترنج مسلم، در اوائل مصنف شرح موطا در ترجمہ  
وے بر سائر کتب روئے زمین اطالت بسیار  
کردہ و ہوا الصواب۔ ۱۷

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان حضرات کے نزدیک جو  
ان کے ہمتو میں حدیث وفقہ میں صحیح ترین کتاب موطا ہے پھر  
بخاری پھر مسلم، چنانچہ شاہ صاحب نے مصنف شرح موطا کے  
اوائل میں روئے زمین کی تمام کتابوں پر موطا کی ترجیح کے سلسلہ  
میں بڑی لمبی بحث کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

بعد کے دور میں حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلری علانی المتوفی ۷۶۱ھ نے اس خیال کا بھی  
ظہار کیا ہے کہ

یہی ان یكون كتاب الدارمی سادسا الخمسة  
بدله فانه قليل الرجال الضعفاء نادر  
الاحاديث المنكرة والشاذة، وان كانت فيه  
احاديث مرسله وموقوفة فهو مع ذلك  
اولى منه۔ ۱۸

بجائے سنن ابن ماجہ کے مناسب یہ ہے کہ دارمی کی کتاب پانچوں  
کتابوں کے ساتھ مل کر چھٹی کتاب ہو کیونکہ اس میں ضعیف  
راوی کم اور منکر و شاذ حدیثیں نادر ہیں اور اگرچہ اس میں  
احادیث مرسلہ و موقوفہ موجود ہیں تاہم وہ سنن ابن ماجہ سے  
زیادہ بہتر ہے۔

حافظ صلاح الدین علانی کی ہمنوائی حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی کی ہے چنانچہ حافظ سیوطی،  
تذریب الراوی میں لکھتے ہیں۔

قال شيخ الاسلام وليس دون السنن الا  
في الرتبة بل لوضعهم الى الخمسة لكان اولی  
من ابن ماجة فانه امثل منه بكثير۔  
۱۹

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر) کا بیان ہے کہ دارمی کی  
کتاب رتبہ میں سنن اربعہ سے کم نہیں ہے بلکہ اگر اس کو  
کتب خمسہ کے ساتھ ملا دیا جائے تو ابن ماجہ کی یہ نسبت  
یہ اولی ہے کیونکہ وہ سنن ابن ماجہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

لیکن اس تصریح کے باوجود شیخ الاسلام کا عمل اس کے برخلاف ہے چنانچہ محدث حجر بن اسماعیل امیر بانی  
توضیح الافکار میں ارقام فرماتے ہیں:-

وقد الحق بالخمسة الموطا كما صنعہ  
ابن الاثير في جامع الاصول وغيره الحق  
بما عوضا عنه سنن ابن ماجة وعلى هذا  
بنى الحافظ المنزی فی تہذیب الکمال ومن  
تبعہ من مختصری کتابہ کا الحافظ ابن حجر  
والخزرجی۔ ۲۰

اور کتب خمسہ کے ساتھ موطا کا بھی الحاق کیا گیا ہے  
جیسا کہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے اور دیگر  
علمائے ان کتابوں کے ساتھ موطا کی بجائے ابن ماجہ کو  
رکھا ہے اور اسی پر تہذیب الکمال میں حافظ منزری کی بنیاد  
ہے اور ان کے متبعین کی جنہوں نے تہذیب الکمال کا  
اختصار کیا ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر و خزرجی ہیں۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اپنی مشہور عام کتاب بلوغ المرام میں سنن دارمی کے ساتھ جو رویہ ہے وہ  
ایسا عجیب ہے کہ جس کی شکایت خود نواب صدیقی حسن خاں نے جو ان کے معتقد خاص ہیں ان الفاظ میں کی ہے۔

۱۸ ج ۱ ص ۱۸ طبع شاہجہانی بھوپال ۱۳۳۰ھ فتح المغیث ص ۳۳۔ ۱۹ تذریب الراوی ص ۵۷۔

۲۰ توضیح الافکار ج ۱ ص ۵۵۔



وعجب است از مصنف کہ ازین جماعہ مذکورہ اخراج حدیث کردہ و نام دارمی باوجودیکہ در جنب صحاح ستہ است و غالب درین روایات شریک جزیک جا بر زبان خامہ نبرده۔ ۱۵

مصنف سے تعجب ہے کہ انھوں نے اس جماعت مذکورہ تو حدیث کی تخریج کی، پر دارمی کا نام جو صحاح ستہ کے مقابلہ کی کتاب ہے اور اکثر ان روایات میں ان کے ساتھ شریک و جزیک ایک جگہ کے کہیں زبان قلم پر نہ لائے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ حافظ مغلطائی سخی نے سنن دارمی کو صحیح کہہ دیا تو حافظ موصوف نے ان پر اعتراضات کی جو چھڑ کر دی، بات اتنی تھی کہ شیخ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ اصول حدیث میں یہ لکھ دیا تھا کہ اول من صنف الصحیح البخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل الجعفی مولاهم وتلاہ ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری من انفسہم۔ ۱۶

پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل ہیں کہ جو ولایت جعفی ہیں اور ان کے بعد ابو الحسین مسلم بن الحجاج نے کہ جو نسلاً قشیری ہیں۔

اس پر حافظ مغلطائی نے اعتراض کیا کہ ان مالکاً اول من صنف الصحیح وتلاہ احمد ابن حنبل وتلاہ الدارمی۔ ۱۷ جس پر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

سب سے پہلے تو امام مالک نے صحیح تصنیف کی ہوا ان کے پیچھے امام احمد بن حنبل نے اور ان کے پیچھے امام دارمی نے۔

واما ما يتعلق بالداری فتعقبہ الشیخ زین الدین بأن فیہ الضعیف والمنقطع لکن بقی مطالبہ مغلطائی بصحیح دعاوہ ان جماعۃ اطلقوا علی مسند الدارمی کونہ صحیحاً فانی لم ارذلک فی کلام احد ممن یعتمد علیہ۔ ۱۸

اور دارمی کے متعلق جو مغلطائی نے کہا ہے اس پر شیخ زین الدین نے ان کی گرفت کی ہے کہ اس میں تو ضعیف اور منقطع روایات موجود ہیں لیکن مغلطائی سے ان کے اس دعویٰ کی صحت کا مطالبہ باقی رہ گیا کہ ایک جماعت نے مسند دارمی پر صحت کا اطلاق کیا ہے، کیونکہ یہ بات کسی محترم علیہ شخص کے کلام میں میری نظر سے نہیں گزری۔

حالانکہ خود ہی یہ لکھ رہے ہیں کہ

لما راجع مغلطائی سلفائی تسمیۃ الدارمی صحیحاً الا قولہ اندراہ بخط المنذری وکذا قال العلائی۔ ۱۹

دارمی کو صحیح کہنے میں میں نے مغلطائی کا کوئی پیش رو نہیں دیکھا بجز اس کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حافظ منذری کے قلم سے یہی لکھا دیکھا تھا اور ایسا ہی علائی نے بھی کہا ہے۔

اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ:-

کیف ولو اطلق علیہ ذلک ممن یعتمد علیہ لکان الواقع خلافہ لما فی الکتاب المذکور

بجلا مغلطائی کا دعویٰ کیونکہ قابل تسلیم ہو اور اگر کسی قابل اعتماد شخص کی طرف سے اس پر صحت کا اطلاق کیا بھی گیا تو



من الاحادیث الضعیفة والمنقطعة و  
الموضوعة والموطأ فی الجملة انظف  
احادیث واثق رجالاً منہ  
واقعد اس کے خلاف ہے کہونکہ کتاب مذکور میں احادیث ضعیفہ و  
اور موضوعہ موجود ہیں ہاں موطائی کچھ احادیث کے اعتبار کے  
اس کو زیادہ پاکیزہ اور رجال کے لحاظ سے زیادہ محکم ہے۔

اس کے بعد ایک اور اعتراض یہ بھی کیلے۔  
ومع ذلك كله فليست اسلم ان الدارمي  
صنف كتابه قبل تصنيف البخاري  
الجامع لتعاصرها ومن ادعى عليه  
ذلك فعليه البيان

لیکن علامہ امیر میانی نے خود حافظ صاحب سے بھی یہی مطالبہ کر دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔  
قلت ومن ادعى تقدم تصنيف البخاري على  
تصنيف الدارمي فعليه البيان ايضاً  
بہر حال دارمی کی کتاب کو سنن ابن ماجہ پر فوقیت ہو یا نہ ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ  
صحاح ستہ کی بزم میں دارمی کو بار بار مل سکا اور مدت ہوئی کہ چھٹی کتاب کی جگہ سنن ابن ماجہ سو پر کی جا چکی  
ہے، چنانچہ امام ابوالقاسم رافعی المتوفی ۶۲۳ھ کی یہ تصریح سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ  
حافظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر  
رکھتے اور جو روایات اس کتاب میں موجود ہیں ان سے سند پکڑتے ہیں۔

اور مورخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ اپنی کتاب وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان میں امام ابن ماجہ  
کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

وكتاب في الحديث احد الصحاح الستة -  
اور حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۴۶ھ الباعث الحثیث میں فرماتے ہیں۔

وابوعبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه  
القرويني صاحب السنن التي كل بها الكتب  
الستة والسنن الاربعة بعد الصحيحين التي  
اعتنى باطرافها الحافظ ابن عساكر وكذلك  
شيخنا الحافظ المزني اعتنى برجالها واطرافها  
اور ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ  
قروینی صاحب السنن التي كل بها الكتب  
الستة والسنن الاربعة بعد الصحيحين التي  
اعتنى باطرافها الحافظ ابن عساكر وكذلك  
شيخنا الحافظ المزني اعتنى برجالها واطرافها

بھی ان کے رجال و اطراف کو جمع کیلے۔  
اور حافظ عبد القادر قرنی، الجوہر المصنی کی کتاب الجامع میں لکھتے ہیں:-  
”جب محدث کسی حدیث کے بارے میں صرف رواہ الشیخان یا رواہ الامامان کہتا ہے  
تو بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں اور جب صرف رواہ الائمة الستہ کہا جاتا ہے تو بخاری و مسلم



ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں اور جب صرف شراہ الخمسة کہا جاتا ہے تو

بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی مراد ہوتے ہیں۔

صحیح کے اعتبار سے حافظ شمس الدین زہبی لکھتے ہیں :-

سنن ابن ماجہ کا درجہ

سنن ابی عبد اللہ کتاب حسن سنن ابی عبد اللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو لوگ ماکدرہ احادیث و اہیۃ لیست بالکثیرۃ۔ چند واپسی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں خراب نہ کرتیں۔

یہ چند روایات کہ جنہوں نے سنن ابن ماجہ جیسی صاف کتاب کو گدلا اور مکدر بنا دیا ان کی تعداد کیا ہے اس کے بارے میں حافظ محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہرے میں ایک قدیم جزیر کی پشت پر حافظ ابو حاتم المعروف بنخاموش کے قلم سے یہ لکھا دیکھا ہے۔

قال ابو زرعة الرازي طالع کتاب ابی عبد اللہ ابن ماجہ فلما جد فیہ الا قدر ايسيرهما فیہ شیء و ذکر قریب بضعة عشر۔

اور حافظ زہبی تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی تہانی یہ ناقل ہیں :-

عرضت هذه السنن على ابي زرعة فظفر فیہ وقال اظن ان وقع هذا فی ایدے الناس تعطلت هذه الجوامع او اکثرها ثم قال لعل لا يكون فیہ تمام ثلاثین حدیثا مما فی اسنادہ ضعف۔

اور حافظ سیوطی، زہر الری علی المجتبی کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں :-

واما ملحکاه ابن طاہر عن ابي زرعة الرازي انه نظر فیہ فقال لعله لا يكون فیہ تمام ثلاثین حدیثا فیہ ضعف فی حکایة لا تصح لا نقطاع سندھا، وان كانت محفوظة فلعله اراد ما فیہ من الاحادیث الساقطة الى الغایة او كان ما رأی من الکتاب الا جزءا منه فیہ هذا القدر و قد حکم ابو زرعة

انکہ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن ماجہ۔ سہ شروط الائمة الستہ ص ۱۶۔

سہ ابو زرہ کا یہ بیان جیسا کہ ابھی آپ کی نظر سے گزرا، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے اور ابن طاہر نے تو شروط الائمة میں ان سے کچھ اوپر دس کی تعداد نقل کی ہے۔



علیٰ احادیث کثیرہ منہ بکونھا باطلہ او  
ساقطہ او منکرہ وذلک عکلیٰ فی کتاب  
العلل لابن حاتم۔  
اور حافظ ذہبی، سیر النبلا میں لکھتے ہیں کہ

دقول ابی زرعة لعل لا یكون فیہ تمام ثلاثین  
حدیثا ما فی سندہ ضعف او نحو ذلک  
ان صحیح کا نما عنی ثلاثین حدیثا الاحادیث  
المطرحۃ الساقطۃ واما الاحادیث الستی  
لا تقوم بها حجة فکثیرة لعلها نحو الالف

غالباً یہ تیس کے قریب قریب وہی روایتیں ہیں کہ جن کو حافظ ابن جوزی نے موضوعات میں داخل  
کیا ہے یا دیگر محدثین نے ان میں سے بعض روایات کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے ان روایات پر  
فنی نقطہ نظر سے ہم اپنی عربی تصنیف "ما تمس الیہ الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجہ" میں  
تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، یہی عام ضعیف روایات سو واقعی اس کتاب میں بکثرت ہیں اور اگرچہ حافظ  
ابو الجراح مزری نے اس بارے میں ایک عام حکم لگا دیا ہے کہ

کل ما انفرد به ابن ماجہ فهو ضعیف  
مردہ روایت جو صرف سنن ابن ماجہ میں ہو اور محل مست  
کی کسی دوسری کتاب میں نہ ہو وہ ضعیف ہے۔

لیکن یہ صحیح نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ  
ولیس الامر فی ذلک علی اطلاقہ باستقرائی و  
فی الجملة فقیہ احادیث کثیرہ منکرہ۔  
میرے تتبع کے مطابق علی الاطلاق ایسا نہیں ہے اگرچہ  
فی الجملہ اس میں بہت سی منکر حدیثیں ہیں۔  
حافظ ابن حجر کی رائے میں احادیث کی بہ نسبت رجال کے بارے میں ایسا کہنا زیادہ مناسب ہے  
فرماتے ہیں۔

لکن جملة علی الرجال اولی واما جملة علی  
احادیث فلا یصح کما قد مت ذکرہ من  
وجود الاحادیث الصحیحة والحسان  
مما انفرد به عن الخمسة۔  
لیکن حافظ مزری کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اولیٰ ہے اور  
حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں جیسا کہ میں نے سابق میں بتایا  
کہ جن روایات میں وہ الخمسة سے منقذ ہیں ان میں صحیح  
حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی۔

لیکن ہمارے استقرار اور تتبع کے اعتبار سے احادیث ایک طرف رجال کے بارے میں بھی کلی طور پر  
یہ حکم لگانا صحیح نہیں ملاحظہ فرمائیے روایات ذیل :-

(۱) حد ثنا العباس بن الولید و احمد بن الازهر قال احد ثنائی وان بن محمد



حدثنای زید بن السمط ثنا الوضین بن عطاء عن محفوظ بن علقمة عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضع قلب جبة صوف كانت علیہ فسمی بها وجهه (باب  
المنديل بعد الوضوء وبعد الغسل) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کے بعد اپنے اونی جبہ کو  
جو آپ کے بدن مبارک پر تھا پلٹ کر اس سے اپنے چہرہ انور کو پونچھا۔

حافظ بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں اس روایت کے متعلق تصریح کی ہے کہ

اسنادہ صحیح و رواۃ ثقات اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حالانکہ زید بن السمط سے سنن ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں کوئی روایت منقول  
نہیں ہے اور اس سے اخذ روایت میں امام ابن ماجہ بقیہ ائمہ خمسہ سے مقرر ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ  
ان سے امام ابو داؤد نے کتاب المراسیل میں اور امام نسائی نے مسند مالک میں روایت لی ہے لیکن ان دونوں  
حضرات نے اپنی سنن میں ان سے کوئی روایت درج نہیں کی۔

(۲) حدثنای یعقوب بن حمید بن کاسب ثنا عبد العزيز بن محمد الذہاوری عن عبد الله بن  
بن عمر عن ابراهيم بن محمد بن عبد الله بن جحش عن ابيه عن زينب بنت جحش انه كان له  
مخضب من صفر قالت كنت ارجل رأس رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فیہ (باب الوضوء بالصفر)  
یعنی حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس پتیل کا ایک بڑا برتن تھا جس کے متعلق وہ قرأت  
میں کہیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک (دھو کر) ٹانہ کیا کرتی تھی۔

حافظ بوصیری نے زوائد میں اس کے لئے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات  
حالانکہ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن جحش سے روایت میں امام ابن ماجہ مقرر ہیں اور بقیہ ارباب صحاح  
ستہ میں سے کسی نے بھی ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔

(۳) حدثنای عبد الرحمن بن ابراهيم الدمشقی ثنا الوليد بن مسلم ثنا الاوزاعي ثنا هيك  
بن يريم الاوزاعي ثنا مغيث بن مهي قال صليت مع عبد الله بن الزبير الصبح بغلس فلما  
سلم اقبلت علي ابن عمر فقلت ما هذه الصلوة قال هذه صلوتنا كانت مع رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم وابی بكر وعمر فلما طعن عمر اسفرا بها عثمان (باب وقت صلاة الفجر) مغيث بن  
سهي کا بیان ہے کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز اذہیرے میں پڑھی جب وہ  
سلام پھر چکے تو میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے عرض کیا کہ یہ کیا نماز ہے  
فرمانے لگے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تو ہماری یہی نماز تھی  
بعد کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گھائل کر دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جالے میں پڑھنے لگے۔

اس میں بھی ہیک بن یریم اوزاعی ایک ایسے راوی ہیں کہ جن سے بحر سنن ابن ماجہ کے صحاح ستہ  
کی اور کسی کتاب میں کوئی روایت موجود نہیں ہے حالانکہ حافظ بوصیری اس روایت کے متعلق

لہ مخضب، اس بڑے برتن (طب، بالی، لگن وغیرہ) کو کہتے ہیں جس میں کپڑے دھوئے اور رنگتے ہیں۔



فرماتے ہیں کہ اسنادہ صحیحہ۔

یہ تینوں روایات ہم نے کتاب کے ابتدائی حصے سے لیکر جو ”باب الاذان“ تک ہے، بطور مثال ذکر کی ہیں، اس لئے انصاف یہ ہے کہ امام ابن ماجہ جن رواۃ یا احادیث کے ساتھ متفرد ہیں ان پر کلیتہً تو ضعف کا حکم صادر کر دینا صحیح نہیں ہاں اکثریت کے اعتبار سے درست ہے، حافظ شہاب الدین بوسیری المتوفی ۸۵۲ھ نے زوائد ابن ماجہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس میں ہر روایت کی اسناد کے متعلق اس کی صحت و ضعف کو بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اب ناپید ہے لیکن خوش قسمتی سے محدث ابوالحسن سندی نے اپنی شرح ابن ماجہ میں اس سے تمام ضروری چیزیں نقل کر دی ہیں۔

یہ واضح رہے کہ ضعیف روایتیں سن ابن ماجہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں، فرق اتنا ہے کہ ان میں کم ہیں اور اس میں زیادہ ہیں اور ان کتابوں کو جو صحاح ستہ کہا جاتا ہے وہ محض تغلیباً ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کی ہر روایت صحیح ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی، مسک الختام میں رقمطراز ہیں:-

واین شش کتاب را اصول ستہ و صحاح ستہ و کتب ستہ و اہیات ست، خوانند، شیخ عبدالحق محدث دہلوی در اشعۃ المعات گفتہ کتب ستہ کہ مشہور اند در اسلام گفتہ اند صحیح بخاری و صحیح مسلم و جامع ترمذی و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ است و نزد بعض موطا است بدل ابن ماجہ و صاحب جامع الاصول موطا را اختیار کردہ و درین کتب انچہ اقسام حدیث است از صحاح و حسن و ضعاف ہمہ موجود است، و تسمیہ آن بصحاح بطریق تغلیب است۔ (ج ۱ ص ۱۷)

ان چھ کتابوں کو اصول ستہ، صحاح ستہ، کتب ستہ، اور اہیات ست کہتے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ المعات میں کہلے ہے کہ چھ کتابیں جو اسلام میں مشہور ہیں یہ بتلاتے ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، اور بعض کے نزدیک بجائے ابن ماجہ کے موطا ہے اور صاحب جامع الاصول نے موطا ہی کو اختیار کیا ہے اور ان کتابوں میں حدیث کی جتنی قسمیں ہیں صحیح، حسن، ضعیف سب موجود ہیں اور ان کو صحاح کہنا تغلیب کے طور پر ہے۔

بہر حال جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے:-

کتاب فی السنن جامع جید کثیر الاواب و الغرائب و فیہ احادیث ضعیفۃ جداً۔

علم سنن میں ابن ماجہ کی کتاب ایک عمدہ جامع ہے جس میں بہت سے ابواب و غرائب ہیں اور اس میں نہایت ضعیف حدیثیں بھی ہیں۔

صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ ایسا واضح رہے کہ دیگر ارباب صحاح ستہ کی طرح امام ابن ماجہ نے بھی اپنی کتاب کی ترتیب و تدوین اور احادیث کے انتخاب میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا ہے متعدد جگہ غریب احادیث کی تفصیل دی ہے۔ مختلف بلاد کی جو مخصوص روایات ہیں ان کی نشان دہی کی ہے

لہ تہذیب التہذیب۔ لہ شال کے طور پر ملاحظہ ہوں ابواب ذیل، باب سجود القرآن، باب ماجاء فی الخطبۃ یوم الجمعة، باب من فانتہ الاربع قبل الظهر، باب ماجاء فی صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ، باب الولیۃ، باب الاقصاد فی طلب المعیشۃ، باب کسب الحجام۔



چنانچہ باب لعقو عن القاتل میں حدیث ذیل کو نقل کر کے حد ثنا ابو عمیر عیسیٰ بن محمد النحاس و عیسیٰ بن یونس و الحسین بن ابی السری العسقلانی قالوا ثنا ضمرہ بن رسیعہ عن ابن شوذب عن ثابت البنانی عن انس بن مالک قال اتی رجل بقاتل ولیہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لما لنبی صلی اللہ علیہ وسلم اعف (الحدیث) لکھتے ہیں۔

قال ابن ماجہ هذا حدیث الرملین یہ رملہ والوں کی حدیث ہے جو ان کے علاوہ اوروں کے لیس الا عندہم پاس نہیں۔

اسی طرح "باب کل مسکر حرام" میں حسب ذیل دو روایتوں کو درج کر کے۔

(۱) حد ثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا ابن وہب اخبرنا ابن جریج عن ایوب بن ہانی عن مسروق عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل مسکر حرام (پر نشہ آور چیز حرام ہے) (۲) حد ثنا علی بن مہیون الرقی ثنا خالد بن حیان عن سلیمان بن عبد اللہ بن الزبرقان عن یعلی بن شداد بن اوس سمعت معویۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مسکر حرام۔

پہلی روایت کے متعلق تصریح کی ہے کہ

قال ابن ماجہ هذا حدیث المصریین یہ مصریوں کی حدیث ہے۔

اور دوسری روایت کے متعلق لکھا ہے کہ هذا حدیث الرقیین (یہ رقہ والوں کی حدیث ہے)۔ غرض امام ممدوح نے لاکھوں احادیث کے ذخیرہ سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے ان کو مختلف ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے، تاہم چونکہ سنن ابن ماجہ میں کتب خمسہ کی بہ نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ میں سب سے فرقیہ ہے۔ محدث ابوالحسن ہندی، شرح ابن ماجہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

وبالحکمة فہو دون الکتب الخمسة فی المرتبة اور بہر حال وہ رتبہ میں کتب خمسہ کے بعد ہے۔

اور علامہ محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیریانی، تنقیح الانظار میں فرماتے ہیں:-

واما سنن ابن ماجہ فانھا دون ہذین واما سنن ابن ماجہ سو وہ ان دونوں جامعوں (سنن ابی داؤد اور سنن نسائی) کے بعد ہے اور اس کی احادیث بحث لازم ہے اور اس میں فضائل کے اندر ایک موضوع حد بھی ہے

لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ترجیح بحیثیت مجموعی ہے یعنی صحاح ستہ کی بقیہ کتابوں کو مجموعی حیثیت سے صحت کے لحاظ سے اس پر ترجیح حاصل ہے، یہ نہیں کہ کتب خمسہ کی ہر روایت سنن ابن ماجہ کی ہر روایت سے صحت میں زیادہ ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ جو صحت میں صحیح بخاری کی حدیثوں سے بھی اصح ہیں مثال کے طور پر حسب ذیل روایات ملاحظہ ہوں۔



(۱) حدیث ابوہریرہ ان محمد بن عثمان العثماني ثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن حفص بن عاصم عن عبد الله بن مالك بن بحينة قال مر النبي صلى الله عليه وسلم برجل وقد اقيمت صلاة الصبح وهو يصلي فكله بشي لا ادري ما هو فلما انصرف احطنا به نقول ماذا قال لك رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال لي يوشاك احدكم ان يصلي الفجر اربعاً رباب ما جاء اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة (يعني عبد الله بن مالك (جو اپنی ماں کی نسبت سے ابن بحینہ بھی کہلاتے ہیں) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے نماز صبح کی اقامت ہو چکی تھی وہ شخص نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اس سے کچھ گفتگو کی جس کو میں نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا تھی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب نے آکر اس کو گھیر لیا اور پوچھنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا، اس شخص نے بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ ”تم میں سے کوئی فجر کی چار بھی پڑھنے لگے گا“۔

صحیح بخاری میں اسی باب کے اندر شعبہ کی روایت حسب ذیل اسناد سے منقول ہے حدیثی عبد الرحمن قال حدیثنا بھز بن اسد قال حدیثنا شعبة قال اخبرني سعد بن ابراهيم قال سمعت حفص بن عاصم قال سمعت رجلاً من الزردية قال لما لك بن بحينة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم (الحديث)

لیکن شعبہ کی اسناد میں دو غلطیاں ہیں ایک یہ کہ بحینہ، عبد اللہ کی والدہ کا نام ہے، مالک کی والدہ کا بیٹا، دوم یہ کہ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو مشہور صحابی ہیں ان کے باپ مالک سے نہیں کیونکہ وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوا تھا۔

(۲) اسی طرح ”باب احداث المرأة علی غیر زوجہا“ میں امام بخاری نے حسب ذیل روایت نقل کی ہے حدیثنا الحمیدی حدیثنا سفیان قال حدیثنا زینب بنت ابی سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوبکر بن موسیٰ قال اخبرني حميد بن نافع عن زینب بنت ابی سلمہ قالت لما جاء نفي ابی سفیان من الشام دعت ام جبيبہ رضی اللہ عنہا بصفرۃ فی الیوم الثالث فسمعت عارضیہا وذراعیہا وقالت انی كنت عن هذا الغنۃ لولا انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول لا یحل لامرأة تو من بالله والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث الا علی زوج فأنھا تحد

زینب بنت ابی سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوبکر بن موسیٰ قال اخبرني حميد بن نافع عن زینب بنت ابی سلمہ قالت لما جاء نفي ابی سفیان من الشام دعت ام جبيبہ رضی اللہ عنہا بصفرۃ فی الیوم الثالث فسمعت عارضیہا وذراعیہا وقالت انی كنت عن هذا الغنۃ لولا انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول لا یحل لامرأة تو من بالله والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث الا علی زوج فأنھا تحد

دو دنوں رخاؤ اور دونوں کلائیوں پر ملا اور فرماتے لگیں کہ اگر میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث سنی نہ ہوتی تو مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، آپ نے فرمایا ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کو یہ روایتیں کہ وہ سوائے شوہر کے اور کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، شوہر پر الہتہ عورت کو چار ماہ دس

سہ حقیقہ کے نزدیک اقامت ہو جانے کے بعد صفوں میں یا صفوں کے عین پیچھے صبح کی سنتوں کا ادا کرنا مکروہ ہے انہوں نے یہ مسئلہ اسی حدیث سے نکالا ہے کیونکہ یہ شخص عین صفوں میں سنت پڑھنے لگ گیا تھا۔

لے ملاحظہ ہو فتح الباری ”باب اذا اقيمت الصلوة فلا صلاة الا المكتوبة“



علیہ اربعۃ اشھر وعشرۃ۔

دن تک سوگ کرنا پڑے گا۔

یہ روایت اگرچہ صحیح ہے مگر اس میں جو یہ مذکور ہے کہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ شام سے آئی یہ غلط ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال سلسلہ یاسکتہ میں مکہ معظمہ میں ہوا ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ولم ارفی شی من طرق الحدیث تعقیدہ بن ذلک اس حدیث کے کسی طریقہ میں سوائے سفیان بن عیینہ کی اس حدیث الا فی روایۃ سفیان بن عیینۃ ہذہ واظنہا وھا کے مجھے تفصیل نہیں ملی اور میں اسے وہم سمجھتا ہوں۔

بخلاف اس کے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس مضمون کی جتنی حدیثیں نقل کی ہیں ان میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

(۳) اسی طرح صحیح بخاری "باب مناقب عثمان" میں ولید بن عقبہ پر شراب کی حد لگانے کے سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ

ثم دعا علیاً قامہ ان یجملہ فجلدہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ولید کو کوڑے لگائیں چنانچہ انھوں نے اس کو اسی کوڑے لگائے۔

حالانکہ دوسری صحیح ترین روایات سے ثابت ہے کہ ولید کو اسی نہیں بلکہ چالیس کوڑے لگائے گئے تھے مگر امام ابن ماجہ نے اس سلسلہ میں جو روایت اپنی کتاب میں درج کی ہے اس پر یہ اعتراض نہیں آتا کیونکہ اس میں کوڑوں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔

تعداد ابواب واحادیث | حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں بیس کتابیں، پندرہ سو ابواب، اور چار ہزار حدیثیں ہیں جو ضروری ہی روایات کے علاوہ سب کی سب عمدہ ہیں۔

تلاذہ | حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں امام ابن ماجہ کے تلاذہ کی فہرست میں حسب ذیل حضرات کے نام گنائے ہیں (۱) علی بن سعید بن عبد اللہ الغدالی العسکری (۲) ابراہیم بن دینار الکجری الہمدانی (۳) احمد بن ابراہیم القزوینی جد حافظ ابوعلی خلیلی (۴) ابو الطیب احمد بن روح شعرانی (۵) اسحاق بن محمد قزوینی (۶) جعفر بن ادریس (۷) حسین بن علی بن برانیاد (۸) سلیمان بن یزید قزوینی (۹) محمد بن عیسیٰ صفار (۱۰) ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی (۱۱) ابو عمرو احمد بن محمد بن حکیم مدنی اصبہانی اور ان ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں وَاخرون یعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

امام ابن ماجہ کی کتاب السنن کے مشہور راوی جیسا کہ امام رافعی نے تاریخ قزوین میں لکھا ہے یہ چار حضرات ہیں (۱) ابو الحسن بن قطان (۲) سلیمان بن یزید (۳) ابو جعفر محمد بن عیسیٰ (۴) ابو بکر حامد ابہری، حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں راویان سنن میں سعدون اور ابراہیم بن دینار

۱۔ ملاحظہ ہو فتح الباری، باب مذکور



دو شخصوں کے نام کا اور اضافہ کیا ہے۔ ان سب لوگوں میں جس شخص کی روایت کو قبول عام نصیب ہوا وہ حافظ ابو الحسن قطان ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ان کے نسخہ میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں جو جگہ جگہ قال ابو الحسن حدثننا آتا ہے اس سے ہی مراد ہیں، یہ ابو الحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور حافظ حدیث تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لغتوں میں شروع کیا ہے القطان الحفاظ الامام القدوة ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمۃ بن بھیر القزوی بنی محدث قزوین وعالمها، فن حدیث میں ابو حاتم رازی، امام ابن ماجہ، حارث بن ابی اسامہ وغیرہ بہت سے اکابر محدثین کے شاگرد ہیں، بڑے عابد و زاہد تھے، تیس سال تک صائم الدہر رہے، افطار میں صرف روٹی اور نمک پر گزارا کرتے تھے، طلب حدیث کے لئے رحلت کی اور بہت بڑی تعداد میں حدیثیں لکھیں۔ ابن فارس لغوی نے خود ان کا بیان نقل کیا ہے کہ زبان رحلت میں پوری ایک لاکھ حدیثیں حفظ کی تھیں، اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے کہا کرتے تھے کہ یہ مجھے کثرت کلام کی سزا ملی ہے حافظ خلیلی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ابو الحسن شیخ عالم بجمیع العلوم التفسیر و الفقه والنحو واللغة (ابو الحسن شیخ ہیں اور تفسیر، فقہ، نحو اور لغت تمام علوم کے عالم ہیں) ان کی ولادت ۲۵۲ھ میں اور وفات ۳۲۵ھ میں ہوئی ہے۔

شرح و تعلیقات | سنن ابن ماجہ پر سنن نسائی سے زیادہ شروع و تعلیقات لکھی گئی ہیں اور بڑے بڑے حفاظ و راہل فن نے لکھی ہیں۔ ذیل میں ان اکابر کی ایک فہرست نقل کی جاتی ہے جنہوں نے خاص اس کتاب کے متعلق کوئی خدمت انجام دی ہے۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
شرح سنن ابن ماجہ	امام حافظ علاء الدین مغلطانی بن قلیج بن عبداللہ المحنفی المتوفی ۶۹۲ھ	یہ سب سے پہلی اور سب سے جامع شرح ہے جو اس کتاب پر لکھی گئی، افسوس ہو کہ یہ شرح تمام نہ ہو سکی صرف ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس شرح کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں میری نظر سے گزرا ہے۔
شرح سنن ابن ماجہ	ابن رجب زہیری	اس شرح کا ذکر شیخ ابو الحسن سندی نے اپنی حواشی میں کیا ہے پہلے میرا خیال تھا کہ یہ ابن رجب وہی مشہور مصنف ہیں جو شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں، چنانچہ اسی بنا پر مائتس الیہ الحاجہ میں ان کا ترجمہ لکھا تھا، لیکن سنن ابن ماجہ کے ایک قلمی نسخہ میں (جو سندھ کے مشہور مورخ سید حسام الدین راشدی کے کتب خانہ میں موجود ہے) حدیث الا یمن معرقہ



نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
		بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان چرب ذیل حاشیہ، قال فی الدیبا جۃ موضوع وکذا قال ابن رجب الزبیری فی شرحہ علی ہذا الکتاب، یہ محدث عبد اللہ بن سالم بصری کا ایک نوٹ تھا جو انھوں نے اس حدیث پر لکھا تھا اور اس کو محدث موصوف کے شاگرد شیخ اسمعیل بن عطاء اللہ حلبی ثم المکی نے ان کی اصل تحریر سے اس نسخہ میں نقل کیا ہے، اس میں ابن رجب کی نسبت زبیری مذکور ہے مجھ کو یہ نسبت مشہور ابن رجب کے ترجمہ میں کسی کتاب میں نہیں ملی اس لئے یہ کوئی اور ابن رجب ہیں جو ابن رجب مشہور سے تاخر معلوم ہوتے ہیں۔
ما تفس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ	شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملحق المتوفی ۵۸۵ھ	علامہ ابن الملحق مشہور مصنف ہیں انھوں نے صرف زوائد کی شرح لکھی ہے یعنی ان روایات کی جو کتب خمسہ میں موجود نہیں ہیں یہ شرح ۵۸۵ھ میں لکھی گئی ہے۔
الذیبا جۃ فی شرح سنن ابن ماجہ شرح سنن ابن ماجہ	شیخ کمال الدین محمد بن سیدی میری المتوفی حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد المتوفی ۵۸۲ھ	یہ شرح پانچ جلدوں میں ہے۔ یہ ایک مختصر سی تعلیق ہے۔
مصلح الزجاہ شرح سنن ابن ماجہ	علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ	یہ بھی ایک مختصر سا حاشیہ ہے، شیخ علی بن ابی ذر غفاری نے اس کا بھی اختصار کیا ہے جس کا نام نور مصلح الزجاہ ہے یہ اختصار مصر میں طبع ہو چکا ہے۔
شرح سنن ابن ماجہ	محدث ابو الحسن محمد بن عبد البہادی سندھی حنفی المتوفی ۱۳۳۸ھ	یہ سیوطی کی شرح سے زیادہ جامع ہے اس میں مصنف نے صنفا الفاظ اصل غریب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا ہے۔
انجام الحاجۃ بشرح سنن ابن ماجہ	شیخ عبد الغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی المتوفی ۱۲۹۵ھ	یہ بھی ایک مختصر مگر جامع اور عمدہ شرح ہے۔
حاشیہ بر سنن ابن ماجہ	مولانا فخر الحسن گنگوہی	تہایت مشہور منداول حاشیہ ہے جو بار بار طبع ہو چکا ہے اس حاشیہ میں علامہ سیوطی اور مولانا عبد الغنی دونوں کی شرحوں کو مع مزید اضافہ کے جمع کر دیا ہے۔
مفتاح الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ	شیخ محمد علوی	یہ بھی حاشیہ ہے اور اصح المطابع لکھنؤ میں طبع ہو چکا ہے۔



حافظ ذہبی نے ابن ماجہ کے ان رواۃ پر کہ جن سے صحیحین میں کوئی روایت درج نہیں ہے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "المجرد فی اسماء رجال ابن ماجہ کلہم سوی من اخرجہ منہم فی احد الصحیحین" ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ دمشق کے مکتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، یہ سابق میں گزر چکا ہے کہ حافظ شہاب الدین بوسیری نے زوائد احادیث ابن ماجہ کو علیحدہ ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔

کتاب کے اختتام سے پہلے جی چاہتا ہے کہ بعض ان متفرق واقعات کا ذکر کر دیا جائے جو سنن ابن ماجہ میں مختلف احادیث کے ذیل میں درج ہیں اور جن سے اس عہد کے مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ سے جو خصوصی تعلق تھا اس کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے یہ واقعات حسب ذیل ہیں (۱) "باب وقت صلاة المغرب" میں حدیث عباد بن العوام عن عمر بن ابراہیم عن قتادة عن الحسن عن الاحنف بن قيس عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال امتي على الفطرة (الحديث) کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ

"میں نے محمد بن یحییٰ سے سنا فرماتے تھے کہ بغداد میں لوگوں کو اس حدیث کی بابت کچھ پریشانی تھی اس لئے میں اور ابو بکر الراعیین دونوں عباد بن العوام کے صاحبزادے عوام کے پاس گئے وہ اپنے والد بزرگوار کا اصل نسخہ نکال کر لائے تو اس میں یہ حدیث موجود تھی"

(۲) "باب ماجاء فیما يستحب من التطوع بالنهار" میں نوافل نہار کی حدیث کو روایت کر کے حبیب بن ثناء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے راوی ابوالاسحاق بسیمی کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ

ما احب ان لی بحديثك هذا ملاء مسجدك ذهباً مجھ سے تم نے جو یہ حدیث بیان کی اس کے بدلہ میں تمہاری مسجد کو ذہباً

(۳) "باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وسلم" میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ان حسرت آمیز کلمات کو نقل کر کے جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر کہے تھے لکھتے ہیں۔

قال حماد فرأيت ثابتاً حين حدث بهذا الحديث بكي حتى رأيت اخلاعه تختلف۔ حاد کا بیان ہے کہ میں نے ثابت کو دیکھا کہ جب انھوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس قدر روئے کہ ان کی پسلیاں سکر نے لگیں۔

(۴) "باب من طلق امره تطليقتين" میں ابوالحسن مولیٰ بنی نوفل کی ایک شاذ روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں قال عبد الله بن المبارك لقد فعل ابوالحسن هذا الصخرة عظيمة على عنقه

(۵) فتنہ رجال کی ایک طویل حدیث کو روایت کر کے عبدالرحمن محاربی سے نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کو میابخی کو دینا چاہئے تاکہ وہ مکتب کے بچوں کو اسے سکھائیں۔

ينبغي ان يردفع هذا الحديث الى المؤدب حتى يعلمه الصبيان في الكتاب۔



الحمد للہ کتاب ختم ہوئی۔ کہنے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں تاکہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اسد کی حجت تمام اہل ملل و ادیان پر تمام ہو جائے۔

وعلیہ کہ اسد تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عام اور شہرت دوام عطا فرمائے اور جو غلطیاں اور نغزین ہوئی ہیں ان کو معاف فرمائے، وَاخِرُ عَوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

محمد عبدالرشید نعمانی (نزہیل کراچی)

یوم یکشنبہ بعد عصر ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ



# اشاره

مُوقَّبه: بشیر محمد

۲۵۱ ————— اسماء رجال

۳۱۷ ————— اسماء اماکن

۳۲۹ ————— اسماء قبائل و جماعات

۳۳۳ ————— اسماء کتب

---



# اسماء رجال

۱

آبان (سنة ۳۸۰هـ) — ۱۲۶

ابراهیم، علیه السلام — ۱۲۹

ابراهیم اصهبانی — ۶۴

ابراهیم بن ابی طالب، حافظ (سنة ۲۹۶هـ) — ۵۱ — ۱۰۴

ابراهیم بن ادهم بن منصور عجل، ابواسحاق (صوفی) (سنة ۱۶۶هـ) — ۱۴ — ۱۸ — ۱۹

ابراهیم بن اورمه اصهبانی، حافظ ابواسحاق (سنة ۲۶۶هـ) — ۳۲

ابراهیم بن بشار بن محمد الحقلی (سنة ۲۳۲هـ) — ۱۹

ابراهیم بن جعفر — ۶۲

ابراهیم بن خالد بن عبید صنعانی — ۱۳

ابراهیم بن خالد کلینی بغدادی، امام ابو ثور — ابو ثور

ابراهیم بن دینار الجرجسی الهمدانی — ۲۴۴

ابراهیم بن دینار وراق — ۱۲۳

ابراهیم بن رستم مروزی، ابو بکر (سنة ۲۱۱هـ) — ۱۰

ابراهیم بن سعد بن ابراهیم بن عبد الرحمن بن عوف، ابواسحاق (سنة ۲۸۳هـ) — ۳۰ — ۲۴۳

ابراهیم بن طهمان، امام ابو سعید الهروی ثم النیشاپوری (سنة ۱۶۳هـ) — ۱۰۳ — ۱۰۴ — ۱۶۲

ابراهیم بن عبد الله بن الجندی الحقلی بغدادی، حافظ (سنة ۲۶۶هـ) — ۳۹

ابراهیم بن عبد الله بن حاتم هروی، حافظ ابواسحاق (سنة ۲۲۲هـ) — ۲۶ — ۶۶



ابراهيم بن عبد الله بن محمد بن ابراهيم ، الوشيد (٢٦٥هـ) — ٥٢

ابراهيم بن محمد بن سفيان نيشاپوري ، ابواسحق (٢١٤هـ) — ٢١٤

ابراهيم بن محمد بن العباس ، ابواسحاق الشافعي المكي (٢٢٤هـ) — ٣٥

ابراهيم بن محمد بن عبد الله بن جحش — ٢٢٠

ابراهيم بن محمد بن عروة ، حافظ (٢٢٢هـ) — ٩١

ابراهيم بن محمد بن عوف بن سليمان ، ابو عبد الله الازدي المعروف بنفطويه (٢٢٣هـ) — ٢٩

ابراهيم بن محمد بن يوسف بن سرج النصراني — ٤٩

ابراهيم بن محمد الزهرسي الحلبي — ٥٩

ابراهيم بن محمد بن استمر الهذلي الناجي العروقي ، ابواسحاق البصري — ٥٩

ابراهيم بن معقل بن الحجاج النسي ، حافظ ابواسحاق (٢٩٢هـ) — ٢١٣ — ٢١٣

ابراهيم بن المنذر ، حافظ ابواسحاق الحراني الاسدي المدني (٢٣٦هـ) — ٣١

ابراهيم بن موسى بن يزيد التميمي ، حافظ ابواسحاق الرازي الفراء المعروف بالصغير (٢٢٢هـ) — ٢٥ — ٨٦ — ٨٨

ابراهيم بن حنبل ، حافظ ابواسحاق (٢٨٥هـ) — ٦٩

ابراهيم بن نجي ، امام — نخعي

ابن ابى اويس ، ابو عبد الله السمعيل بن عبد الله بن عبد الله (٢٢٦هـ) — ٦٢

ابن ابى حاتم الرازي ، امام ابو محمد عبد الرحمن (٢٢٤هـ) —

١٣ — ٥٥ — ٦٨ — ٨٦ — ٨٩ — ٩٢ — ٩٣ — ٩٤ — ٩٨ — ٩٩ — ١٠٠ — ١١١ — ٢١٥ — ٢٣٩

ابن ابى داود — عبد الله بن ابى داود سجستاني

ابن ابى الدنيا ، حافظ — ابو بكر بن ابى الدنيا

ابن ابى ذئب ، امام ابو الحارث محمد بن عبد الرحمن بن المنيرة بن الحارث (٢٥٩هـ) —

٣٠ — ١٨٤ — ١٨٨ — ١٩٢

ابن ابى شيبه — ابو بكر بن ابى شيبه

ابن ابى عروبة ، حافظ ابو النصر سعيد (٢٥٤هـ) — ٣٤ — ١٨٤

ابن ابى النعمان ، حافظ — ابو العباس احمد بن محمد بن عبد الله

ابن ابى ليلى ، امام ابو عبد الرحمن محمد بن عبد الرحمن (٢٣٥هـ) — ١٤



ابن ابى مليكة ، امام ابو بكر و ابو محمد بن عبد الله بن عبد الله — (٢٨٨هـ) — ٣١

ابن ابى يعلى ، قاضى ابو الحسين محمد — (٢٩٦هـ) — ٩٠

ابن الاثير الحوزى ، علامه ابو الحسن عز الدين على بن محمد — (٢٩٣هـ) — ١٢٥

ابن الاثير الحوزى الشافعى ، علامه ابو السعادت محمد بن مبارك بن محمد — (٢٩٦هـ) — ١٢٠ — ٣٣٢ — ٢٣٥

ابن الاحمر ، محدث — محمد بن معاوية

ابن الاخرم ، حافظ ابو عبد الله محمد بن يعقوب بن يوسف — (٢٩٢هـ) — ١٠٨ — ١٠٤

ابن ادريس — عبد الله بن ادريس بن يزيد بن عبد الرحمن

ابن اسحق بن يسار ، حافظ ابو بكر محمد — (٢٩٥هـ) — ١٨٤ — ٢١٢

ابن الاحمر بن ابي ، حافظ — ابو سعيد احمد بن محمد بن زياد

ابن ام عبد — عبد الله بن مسعود

ابن انقرى مردى الاناكى ، مورخ جمال الدين ابو المحاسن يوسف — (٢٩٧هـ) — ٣ — ١٢٥ — ٢١٩

ابن نعيم حسرتى ، حافظ تقى الدين ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن عبد السلام — (٢٩٨هـ) —

٢٢٩ — ٣٦ — ٣٩ — ٢٠ — ٢١ — ٢٢ — ٤٢ — ٨٦ — ٨٤ — ٨٨ — ٩٩ — ١١٠ — ٢٢٥

ابن جرير ، عبد الملك بن عبد العزيز — (٢٩٥هـ) — ٣١ — ٣١ — ١١٣ — ١٨٤ — ١٩٢ — ١٩٦ — ٢١٢ — ٢٢٢

ابن جسر طبرى ، امام — طبرى

ابن الجزرى — شمس الدين محمد بن محمد بن على بن يوسف

ابن الجوزى ، حافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن على ابن محمد بن على — (٢٩٩هـ) — ٣ — ١٦ — ١٤ — ١٨ — ٢٣ — ٢٦

٢٨ — ٣٨ — ٥١ — ٦١ — ٦٢ — ٨٨ — ٩١ — ١٢٢ — ١٢٨ — ١٥١ — ١٦٦ — ٢٠٠ — ٢٠٩ — ٢١٠ — ٢٣٩

ابن حاجب ، جمال الدين ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابى بكر بن يونس — (٢٩٧هـ) — ١٩٠

ابن حبان بستي ، حافظ ابو حاتم محمد — (٢٩٥هـ) — ١٢ — ١٤ — ١٩ — ٣٥ — ٥٢ — ٤٦ — ٥٤ — ٥٨

٦٠ — ٦٤ — ٤١ — ٤٢ — ٤٤ — ٤٨ — ٨٢ — ٨٥ — ١٠٢ — ١١٢ — ١٣٨ — ١٥٥ — ١٤٤ — ١٨٢ — ١٩٦

ابن حجر عسقلانى ، حافظ شهاب الدين ابو الفضل احمد بن على — (٢٩٥هـ) — ٢ — ٢ — ١٥ — ١٤ — ١٩ — ٢٣ — ٢٨

٢٢ — ٣٦ — ٣٨ — ٣٩ — ٤٢ — ٤٣ — ٨١ — ٨٢ — ٩٢ — ٩٣ — ٩٤ — ٩٦ — ٩٩ — ١٠٢ — ١٠٨ — ١١١

١١٦ — ١١٨ — ١٢١ — ١٢٢ — ١٢٣ — ١٢٥ — ١٣٢ — ١٣٠ — ١٣١ — ١٣٢ — ١٣٥ — ١٥١ — ١٥٤ — ١٦٠ — ١٦٣ — ١٤٢

١٤٥ — ١٤٤ — ١٤٨ — ١٤٩ — ١٥٦ — ١٥٩ — ١٩٨ — ٢٠٦ — ٢٠٤ — ٢١٣ — ٢١٦ — ٢١٨ — ٢١٩ — ٢٢٠ — ٢٣٢



۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲

ابن حجر مکی شافعی ، علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی — (۴۷۲ھ) — ۸۱ - ۱۹۱

ابن حزم اندلسی ، حافظ ابو محمد علی بن محمد بن سعید — (۵۵۶ھ) — ۳۱ - ۳۶ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹

۵۳ - ۶۱ - ۱۰۶ - ۱۸۳ - ۲۱۶ - ۲۲۳

ابن حمید — محمد بن حمید ، حافظ

ابن حنبل ، امام — احمد بن حنبل

ابن خشر اش بغدادی ، ابو جعفر احمد بن الحسن — (۲۷۲ھ) — ۳۵

ابن خشریم ، امام ابو بکر محمد بن اسحق — (۳۳۳ھ) — ۵۲ - ۵۸ - ۹۲ - ۱۰۳ - ۱۰۶ - ۱۱۱

۱۲۵ - ۱۸۰ - ۲۱۹

ابن خسرو بلخی ، محدث ابو عبد اللہ حسین بن محمد — (۵۲۲ھ) — ۱۶۲ - ۱۶۳

ابن خلکان ، قاضی شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر — (۶۸۱ھ) — ۲ - ۳۸

۵۴ - ۸۰ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۲۳۷

ابن دس — ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق

ابن راهویہ — اسحق بن ابراہیم الحنظلی

ابن رجب بغدادی ، شیخ زین الدین ابو الفرج — (۷۹۵ھ) — ۲۳۶

ابن رجب زبیری — ۲۴۵ - ۲۴۶

ابن رشید ، حافظ — (۷۲۲ھ) — ۲۲۶

ابن السرح ، حافظ احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن السرح الاموی مولاناہم ابو الطاہر المصری —

(۲۵۵ھ) — ۸۱

ابن سعد كاتب الواقدي ، ابو عبد اللہ محمد — (۲۳۰ھ) — ۵۶ - ۶۲ - ۶۸ - ۱۰۱ - ۱۱۷ - ۱۵۵

۱۸۳ - ۱۸۴

ابن اسکن ، حافظ — سعید بن اسکن

ابن یسرین الانصاری البصری ، امام ابو بکر محمد — (۸۱۱ھ) — ۲۰ - ۵۷ - ۱۵۷

ابن کثیر مہمبہ الضبی ، ابو شبرمہ عبد اللہ — (۱۲۷ھ) — ۱۲۶ - ۱۵۷

ابن الشرقي النيشاپوري ، حافظ ابو حامد احمد بن محمد بن حسن — (۳۲۵ھ) — ۱۰۳ - ۱۰۸ - ۱۱۱



ابن شهاب زهري، امام — زهري

ابن شاذب الخراساني، ابو عبد الرحمن عبد الله — (١٥٦ هـ) — ٢٢٢

ابن صلاح، شيخ تقي الدين ابو عمرو ابن الامام صلاح الدين النصري الكندي الشهري الشافعي —

(٦٢٣ هـ) — ٢١ — ١٦ — ١٤٩ — ٢١٥ — ٢٣٢ — ٢٣٣ — ٢٣٦

ابن الضياع، امام ابو البقاء احمد بن ابي الضياع محمد — (٥٧٨ هـ) — ١٦٢ — ١٦٣

ابن طاهر مقدسي، حافظ — ابو الفضل محمد بن طاهر قدسي

ابن الطبراني — محمد بن محمد الطبراني

ابن طوليون دمشقي، حافظ شمس الدين محمد بن علي بن احمد — (٩٥٣ هـ) — ١١٨ — ١٣٩ — ١٤٥

ابن عامر، عبد الله بن عامر بن يزيد بن تميم بن ربيعة الجعفي الدمشقي — (١١٨ هـ) — ٢١

ابن عباس — عبد الله بن عباس

ابن عبد البر النخعي اندلسي، علامه حافظ ابو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد — (٦٦٣ هـ) —

٢٤ — ٦٢ — ٦٥ — ١١٤ — ١٢٤ — ١٣٦ — ١٣٩ — ١٣٥ — ١٢٤ — ١٥٥ — ١٥٦ — ١٤٩ — ١٨٣

١٨٣ — ١٨٩ — ١٩٢ — ٢٠٢ — ٢٢٣ — ٢٢٦

ابن عبد الوهب زراق — ٩٨

ابن عجلان، ابو عبد الله محمد — (١٢٨ هـ) — ٣٠

ابن عدي الحبري، حافظ ابو احمد عبد الله — (٢٦٥ هـ) — ٣٢ — ٣٨ — ٥٢ — ٦٢

٨٢ — ٨٥ — ٨٤ — ١٠١ — ١٩٨ — ٢١٣

ابن العوني المصافري، حافظ ابو بكر محمد بن عبد الله بن احمد — (٥٢٣ هـ) — ١٤٦ — ١٨٨ — ٢٢٤

ابن عساكر، حافظ ابو القاسم علي بن ابي محمد الحسن بن هبة الله بن عبد الله بن الحسين — (٥٤١ هـ) —

١١ — ٤٢ — ٤٥ — ١٦٢ — ١٦٣ — ٢٣٤

ابن عقيب الشيباني، ابو الحسن علي بن محمد بن محمد — (٣٢٣ هـ) — ٢٢

ابن عقده، حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعيد بن عبد الرحمن — (٣٣٢ هـ) —

٢٣ — ٢٢ — ٥١ — ٩٩ — ١٠٥

ابن علقمة البصري، ابو بشر اسمعيل بن ابراهيم بن مقسم — (١٩٣ هـ) — ١ — ١٨٩

ابن العاد جيلي، علامه ابو الفلاح عبد الحميد بن احمد بن محمد — (١٠٨٩ هـ) — ٣ — ١٢٥ — ٢٣١



ابن عَوْن ، امام ابو عَوْن عبد الله (١٥١ هـ) — ٢٣٢ هـ

ابن عیینہ، حافظ ابو محمد سفیان (۱۹۸ھ) — ۱۱-۱۲-۱۶-۲۵-۳۱-۳۲-۵۵-۶۴-

1944-1945-1946-1947-1948-1949-1950-1951

ابن فارس لغوی، ابوالحسین احمد — (۳۹۵ھ) — ۲۴۵

بن الفرات، حافظ البوسعد أحمد (٢٥٨م) — ٣٣٣

بن القسري، حافظ إليه إليه عبد الله بن محمد بن يوسف — (٣٠٣ هـ) — ٣٩٠ هـ

بن النقيب، أبو بكر أحمد بن محمد بن اسحق بن إبراهيم - (من علماء أواخر القرن الثالث) — ٢

بن فهد، حافظ تقي الدين — (عاشم) — ۲۳-۲۴-۱۵۰-۱۵۱

بن القاسم الحضرمي، أبو عبد الله عبد الرحمن — (١٩١ هـ) — ٨٠ - ٨١ - ١٩٨ هـ

بن العتّاف، حافظ — عبد الباقي بن قانع.

بن قتيبة، علامه ابو محمد عبد اللہ بن مسلم (۲۴۶ھ)۔ (۱۲۹)

بن القطان ، حاقط ————— أبو الحسن بن القطان

بن قطلوبغا، حافظ ابو العدل زين الدين قاسم — (٨٤٩ هـ) — ١٤٣ — ١٩٦

بن القیّم، عاقل ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن الیوب بن سعد بن خمریز۔ (۵۵م)۔

2.2-191-140-149-33

من كثير دمشق، حافظ ابو الفداء، عماد الدين السمعيل بن عمر — (٢٢٤٥) — ٢ — ٢١ — ٤٥ —

۲۲۲-۲۲۷-۲۳۱-۲۳۷-۲۴۵-۲۵۰-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۳۵

من أبيه، حافظ عبد الله — (٤٢٤هـ) — ٨٠ — ١٨٨

ن المداخئون، ابو عبد الله عبد العزيز بن عبد الله بن ابي مسلمه — (٦٣٢هـ) — ١٨٩.

من اجماع الامام ابو عبد الله محمد بن يزيد (٢٤٣هـ) — ١ — ٢ — ٣ — ٤ — ٥ — ٦ — ٧ — ٨ — ٩ — ١١ —

01-00-70-30-34-33-31-30-29-28-27-20-19-17-13-12

7A-7C-7F-7D-7Y-4P-4C-09-0A-0C-07-00-0P-0R-0R

AD-AP-AR-AS-AI-AG-AC-AD-AE-AF-AG-AH-AL-AM-AN

-111-119-115-114-113-112-1.5-1.8-1.2-1.1-1.0-92-97-87

~~1940-1941-1942-1943-1944-1945-1946-1947-1948~~



۲۲۸-۲۲۷-۲۲۶-۲۲۵-۲۲۴-۲۲۳-۲۲۲-۲۲۱-۲۲۰-۲۱۹-۲۱۸-۲۱۷-۲۱۶

ابن اکولا، حافظ ابو نصر امیر — (۳۷۵ھ) — ۱۷۲

ابن مبارک == عبد اللہ بن مبارک۔

ابن مدني، حافظ = علي بن المديني

ابن مسعود == عبد الله بن مسعود

ابن مصفى ، حافظ — محمد بن مصفى

ابن معین امام == یحییٰ بن معین

ابن المقرئ، حافظ ابو يحيى محمد بن عبد الله بن يزيد — (٢٥٦هـ) — ٣٥ — ٣٨

ابن الملقن، علامه سراج الدین عمر بن علی — (۸۰۴ھ) — ۲۲۶

ابن منده، حافظ ابو عبد الله محمد بن اسحاق بن محمد بن يحيى — (٣٩٥ هـ) — ٢٣ - ١٠٩ -

۲۲۲-۲۲۳-۲۱۹-۱۲۹

ابن بہران جمال رازی، حافظ ابو جعفر محمد — (۲۳۸/۲۳۹) — ۸۶

ابن ناصر، حافظ ابو الفضل محمد — (شماره ۵۵) — ۱۶۶

ابن ناصر الدین ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن احمد بن مجاہد — (۸۲۲ھ)

150-125-3

ابن النديم، أبو الفرج محمد بن اسحاق — (تقريباً ٣٨٥ هـ) — ١٥٦

ابن نقشه بغدادی، حافظ ابو کرم معین الدین محمد بن عبد الغنی — (۶۲۹ هـ) — ۲۱۴ - ۲۲۴

ابن نمير == محمد بن عبد الله بن نمير

ابن الجوام ، امام كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن عبد المجيد بن مسعود -- (٨٦١هـ)

P.M. - 194 - 49

ابن واره رازی، حافظ ابو عبد الله محمد بن مسلم بن عثمان بن عبد الله (منہ)

91-9.-29-22-27

ابن الوزير الیمانی ————— محمد بن ابراهیم

ابن وهب = عبد الله بن وهب

ابن يونس، حافظ أبو سعيد عبد الرحمن بن أحمد — (٣٢٨هـ) — ٣٨-٨٢-٨٣-١٢٢



ابو احمد جلودي، شيخ محمد بن عيسى ابن عمرويه — (ششمه) — ۲۱۴ —  
 ابو احمد حاكم كبير نيشاپوري، حافظ محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق — (ششمه) — ۹۵-۹۶-۹۷-۹۸ —  
 ابو احمد عسكري، حافظ حسن بن عبد الله بن سعيد — (ششمه) — ۱۶۶ —  
 ابو الاحوص محمد بن الهيثم بن حماد البغدادي، حافظ — (ششمه) — ۶۹ —  
 ابو الازهر نيشاپوري، حافظ احمد بن الازهر بن منيع بن سليط العبدی — (ششمه) —  
 ۱۰۴-۱۰۵-۲۳۹

ابو اسامه محمد بن عبد الملك بن يزيد الرواس — ۲۲۵ —  
 ابو اسحق اخصري، ابراهيم بن محمد — ۸۵ —  
 ابو اسحق اسبيعي، حافظ عمر عبد الله البغدادي الكوفي — (ششمه) — ۲۲۲-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۴ —  
 ابو اسحق شيرازي، شيخ ابراهيم بن علي بن يوسف — (ششمه) — ۴-۲۲۰ —  
 ابو اسحق الفزاري، حافظ ابراهيم بن محمد بن الحارث بن اسما — (ششمه) — ۱۸۹ —  
 ابو اسحق متلي بلخي، ابراهيم بن احمد بن ابراهيم بن داود — (ششمه) — ۲۱۳ —  
 ابو اسحق هروزي، حافظ — ابراهيم بن عبد الله بن حاتم —  
 ابو اسحق عبد الله بن محمد انصاري هروزي، حافظ — (ششمه) — ۲۳-۲۲۴ —  
 ابو امامه، صدي بن عجلان الباهلي — (ششمه) — ۱۱۸ —  
 ابو ايوب انصاري، خالد بن يزيد — (ششمه) — ۱۵ —  
 ابو بشر دولابي، حافظ محمد بن احمد بن حماد بن سعيد بن مسلم الانصاري الرازي الوراق —  
 (ششمه) — ۳۸ —

ابو بكر احمد بن علي بن ثابت — خطيب بغدادی —  
 ابو بكر احمد بن محمد بن اسحق الدينوري المعروف بابن ابي، حافظ — (ششمه) —  
 ۲۱۹-۲۲۰

ابو بكر احمد بن منصور بن سيار بن معارك البغدادي، حافظ — رمادی —  
 ابو بكر الاعين، محمد بن ابی غياث — (ششمه) — ۲۲۴ —  
 ابو بكر بن ابی الدنيا، حافظ عبد الله بن محمد بن عبيد بن سفيان القرشي الاموي مولا هم البغدادي —  
 (ششمه) — ۶۸-۱۱۵ —



ابوبکر بن ابی شیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد — (۲۳۵ھ) — ۱۲-۲۱-۲۶-۲۵-۳۶-۳۷-

۲۰۶-۵۸-۸۶-۶۷-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۳۸

ابوبکر بن حنظل، قاضی — ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حنظل

ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام — (۲۹۳ھ) — ۱۹-۳۰-

ابوبکر بن عیاش القسری — (۲۹۳ھ) — ۱۹۲-

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم خزرجی انصاری، قاضی — (۲۹۳ھ) — ۱۳۷-۱۵۳-۱۵۴-

۱۵۵-۱۵۶-۱۵۸

ابوبکر بن یزید ابن ماحب — ۱۲۳-

ابوبکر جاردی حنفی، حافظ محمد بن النضر بن سلمہ بن الجارود بن زید — (۲۹۱ھ) — ۱۱۱-۱۱۲-

ابوبکر جصاص رازی، امام احمد بن علی — (۲۹۳ھ) — ۱۹۶-۵۶-۲۰۴-۲۲۵-

ابوبکر جعابی حنفی، حافظ محمد بن محمد بن سالم — (۳۵۵ھ) — ۲۳-۱۱۷-

ابوبکر الحارثی، حافظ محمد بن موسیٰ بن عثمان — (۳۸۴ھ) — ۲۱۲-۲۱۳-

ابوبکر حماد ابہری — ۲۴۴-

ابوبکر صافانی، حافظ محمد بن اسحاق بن جعفر — (۲۷۷ھ) — ۶۹-

ابوبکر الصدیق، عبداللہ بن ابی قحافہ — (۳۱۳ھ) — ۶۶-۱۳۸-۱۳۳-۲۰۴-۲۰۶-۲۰۷-۲۲۰-

ابوبکر عبد الرحمن بن محمد بن احمد السرخسی الحنفی، امام — (۳۳۹ھ) — ۱۱۸-

ابوبکر عتیق بن داؤد بیکانی، امام — ۴۰-

ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق بن داسہ — (۳۴۶ھ) — ۲۲۵-۲۲۶-

ابوبکر محمد بن حرب — ۹۳-

ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی، امام — (۳۷۳ھ) — ۲۲۵-

ابوبکر محمد بن ہارون بن حجاج مقتری — ۱۲-

ابوبکر مہندس — ۳۸-

ابوالتقی ہشام بن عبد الملك الیزنی المحضی، حافظ — (۳۵۱ھ) — ۷۸-

ابوتمیم مروزی، حافظ یحییٰ بن داؤد — ۱۱۳-

ابو ثور، امام ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان — (۳۷۷ھ) — ۶۳-۶۵-۶۶-۶۷-



ابو جعفر بن زبیر غناطی، حافظ — (ششم) — ۲۲۱-۲۲۶-۲۲۹-۲۳۴

ابو جعفر شترسی، حافظ احمد بن یحیی بن زبیر — (ششم) — ۸۹

ابو جعفر دارمی، احمد بن سعید بن صخر الترخی ثم النیسابوری — (ششم) — ۹۱-۱۰۵

ابو جعفر طحادی، امام — طحادی

ابو جعفر عقیلی، حافظ — ۲۱۴

ابو جعفر محمد بن احمد بن محمود نسفی — (ششم) — ۲۲۵

ابو جعفر محمد بن الحسین بغدادی، امام — (ششم) — ۱۶۴

ابو جعفر محمد بن علی (بایتر)، امام — امام بایتر

ابو جعفر محمد بن عیسی — ۲۴۴

ابو حاتم بن حبان بُستی، حافظ — ابن حبان

ابو حاتم رازی، امام حافظ محمد بن ادریس بن المنذر الحظلی — (ششم) — ۱۱-۱۲-۱۳

۲۱-۳۱-۳۵-۵۰-۵۸-۶۵-۷۱-۷۶-۷۸-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲

۹۳-۹۴-۹۵-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۶-۱۰۸-۱۴۴-۲۴۵

ابو حاتم المعرف بن یحیی موش، حافظ — ۲۳۸

ابو حامد احمد بن عبد الله بن داود المرزسی تاجبر — ۲۲۹

ابو حامد سفرائی، علامه احمد بن محمد بن احمد — (ششم) — ۷-۶۳

ابو حامد بن الشرقی، حافظ — ابن الشرقی

ابو حامد محمد بن هارون حضرمی، محدث — (ششم) — ۱۱۷

ابو الحجاج مزنی، حافظ — جمال الدین مزنی

ابو حجر کبلی، حافظ — عمرو بن رافع

ابو الحسن احمد بن عبد الله بن علی، امام — (ششم) — ۳۹

ابو الحسن دارقطنی، حافظ — دارقطنی

ابو الحسن طنافسی، حافظ — علی بن محمد، ابو الحسن







ابو خيثمة زهير بن حرب النسائي، حافظ — (شماره ۲۳۳) — ۶۵-۶۶-۶۸-۲۰۸-۲۲۹

ابوداؤد سليمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشير ازدي جستانی، امام — (شماره ۲۴۵) — ۶-۷

۸-۹-۲۶-۳۵-۵۰-۵۱-۵۲-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۶۳-۶۵-۶۷-۶۸-۶۹

۷۶-۷۷-۷۸-۸۱-۸۲-۸۳-۹۲-۱۰۰-۱۰۵-۱۱۳-۱۱۹-۱۳۸-۱۴۳-۱۶۵-۱۸۱-۱۸۶

۲۰۰-۲۰۴-۲۱۱-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۳۲

۲۳۸-۲۴۰

ابوداؤد طباطبائي، حافظ سليمان بن داؤد بن جارود — (شماره ۲۴۳) — ۲۴-۳۵-۱۰۶-۲۰۸

ابوالدردار، خوييمر (عامر) بن يزيد بن قيس — (شماره ۲۴۴) — ۱۵-۱۶-۲۳-۲-۱۱۸

ابو ذر محمد بن ابراهيم — ۲۲۹

ابو ذر هردی، حافظ عبد بن احمد بن محمد بن عبد الله المعروف بابن السماک

(شماره ۲۳۵) — ۲۱۳

ابو جابر محمد بن سيف الازدي الحيداني — (تقریباً شماره ۱) — ۳۹

ابوزین، مسعود بن مالک الاسدي — (شماره ۸۵) — ۲۲۰

ابوالزبير الملكی، امام محمد بن مسلم بن تدرس — (شماره ۲۴۶) — ۱۱۸-۱۲۳

ابوزرعه، حافظ عبيد الله بن عبد الكريم بن يزيد بن فروخ الرازي — (شماره ۲۶۲) — ۱۱-۱۲-۱۳

۲۵-۵۷-۷۲-۷۳-۷۴-۸۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵

۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۲-۱۰۸-۱۲۴-۱۴۷-۱۴۸-۱۸۲-۲۰۸-۲۱۵-۲۱۹

۲۳۱-۲۳۸-۲۳۹

ابوزرعه دمشقي، حافظ عبد الرحمن بن عمرو بن عبد الله بن صفوان بن عمرو — (شماره ۲۸۱) — ۱۳۸

ابوالزناد عبد الله بن ذكوان القرشي — (شماره ۱۳۳) — ۳۰

ابوزيد المرزوقي، امام محمد بن احمد بن عبد الله بن محمد — (شماره ۳۴۱) — ۲۱۳

ابو سالم محمد بن سعيد الجليدي — ۲۲۵

ابوسعد عبد الله بن سعيد بن حسين الكندي الكوفي، حافظ — شيخ

ابوسعيد احمد بن محمد بن زياد المعروف بابن الاعرابي، حافظ — (شماره ۲۳۳) — ۲۲۳-۲۲۵

ابوسعيد الشيخ، شيخ الاسلام — شيخ



ابو سعید بکر بن منیر — ۱۸۶

ابو سعید الحیري شامي — ۲۳۲

ابو سعید الخدری، سعد بن مالک بن سنان بن عبید — (شماره ۴۷) — ۱۱۸ — ۱۳۲۳

ابو سعید رواس — ۲۳

ابو سعید علائی، حافظ — ۱۴۶

ابو سعید هشیم بن کلیب شاشی، حافظ — (شماره ۳۳۵) — ۲۲۹

ابو سفیان، صخر بن حرب بن امیه — (شماره ۳۱۳) — ۲۲۳ — ۲۲۲۲

ابو سفیان واسطی، طلحه بن نافع — ۱۲۳

ابو سلمه بن عبد الرحمن بن عوف — (شماره ۵۲) — ۲۹

ابو سلیمان جوزجانی، امام موسی بن سلیمان — (شماره ۳۱۱) — ۱۴۳

ابو سلیمان شتر دینی حنفی — اسمعیل بن توبه

ابو سهل شتر دینی حنفی — اسمعیل بن توبه ابو سلیمان

ابو شاه بکلی — ۱۳۶

ابو شیبہ، ابراهیم بن عثمان بن خواستی — (شماره ۱۶۹) — ۲۶

ابو الشیخ بن حیان، حافظ — ۱۰۲ — ۱۴۳

ابو طاهر السلفی، حافظ احمد بن محمد بن احمد — (شماره ۵۴۱) — ۱۲۸ — ۲۳۰ — ۲۳۲

ابو طلحه منصور بن محمد بن علی بن شترینه البزدوی — (شماره ۳۲۹) — ۲۱۳

ابو الطیب احمد بن ابراهیم بن عبد الرحمن اششانی — ۲۲۳

ابو الطیب احمد بن روح شحرانی — ۲۲۲

ابو الطیب الطبری، قاضی طاهر بن عبد الله بن طاهر — (شماره ۲۵۵) — ۴

ابو الطیب فاسی — ۲

ابو عاصم البقیل، امام ضحاک بن مخلد — (شماره ۲۱۲) — ۵۶ — ۴۴ — ۹۰

ابو العالیه الریاحی البصری، امام رفیع بن هریران — (شماره ۹۳) — ۱۶ — ۵۲

ابو عامر ثقفی — ۱۱۸

ابو العباس احمد بن الصلت بن الخلس الختانی — (شماره ۲۵۰) — ۱۳۱



- ابو العباس احمد بن محمد بن عبد الله بن ابی القوام ، قاضی — (بعد ۳۰۵ هـ) — ۱۶۱-۵۶- \*  
 ابو العباس اھم ، امام محمد بن یعقوب بن یوسف بن معقل بن سنان — (۳۲۶ هـ) — ۲۲۵-  
 ابو العباس السراج ، حافظ محمد بن اسحاق بن ابراهيم الثقفي — (۳۱۳ هـ) — ۱۰۴-  
 ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب المحبوبي المروزي — (۳۲۶ هـ) — ۲۲۹-  
 ابو عبد الرحمن سلمی ، عبد الله بن حبيب بن ربيع — (سنة ۳۰۰ هـ) — ۳۹-  
 ابو عبد الرحمن مقتری ، حافظ — عبد الله بن يزيد مقتری  
 ابو عبد الله بن الاخرم ، حافظ — ابن الاخرم  
 ابو عبد الله بن رشید ، حافظ — (۳۴۲ هـ) — ۲۱۷-  
 ابو عبد الله بن مند ، حافظ — ابن مند  
 ابو عبد الله بن يزيد ابن ماجه — ۱۲۳-  
 ابو عبد الله بن شخبی ، محمد بن ابراهيم الجدي — (۳۹۱ هـ) — ۱۰۲-  
 ابو عبد الله رازی ، محدث — محمد بن سعید بن سابق  
 ابو عبد الله محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم البناني الاموي القزويني ، حافظ — (۳۲۸ هـ) — ۲۱۹-  
 ابو عبد الله محمد بن فخر العطار ، حافظ — (۳۲۸ هـ) — ۱۶۳-  
 ابو عبد الله محمد بن يحيى بن مهدي فقيه حبر جاني ، امام — (۳۹۸ هـ) — ۲۲۵-  
 ابو عبد الله محمد بن يزيد الربيعي القزويني — ابن ماجه  
 ابو عبد الله قاسم بن سلام — (۳۲۳ هـ) — ۲۵-۶۸-۸۷-۲۱۲-  
 ابو عمرو بن حرانی ، حسين بن محمد بن ابی معشر — (۳۱۸ هـ) — ۵۸-  
 ابو العلاء عطار همداني ، حافظ حسن بن احمد — (۳۶۹ هـ) — ۱۰۲-۲۱۰-  
 ابو علي الحسن بن الخضر الأسديوطي — (۳۶۱ هـ) — ۲۱۹-۲۲۰-  
 ابو علي حنين بن محمد بن احمد ماسرجي ، حافظ — (۳۶۵ هـ) — ۲۱۵-  
 ابو علي صالح بن محمد بغدادی ، حافظ — صالح بن محمد بن زهره  
 ابو علي محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤي — (۳۳۳ هـ) — ۲۲۴-۲۲۵-  
 ابو علي نيشاپوري ، حافظ حنين بن علي بن يزيد بن داود — (۳۳۵ هـ) — ۸۵-۱۰۱-۱۶۶-۲۱۶-۲۱۷-  
 ابو عمر غلام ثعلب ، محمد بن عبد الواحد اللخوي — (۳۳۵ هـ) — ۲۲۵-



ابو عمرو احمد بن علي بن الحسن بصرى ————— ٢٢٥

ابو عمرو احمد بن محمد بن ابراهيم بن عليم مدني اصبهاني ————— (٢٢٣هـ) ————— ٢٢٢

ابو عمرو احمد بن محمد بن عسمر المقرئ ————— ١٨٦

ابو عمرو بن حمدان ————— ٩٩

ابو عمرو بن العلاء بن عمار بن عبد الله المقرئ البصري ————— (١٥٢هـ) ————— ٢١

ابو عمرو بن نجيد ————— ٢١٤

ابو عيسى اسحاق بن موسى بن سعيد رمي ————— (٣٢٠هـ) ————— ٢٢٥

ابو عيسى ترمذي، امام ————— ترمذي

ابو الفتح بن سيد الناس يعزى مصرى شافعى، حافظ فتح الدين محمد بن محمد بن محمد ————— (٤٣٢هـ)

٦٢ - ٢٢٦ - ٢٢٤ - ٢٣٠

ابو الفرج احمد بن محمد بن عمر بن الحسن المعروف بابن المسلمة ————— (٢١٥هـ) ————— ٢٢٥

ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزى ————— ابن الجوزى

ابو الفضل زهرى ————— ٢٢

ابو الفضل عباس بن عبد العظيم البصرى الحافظ ————— عباس عنبرى

ابو الفضل محمد بن طاهر معتدى، حافظ ————— (٥٠٤هـ) ————— ١١٢ - ١٢٦ - ٢١٨ - ٢٢٣ - ٢٢٤

٢٣٣ - ٢٣٨

ابو الفضل نور الدين علي بن مراد موصلى عمرى شافعى ————— (١٢٤هـ) ————— ١٤٢

ابو القاسم ————— ٦٤ - ٨٩

ابو القاسم امام الدين عبد الكريم بن محمد القزوينى الراغبى الشافعى، محدث ————— رافعى

ابو القاسم سعد بن علي بن محمد زنجاني، حافظ ————— (٢٤٢هـ) ————— ٢١٨

ابو القاسم سكونى ————— ٣٢٢

ابو قلاية عبد الملك بن محمد بن عبد الله قاشى ————— (٢٤٦هـ) ————— ٦٨

ابو كريب، محمد بن العلاء بن كريب ————— (٢٣٣هـ) ————— ١٤ - ١٨ - ٥١ - ١١١

ابو مجلز، لاجى بن مجيب السدوسى ————— (١٠٦هـ) ————— ١٥٤

ابو الحارث جيسى دمشقى، حافظ ————— (٤٦٥هـ) ————— ١٥٠ - ١٥١



ابو الحسن مرغینانی، امام — ١٦

ابو محمد احمد بن علی قلاسی — ٢١٤

ابو محمد تنجیبی، شیخ — ٢١٦

ابو محمد حسن بن ابراهیم قطان — ٢٢٩

ابو محمد حسن بن عبد الرحمن بن خلاد راهبر مزی، حافظ — (سنة ٣٦٠ هـ) — ٣١-١٦٦

ابو محمد الربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل، حافظ — ربیع مرادی

ابو محمد سرنجسی، عبد الله بن احمد بن خنوتیہ — (سنة ٣٨١ هـ) — ٢١٣

ابو محمد عباس بن عبد الله بن ابی علیہ الترقی البکاسی، حافظ — (سنة ٢٦٤ هـ) — ٤٣

ابو محمد عبد الرحمن رازی — ابن ابی حاتم

ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن دارمی — دارمی

ابو محمد عبد الله بن محمد بن یعقوب بن عارث حارثی بخاری، حافظ — (سنة ٣٣٠ هـ)

٢٢-٣٤-٨٠-٨١-١١٢-١٦٢

ابو محمد محی الدین، عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر الله بن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی — عبد القادر قرشی، حافظ

ابو مروان طنبی — ٢١٦

ابو مروان العشمانی — محمد بن عثمان بن خالد الاموی

ابو مزاحم خاقانی، موسی بن عبید الله بن یحیی بن خاقان — (سنة ٣٢٥ هـ) — ٦٩

ابو مسلم کنجی، حافظ ابراهیم بن عبد الله بن مسلم — (سنة ٣٩٢ هـ) — ٢٢

ابو مسهر الدشتی، عبد الاعلی بن مسهر — (سنة ٣١٨ هـ) — ٤٥

ابو مصعب زهری، حافظ احمد بن ابی بکر بن الحارث العوفی المدنی — (سنة ٢٣٢ هـ) — ٣١-١٨٣

ابو مطیع مکحول بن فضل النسفی — (سنة ٢١٨ هـ) — ٢٤

ابو المظفر یوسف بن عبد الله، سبط ابن الجوزی — سبط ابن الجوزی

ابو معشر عبد الکرم بن عبد الله بن یحیی المتقری الشافعی، امام — (سنة ٣٤٨ هـ) — ١١٤-١١٨

ابو معاذ بن الضمیر، محمد بن خازم — (سنة ١٩٣ هـ) — ١١-١٨٠

ابو معشر بنج، جعفر بن محمد بن عمر البلیخی — (سنة ٢٤٢ هـ) — ٩

ابو المغیره، عبد القدوس ابن الحجاج الخولانی الحنفی — (سنة ٢١٢ هـ) — ٤٤



- ابو مقاتل سمرقندی، امام حفص بن مسلم ————— (۳۰۸ هـ) ————— ۱۶۵  
 ابو منصور عبد الرحمن بن محمد القسار ————— ۶۲  
 ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ بن قیس بن سلیم الیمانی ————— (۲۷۲ هـ) ————— ۵۲-۳۷-۳۳  
 ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ، حافظ ————— محمد بن المثنیٰ  
 ابو موسیٰ مدینی، حافظ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ ————— (۵۸۱ هـ) ————— ۲۱۰-۲۰۸  
 ابو نصر احمد بن ابی حامد الباہلی ————— ۱۸۶  
 ابو نعیم اصبہانی شافعی، حافظ احمد بن عبد اللہ بن احمد ————— (۷۳۰ هـ) ————— ۹۱-۵۵-۳۵  
 ۱۱۶-۱۱۷-۱۲۹-۱۵۳-۱۵۶-۱۷۳  
 ابو ہارون جندی، حماد بن جحین ————— (۱۳۷ هـ) ————— ۱۸۸  
 ابو ہریرہ ————— (۵۷۹ هـ) ————— ۱-۶-۱۳-۳۰-۱۱۸-۱۳۵-۱۳۶-۱۴۰-۱۴۵-۱۴۷-۱۹۹  
 ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی، حافظ ————— ولید بن شجاع  
 ابو ہمام صلت بن محمد بن عبد الرحمن بن ابی المنیرہ ————— ۹۲  
 ابو الیثم کشمیری، محمد بن مکی بن محمد ————— (۲۸۹ هـ) ————— ۲۱۳  
 ابو الوفاء الافغانی، مولانا ————— ۱۷۳-۱۹۶-۲۲۵  
 ابو الولید ————— ۱۸۶  
 ابو الولید الباجی، حافظ سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن واثق ————— (۲۷۷ هـ) ————— ۲۱۳  
 ابو الولید حسان بن محمد نیشاپوری، حافظ ————— (۳۲۹ هـ) ————— ۱۱۰  
 ابو الولید طباطبائی، حافظ ہشام بن عبد الملک ————— (۲۲۷ هـ) ————— ۹۱-۱۰۹  
 ابو الولید یوسف بن عبد العزیز الاندلسی المشہور بابن الدباغ، حافظ ————— (۵۳۶ هـ) ————— ۱۳۸  
 ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی ————— (۲۰۹ هـ) ————— ۱۷۲-۱۷۳  
 ابو یحییٰ الحمائی، عبد الحمید بن عبد الرحمن ————— (۲۰۲ هـ) ————— ۱۸۸  
 ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری، حافظ ————— (۲۹۸ هـ) ————— ۱۶۳-۱۷۵  
 ابو یعلیٰ خلیلی، حافظ ————— خلیلی  
 ابو یعلیٰ مؤدبلی، حافظ احمد بن علی بن المثنیٰ ————— (۳۰۷ هـ) ————— ۱۲-۱۲۲-۱۳۸  
 ابو الیمان النخعی، الحکم بن نافع ————— (۳۲۱ هـ) ————— ۷۷



ابو یوسف، امام قاضی یعقوب بن ابراہیم بن حبیب — (۱۸۲ھ) — ۱۷-۲۳-۲۴-۲۶

۵۲-۶۱-۶۲-۶۳-۷۰-۸۱-۸۲-۸۷-۱۰۱-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۶۳-۱۶۷-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰

۱۸۰-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۸-۱۹۲-۱۹۵-۱۹۶

ابو یوسف صیدرانی، حافظ محمد بن احمد بن محمد بن الحاج بن میسرہ — (۲۲۶ھ) — ۸۴-۸۵

احمد بن ابراہیم بن کثیر، حافظ ابو عبد اللہ العبدی الشکری البغدادی الدورقی — احمد بن ابراہیم دورقی

احمد بن ابراہیم دورقی، حافظ — (۲۲۶ھ) — ۶۲-۶۸-۶۹

احمد بن ابراہیم قزوینی — ۲۲۲

احمد بن ابی بکر العوفی المدنی — ابو مصعب زہری

احمد بن الازہر بن منیع بن سلیط العبدی، حافظ — ابو الازہر نیشاپوری

احمد بن اسمعیل، ابو حذافۃ السہمی المدنی — (۲۵۹ھ) — ۶۹-۷۱

احمد بن بدیل بن قتریش، ابو جعفر الیامی، (قاضی کوفہ) — (۲۵۸ھ) — ۵۲

احمد بن بکر بن سیف، ابو بکر خضینی — ۱۷۲-۱۷۳

احمد بن ثابت الجحدری، ابو بکر البصری — (۲۵۵ھ) — ۵۹

احمد بن حسن — ۲۲۹

احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی الکبیر — ۱۳۸

احمد بن الحسن ماردانی — ۹۲

احمد بن خض، امام — ابو خض کبیر

احمد بن محمد بن حنبل، امام ابو عبد اللہ — (۲۴۱ھ) — ۹-۱۲-۱۶-۱۷-۲۰-۲۹-۳۱-۳۲

۳۳-۳۵-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴



- احمد بن سنان بن اسد بن جبان النقطان ، حافظ ابو جعفر الواسطي — (٢٥٦هـ) — ٤١ — ٤٢  
 احمد بن شبيب نسائي ، امام — نسائي  
 احمد بن صالح مصري ، حافظ ابو جعفر — (٢٧٨هـ) — ٥١  
 احمد بن عاصم بن عنبسه العباداني ، ابو صالح — ٤٠  
 احمد بن عبد الرحمن بن وهيب ، ابو عبد الله — (٢٦٣هـ) — ٨١  
 احمد بن عبد الرحمن بن بكار ، ابو الوليد البصري العامري الدمشقي — (٢٧٨هـ) — ٤٠  
 احمد بن عبد الرحمن القرشي المخزومي الكوفي المقرئ — ٥٢  
 احمد بن عبدة بن موسى الضبي ، ابو عبد الله البصري — (٢٣٥هـ) — ٥٩ — ٦٠  
 احمد بن عبد الله بن محمد بن عبد الله بن ابى السفر الجذاني ، ابو عبدة الكوفي — (٢٥٨هـ) — ٥٢  
 احمد بن عبد الله بن ميمون تغلبي ، ابو الحسن بن ابى الحوارى الدمشقي النطفاني الزاهد — (٢٣٦هـ) — ٤٤  
 احمد بن عبد الله بن يوسف العروى — ١١٥  
 احمد بن عبد الله كوفي — ١٨٢  
 احمد بن عثمان بن حكيم الادي ، ابو عبد الله الكوفي — (٢٦١هـ) — ٥٢  
 احمد بن علي الالبوري ، ابو سهل — (٢٧٦هـ) — ٢٤  
 احمد بن عيسى بن حسان المصري ، حافظ ابو عبد الله العسكري المعروف بالسترى — (٢٧٣هـ) — ٤٢  
 احمد بن كامل بن شجرة ، قاضي ابوبكر — (٢٥٨هـ) — ٦٨  
 احمد بن محمد بن احمد المقرئ ، ابو العباس — (١٠٨١هـ) — ٣٦  
 احمد بن محمد بن اسمعيل البخاري الاسعيلي ، ابوبكر — ٢٤  
 احمد بن محمد بن يحيى بن سعيد القطان ، ابو سعيد البصري — (٢٥٨هـ) — ٥٩  
 احمد بن المقدم بن سليمان الجعفي ، ابو الاشعث البصري — (٢٥٣هـ) — ٥٩  
 احمد بن ميمون ، حافظ ابو جعفر البغوي ثم البغدادي الاصم — (٢٧٢هـ) — ٦٣  
 احمد بن يوسف بن خالد الملهبي الازدي ، حافظ ابو الحسن السلمي المعروف بجذان — (٢٦٣هـ) — ١٠٥ — ١٠٣  
 اخف بن قيس بن معاوية ، ابو بكر — (٢٦٤هـ) — ٢٢٤  
 ازرق ، ابو محمد احمد بن الوليد بن عقبه بن الازرق — (٢١٢هـ) — ٣١  
 ازهر بن مردان الرقاشي النوار مولى بنى هاشم ملقب به فرنج البصري — (٢٧٣هـ) — ٥٩



الازهرى ، ابو طالب محمد بن احمد ————— (٢٢٥ هـ) ————— ٦٢

اسامه بن زيد بن حارثه بن شراحيل كلبى ————— (٢٥٢ هـ) ————— ٣٠

اسباط بن محمد بن عبد الرحمن ، ابو محمد ————— (١٩٩ هـ) ————— ١٠٦

اسحاق بن ابراهيم بن جميل ————— ٦٢

اسحاق بن ابراهيم بن حبيب بن الشهيد الشهيدى ، ابو يعقوب البصرى ————— (٢٥٤ هـ) ————— ٥٩

اسحاق بن ابراهيم بن داود السواق البصرى ————— ٥٩

اسحاق بن ابراهيم المخطئ المعروف بابن راهويه ، امام ابو يعقوب ————— (٢٣٤ هـ) ————— ١٠

٨٦ - ٨٤ - ٨٨ - ٩١ - ٩٢ - ١٠٠ - ١٠٣ - ١٠٢ - ١٠٥ - ١١١ - ١١٣ - ١٢١ - ١٦٩ - ١٨٦

٢٠٦ - ٢٠٨ - ٢١١ - ٢١٥

اسحاق بن ابى اسرائيل ، ابو يعقوب ————— (٢٢٥ هـ) ————— ٢٦

اسحاق بن احمد زيرك ————— ٩٣

اسحاق بن اسمعيل بن عبد الاعلى ، ابو يعقوب ————— (٢٥٨ هـ) ————— ٤٩

اسحاق بن محمد تنردى ————— ٢٢٢

اسحاق بن موسى الانصارى ، حافظ ابو موسى المخطئ المدينى ————— (٢٢٢ هـ) ————— ٣١

اسحاق بن وهب بن زياد العلاف ، ابو يعقوب الواسطى ————— (٢٥٥ هـ) ————— ٤١

اسد بن عمرو الجبلى ————— (١٩٠ هـ) ————— ١٤ - ٦١ - ٦٢ - ١٩٣ - ١٩٥

اسد بن العنرات ————— ٢٢ - ١٩٢ - ١٩٥

اسد بن موسى اموى ، حافظ ————— (٢١٢ هـ) ————— ٢٠٦

اسرائيل بن يونس بن ابى اسحق ، ابو يوسف ————— (١٦١ هـ) ————— ١٤ - ٢٢٨ - ٢٢٩

اسماعيل بن ابراهيم البالىسى ————— (٢٢٦ هـ) ————— ٤٩

اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة جعفى ، ابو الحسن (والد امام بخارى) ————— ١٨٥

اسماعيل بن ابى الحارث اسد بن شاين البغدادى ، ابو اسحق ————— (٢٥٨ هـ) ————— ٤٠

اسماعيل بن محمد بن احمد الكشانى ، ابو طى ————— (٣٩١ هـ) ————— ٢٤

اسماعيل بن بشر بن منصور السيسى ، ابو بشر البصرى ————— (٢٥٥ هـ) ————— ٥٩ - ١١٢

اسماعيل بن بهرام بن يحيى الهمدانى ثم النجدى الوشار الكوفى ————— (٢٣١ هـ) ————— ٥٢



- اسمعيل بن توبة بن سليمان ، ابو سليمان قنبر بن حنفي — (٢٢٢٤هـ) — ١٢-٦  
 اسمعيل بن جعفر بن ابى كثير المدني ، ابو اسحق — (٢٢٢٥هـ) — ٣٠-١٢  
 اسمعيل بن حبان بن واقد الشافعي ، ابو اسحاق القنطاري واسطى — ٤١  
 اسمعيل بن حفص بن عمر الايلي ، ابو بكر الاودي البصري — (٢٢٢٦هـ) — ٥٩  
 اسمعيل بن عبد الكريم صنعاني ، ابو هشام — (٢٢٢٧هـ) — ١٣٥-١٢٢  
 اسمعيل بن عبد الله بن خالد القرشي البصري ، ابو عبد الله المعروف بالسكري — (٢٢٢٨هـ) — ٤٤  
 اسمعيل بن عبد الله بن زرارعة ، ابو الحسن الرقي — (٢٢٢٩هـ) — ١٩  
 اسمعيل بن عبيد بن عمر بن ابى كريمة ، ابو احمد الحراني — (٢٢٣٠هـ) — ٨٥  
 اسمعيل بن عطاء الله حلي ثم ملكي — ٢٢٣١  
 اسمعيل بن حياش بن سلم ، ابو عتبة — (٢٢٣١هـ) — ١٢٤-٤٤  
 اسمعيل بن محمد المعروف بابن بردس ، حافظ عماد الدين — (٢٢٣٢هـ) — ١٥٠  
 اسمعيل بن محمد بن اسمعيل التميمي لطفي الكوفي — (٢٢٣٣هـ) — ٥٢  
 اسمعيل بن موسى الفزارسي المعروف بابن بنت السدي ، ابو محمد — (٢٢٣٥هـ) — ١١١-٥٣-٥٢  
 اسمعيل شبيب دهلوي ، مولانا محمد — (٢٢٣٦هـ) — ٢٢٥  
 اسود بن هلال المحاربي ، ابو سلام — (٢٢٣٧هـ) — ٣٩-٣٢  
 الشيخ ، ابو سعيد عبد الله بن سعيد بن حسين الكندي ، شيخ الاسلام — (٢٢٣٨هـ) — ١٢٢-٥٠-٣٢  
 اشهب بن عبد العزيز بن داود بن ابراهيم ، امام ابو عمرو — (٢٢٣٩هـ) — ١٩٨-١٦٢-١٦١  
 اصبح بن خليل قنطاري — (٢٢٤٠هـ) — ٥٠-٣٩-٣٢  
 اخمعي ، ابو سعيد عبد الملك بن قريش بن عبد الملك — (٢٢٤١هـ) — ٨٥  
 اعش ، امام ابو محمد سليمان بن مهران — (٢٢٤٢هـ) — ١٨٨-٩٢-٣٢-١٩  
 امام اعظم — ابو حنيفة  
 امام باقر ، ابو جعفر محمد بن علي زين العابدين بن حسين بن علي بن ابى طالب — (٢٢٤٣هـ) — ١٣٩-٥٢  
 امام الحرمين ابو المعالي عبد الملك بن عبد الله بن يوسف الجويني — (٢٢٤٤هـ) — ٤  
 أم حبيب بنت ابى سفيان ، أم المؤمنين — (٢٢٤٥هـ) — ٢٢٣-٢٢٢  
 امير بن مأكولا ، حافظ — ابن مأكولا







- بدر الدين زر كشي، ابو عبد الله محمد بن بھادر بن عبد الله — (٩٩٢ هـ) — ١٩٢  
 بدر الدين صيني، حافظ ابو محمد محمود بن احمد بن موسى بن احمد — (٩٥٥ هـ) — ١١٤  
 بركاء بن عازب بن الحارث بن عدي، ابو عماره — (١٠٤٦ هـ) — ٣٥-٣٢  
 بركان الدين ابراهيم بن محمد المعروف بسبط ابن العجي، حافظ — (٩٨٣ هـ) — ٢٣٦  
 بركان الدين مرغيناني، شيخ الاسلام ابو الحسن علي بن ابني بكر — (٩٩٣ هـ) — ١٩٦-٢٢٩  
 بزيده بن الحبيب الاسلمي — (٩٦٢ هـ) — ١١٢-١٨١  
 بسر بن عبيد الله الحضرمي — ١٦  
 بسر الفاتني (ابو الحسن بشري بن ميس الفاتني) — (٩٣١ هـ) — ٢٢  
 بشر بن آدم بن يزيد البصري الاصغر، ابو عبد الرحمن — (٩٥٣ هـ) — ٥٩  
 بشر بن معاذ العقدي، ابو سهل البصري الضريه — (٩٣٥ هـ) — ٥٩  
 بشر بن مفضل بن لاحق، امام ابو سميل — (٩٨٦ هـ) — ١٨٩  
 بشر بن بلال الصواف، ابو محمد النيري البصري — (٩٣٤ هـ) — ٥٩-٦٠  
 بشير بن عتيك سدوسي، ابو الشعار — ١٣٥  
 بقوي، امام ابو محمد الحسين بن مسعود بن محمد المعروف بابن الفراء — (٩٥٦ هـ) — ١٩٤  
 بوقي بن مخلد، شيخ الاسلام ابو عبد الرحمن — (٩٤٦ هـ) — ٣٩-١٢١-١٢٢  
 بقيه بن الوليد الكلاعي، ابو محمد — (٩٩٤ هـ) — ١٩-٤٤  
 بكار بن قتيبه بن اسد، ابو بكره — (٩٢٤ هـ) — ٣  
 بكر بن خلف البصري، ابو بشر — (٩٣٠ هـ) — ٥٩-٦٠  
 بكر بن عبد الوهاب المدني — (٩٥٥ هـ) — ٣١  
 بكر بن محمد بن علي زر نجري، شمس الائمة ابو الفضل — (٩٥٣ هـ) — ٢٤  
 بكري، نور الدين ابو الحسن علي بن يعقوب بن جبريل — (٩٢٣ هـ) — ٨٦  
 بلقيني، علامه صالح بن عسمر بن رسلان — (٩٦٦ هـ) — ٢١٥  
 بندار امام ابو بكر محمد بن بشار بن عثمان العبدى البصري، حافظ — محمد بن بشار  
 بهاول الدين بن محمد نقشبندى بخارى، خواجه — (٩٩١ هـ) — ٨-٤  
 بهمدله — ٣١



بهر بن اسد، ابو الاسود — (١٩٤ هـ) — ٢٣٣

بوصيري، حافظ شهاب الدين — (٨٧٠ هـ) — ٢٣٠-٢٣١-٢٣٤

بويطي، امام ابو يعقوب يوسف بن يحيى المصرى — (٢٣١ هـ) — ٢٥-٨٠

بني هني، امام ابو بكر احمد بن الحسين بن علي بن عبد الله — (٢٥٨ هـ) — ٤-٨٤-٨٨-١٠٨

١٠٩-١٣٨-١٣٠-٢٠٠



تاج الدين سبكي، علامه — سبكي

تاج الدين قلعي حنفي، شيخ — ١٤١

ترمذي، امام ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة — (٢٤٩ هـ) — ٦-٤-٨-٩-١٨-١٤

١٩-٣١-٣٥-٥٢-٥٦-٦٣-٦٦-٦٨-٦٩-٧١-٧٦-٨٤-٨٦-١٠٠

١٠٥-١١٩-١٣٨-١٣٩-١٤١-١٤٢-١٤٦-١٤٧-١٤٨-١٤٩-١٥٠-١٥١-١٥٢-١٥٣-١٥٤-١٥٥-١٥٦-١٥٧-١٥٨-١٥٩-١٦٠-١٦١-١٦٢-١٦٣-١٦٤-١٦٥-١٦٦-١٦٧-١٦٨-١٦٩-١٧٠-١٧١-١٧٢-١٧٣-١٧٤-١٧٥-١٧٦-١٧٧-١٧٨-١٧٩-١٨٠-١٨١-١٨٢-١٨٣-١٨٤-١٨٥-١٨٦-١٨٧-١٨٨-١٨٩-١٩٠-١٩١-١٩٢-١٩٣-١٩٤-١٩٥-١٩٦-١٩٧-١٩٨-١٩٩-٢٠٠

٢١٨-٢١٩-٢٢٠-٢٢١-٢٢٢-٢٢٣-٢٢٤-٢٢٥-٢٢٦-٢٢٧-٢٢٨-٢٢٩-٢٣٠-٢٣١-٢٣٢-٢٣٣-٢٣٤-٢٣٥-٢٣٦-٢٣٧-٢٣٨-٢٣٩-٢٤٠-٢٤١-٢٤٢-٢٤٣-٢٤٤-٢٤٥-٢٤٦-٢٤٧-٢٤٨-٢٤٩-٢٥٠-٢٥١-٢٥٢-٢٥٣-٢٥٤-٢٥٥-٢٥٦-٢٥٧-٢٥٨-٢٥٩-٢٦٠-٢٦١-٢٦٢-٢٦٣-٢٦٤-٢٦٥-٢٦٦-٢٦٧-٢٦٨-٢٦٩-٢٧٠-٢٧١-٢٧٢-٢٧٣-٢٧٤-٢٧٥-٢٧٦-٢٧٧-٢٧٨-٢٧٩-٢٨٠-٢٨١-٢٨٢-٢٨٣-٢٨٤-٢٨٥-٢٨٦-٢٨٧-٢٨٨-٢٨٩-٢٩٠-٢٩١-٢٩٢-٢٩٣-٢٩٤-٢٩٥-٢٩٦-٢٩٧-٢٩٨-٢٩٩-٣٠٠

تقي الدين بن دقيق العيد، شيخ الاسلام محمد بن الشيخ محمد الدين علي بن وهب — (٢٠٢ هـ) — ١٢٩

تقي الدين سبكي، حافظ ابو الحسن علي بن عبد الكافي بن علي بن تمام — (٢٥٦ هـ) — ٢١٩

تيم بن المنتصر الهاشمي مولا هم الواسطي — (٢٣٣ هـ) — ٤١



ثابت — (والد امام ابو حنيفة) — ١١٤

ثابت بن اسلم البستاني، امام ابو محمد — (١١٨ هـ) — ٥٢-٢٣٢-٢٣٤

ثمامه بن عبد الله بن النس بن مالك — ١٣٣

ثنا الله پاني پتي، قاضي — (٢٣٥ هـ) — ٨-٤

ثوري، امام — سفيان ثوري



جابر بن عبد الله بن عمرو انصاري، ابو عبد الله — (٢٤٤ هـ) — ١٢-٢٤-٨١-١١٨-١٢٣-١٢٤-١٢٥-١٢٦-١٢٧-١٢٨-١٢٩-١٣٠-١٣١-١٣٢-١٣٣-١٣٤-١٣٥-١٣٦-١٣٧-١٣٨-١٣٩-١٤٠-١٤١-١٤٢-١٤٣-١٤٤-١٤٥-١٤٦-١٤٧-١٤٨-١٤٩-١٥٠-١٥١-١٥٢-١٥٣-١٥٤-١٥٥-١٥٦-١٥٧-١٥٨-١٥٩-١٦٠-١٦١-١٦٢-١٦٣-١٦٤-١٦٥-١٦٦-١٦٧-١٦٨-١٦٩-١٧٠-١٧١-١٧٢-١٧٣-١٧٤-١٧٥-١٧٦-١٧٧-١٧٨-١٧٩-١٨٠-١٨١-١٨٢-١٨٣-١٨٤-١٨٥-١٨٦-١٨٧-١٨٨-١٨٩-١٩٠-١٩١-١٩٢-١٩٣-١٩٤-١٩٥-١٩٦-١٩٧-١٩٨-١٩٩-٢٠٠



جابر جعفی — (۱۲۴ هـ) — ۱۸۸-۲۲۹-۲۳۰

جارود بن یزید ، ابو علی — ۱۱۱

جامی ، ملا نورالدین عبدالرحمن بن احمد — (۸۹۸ هـ) — ۸۰

جبارة بن یحییٰ الجعفی ، ابو محمد الکوفی — (۲۷۱ هـ) — ۵۲-۵۳-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲

جبرئیل علیه السلام ، (روح القدس) — ۱۳۳

جریر بن عبدالحمید ، حافظ ابو عبداللہ الضبی الکوفی — (۸۸۸ هـ) — ۱۴-۸۶

جریر بن عبداللہ بن جابر ، ابو عمرو — (۵۱۸ هـ) — ۲۲-۲۵

جعفر بن ادیس — ۸-۱۲۲-۱۲۶-۲۲۲

جعفر بن محمد الصادق ، ابو عبداللہ — (۱۷۸ هـ) — ۳۰

جعفر بن محمد العسریانی ، حافظ ابو بکر — (۳۰۱ هـ) — ۲۲

جعفر بن مسافر بن راشد ، ابو صالح التنیس الہذلی مولاهم — (۲۵۲ هـ) — ۸۳-۸۴

جمال الدین ابوالمحاسن یوسف ابن تغری بردی حنبلی — ابن تغری بردی

جمال الدین زیلعی ، حافظ — زیلعی

جمال الدین مرزی ، حافظ ابو الحاج — (۴۲۲ هـ) — ۵۲-۵۴-۶۸-۷۲-۷۴-۸۲-۸۴

۸۸-۹۳-۱۰۱-۱۰۲-۱۱۳-۱۲۵-۱۵۰-۱۸۱-۱۸۲-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۹-۲۴۲

جمیل بن الحسن بن جمیل الازدی لعتکی الجعفی ، ابو الحسن البصری — ۸۵

جشنید بغدادی ، ابو القاسم — (۲۹۸ هـ) — ۶۵-۶۶

جهم بن صفوان — (بعد ۱۲۸ هـ) — ۱۸۷

جوهری ، حافظ ابراہیم بن سعید ابو اسحق الطبری — (۲۴۴ هـ) — ۶۶

جوینی ، عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن حیوئے الشافعی — (۳۳۹ هـ) — ۷۰

جیون ، ملا احمد — (۱۱۳۰ هـ) — ۱۴۰-۱۴۱

## ج

چلبی ، ملا کاتب مصطفیٰ بن عبداللہ — (۱۰۶۷ هـ) — ۲۸

چنگیز خان ، تاتاری — (۶۲۴ هـ) — ۱۰۲



## ح

حاتم بن کبر بن غیلان النضبی، ابو عمرو البصری الصیرفی — ۵۹ - ۶۰

حارث بن عبد کلال — ۱۳۶ - ۱۳۸

حارث بن عبد الله الاعور، ابو زبیر — (سنة ۶۵) — ۱۸۸

حارث بن محمد بن ابی اسامه — (سنة ۲۸۲) — ۲۰ - ۲۲۵

حارث لیثی — ۳۹

حارثی، امام — ابو محمد عبد الله بن محمد بن یعقوب بن حارث

حافظ الدین ابن البزاز کردی، امام — کردی

حاکم کبیر — ابو احمد نیشاپوری، حافظ

حاکم نیشاپوری، حافظ ابو عبد الله محمد بن عبد الله — (سنة ۲۰۵) — ۴ - ۸ - ۱۵ - ۱۴ - ۱۸ -

۲۹ - ۳۵ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۲ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۵ - ۷۱ - ۷۱ - ۸۱ - ۹۸ - ۱۰۱ - ۱۰۵ - ۱۰۸ - ۱۱۱ -

۱۳۵ - ۱۳۸ - ۱۴۳ - ۱۸۰ - ۲۰۶ - ۲۰۸ - ۲۱۵ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۲۳ - ۲۲۵ - ۲۲۷ - ۲۳۰ -

حامد بن محمد بن شعیب بن الحنفی المذنب، ابو العباس — (سنة ۳۰۹) — ۱۳۸

حبيب بن ابی عمر القصاب، ابو عبد الله — (سنة ۱۳۲) — ۲۲۸

حبیب بن ثابت — ۲۲۷

حبیش بن بشر الثقفی، ابو عبد الله الفقیه الطوسی — (سنة ۲۵۸) — ۷۰

حجاج بن الشاعر، ابو محمد — (سنة ۲۵۷) — ۹۱

حجاج بن یوسف ابن الحکم، ابو محمد الثقفی — (سنة ۹۵) — ۷۱

حذیفه بن الیمان، ابو عبد الله — (سنة ۳۶) — ۳۷ - ۷۲

حرمله بن یحیی، حافظ ابو حفص ایتحیی مولا هم البصری — (سنة ۲۲۳) — ۸۰ - ۸۲

حریر بن عثمان بن جبرجی، ابو عثمان — (سنة ۱۶۲) — ۷۷ - ۱۸۰

حسام الدین راشدی، سید — ۲۲۵

حسان بن زید — ۱۲۷

حسن بصری، امام ابو سعید — (سنة ۵۲) — ۵۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۵۷ - ۱۶۸ - ۱۹۹ - ۲۲۷ -

الحسن بن حماد بن کسب الحضرمی، ابو علی البغدادی المعروف بتجاره — (سنة ۲۲۱) — ۷۰



حسن بن داود، أبو محمد المديني المنكدرى — (٢٢٢هـ) — ٣١

الحسن بن رشيق العسكرى، أبو محمد — ٢٢٥-٢١٩

حسن بن زياد كوكبوسى، إمام البوعلى — (٢٠٢هـ) — ١٩٦-١٩٥-١٤٥-١٤٢-٨٩-١٨-١٤

حسن بن سفيان بن عامر بن عبد العزيز بن النعمان الشيباني القسرى، حافظ أبو العباس —

(٣٠٣هـ) — ١٣٨

حسن بن صالح — (١٦٩هـ) — ٢٣٠

الحسن بن عرفة، أبو علي العبدى البغدادى المتوذب — (٢٥٤هـ) — ٤٠

حسن بن علي بن بحر — ٤١

حسن بن علي بن عفان العامرى، أبو محمد الكوفى — (٢٤٤هـ) — ٥٢

حسن بن عمرو بن أمية ضمري — ١٢٢

حسن بن قنبر بن عبيد الباشمى، أبو علي — (٢٥٠هـ) — ٥٩

حسن بن محمد (برادر علي بن محمد طنافسى) — ١١-١٢

حسن بن مدرك بن بشير السدوسى، أبو علي البصرى الطحان الحافظ — ٥٢

الحسن بن يحيى بن الجعد الجعدى، أبو علي بن أبى الربيع الجرجاني البغدادى — (٢٦٣هـ) — ٤٠

حسين بن أبى السرى متوكل بن عبد الرحمن بن حسان الباشمى مولاهم العنطاني — (٢٢٠هـ) — ٢٢٢-٤٨

حسين بن اسحاق تشرى — (٢٢٩هـ) — ١٢

الحسين بن بيان البغدادى — ٤٠-٤١

حسين بن جسيه الدامغانى القومى — ١٠٢

حسين بن حسن بن حرب لشلوى المروزي — (٢٢٦هـ) — ٣٥

حسين بن سلمة بن سمعيل الازردى الطحان البصرى — (تقريباً ٢٥٠هـ) — ٥٩

الحسين بن عبد الرحمن، أبو علي الجرجاسى — (٢٥٣هـ) — ٤٣

حسين بن علي بن برانياد — ٢٢٢

حسين بن علي بن محمد طنافسى (قاضى قسروين) — ١١

حسين بن محمد بن حاتم معروف بن عبيد الجعلى، أبو علي — (٢٩٢هـ) — ٩٣

الحسين بن محمد بن شنبه الواسطى، أبو عبد الله البزار — ٤١



الحسين بن مهدي بن مالك الايلي، ابو سعيد البصري — (٢٣٤هـ) — ٥٩

حسين بن واقد المروزي، ابو عبد الله — (٢٥٩هـ) — ١١٢

حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب — ٢٢٣

حفص بن عبد الله بن راشد، امام ابو عمرو — (٢٠٩هـ) — ١٠٣

حفص بن عمر بن عبد العزيز بن صهيب الازدي، ابو عمر الدوري المقرئ الضريبي الاصغر — (٢٣٦هـ) — ٤٢

حفص بن عمرو بن ربال، ابو عمر الرقاشي البصري — (٢٥٨هـ) — ٥٩

حفص بن غياث بن طلق، قاضي ابو عمر — (١٩٣هـ) — ١١ - ٦٤ - ١٢٤ - ١٩٥ - ٢٢٨

حكم بن ايوب — ١٤٣

حكم بن عتيبة، حافظ ابو عسر — (١١٣هـ) — ٣١٢

حكيم ترمذي، ابو عبد الله محمد بن علي بن الحسن بن بشر — ١٣٥

حلواني، حافظ ابو محمد حسن بن علي بن محمد النخّال — (٢٢٢هـ) — ٣٢٢ - ٣٥

حلواني، شمس الاتمة عبد العزيز بن احمد بن نصر بن صالح — (٢٢٢هـ) — ٢٤

حماد بن ابى حنيفة النخّان — (٢٢٢هـ) — ١٢٢ - ١٢٣ - ١٤٦

حماد بن ابى سليمان — (٢٢٢هـ) — ٨٩ - ١٥٨ - ١٤٥

حماد بن زيد — (٢٢٢هـ) — ٥٢ - ٢٢٤

حماد بن سلمه — (٢٢٢هـ) — ١٨ - ٢٢٢ - ٥٢ - ١٢٣ - ١٨٤ - ١٨٩ - ٢٢٢

حماد بن شاذان نسي، ابو محمد الوراق — (٢٢٢هـ) — ٢١٣ - ٢١٢ - ٢١٦

حمدان نيشاپوري، حافظ — احمد بن يوسف بن خالد المهبلي الازدي

حمد بن محمد، ابو سليمان خطابي — (٢٢٢هـ) — ٢٢٣

حمدون (محمد) بن عماره البغدادي، ابو جعفر البزار — (٢٢٢هـ) — ٤٠ - ٤١ - ١١٥

حمزة اسدي — ٣١

حمزة بن جبيب بن عماره بن سميعيل الزيات، ابو عماره — (٢٢٢هـ) — ٣١

حمزة بن محمد بن علي بن عباس الكنانى، حافظ ابو القاسم — (٢٢٢هـ) — ١٢٩ - ٢١٩

حميد بن مسعود بن المبارك التمامى الباهلي، ابو علي البصري — (٢٢٢هـ) — ٥٩ - ١١١

حميد بن نافع مدني، ابو مصلح — ٢٢٣



محمّد بن عبد الله بن الزبير بن عيسى بن عبد الله بن اسامة — (٢١٩ هـ) — ٣١ —  
٢٣٣ - ١٠٩

حنبل بن سفيان بن حنبل، ابو علي الشيباني — (٢٤٣ هـ) — ٢٠٩ —  
حنظله بن ابي سفيان عبد الرحمن بن صفوان، حافظ — (١٥١ هـ) — ٣١ —  
حوشره بن محمد بن قديم المقيمي، ابو الازهر البصري الوراق — (٢٥٦ هـ) — ٥٩ —  
حميد بن حسن خان ثوكلي، مولانا — ٢٠٣ —  
حيوة بن شريح، امام الوزرعة ثعلبي مصري — (١٥٨ هـ) — ٨٠ —

## خ

خارج بن زيد بن ثابت انصاري — (٢٩٩ هـ) — ٢٩ - ٣٠ - ١٣٩ —  
خالد (امير بخارا) — ١٠٩ —  
خالد بن حيان الرقي الخزاز — (١٩١ هـ) — ٢٣٢ —  
خالد بن صليح (قاضي مرو) — ١٠ —  
خالد بن معدان بن ابي كريب، ابو عبد الله الكلاعي — (١٠٣ هـ) — ١٢٤ —  
ختلي، احمد بن جعفر (محمد) بن سلم — (٣٦٥ هـ) — ٢٢ —  
خنزرجي، علامه — صفى الدين خنزرجي —  
خصاف، امام ابو بكر احمد بن عمر — (٢٦١ هـ) — ١٩٦ —  
خطيب بغدادى، حافظ ابو بكر احمد بن علي بن ثابت بن مهدي — (٢٦٣ هـ) — ١٥ - ٢٣ - ٢٥ —  
٣١ - ٣٢ - ٥٤ - ٦٢ - ٦٤ - ٨٣ - ١٠١ - ١٠٥ - ١١٣ - ١١٦ - ١١٤ - ١٣٥ - ١٦٢ —  
١٦٥ - ١٦٦ - ١٦٤ - ١٤٥ - ١٨٥ - ١٩٨ - ٢٠٠ - ٢٠٣ - ٢٢٣ - ٢٢٥ - ٢٢٤ —  
خلف بن ايوب عامري بلخي، ابو سعيد — (٢٠٥ هـ) — ١٤ - ١٨ - ١١٣ —  
خلف بن خليفة الواسطي — (١٨١ هـ) — ١٢ —  
خلف بن سالم — (٢٣٣ هـ) — ٦٥ - ٤٦ —  
خلف بن محمد بن عيسى الخشاب القافلاني، ابو الحسين بن ابي عبد الله الواسطي المعروف بكردوس — (٢٤٣ هـ) — ٤١ —  
خليل بن احمد بن عبد الرحمن الازدي القزويني البصري — (١٦٣ هـ) — ٥٣ —



الخليل بن عمرو الشافعي، ابو عمرو البراز البغوي — (٢٣٩هـ) — ٤٠

خليل، حافظ ابو يعلى خليل بن عبد الله بن احمد القزويني — (٢٣٩هـ) — ٢-٣-١٢-١٣-١٤-

٢٣-٢٨-٦٢-٤٦-٨٢-١٠٦-١١٢-١٢٢-٢١٢-٢٢٢-٢٢٥

خوارزمي، محدث — محمد بن محمود خوارزمي

د

داود بن ابى العوام — ٣٤

داود بن رشيد الهاشمي مولا هم الخوارزمي البغدادي، ابو الفضل — (٢٣٩هـ) — ٦٨-٤٠-

داود بن سليمان بن حفص العسكري، ابو سهل الدقاق السامري المعروف به نبان — ٤٢-

داود بن نصير الطائي، امام ابو سليمان — (٢٤٥هـ) — ١٩٢-١٩٥-

داود بن علي بن خلف ظاهري، امام ابو سليمان — (٢٤٥هـ) — ٦٣-

دارقطني، حافظ ابو الحسن علي بن عمر بن احمد بن مهدي — (٢٨٥هـ) — ٤-١٩-٣٨-٥٥-

٥٦-٦٤-٦٩-٨٥-٨٤-٩٦-١٠٢-١٠٤-١١٦-١١٤-١٣٤-١٦٢-١٦٣-

١٩٦-٢٠٠-٢٠٣-٢١٨-٢١٩-

دارمي، ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبد الصمد — (٢٥٥هـ)

٤-٨-١٢-١٥-١٦-١٣٨-١٣٦-١٦٠-١٤٦-١٨١-٢٢٨-٢٢٩-٢٣٥-

٢٣٤-٢٣٦

دعبل، عبد الرحمن بن ابراهيم بن عمرو بن ميمون الاموي، حافظ ابو سعيد الدمشقي القاضي المعروف

بدعبل، حافظ ابن السليم — (٢٣٥هـ) — ٤٥-٢٢٠-

دنياطي، حافظ ابو محمد عبد المؤمن بن خلف بن ابى الحسن بن شرف — (٢٤٥هـ) — ٢٣-

دولابي، حافظ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد — (٢٣٥هـ) — ٥٦-

ذ

ذهبي، حافظ ابو عبد الله شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان — (٢٤٥هـ) — ١١-١٤-١٨-

٢٠-٢١-٢٢-٢٣-٢٥-٢٦-٢٨-٢٩-٣٠-٣١-٣٢-٣٣-٣٥-٣٨-







رفح بن الفرج البزار، أبو الحسن البغدادي — (٢٥٨هـ) — ٤٠ - ٤١

## ز

زائدة بن قدامة، الإمام أبو الصلت — (٢١١هـ) — ٢٢٩

زاهد كوثري، محدث — كوثري

زبير بن بكار، حافظ أبو عبد الله بن أبي بكر قرشي اسدي مكي — (٢٥٦هـ) — ٣٢

زبير بن العوام، أبو عبد الله — (٣٦هـ) — ٣٢

زبر بن نجيش — (٥٢هـ) — ٣٩

زرقاني، أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف — (٢٢٢هـ) — ١٨٢

زعفراني، حافظ أبو علي حسن بن محمد بن صباح البغدادي — (٢٦٠هـ) — ٦٣ - ٦٦

زفر بن الهذيل العبدي، إمام — (١٥٨هـ) — ١٤ - ٢٠ - ٥٦ - ١٤٢ - ١٤٣ - ١٨٣ - ١٩٢

١٩٥ - ١٩٦

زكريا الأشقر الاسكندراني — ٨٠

زكريا بن محمد بن أحمد الناصري، شيخ الاسلام أبو يحيى — (٩٢٥هـ) — ٨٠

زكريا ساجي، محدث — (٢٨٢هـ) — ٢٢٣

زنجويه بن محمد — ١٠٦

زندوستي، إمام أبو علي حسين بن يحيى البخاري — ١٨٦

زهرري، إمام أبو بكر محمد بن مسلم بن شهاب — (١٢٣هـ) — ٣٠ - ٩٢ - ١٣٤ - ١٣٩ - ١٣٦

١٣٤ - ١٣٨ - ١٥٥ - ١٥٦ - ١٥٤ - ١٥٥ - ١٦١ - ١٩٣ - ٢٠٢

زهير بن حرب، حافظ أبو خيثمة — أبو خيثمة

زهير بن محمد بن قيس، حافظ أبو محمد المروزي — (٢٥٤هـ) — ٩٤

زياد بن أيوب بن زياد طوسي، أبو هاشم — (١٥٢هـ) — ١٢

زياد بن يحيى بن حسان الحساني، أبو الخطاب النكري البصري — (٢٥٣هـ) — ٥٩

زيد بن أنترم، أبو طالب الطائي البصري الحافظ — (٢٥٤هـ) — ٥٥

زيد بن ثابت بن أخطاك — (٢٥٥هـ) — ١٢٦ - ١٥٩ - ١٦٩ - ١٤٠ - ١٩٠ - ١٩١



زید بن حیاش ، ابو حیاش — ۲۳۰

زینلی ، امام حافظ ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن محمد — (۶۶۲ھ) — ۴۲

۱۹۸-۱۹۶-۱۳۷

زینب بنت ابی سلمہ — ۲۴۳

زینب بنت یحییٰ بن ربیع الاسدی ، ام المؤمنین — (۲۳۰ھ) — ۲۴۰

زین الدین عراقی ، حافظ — عراقی

## س

سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب — (۱۰۵ھ) — ۲۹-۱۳۹-۱۵۶-۱۹۰-۲۰۲

سبط ابن الجوزی ، شمس الدین ابو مظفر یوسف بن قزاد علی بن عبداللہ — (۵۵۴ھ) — ۱۱۸-۱۱۶

سبکی ، علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن تقی الدین — (۱۱۱ھ) — ۹-۲۲-۶۰-۶۱

۲۲۳-۲۱۹-۱۱۲-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۳-۹۵-۹۲-۸۲-۶۵-۶۳

سحادی ، حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن — (۹۰۲ھ) — ۲-۳۸-۳۰-۴۲

۲۴۳-۲۳۸-۲۳-۹۳-۹۲-۹۹-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۳-۱۸۸-۲۱۸

۲۳۴-۲۳۳-۲۲۳

سرخشی شمس الائمہ ابو حامد محمد بن احمد بن ابی سہل — (۳۸۳ھ) — ۱۹۶

سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ، ابو اسحق — (۲۵۱ھ) — ۲۴۳

سعد بن ابی وقاص ، ابو اسحق — (۵۵ھ) — ۲۷-۳۹-۲۳۰

سعدون — ۲۴۴

سعدون مالکی — ۲۴-۲۵

سجد بن ابی سجد نیشاپوری — ۱۱۶

سجد بن جبیر — (۹۴ھ) — ۳۱-۴۱-۱۴۵-۲۰۲-۲۲۸

سجد بن زید بن عمرو بن نفیل ، ابو الاعور — (۵۱ھ) — ۳۹

سجد بن یسار ، حافظ ابو علی — (۳۵۳ھ) — ۲۲۳-۲۳۲

سید بن سلیمان ، ابو عثمان واسطی معروف بہ سعدون — (۲۲۵ھ) — ۱۶



سعيد بن العاص بن ابى ايحيم بن سعيد بن العاص بن أمية — (٥٩٥ هـ) — ٥

سعيد بن خروان بن علي، ابو عثمان البغدادي — (٢٥٢ هـ) — ١١٢

سعيد بن المسيب، ابو محمد — (٩٢ هـ) — ١٦ - ٢٩ - ٣٠ - ١٣٤ - ١٥٤ - ١٩٠ - ١٩٩ - ٢٠٢

سعيد بن منصور بن شعبة خراساني، ابو عثمان — (٢٣٦ هـ) — ٣١ - ١٠٦ - ٢١٥

سعيد بن يحيى بن الازهر الواسطي، ابو عثمان — (٢٢٢ هـ) — ٤١

سفيان بن زياد بن آدم العقيلي، ابو سعيد البصري البلدي الموزني — ٥٩

سفيان بن سعيد ثوري، امام ابو عبد الله — (١٦١ هـ) — ١٩ - ٢١ - ٦٥ - ٨٤ - ١٢٦

١٦١ - ١٦٣ - ١٦٦ - ١٦٨ - ١٨٢ - ١٨٣ - ١٨٥ - ١٨٦ - ١٨٤ - ١٨٩ - ١٩٢ - ٢١٢ - ٢٢١

٢٢٢ - ٢٢٩ - ٢٣٠

سفيان بن عيينة — ابن عيينة

سفيان بن وكيع بن الجراح الرزازي، ابو محمد الكوفي — (٢٢٤ هـ) — ٥٢ - ٥٣

سلام الله، شيخ — ١٦٢ - ١٩٣

سلمان الفارسي، ابو عبد الله — (٣٢٢ هـ) — ٦ - ٢٣٠

سلم بن جناح بن سلم السوائي العامري، ابو السائب الكوفي — (٢٥٢ هـ) — ٥٢

سلم بن قيس العلوي البصري — ١٢٦

سلمة بن شبيب النيشاپوري، حافظ ابو عبد الرحمن الحرجي المصري — (٢٢٦ هـ) — ٣٥

سليمان ابن بنت شرميل، ابو ايوب — (٢٣٢ هـ) — ٤٥

سليمان بن بلال — (١٤٢ هـ) — ٣٠

سليمان بن توبة النهرواني، ابو داود البغدادي — (٢٦١ هـ) — ٤٠ - ٤١

سليمان بن حرب، حافظ ابو ايوب — (٢٢٢ هـ) — ٢١ - ٢٢

سليمان بن خارج بن زيد بن ثابت الانصاري — ٣٠

سليمان بن سمرة بن جندب الفزاري — ١٣٢

سليمان بن شعيب بن سليمان الكيسان — (٢٤٨ هـ) — ١٦٤

سليمان بن عبد الله بن الزبير قان — ٢٢٢

سليمان بن قيس اليشكري — ١٢٢



سليمان بن يزيد قنبري — ٢٢٢  
 سليمان بن يسار — (٣٠٠-٢٩٠)  
 سليمان بن طرخان التيمي، ابو المعتمر — (١٢٣)  
 سليمان ندوي، علامه سيد — (١٤١-١٦٣-١٤١)  
 سليمان، حافظ ابو الفضل احمد بن علي بن عمرو — (١٦٣-٩٢)  
 سمرة بن جندب بن لؤلؤ الفزاري — (١٢٢)  
 سمعاني، علامه حافظ ابو سعد عبد الكريم بن محمد بن منصور — (٢٢-٨-٣-٢)  
 ٢٢٤-١٨٥-١٤٢-١٦٦-٨٣-٤٣-٢٤-٢٥-٢٢

سمويه — ١٣٥

سهل بن ابي سهل، حافظ — سهل بن زنجيد  
 سهل بن اسحق بن ابراهيم المازني، ابو هشام الواسطي — ١١٥-٤١  
 سهل بن زنجيد، حافظ ابو عمرو الرازي الخطاط الاشتر — (٨٦)  
 سهل بن مزاحم — ١٠  
 سويد بن سعيد حدثاني، حافظ — (١١١-٤٣)  
 سيبويه، ابو بشر عمرو بن عثمان البصري — (٥٢)  
 سيدوطي، علامه حافظ جلال الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن الكمال — (٩١)  
 ٣٠-١١-٩-٤  
 ١٦٤-١٦٣-١٦٢-١٦٠-١٥٩-١٥٤-١٥٥-١٥١-١٢٥-١١٨-٩٩-٤٩-٣٣-٣١  
 ١٤٤-١٨٢-١٨٣-١٨٤-١٩١-١٩٨-٢٠٨-٢١٦-٢١٨-٢٢٦-٢٣٣-٢٣٥  
 ٢٢٦-٢٣٨

## ش

شاذ كوفي، حافظ ابو ايوب سليمان بن داود بن بشر بن زياد — (٥٤)  
 شافعي، امام ابو عبد الله محمد بن ادريس بن العباس بن عثمان — (٢٠٢)  
 ٣٥-٢٤-١٤-١  
 ١٦٣-١١٩-٨٤-٨٣-٨٢-٨١-٨٠-٤٥-٦٤-٦٦-٦٥-٦٣-٢٤-٣٥-٢٤  
 ٢٢٦-٢٢٢-٢٢١-١٨٦-١٨١-١٤٩-١٤٨-١٤٧



شامی، حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی — (۳۹۳۲ھ) — ۴ — ۲۸ — ۱۴۵

شاه پور، ذوالاکتاف — ۴

شہباز — ۱۳۶

شہبلی نعمانی، علامہ — (۳۳۲ھ) — ۱۶۱ — ۱۴۱ — ۱۴۲ — ۱۹۵

شجاع بن مخلد الفلاس، ابو الفضل البغوی — (۲۳۵ھ) — ۷۰

شترادین آؤس بن ثابت — (۲۴۴ھ) — ۴۹

شترادین حکیم بلخی — (۲۱۰ھ) — ۱۴۳

شترادین عبدالرحمن، ابوروئے — ۱۱۸

شیریل بن عبدکمال — ۱۳۶

شرف الدین ابوالحسن علی بن الفضل مالکی، حافظ — (۲۱۱ھ) — ۱۳۸

شرنج بن الحارث بن قیس، قاضی ابوامیہ — (۲۴۵ھ) — ۳۹ — ۱۹۱

شریک بن عبداللہ بن ابی شریک النخعی، ابو عبداللہ — (۲۱۴ھ) — ۲۲

شعبہ بن الحجاج، امام ابوبسطام — (۲۱۶ھ) — ۳۱ — ۶۱ — ۶۸ — ۱۳۳ — ۱۶۳ — ۱۶۶

۱۸۸ — ۱۸۹ — ۲۳۰ — ۲۴۳

شعبی، امام — عام شعبی

شحرانی، امام ابوالموہب عبدالوہاب بن احمد بن علی — (۲۹۴ھ) — ۶۶ — ۱۶۸ — ۱۸۸

شعیب بن ابی حمزہ (دینار)، ابوبشر — (۱۶۲ھ) — ۷۷

شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص — ۱۳۰ — ۱۳۱

شقیق بن ابراہیم بلخی، ابوعلی — (۱۹۲ھ) — ۱۹

شمس الائمہ بکر بن محمد — بکر بن محمد بن علی زرنجری

شمس الائمہ حلوانی — حلوانی

شمس الدین ابن خلکان، مؤرخ — ابن خلکان

شمس الدین ذہبی، حافظ — ذہبی

شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی، حافظ — سخاوی

شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون دمشقی، حافظ — ابن طولون دمشقی



شمس الدين محمد بن محمد بن علي بن يوسف المعروف بابن الجزري، حافظ ابو الخير (سنة ٨٣٣هـ)

٢٠٩ - ٢١٠

## ص

صالح بن ابني عريب — ٩٠

صالح بن احمد بن جنبل، ابو الفضل (سنة ٢٦٥هـ) — ٢٠٩ - ٥٥

صالح بن محمد بن يحيى بن سعيد القطان — ٦٠ - ٥٩

صالح بن محمد بن سمره، حافظ ابو علي الاسدي البغدادي (سنة ٢٩٢هـ) — ٦٢ - ٥٨ - ٢٥

٩٢ - ٩٥ - ١٠٢ - ١٠٦ - ١٨٥

صالح بن البيهقي الواسطي، ابو شيب الصيرفي الطحان — ٤٢

صالح فلاني، محدث (سنة ١٢١٨هـ) — ١٤٩ - ١٤٨

صدر الائمة، مكئي = موفق بن احمد

صديق حسن خان قنوجي، نواب ابو الطيب (سنة ١٣٠٤هـ) — ١ - ٦ - ٤ - ٨ - ١١١

١٤٤ - ٢٣٢ - ٢٣٥ - ٢٣١

صفوان بن سليم (سنة ٢٢٢هـ) — ١٠٣

صفي الدين خنزرجي، علامة شيخ — ٢٣٥ - ١١٠ - ١٠٥ - ١٠٢ - ٨٦ - ٨٢ - ٥٢ - ١٩

صلاح الدين خليل بن كيكدي علائي، حافظ ابو سعيد (سنة ٤٦١هـ) — ٢٣٦ - ٢٣٥

صيدناني، حافظ = ابو يوسف صيدلاني

صنيرزي، محدث ابو عبد الله حسين بن علي بن محمد (سنة ٢٣٦هـ) — ٦٢ - ٥٦ - ٢١

٨٢ - ١٦٦ - ٢٢٥

## ض

ضحاك بن مخلد النسيبيل = ابو عاصم النسيبيل

ضمرة بن ربيعة، ابو عبد الله (سنة ٢٠٢هـ) — ٢٢٢



## ط

طاووس بن كيسان، ابو عبد الرحمن — (١٦٠ هـ) — ١٥٤

طاهر بن صالح حبز الرمي، شيخ — (١٣٨ هـ) — ١٨٣

طبراني، حافظ ابو القاسم سليمان بن احمد بن ايوب — (٣٦٠ هـ) — ٣٨ — ١٣٥ — ١٣٨

١٤٣

طبري، امام ابو جعفر محمد بن جبر بن يزيد — (٣١٠ هـ) — ٦٣ — ٦٨ — ٢٠٠

طحاوي، امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلام بن سلمة — (٣٣٢ هـ) — ٣ — ٥٦ — ٨١

٨٨ — ١٦٤ — ١٤٣ — ١٨٥ — ١٩٢ — ١٩٥ — ١٩٦

طخوف بن خويلد بن نوفل اسدي — (٢١٠ هـ) — ٣

## ع

عائشة بنت عجرد — ١١٦

عائشة صديقة بنت ابى بكر صديق، ام المؤمنين — (٥٨ هـ) — ٣٠ — ٣٩ — ٦٦ — ١٥٢

١٥٥ — ١٤٠ — ١٩٠ — ١٩٣

عاصم بن سليمان الاحول، ابو عبد الرحمن — (١٣٣ هـ) — ١٥٤

عاصم بن ابى الجود، ابو بكر الاسدي — (١٢٤ هـ) — ٣٩ — ٣١ — ٢٢٠

عاصم بن علي — ابو الحسين عاصم بن علي بن عاصم واسطي

عاصم بن كليب بن شهاب — (٣٤٠ هـ) — ١١٨

عامر بن شراحيل شجعي، امام ابو عمرو — (١٠٣ هـ) — ١٦ — ٣٤ — ٣٢ — ١٣٨ — ١٢٢

١٢٦ — ١٢٤ — ١٥٤ — ١٥٨ — ١٥٩ — ١٩٠ — ١٩١ — ١٩٣

عباد بن العوام بن عمر بن عبد الله، ابو هبل — (١٨٣ هـ) — ٢٢٤

عباد بن الوليد بن خالد الجرمي، ابو بدر البغدادي — (٢٥٨ هـ) — ٤٠

عباد بن يعقوب الرواحني الاسدي، ابو سعيد الكوفي — (٢٥٨ هـ) — ٥٢ — ٥٣ — ١٨٠

عبادة بن الصامت، ابو الوليد — (٣٢٢ هـ) — ٣٣ — ٤٣ — ٤٩



- عباس بن جبراني بن يزيد بن ابى جيب البصري (عباسويه) معروف بهجدي — (٢٥٨هـ) — ٥٥
- عباس بن جعفر، ابو محمد بن ابى طالب البغدادي — (٢٥٦هـ) — ٤٠
- عباس بن عبد العظيم عنبري، ابو الفضل البصري الحافظ — (٢٢٦هـ) — ٥٥
- عباس بن عبد الله بن ابى عيسى الترقى الباكساني، حافظ ابو محمد — ابو محمد عباس بن عبد الله بن ابى عيسى
- عباس بن عبد المطلب بن هاشم، ابو الفضل — (٢٣٢هـ) — ٢٢٤
- عباس بن عثمان بن محمد الجلي، ابو الفضل الدمشقي الرازي المعلم — (٢٣٩هـ) — ٤٤
- عباس بن عزيز القطان — ٨٠
- عباس بن مصعب المزوزي — ٢٦
- عباس بن الوليد بن صبح الخلال السلمي، ابو الفضل الدمشقي — (٢٣٨هـ) — ٢٣٩-٢٤
- عباس دوري بن محمد بن حاتم، حافظ ابو الفضل — (٢٤١هـ) — ٦٨-٦٢
- عبدان بن احمد هوازي، حافظ ابو محمد — (٢٤٦هـ) — ١٢٢
- عبدان بن عثمان مروزي، حافظ ابو عبد الرحمن — (٢٤٦هـ) — ١١٣-٩٢
- عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق، ابو الحسين الاموي الحافظ — (٢٥١هـ) — ٢٣٥-٥٦
- عبد بن محمد بن نصر، ابو محمد — (٢٢٩هـ) — ٢٠
- عبد التواب ملتاني، مولوي — ٥٠
- عبد الحق محدث دهلوي، شيخ ابو المجد — (٢٥٢هـ) — ٢٢١-٢٠٥-٩٤
- عبد الحميد بن بيان، ابو الحسن التكري العطار الواسطي — (٢٢٢هـ) — ٤٢
- عبد الحميد بن جعفر بن عبد الله، ابو الفضل — (١٥٣هـ) — ٩٠
- عبد ربه بن خالد بن عبد الملك النيمري، ابو المغلس البصري — (٢٢٢هـ) — ٥٩
- عبد الرحمن بن ابراهيم الدمشقي — دحيم
- عبد الرحمن بن ابى حاتم — ابن ابى حاتم
- عبد الرحمن بن الاسود بن يزيد بن قيس — (١٩٩هـ) — ٢٢٨
- عبد الرحمن بن بشر بن الحكم العبدي، ابو محمد النيسابوري — (٢٢٦هـ) — ٢٢٣-١١٢-١٠٢
- عبد الرحمن بن زاذان — (عبد الرحمن بن زياد) — ١١٨
- عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود الهذلي — (٢٤٩هـ) — ١٣٥



عبد الرحمن بن عبد الله بن سلم، ابو محمد ابن الفزاري الملقب بجويه — ٥٩

عبد الرحمن بن عبد الوهاب النخعي البصري الصيرفي — ٥٩

عبد الرحمن بن عمر، ابو الحسين المعروف بابن حمة الخلال — (٣٩٤ هـ) — ٦٢

عبد الرحمن بن عسمر بن يزيد بن كثير الزهري، ابو الحسن الاصمعياني الازرق الملقب به رسته — (٢٢٦ هـ) — ١٠١

عبد الرحمن بن مهدي، حافظ الوسيدي — (١٩٨ هـ) — ١٣-١٠٢-١٠٦-١٦٢-١٨٩-٢٢٩

عبد الرحمن بن محمد الحارثي — (١٩٥ هـ) — ٢٢٤

عبد الرزاق بن تمام بن نافع، حافظ ابو بكر — (٢١١ هـ) — ١٣-٣٥-٥٥-٦٤-٩٢-١٠٠

١٠٦-١٩١-٢٢٢

عبد السلام بن حرب بن سلم، حافظ ابو بكر — (١٨٤ هـ) — ٣١

عبد السلام بن عاصم الجعفي الهسجاني الرازي — ١٠٠

عبد السلام حفي، مولانا — سلام الله، شيخ

عبد الصمد بن فضل — ١١٢

عبد العزيز بن ابني رزقه، ابو محمد — (٢٨٤ هـ) — ٣٨-٣٤

عبد العزيز بن محمد دراوردي، امام ابو محمد — (١٨٩ هـ) — ١٥٦-١٦١-٢٢٠

عبد العزيز بن مسلم القشيري، ابو زيد — (١٦٤ هـ) — ١٥٢

عبد العزيز بن ميثب بن سلام بن الضريس، ابو الدرداء المروزي — (٢٦٤ هـ) — ١١٣

عبد العزيز بن محمد دهلوي، شاه — (٢٣٩ هـ) — ٢١-١٤١-١٨٤-١٩٨-٢٠٩-٢٢٣-٢٣١

عبد الغني بن ابني سعيد مجددي دهلوي حفي، شيخ — (٢٩٥ هـ) — ٢٢٦

عبد الغني بن اسمعيل نالمسي حفي، محدث — (١١٢٣ هـ) — ٢٣٢

عبد الغني بن عبد الواحد مقدسي، حافظ ابو محمد — (٢٨٤ هـ) — ٢٣٣

عبد القادر القشيري، حافظ ابو محمد محي الدين — (٢٤٥ هـ) — ١٢-١٦-١٤-٢١-٢٢

٢٣-٢٩-٣١-٣٨-٥١-٥٦-٦٠-٨٦-٨٤-١٠١-١٠٣-١١١-١١٤-١٢١-١٢٤

١٦٩-١٤٢-١٤٣-١٨٢-١٨٥-١٩٢-١٩٤-٢١٢-٢١٤-٢٢٠-٢٢٥-٢٣٤

عبد القدوس بن محمد، ابو بكر الهجاني المعولي العطار البصري — ٥٩



- عبد الكريم بن احمد بن شبيب نساى — ٢١٩  
عبد الله الاستاذ — ابو محمد عبد الله عارثى بخارى (جامع مسند امام ابو حنيفه)  
عبد الله بن ابى اوفى الاسلمى — (٢١٦هـ) — ١١٦  
عبد الله بن ابى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم — (٢١٥هـ) — ١٥٥  
عبد الله بن ابى جيبه المدنى — ١١٨  
عبد الله بن ابى داود التستائى، حافظ ابو بكر — (٢١٦هـ) — ٢١-٢٢-٢٣-٥٠  
٥٨-١٠٦-٢٠٣  
عبد الله بن ابى نجيح، البوسارى — (٢١٦هـ) — ٣١  
عبد الله بن احمد بن بشير بن ذكوان البهرانى، ابو عمرو والدمشقى المقرئ — (٢٢٢هـ) — ٤٤  
عبد الله بن احمد بن حنبل، ابو عبد الرحمن — (٢٤١هـ) — ٢٢-٢٣-٦٢-٨٨  
١٢٢-٢٠٨-٢٠٩  
عبد الله بن احمد بن محمد بن مهران — ٢١  
عبد الله بن ادريس بن يزيد بن عبد الرحمن، امام ابو محمد الادوى الكوفى — (٢٩٢هـ) —  
١١-٦٤-١٨١-١٨٢-١٨٣  
عبد الله بن اسحق، ابو محمد الجوهري الحافظ الملقب به بدعه — (٢٥٤هـ) — ٥٥  
عبد الله بن اسحق بن محمد الناقذ، ابو جعفر الواسطى — ٤٠  
عبد الله بن ائیس الجعفى، ابو يحيى — (٢٥٤هـ) — ١٢  
عبد الله بن بريده بن الحبيب، البوسهل — (٢٥٥هـ) — ١٥-١١٢  
عبد الله بن الجراح بن سعد التميمى، حافظ ابو محمد القهستاني — (٢٣٤هـ) — ١٠٥  
عبد الله بن الحارث بن جزة الربيدى، ابو الحارث — (٢٥٦هـ) — ١١٦-١١٤  
عبد الله بن الحكم بن ابى زياد القطوانى، ابو عبد الرحمن الكوفى — (٢٥٥هـ) — ٥٢  
عبد الله بن دينار البهزائى، ابو محمد — ١٥٣-١٥٢  
عبد الله بن الزبير بن العوام، ابو جبيب — (٢٥٣هـ) — ٢١-٢٠٢-٢٢٠  
عبد الله بن سالم، ابو محمد الكوفى القزاز المعروف بالمفلوج — (٢٣٥هـ) — ٥٣  
عبد الله بن سالم بصرى، محدث — ٢٢٦



عبد الله بن شداد بن الهاد، أبو الوليد — (٢٨٢هـ) — ٨١

عبد الله بن طاهر بن الحسين، أبو العباس — (٢٨٣هـ) — ٩٢

عبد الله بن عامر بن بزاد الأشعري، أبو عامر الكوفي — ٥٣

عبد الله بن عامر بن زرارعة، أبو محمد الكوفي — (٢٨٤هـ) — ٥٣

عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم، أبو العباس — (٢٨٥هـ) — ٣٢ — ٥٢ — ١٢٣

١٢٥ — ١٢٦ — ١٢٧ — ١٢٨ — ١٢٩ — ١٣٠ — ١٣١ — ١٣٢ — ١٣٣ — ١٣٤ — ١٣٥

عبد الله بن عبد الرحمن، الإمام أبو محمد — دارمي

عبد الله بن محمد بن عبد العزيز بن موسى، أبو القاسم — (٢٨٤هـ) — ١٣٨

عبد الله بن عبد الله بن عمر بن الخطاب، أبو عبد الرحمن — ١٣٩

عبد الله بن عبد المؤمن بن عثمان الأرجسي الواسطي الطويل — ٤٢

عبد الله بن عكيم، أبو مجاهد — ١٣٩

عبد الله بن عمر بن الخطاب، أبو عبد الرحمن — (٢٨٤هـ) — ١١٨ — ١٣٨ — ١٣٩ — ١٤٠ — ١٤١ — ١٤٢

١٤٣ — ١٤٤ — ١٤٥ — ١٤٦ — ١٤٧ — ١٤٨ — ١٤٩ — ١٥٠ — ١٥١ — ١٥٢ — ١٥٣ — ١٥٤ — ١٥٥

عبد الله بن عمران بن أبي علي الأسدي، أبو علي الأصهباني — ١٠٠

عبد الله بن عمرو بن العاص، أبو محمد — (٢٨٥هـ) — ١٣٥ — ١٣٦ — ١٣٧ — ١٣٨ — ١٣٩ — ١٤٠ — ١٤١ — ١٤٢

عبد الله بن كثير بن المطلب القرشي، أبو مقبل — (٢٨٥هـ) — ٣١ — ٣٢

عبد الله بن مالك ابن بكينة ازدی، أبو محمد — ٢٨٣ — ١

عبد الله بن المبارك بن واضح، الإمام أبو عبد الرحمن — (٢٨٥هـ) — ١٢ — ١٣ — ١٤ — ١٥ — ١٦ — ١٧ — ١٨ — ١٩ — ٢٠ — ٢١ — ٢٢ — ٢٣ — ٢٤ — ٢٥ — ٢٦ — ٢٧ — ٢٨ — ٢٩ — ٣٠ — ٣١ — ٣٢ — ٣٣ — ٣٤ — ٣٥ — ٣٦ — ٣٧ — ٣٨ — ٣٩ — ٤٠ — ٤١ — ٤٢ — ٤٣ — ٤٤ — ٤٥ — ٤٦ — ٤٧ — ٤٨ — ٤٩ — ٥٠ — ٥١ — ٥٢ — ٥٣ — ٥٤ — ٥٥ — ٥٦ — ٥٧ — ٥٨ — ٥٩ — ٦٠ — ٦١ — ٦٢ — ٦٣ — ٦٤ — ٦٥ — ٦٦ — ٦٧ — ٦٨ — ٦٩ — ٧٠ — ٧١ — ٧٢ — ٧٣ — ٧٤ — ٧٥ — ٧٦ — ٧٧ — ٧٨ — ٧٩ — ٨٠ — ٨١ — ٨٢ — ٨٣ — ٨٤ — ٨٥ — ٨٦ — ٨٧ — ٨٨ — ٨٩ — ٩٠ — ٩١ — ٩٢ — ٩٣ — ٩٤ — ٩٥ — ٩٦ — ٩٧ — ٩٨ — ٩٩ — ١٠٠

٢١٢ — ٢١٣ — ٢١٤ — ٢١٥ — ٢١٦ — ٢١٧ — ٢١٨ — ٢١٩ — ٢٢٠ — ٢٢١ — ٢٢٢ — ٢٢٣ — ٢٢٤ — ٢٢٥ — ٢٢٦ — ٢٢٧ — ٢٢٨ — ٢٢٩ — ٢٣٠ — ٢٣١ — ٢٣٢ — ٢٣٣ — ٢٣٤ — ٢٣٥ — ٢٣٦ — ٢٣٧ — ٢٣٨ — ٢٣٩ — ٢٤٠ — ٢٤١ — ٢٤٢ — ٢٤٣ — ٢٤٤ — ٢٤٥ — ٢٤٦ — ٢٤٧ — ٢٤٨ — ٢٤٩ — ٢٥٠ — ٢٥١ — ٢٥٢ — ٢٥٣ — ٢٥٤ — ٢٥٥ — ٢٥٦ — ٢٥٧ — ٢٥٨ — ٢٥٩ — ٢٦٠ — ٢٦١ — ٢٦٢ — ٢٦٣ — ٢٦٤ — ٢٦٥ — ٢٦٦ — ٢٦٧ — ٢٦٨ — ٢٦٩ — ٢٧٠ — ٢٧١ — ٢٧٢ — ٢٧٣ — ٢٧٤ — ٢٧٥ — ٢٧٦ — ٢٧٧ — ٢٧٨ — ٢٧٩ — ٢٨٠ — ٢٨١ — ٢٨٢ — ٢٨٣ — ٢٨٤ — ٢٨٥ — ٢٨٦ — ٢٨٧ — ٢٨٨ — ٢٨٩ — ٢٩٠ — ٢٩١ — ٢٩٢ — ٢٩٣ — ٢٩٤ — ٢٩٥ — ٢٩٦ — ٢٩٧ — ٢٩٨ — ٢٩٩ — ٣٠٠

٢٢٢ — ٢٢٣

عبد الله بن المثنى بن عبد الله بن انس، أبو المثنى — ١٢٣

عبد الله بن محمد بن إبراهيم، ابن أبي شيبة، حافظ أبو بكر — (٢٨٥هـ) — ٢٦

عبد الله بن محمد بن ربح بن المهاجر النخعي، أبو سعيد المصري — (٢٨٥هـ) — ٨٢

عبد الله بن محمد بن عبد الرحمن بن المسور الزهري البصري — (٢٨٥هـ) — ٥٩

عبد الله بن محمد بن عبد الله بن مسعود، حافظ أبو جعفر — (٢٨٥هـ) — ١٨٥



عبد الله بن محمد بن عبد المؤمن بن يحيى — ٢٢٦

عبد الله بن محمد بن عبدة، حافظ — أبو بكر بن أبي الدنيا

عبد الله بن محمد بن عقيل، أبو محمد — (بعد ٢٢٧ هـ) — ١٢

عبد الله بن محمد بن وهب الدينوري، حافظ أبو محمد — (٢٠٥ هـ) — ٨٩ — ٢٢٢

عبد الله بن محمد بن يزيد بن ماجة — ١٢٣

عبد الله بن مسعود بن غافل، أبو عبد الرحمن — (٢٢٧ هـ) — ١٦ — ٣٣ — ٣٤ — ٣٩ — ٣٠ —

٢١ — ٢٢ — ٢٥ — ٤٢ — ١٢٥ — ١٥٨ — ١٥٩ — ١٦٥ — ١٦٩ — ١٤٠ — ١٨٢ — ١٩١ —

١٩٣ — ١٩٢ — ٢٢٨ — ٢٢٢

عبد الله بن معاوية بن موسى الجني، أبو جعفر البصري — (٢٢٣ هـ) — ٥٩

عبد الله بن حمزة الخارفي، حافظ أبو هشام — (١٩٩ هـ) — ٥١

عبد الله بن هاشم بن حيان — (٢٥٥ هـ) — ١٠٢

عبد الله بن وهب بن مسلم، الإمام أبو محمد — (١٩٤ هـ) — ١١ — ٤٢ — ٨٠ — ٨٢ — ١٢٢ —

١٨٨ — ١٨٩ — ١٩٢ — ١٩٨

عبد الله بن يزيد، حافظ أبو عبد الرحمن المقرئ مكي — (٢١٣ هـ) — ٣ — ٣١ — ٣٥ — ٥٩ — ١٦٦

عبد الله بن أبي، أبو يسر — ٩٥

عبد الله بن سنان، شيخ — ١٤٢

عبد الملك بن مروان بن الحكم بن أبي العاص، أبو الوليد — (٢٨٦ هـ) — ٤٥

عبد بن عبد الله بن عبدة الخزاز، أبو صفار، أبو سهل البصري — (٢٥٨ هـ) — ٥٩

عبد الوارث بن عبد الصمد العبدي البصري — (٢٥٢ هـ) — ٥٩

عبدوس بن شاذان، حافظ أبو محمد عبد الله بن محمد بن مالك — (٢٨٢ هـ) — ١٦٥

عبد الوهاب بن الضحاك بن ابان السلمي العرضي، أبو الحارث الحمصي — (٢٣٥ هـ) — ٤٨

عبد بن اسباط بن محمد، أبو محمد الكوفي — (٢٥٥ هـ) — ٥٣

عبد الله بن الجهم الانطاقي البصري — (بعد ٢٢٩ هـ) — ٥٩ — ٦٠

عبد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود، أبو عبد الله — (٢٩٨ هـ) — ٢٩ — ٣٠ — ١٩٠

عبد الله بن عبد الله بن عمر بن الخطاب — ٢٠٢



عبيد الله بن عدي — (سنة ١٥) —

عبيد الله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب، أبو عثمان — (سنة ١٧٤) — ٣٠ - ٢٢٠

عبيد الله بن عمر بن ميسرة قواريري، أبو شبيب — (سنة ٢٣٥) — ٢٠٨

عبيد الله بن موسى العباسي، حافظ أبو محمد — (سنة ٢١٣) — ١٨٠ - ٢٠٦ - ٢٠٨

عبيد الله بن يوسف الجبيري، أبو حفص البصري — (سنة ٢٥٠) — ٥٩

عبيد بن عمرو تلماني المرادي — (سنة ٤٢) — ٢٢٢

عثمان بن أبي شيبة، حافظ أبو الحسن — (سنة ٢٣٩) — ٢٦ - ٥٠ - ١٢١ - ٢٠٦ - ٢١٥

عثمان بن سميع بن عمران الهذلي، أبو محمد المشقي — ٤٤

عثمان بن خسر زاذ، حافظ أبو عمرو — (سنة ٢٨١) — ٩١

عثمان بن سعيد بن خالد دارمي، حافظ أبو سعيد — (سنة ٢٨٠) — ١٠٢ - ١٣٨

عثمان بن عفان بن أبي العاص، أمير المؤمنين أبو عمرو — (سنة ٣٥) — ٢ - ٣٠ - ٣٦ - ٩٢

١٢٢ - ١٩٠ - ٢٠٢ - ٢٧٠ - ٢٢٢

عجلي، حافظ أبو الحسن أحمد بن عبد الله بن صالح — (سنة ٢٦١) — ٢١ - ٥٦ - ٨٦ - ١٠١ - ١٨٢

عدي، حافظ أبو عبد الله محمد بن يحيى بن أبي عمر — (سنة ٢٧٣) — ٣٥

عدي بن حاتم بن عبد الله الطائي — (سنة ٢٧٤) — ٣٤

عراقي، حافظ أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين — (سنة ٨٠٦) — ٢٢ - ٩٣ - ١١٦

١١٤ - ٢٣٦

عروة بن الزبير بن العوام، أبو عبد الله — (سنة ٩٢) — ٢٩ - ٣٠ - ١٩٠

عصمة بن فضل النميري، أبو الفضل النيسابوري — (سنة ٢٥٠) — ١١٢

عطاء بن أبي رباح المكي، أبو محمد — (سنة ١١٢) — ٣١ - ١١٨ - ١٥٤ - ١٦٨ - ١٨٨

١٩٠ - ٢٢٩

عطية بن سعد بن جنادة الوافي، أبو الحسن — (سنة ١١١) — ١١٨

عقّان بن مسلم الصفّار، حافظ أبو عثمان — (سنة ٢٢٢) — ٢١ - ٢٢

عقبة بن عامر الجهني — (سنة ١٥) — ١٥

عقبة بن مكرم بن أفلح العمي، حافظ أبو عبد الملك — (سنة ٢٢٣) — ٥٦ - ٥٤



يحيى بن البربري، مولى ابن عباس، أبو عبد الله — (١٥٠ هـ) — ١٢٢ — ١٩٠ — ٢٢٣

العلاء بن سالم الطبري، أبو الحسن الواسطي ثم البغدادي الحنظلي — (٢٥٥ هـ) — ٤٠

العلاء بن عبد الجبار، أبو الحسن — (٢١٢ هـ) — ١٥٢

علاء الدين أبو عبد الله مغلطائي بن قليج بن عبد الله الحنفي، حافظ — (٤٦٢ هـ) — ١٥٩

١٦٠ — ١٦٣ — ١٤٦ — ١٤٨ — ٢٣٦ — ٢٢٥

علاء الدين علي بن محمد خطيب الناصري، شيخ أبو الحسن — (٦٢٣ هـ) — ٢

علاء الدين كاشاني، إمام أبو بكر — (٥٨٥ هـ) — ١٤٦ — ١٩٦

علائي، حافظ — صلاح الدين خليل بن كيكلي

علقمة بن قيس بن عبد الله، أبو شبل — (١١٦ هـ) — ٣٩ — ٢٢ — ١٩٠ — ١٩١

علقمة بن عمرو بن الحسين التميمي الدارمي العطاردي، أبو الفضل الكوفي — (٢٥٦ هـ) — ٥٣

علي بن أبي طالب، أمير المؤمنين أبو الحسن — (٢٠٠ هـ) — ١٥ — ٢٩ — ٣٠ — ٣٣ — ٣٦

٣٤ — ٣٩ — ٢٠ — ٢٢ — ٤٢ — ٩٢ — ١١٤ — ١٢٢ — ١٤٠ — ١٨٢ — ١٩١ — ١٩٣

١٩٢ — ٢٢٨ — ٢٢٢

علي بن سحن بن إبراهيم الكسائي — ١٢

علي بن الجعد جوهری، حافظ أبو الحسن — (٢٣٠ هـ) — ٦٨ — ١٦٥

علي بن حجر بن إياس بن مقاتل، أبو الحسن — (٢٢٢ هـ) — ٢٢٠

علي بن الحسن بن شقيق، أبو عبد الرحمن — (٢١٥ هـ) — ١١٣

علي بن الحسن الهرثي الرازي — ١٠٠ — ١١٥

علي بن الحسين بن إبراهيم العامري، أبو الحسن بن أشكاب البغدادي — (٢٦١ هـ) — ٤٠

علي بن الحسين بن الحسين — ٥١

علي بن داود بن يزيد التميمي القنطري، أبو الحسن بن أبي سليمان البغدادي النادمي — (٢٦٢ هـ) — ٤٠

علي بن سعيد بن بشير الرازي، أبو الحسن — (٢٩٤ هـ) — ١٢

علي بن سعيد بن جبر بن ذكوان النسائي، أبو الحسن — (٢٥٤ هـ) — ١١٢ — ١١٥

علي بن سعيد بن عبد الله الغدالي العسكري — (٢٨٢ هـ) — ٢٢٢

علي بن سلمة بن عقبة القرشي البقي النسابوري، أبو الحسن — (٢٥٢ هـ) — ١١٢



علي بن سليمان الدمشقي الجعفي المالكي، شيخ — (بعد سنة ٣١٣هـ) — ١٢٢-٢٢٦

علي بن عاصم — ابوالحسن علي بن عاصم بن صهيب واسطي

علي بن عبدالحسن دواليحي حسبي، محدث — (سنة ٢٦٢هـ) — ١٤٥

علي بن عمرو بن الحارث الانصاري، اليوسيرة البغدادي — (سنة ٢٥٩هـ) — ٤٠

علي بن محمد بن ابى النخيب القرشي الوشار الكوفي — (سنة ٢٥٥هـ) — ٥٣

علي بن محمد بن سحلي، حافظ ابوالحسن القناني — (سنة ٢٣٣هـ) — ٦-١١

علي بن المديني، حافظ ابوالحسن — (سنة ٢٣٢هـ) — ٢١-٢٥-٥٤-٨٦-٩٦-٩٤

١٠٦-١٢٢-٢١٢

علي بن مسهر، حافظ ابوالحسن — (سنة ١٨٩هـ) — ١٨٢

علي بن المنذر بن زيد الاددي، ابوالحسن الكوفي الطريقي — (سنة ٢٥٦هـ) — ١٦-٥٣

علي بن ميمون الرقي، ابوالحسن العطار — (سنة ٢٣٥هـ) — ٨٥-٢٢٢

علي بن هاشم بن مرزوق الهاشمي، ابوالحسن الرازي — ١٠٠

عماد الدين ابن كثير، حافظ — ابن كثير

عمار بن خالد بن يزيد الواسطي التمار، ابو الفضل — (سنة ٢٦٦هـ) — ٤٢

عمار بن طالوت بن عباد الجدي البصري — ٦٠

عمار بن ياسر بن عمار بن مالك، ابواليقطان — (سنة ٣٤٠هـ) — ٣٤-٢٢

عمران بن حصين بن عبيد، ابو نجيد — (سنة ٢٥٢هـ) — ٥٢

عمران بن عبد الرحيم بن ابى الورد — ١٦٣

عمران بن موسى بن حبان الليثي، ابو عمرو البصري القزاز — (بعد سنة ٢٢٢هـ) — ٦٠

عمر بن ابراهيم العبدي، ابو حفص — ٢٢٤

عمر بن ابى ربيعة الخزاعي، ابو الخطاب — (سنة ٢١٠هـ) — ١٢٤-١٢٨

عمر بن حفص السدوسي — ٢١

عمر بن الخطاب، امير المؤمنين ابو حفص — (سنة ٢٣٣هـ) — ١٦-٣٠-٣٤-٣٩-٢٠

٤٢-٨٠-١٣٤-١٣٨-١٣٩-١٥٣-١٥٢-١٥٦-١٦٥-١٤٠-١٤٤-١٨٢

١٩٠-١٩٣-٢٠٢-٢٢٩-٢٣٠



عمر بن شبة بن عبيدة، حافظ ابو زيد النعمري البصري — (٢٦٢هـ) — ٥٤  
عمر بن عبد العزيز بن مروان بن الحكم، امير المؤمنين ابو حفص — (١٠٨هـ) — ١٣٤-١٣٩

١٥٣-١٥٢-١٥٥-١٥٦-١٥٤-١٥٨

عمر بن ارون بن يزيد بن جابر البلخي، ابو حفص — (١٩٧هـ) — ١١٣

عمر بن بنت عبد الرحمن — (١٩٨هـ) — ١٥٢-١٥٥

عمر بن ابي عاصم الضحاك بن مخلد — (٢٧٢هـ) — ٤٤

عمر بن ابي عمرو — ١٤٢

عمر بن الحارث بن يعقوب الانصاري، ابو امية — (٢٧٨هـ) — ٨٠

عمر بن حزم بن زيد الانصاري، الخزرجي، ابو الضحاك — (٢٥١هـ) — ١٣٤-١٣٦

عمر بن رافع، حافظ ابو حبيب بجلي — (٢٣٤هـ) — ٦-١٣

عمر بن سواد بن الاسود العامري السرجي، ابو محمد المصري — (٢٣٥هـ) — ٨٣

عمر بن شعيب بن محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص، ابو ابراهيم — (١١٨هـ)

١٣٤-١٢٠-١٢١-١٢٢

عمر بن العاص بن وائل، ابو محمد — (٢٣٣هـ) — ٣٣-٨٠-١٢٠

عمر بن عبد الله بن حفش الاودي الكوفي، ابو عثمان — ٥٣

عمر بن عبد الله بن عبد المعزلي، ابو عثمان — (٢٣٢هـ) — ١٨٤

عمر بن عثمان بن سعيد بن كثير الجعفي، حافظ ابو حفص — (٢٥٠هـ) — ٤٤-٤٨

عمر بن علي الصيرفي الفلاس، حافظ ابو حفص — (٢٣٩هـ) — ٥١-٢٥-٥٤-١١١

عوام بن عباد بن العوام الواسطي — ٢٢٤

عون بن ابي جميله اعمرابي، ابو سهل — (٢٣٦هـ) — ١٤

عون بن عبد الله بن عتبة، ابو عبد الله — (٢٣٠هـ) — ١١٨

عياض، قاضي ابو الفضل — (٢٣٣هـ) — ١٨٢-١٨٣-١٩٨-٢١٦

عيسى بن احمد عقتلان، ابو يحيى — (٢٦٨هـ) — ١١٣

عيسى بن حماد التجيني، ابو موسى المصري — (٢٣٨هـ) — ٨٣

عيسى بن محمد بن اسحاق، ابو عمير بن الخاس الرملي — (٢٥٨هـ) — ٤٨-٢٢٢



عيسى بن مريم عليها السلام — ٨٣

عيسى بن موسى غنjar، ابو احمد — (٢٨٦ هـ) — ١٨٥

عيسى بن يونس بن ابان الجرار، ابو موسى الرملي — (٢٦٢ هـ) — ٤٨ — ٢٢٢

عيسى بن يونس بن ابى اسحق الشيبى، حافظ ابو عمرو — (٢٨٤ هـ) — ١٨٣ — ٢٢٠

عيسى جعفرى مغربى، محدث — (٢٨٨ هـ) — ١٨١

## غ

غزالى، امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد — (٥٠٥ هـ) — ٤ — ٢٢٣

غياث بن جعفر الشامى الرجبى — ٤٤

## ف

فاطمة الزهراء بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم — (٢٨٦ هـ) — ٢٢٤

فتح بن عمرو وراق — ١٠

فخر الحسن گنگوهى، مولانا — ٢٢٦

قزوينى، ابو عبد الله محمد بن يوسف بن مطهر بن صالح — (٣٢٠ هـ) — ٢٤ — ٢١٣ — ٢١٤ — ٢١٥

قزوينى، حافظ ابو عبد الله محمد بن يوسف بن واقد بن عثمان — (٢١٢ هـ) — ٩٢

فسوى — يعقوب بن سفيان

فضالة بن عبيد الانصارى، ابو محمد — (٥٣ هـ) — ١٥

فضل بن دكين (حمرو بن حماد بن زهير بن درهم)، حافظ ابو نعيم — (٢١٩ هـ) —

فضلان بن صالح — ١٠٢

الفضل بن سهل بن عبد الله، ابو عبد الله ذوالرياستين — (٢٠٢ هـ) — ١٠

فضل بن الصباح البغدady، ابو العباس التمار — (٢٢٥ هـ) — ٤٠

فضل بن عباس بن عبد المطلب — (٢٨٥ هـ) — ١١٨

الفضل بن العباس الرازى معروف به فضلك الصانع، حافظ ابو بكر — (٢٤٠ هـ) — ٨٩



الفضل بن موسى السيماني، أبو عبد الله المروزي — (١٩١ هـ) — ١٢ - ١١٢

فضل بن يعقوب البصري، أبو العباس المعروف بالجزري — (٢٥٦ هـ) — ٦٠

فضلك الرازي، حافظ — الفضل بن العباس

الفضيل بن عياض، إمام أبو علي التميمي اليزيدي — (١٨٤ هـ) — ٣١

فلاس، حافظ — عمرو بن علي فلاس

فهد بن عوف (زيد)، البوريجي — (٢١٩ هـ) — ٥٥

فيروز آبادي، علامه محمد الدين البوطا هر محمد بن يعقوب بن محمد — (١٨٤ هـ) — ٢ - ٣٦

## ق

قاسم بن اصبح، حافظ أبو محمد القسطنطيني — (٣٢٠ هـ) — ٢٣ - ٢٩

قاسم بن زكريا بن دينار القرشي، أبو محمد الطحان الكوفي — (٢٣٥ هـ) — ٥٣

القاسم بن عباد — ١٦٢ - ١٦٥

قاسم بن قطلوبغا، حافظ زين الدين أبو العدل — (٨٤٩ هـ) — ٢٨ - ٢٠٠

قاسم بن محمد بن أبي بكر الصديقي، أبو محمد — (٦١٩ هـ) — ٢٩ - ٣٠ - ٦٦ - ١٥٢ - ١٥٥

قاسم بن محمد بن عباد الازدي، أبو محمد البصري — ٤٠

قتاده بن دعامة، أبو الخطاب — (١١٤ هـ) — ٣٨ - ٣٩ - ٤١ - ٥٢ - ١٢٣ -

١٢٢ - ١٢٤ - ١٥٢ - ٢٢٤

قتيبة بن سعيد بن جميل، البورجاء — (٢٢٠ هـ) — ٥٢ - ١١٣

قشدوري، إمام أبو الحسين أحمد بن محمد — (٢٢٨ هـ) — ٢٢٥

قفال، أبو بكر محمد بن علي بن سميع الشاشي — (٣٦٥ هـ) — ٨٢

قيس بن أبي حازم البجلي، أبو عبد الله — (٩٨ هـ) — ٢٠٤

قيس بن الربيع الاسدي، أبو محمد — (١٦٥ هـ) — ١٤ - ٢٢٨

## ك

كاشاني، إمام — علامه الدين كاشاني



کبشه بنت عبدالرحمن — ۱۵۵

کثیر بن سلیم ، ابوسلمه — ۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱

کثیر بن عبید بن نضیر المذحجی ، ابوالحسن المحضی الخزاز المقرئ — (۲۵۰هـ) — ۷۸

کثیر بن قیس شامی — ۱۵

کثیر بن قمره الحضرمی ، ابوالقاسم — (۲۸۰هـ) — ۹۰

کرا بوسی ، ابوعلی الحسین بن علی بن یزید البخدادی — (۲۳۵هـ) — ۶۳

کُرخی ، امام ابوالحسن عبید اللہ بن الحسین — (۳۲۰هـ) — ۱۹۶-۲۲۵

کردری ، علامه حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن البزاز — (۸۲۴هـ) — ۱۸-۳

۱۸۲-۱۹۲

کرمانی ، شمس الدین محمد بن یوسف بن علی — (۴۸۶هـ) — ۳۲

کَسائی ، ابوالحسن علی بن حمزه الاسدی — (۱۸۹هـ) — ۲۱۲-۲۱۱

کفوسی ، علامه محمود بن سلیمان — (۲۹۹هـ) — ۲۲-۱۹۷

کمال الدین احمد بن الحسن البیاضی ، علامه — (۱۰۹۸هـ) — ۱۶۵

کمال الدین محمد بن موسی بن عیسی دیمیری ، ابوالبقار — (۸۰۸هـ) — ۲۳۶

کوتکین بن ساتکین — ۹۲

کوثری ، محدث محمد زاهد — (۱۳۰۰هـ) — ۱۷-۲۲-۲۳-۲۴-۲۸-۵۷-۱۱۸

۱۵۱-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۷۵-۲۱۲-۲۲۱-۲۲۶

کُوَیج ، حافظ ابویعقوب اسحق بن منصور بن بهرام المروزی — (۲۵۱-۲۵۳هـ) — ۱۰۵

ل

لالکائی ، حافظ ابوالقاسم هبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی — (۳۱۸هـ) — ۶۲-۸۶

لیث بن سعد بن عبدالرحمن ، امام ابوالحارث — (۴۷۵هـ) — ۲۱-۲۷-۸۰-۸۱

۸۲-۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۸

م

ما حبه — ۲-۳-۶







٢٢٩-٢٣٠-٢٣٢-٢٣٠-٢٣١-٢٣٢-٢٣٣-٢٣٤-٢٣٨

محمد بن حسن شيباني

محمد بن جبراني، حافظ ابو عبد الله محمد بن عمر بن ربيع القيسي البصري (٢٥٦هـ) — ٥٨

محمد بن آبان البلخي، حافظ ابو بكر المعروف محمدويه (٢٢٢هـ) — ١١٣-١١٤

محمد بن ابراهيم بن جيبش بغوي (٢٣٥هـ) — ١٤٢-١٤٥

محمد بن ابراهيم بن العلار الشامي الدمشقي، ابو عبد الله الزاهد ٤٤

محمد بن ابراهيم المعروف بابن الوزير الباني، علامة (٢٨٠هـ) — ١٣٤-٢٢٢-٢٢٣

محمد بن ابي خالد، ابو بكر فتزويني طبري ١٣

محمد بن احمد بن بلال شطوسي، ابو بكر (٢٣١هـ) — ٥٠

محمد بن احمد بن الجراح، ابو عبد الرحيم الجوزجاني (٢٢٥هـ) — ١١٢-١١٥

محمد بن احمد بن حفص، امام — ابو حفص صغير

محمد بن احمد بن سليمان الحافظ — ١٨٦

محمد بن ادريس — شافعي

محمد بن اسحق بن عون البكاتي ثم العامري، ابو بكر الكوفي (٢٦٢هـ) — ٥٣

محمد بن اسحق مسوح، حافظ ٥٥

محمد بن اسمعيل اميركافي، علامة — اميركافي

محمد بن اسمعيل بن ابراهيم بن مغيرة بخاري، امام — بخاري

محمد بن اسمعيل بن ابي ضرار الضرائري، ابو صالح الرازي ١٠٠

محمد بن اسمعيل بن البخترى الحناني، ابو عبيد الله الواسطي الضريبي (٢٥٨هـ) — ٤٠

محمد بن اسمعيل بن سمرة الاحمسي، ابو جعفر الكوفي السراج (٢٦٦هـ) — ٥٣

محمد بن الاسود فتزويني ١٢٣

محمد بن بشار، بن دار، حافظ ابو بكر (٢٥٢هـ) — ٥٤-٥٨-٩٠

محمد بن ثعلبة السدوسي البصري ٦٠

محمد بن ثواب بن سعيد البصري، ابو عبد الله الكوفي (٢٦٠هـ) — ٥٣

محمد بن جابر بن بكير بن عتبة الحاربي، ابو بكر الكوفي (٢٥٦هـ) — ٥٣



محمد بن جبريط طبري، امام — طبري

محمد بن جعفر بن الزبير بن العوام — (سنة ١١٣ هـ) — ٢٠٢

محمد بن جعفر بن محمد بن ائين — ٣

محمد بن جعفر السمناني القوسي، ابو جعفر بن ابى الحسين — ١٠٢

محمد بن جعفر الكتاني — (سنة ٣٢٥ هـ) — ١٤٩

محمد بن الحارث بن راشد بن طارق الاموي، ابو عبد الله المعروف بهندره — (سنة ٢٢١ هـ) — ٨٣

محمد بن حرب — ابو بكر محمد بن حرب

محمد بن حسان بن فيروز الشيباني الازرق، ابو جعفر البغدادي — (سنة ٢٥٤ هـ) — ٤٠

محمد بن الحسن اشيباني، امام ابو عبد الله — (سنة ١٨٩ هـ) — ٩ - ١٢ - ١٤ - ٢٢ - ٢٣ - ٢٤

٢٥ - ٢٦ - ٢٧ - ٢٨ - ٢٩ - ٣٠ - ٣١ - ٣٢ - ٣٣ - ٣٤ - ٣٥ - ٣٦ - ٣٧ - ٣٨ - ٣٩ - ٤٠ - ٤١ - ٤٢ - ٤٣ - ٤٤ - ٤٥ - ٤٦ - ٤٧ - ٤٨ - ٤٩ - ٥٠ - ٥١ - ٥٢ - ٥٣ - ٥٤ - ٥٥ - ٥٦ - ٥٧ - ٥٨ - ٥٩ - ٦٠ - ٦١ - ٦٢ - ٦٣ - ٦٤ - ٦٥ - ٦٦ - ٦٧ - ٦٨ - ٦٩ - ٧٠ - ٧١ - ٧٢ - ٧٣ - ٧٤ - ٧٥ - ٧٦ - ٧٧ - ٧٨ - ٧٩ - ٨٠ - ٨١ - ٨٢ - ٨٣ - ٨٤ - ٨٥ - ٨٦ - ٨٧ - ٨٨ - ٨٩ - ٩٠ - ٩١ - ٩٢ - ٩٣ - ٩٤ - ٩٥ - ٩٦ - ٩٧ - ٩٨ - ٩٩ - ١٠٠

٢١٤ - ١٩٦ - ١٩٥ - ١٩٢ - ١٨٥ - ١٨٠ - ١٤٥ - ١٤٢

محمد بن حماد الطهراني، حافظ ابو عبد الله الرازي — (سنة ٢٤١ هـ) — ١٠٠

محمد بن محمد بن حيان التميمي، حافظ ابو عبد الله الرازي — (سنة ٢٤٥ هـ) — ٨٦ - ٩٣ - ١٠٠

محمد بن الحنفية (محمد بن علي بن ابى طالب) — (سنة ١٢٢ هـ) — ١٢٢

محمد بن خالد بن خداش المهلبى مولا هم، ابو بكر الضرير البصري ثم البغدادي — ٤٠

محمد بن خالد بن عبد الله الواسطي الطحان — (سنة ٢٢٣ هـ) — ٤٢

محمد بن خالد بن محمد وهبي، محدث ابو يحيى — (قبل سنة ١٩٠ هـ) — ١٤٦

محمد بن خلاد بن كثير الباهلي، ابو بكر البصري — (سنة ٢٢٣ هـ) — ٦٠

محمد بن خلف بن عمار الحقلاني، ابو نصر — (سنة ٢٦٠ هـ) — ٤٨

محمد بن رافع بن ابى رافع النيسابوري، حافظ ابو عبد الله — (سنة ٢٢٥ هـ) — ١٠٣

محمد بن رُح بن المهاجر بن محرز بن سالم التجيبي، حافظ ابو عبد الله المصري — (سنة ٢٢٢ هـ) — ٨٢

محمد بن زهير بن محمد بن قيس — ٦٤

محمد بن زياد — ١٩

محمد بن زياد بن عبيد الله الزياتي، ابو عبد الله البصري الملقب بهيوتي — (سنة ٢٥٥ هـ) — ٦٠

محمد بن زياد الالباني، ابو سفيان — ١٨٠



محمد بن سعيد بن سابق، ابو عبد الله رازی — (٢١٦هـ) — ٦

محمد بن سعيد بن غالب البغدادي، ابو يحيى العطار (القطان) الضري — (٢١٦هـ) — ٤٠ — ١١٥

محمد بن سعيد بن يزيد بن ابراهيم التستري، ابو بكر البصري — ٦٠

محمد بن سعيد بن حسان مصلوب — ٢١١

محمد بن سلام السبيكندی، حافظ ابو عبد الله — (٢٢٥هـ) — ١٨٥

محمد بن سلمة بن عبد الله بن ابى قاطمة المرادي، ابو الحارث المصري الفقيه — (٢٢٨هـ) — ٨٣

محمد بن سليمان بن هشام اليشكري، ابو جعفر الشطوي البغدادي الخزاز المعروف بابن هشام —

(٢٦٥هـ) — ٤٠ — ٤١

محمد بن سماعة بن عبيد الله بن حلال التميمي، حافظ ابو عبد الله الكوفي — (٢٣٣هـ) — ٨٢

محمد بن سهل بن عسكر، حافظ ابو بكر — (٢٥١هـ) — ١٠٦

محمد بن شاذان الواسطي — ٤٢

محمد بن شجاع الشنقي، حافظ ابو عبد الله — (٢٦٦هـ) — ١٤٢ — ١٤٥

محمد بن الصباح بن سفيان الجرجاني، ابو جعفر التاجر — (٢٢٢هـ) — ٤٣ — ١١١

محمد بن طاهر مفتدي، حافظ — ابو الفضل محمد بن طاهر مفتدي

محمد بن طريف بن خليفة الجلي، ابو جعفر الكوفي — (٢٢٢هـ) — ٥٣

محمد بن عباد بن آدم الهذلي، ابو عبد الله البصري — (٢٦٨هـ) — ٦٠

محمد بن عباد بن جعفر — ٢٠٢

محمد بن عبادة بن البخترى الواسطي، ابو عبد الله — ٤٢

محمد بن عبد الاعلى الصنعائي القيسي، ابو عبد الله البصري — (٢٢٥هـ) — ٦٠

محمد بن عبد الرحمن بن ابى ذئب، امام — ابن ابى ذئب

محمد بن عبد الرحمن بن الحسن الجعفي، ابو بكر الكوفي — (٢٦٦هـ) — ٤٤

محمد بن عبد الرحمن بن الحكم بن هشام الأموي امير الأندلس — (٢٤٣هـ) — ٣٩

محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زراة — (٢٢٢هـ) — ١١٨

محمد بن عبد العزيز بن ابى رزمة اليشكري، ابو عمرو المروزي — (٢٢١هـ) — ١١٣

محمد بن عبد الله بن حفص بن هشام بن زيد بن انس بن مالك الانصاري البصري — ٦٠



محمد بن عبد الله بن سابور البخاري الرقي — ٨٥

محمد بن عبد الله بن عبد الحكم المكي، ابو عبد الله — (٢٦٨ هـ) — ٢٤

محمد بن عبد الله بن عبيد الهلال، ابو مسعود البصري — ٦٠

محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص — ١٢٠

محمد بن عبد الله بن المثنى بن عبد الله بن النس بن مالك، ابو النضر — (٢١٥ هـ) — ١٢٣

محمد بن عبد الله بن نمير، حافظ ابو عبد الرحمن الهمداني البخاري الكوفي

(٢٣٢ هـ) — ١٩ — ٥١ — ٦٤ — ١٢١

محمد بن عبد الله بن يزيد العدوي، ابو يحيى المقرئ المكي = ابن المفتري

محمد بن عبد الملك بن ابى الشوارب محمد بن عبد الله القرشي الاموي، ابو عبد الله الأبي البصري

(٢٢٢ هـ) — ٦٠ — ١١١

محمد بن عبد الملك بن زنجويه البغدادي، حافظ ابو بكر غزال — (٢٥٨ هـ) — ٦٩

محمد بن عبد الملك بن مروان الواسطي، ابو جعفر الديقي — (٢٦٦ هـ) — ٤٢

محمد بن عبيد بن ابى أمية الطنافسي، ابو عبد الله — (٢٠٥ هـ) — ١١

محمد بن عبيد بن عتبة الكندي، ابو جعفر الكوفي — ٥٣

محمد بن عبيد بن محمد العامري الكوفي المعروف بالحوت — ٥٣

محمد بن عبيد بن ميمون المدني التتبان — ٣١

محمد بن عثمان بن خالد الاموي، ابو مروان العثماني المدني — (٢٢١ هـ) — ٣٥ — ٢٣٣

محمد بن عثمان بن كرامة الجعفي الكوفي، ابو جعفر — (٢٥٦ هـ) — ٥٣

محمد بن عزيز بن عبد الله بن زياد الديلمي، ابو عبد الله العقيلي — (٢٦٤ هـ) — ٤٩

محمد بن عقيل بن خويلد، ابو عبد الله النيسابوري — (٢٥٤ هـ) — ١١٢

محمد بن العلاء بن كريب الهمداني الكوفي، ابو كريب = ابو كريب محمد بن العلاء

محمد بن علي بن طاهر خان البجلي، حافظ — (٢٩٢ هـ) — ١١٣

محمد بن علي قهرمان — ١٢٣

محمد بن عمر بن علي المقدسي، ابو عبد الله البصري — ٦٠

محمد بن عمر بن هياج الهمداني الصائدي، ابو عبيد الله الكوفي — (٢٥٥ هـ) — ٥٣



- محمد بن عمر بن الوليد الكندي، ابو جعفر الكوفي — (٢٥٦هـ) — ٥٣  
 محمد بن عمرو بن بكر بن سالم التميمي العدوي، ابو عثمان الرازي الطيالي المعروف بزنجب — (٢٥٧هـ) — ١٠٠  
 محمد بن عيسى بن ابي عمر المقري — ١١٥  
 محمد بن عيسى صفار — ٢٢٣  
 محمد بن فخر اسنضعي، ابو هريرة الصيرفي البصري — (٢٥٥هـ) — ٦٠  
 محمد بن قيس الهمداني المزيبي — ١١٨  
 محمد بن المؤمل العبيسي، ابو القاسم البصري — (٢٥٠هـ) — ٦٠  
 محمد بن المثنى بن عبيد، حافظ ابو موسى — (٢٥٢هـ) — ٥٨ - ٢٢٨ - ٢٢٩  
 محمد بن المثنى السمار — ٥٥  
 محمد بن محمد بن مرزوق الباهلي البصري، ابو عبد الله — (٢٢٨هـ) — ٦٠  
 محمد بن محمود خوارزمي، امام ابو المويد — (٢٥٥هـ) — ٢٣ - ١١٨ - ١٦٣ - ١٦٥ - ١٤١ -  
 ١٤٣ - ١٤٢ - ١٤٥ - ١٤٦  
 محمد بن مخلد بن حفص العطار الدوري، حافظ ابو عبد الله — (٣٣١هـ) — ٢٢٢  
 محمد بن مزاحم مروزي، ابو وهب — ابو وهب  
 محمد بن مسلم بن شهاب — زهري  
 محمد بن مسلم بن عثمان — ابن واره  
 محمد بن مصفى بن بهلول القشري، حافظ ابو عبد الله الحنصلي — (٢٢٦هـ) — ٤٤  
 محمد بن معاوية بن الاحمر — ٢١٨ - ٢١٩ - ٢٢٠  
 محمد بن المغيرة — ١٤٣  
 محمد بن المنهال الضري، حافظ ابو عبد الله — (٢٣١هـ) — ٩١  
 محمد بن موسى بن عمران القطان، ابو جعفر الواسطي — ٤٢  
 محمد بن ميمون النخياط البرازي، ابو عبد الله المكي — (٢٥٢هـ) — ٣٥  
 محمد بن النضر بن سلم بن الجارود بن زيد، حافظ ابو بكر الجارودي — ابو بكر جارودي  
 محمد بن اردن بن ابراهيم الربعي، ابو جعفر البغدادي البرازي المعروف بابي شيط — (٢٥٨هـ) — ٤١ - ١١٥  
 محمد بن الوليد بن عبد الحميد القرشي البصري الملقب بحدان البصري — (٢٥٥هـ) — ٦٠



محمد بن یحیی بن عبد الکریم الازدی، ابو عبد الله بن ابی حاتم البصری — (۲۵۲ هـ) — ۷۱  
 محمد بن یحیی بن عبد الله بن خالد بن فارس نیشاپوری، امام ابو عبد الله ذری — (۲۵۸ هـ) — ۲۰  
 ۱۱۴-۱۱۳-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۹۳-۹۲-۹۱-۵۱-۳۴

۲۴۷

محمد بن یزید بن عبد الملك الاسفاطی، ابو عبد الله البصری الاعمور — ۶۰  
 محمد بن یزید بن محمد العجلی، ابو هشام الرفاعی الکوفی — (۲۴۸ هـ) — ۵۳  
 محمد بن یزید الرعبی القشردینی — ابن ماجه  
 محمد بن یزید العدل — ۲۱۷  
 محمد بن یعقوب — ۶۲

محمد بن یعقوب الفرجی — ۱۰۰

محمد بن یوسف بن الخضر بن عبد الله حلبی حنفی المعروف بابن الابيض — (۲۱۷ هـ) — ۳۰  
 محمد بن یوسف صالحی شافعی، حافظ — شامی، مصنف سيرة شامیه  
 محمد بن یونس بن موسی، ابو العباس — (۲۸۶ هـ) — ۱۲  
 محمد زاهد کوشی — کوشی

محمد طاهر پشی، محدث — (۹۸۶ هـ) — ۱۸۱

محمد عابد سندی، محدث — (۲۵۷ هـ) — ۱۷۵

محمد عبد الحی فرنگی محلی، مولانا ابوالحسنات — (۳۰۴ هـ) — ۲۲-۱۰۹-۲۲۰

محمد علوی، شیخ — ۲۴۶

محمد المهدی عباسی (محمد بن ابی جعفر المنصور) — (۱۶۹ هـ) — ۱۸۲

محمد بن خالد بن ابی خالد یزید سلمی، ابو علی دمشقی — (۲۳۹ هـ) — ۷۷

محمد بن حذاف الطالقانی، ابو محمد — (۲۵۰ هـ) — ۷۱

محمد بن سلیمان کفوی، علامه — کفوی

محمد بن غیلان مروزی، حافظ ابوالحسن — (۲۳۹ هـ) — ۱۱۳-۱۸۸

مختار بن ابی عبید الشقی کذاب — (۲۷۷ هـ) — ۱۸۸

مذکور بن سلیمان الواسطی — ۴۱



مرادى، علامة أبو الفضل محمد خليل بن علي بهاء الدين محمد — (٢٠٦هـ) — ١٤٣

مراد بن محمود الشافعى، حافظ أبو أحمد الجهادى — (٢٥٧هـ) — ١٠٢

مرتضى زبيدى، علامة سيد أبو الفيض محمد بن محمد بن عبد الرزاق — (٢٠٥هـ) — ٢١٣-٢-١

مرغينانى، امام = أبو الحسن مرغينانى

مروان بن الحكم بن ابى العاص — (٢٥هـ) — ١٢٣-١٢٦

مروان بن محمد بن حسان الطاطرى — (٢١٥هـ) — ٢٣٩-٤٥

مزنى، أبو ابراهيم اسمعيل بن يحيى — (٢٦٢هـ) — ٨٢-٨٠

مزنى، حافظ أبو الحاج جمال الدين = جمال الدين مزنى

المستعين بالله، أبو العباس أحمد بن محمد بن الخليفة المعتمد بالله — (٢٥٢هـ) — ٥٨

مستغفرى، حافظ أبو العباس جعفر بن محمد بن المعتز — (٢٣٢هـ) — ٢١٣

مسدد بن مسدد بصرى، حافظ أبو الحسن — (٢٢٨هـ) — ٢٠٦

مسروق بن الأجدع الكوفى، أبو عائشة — (٢٦٣هـ) — ٢٢٢-١٩١

مسروق بن المزدبان بن مسروق الكندى، أبو سعيد بن ابى النعمان الكوفى — (٢٢٢هـ) — ٥٣

مشعر بن كدام بن طهير بن مجيد، حافظ أبو سلمة — (١٥٣هـ) — ٢٣٠-١٦٦

مسعود بن شيبه سدى، علامة — ١٦٤-١٨٥

مسلم بن ابراهيم فراهمى بصرى، حافظ أبو عيسى — (٢٢٢هـ) — ٥٢-٢٦

مسلم بن الحاج القشيرى، امام أبو الحسين — (٢٦١هـ) — ٦-٤-٨-٩-٣١-٣٥-٣٥

٢٩-٥٠-٥١-٥٢-٥٥-٥٦-٦٢-٦٥-٦٤-٤٢-٤٣-٨١-٨٢-٨٣-٨٦

٩٥-٩٦-٩٤-٩٨-٩٩-١٠١-١٠٢-١٠٥-١٠٦-١٠٤-١٠٨-١١٠-١١١-١١٣

١١٤-١١٩-١٢٢-١٤٨-١٨٠-١٨١-١٩٣-١٩٨-٢٠٠-٢١٥-٢١٦-٢١٨

٢١٩-٢٢٣-٢٢٢-٢٢٨-٢٣٠-٢٣٢-٢٣٦-٢٣٨

مسلم بن خالد زنجى، أبو خالد — (٢٨٥هـ) — ٣١

مسلم بن كيسان الاحمر، أبو عبد الله — ١١٨

مسلم بن قاسم اندلسى، حافظ — (٢٥٣هـ) — ٣٨-٦٨-٩٢-٩٦-٩٤-١٠٠-١٢١-٢١٦

مسلم بن مخلد انصارى — (٢٦٢هـ) — ١٥



- مسيب بن شريك — (١٨٥هـ) — ٨٣  
 مصعب بن عبد الله بن مصعب الزبيري، ابو عبد الله المدني — (٢٣٦هـ) — ٢٦-٤١  
 مطين، حافظ ابو جعفر محمد بن عبد الله بن سليمان الحضرمي الكوفي — (٢٩٤هـ) — ١٢١-١٢٢  
 معاوية بن جبل بن عمرو بن اوس، ابو عبد الرحمن — (١٨٥هـ) — ٣٣-٣٩-٤٢-٩٠-٢٣٢  
 معاني بن عمران موصلي، ابو مسعود — (١٨٧هـ) — ١٨٩  
 معاوية بن ابى سفيان صخر بن حرب، ابو عبد الرحمن — (٢٦٠هـ) — ٣٣-٤٥-٢٢٢  
 مختصم بالله محمد، ابو اسحق بن بارون الرشيد عباسي — (٢٢٤هـ) — ١١-٢١-٦٣-٤٢-١٢٢  
 المعتضد بالله، ابو العباس احمد عباسي — (٢٨٩هـ) — ٦٨-٤٢  
 المعتز على الله، ابو العباس احمد بن المتوكل على الله عباسي — (٢٤٩هـ) — ٩٢-١٢٢  
 معلى بن خالد رازي — ٨٣  
 معلى بن منصور رازي، حافظ البويعلي — (٢١١هـ) — ١٠١  
 معمر بن راشد، حافظ ابو عروبة — (١٥٣هـ) — ١٥٦-١٨٤-١٨٩  
 معن بن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود — ١٢٥  
 معن بن عيسى بن يحيى، ابو يحيى — (١٩٨هـ) — ٣١  
 مغلطانى، حافظ — علاء الدين ابو عبد الله مغلطانى  
 مغيث بن سمي الاوزاعي، ابو ايوب — ٢٢٠  
 مغيره بن الحكم الصنعاني — ١٢٠  
 مغيره بن مقسم، حافظ ابو هشام — (١٣٣هـ) — ٢٠-١٩٢  
 مقاتل بن سليمان بن بشير، ابو الحسن — (١٥٠هـ) — ١٨٤  
 منجول دمشقي، امام ابو عبد الله — (١١٢هـ) — ١٥٦-١٥٤-١٥٨-١٩٩  
 منجى بن ابراهيم بلخي، حافظ ابوالحسن — (٢١٥هـ) — ١١٣-١١٢-١٦٦  
 ملا على قاري نور الدين — (١١٢هـ) — ٢٢-١٤١-١٤٢-١٨٣-٢٠٠  
 منذر بن علي الخزاعي، ابو عبد الله — (١٦٤هـ) — ١٢١  
 منذر بن شاذان، ابو عمرو — ٨٩  
 منذري، حافظ زكي الدين ابو محمد عبد العظيم بن عبد القوي — (٢٥٦هـ) — ٢٢٠-٢٣٦







٩-١٢-١٩-٣١-٣٨-٥٢-٥٣-٥٥-٥٦-٥٨-٦٤-٦٨-٧٩

٤٢-٤٦-٤٤-٤٨-٨٢-٨٣-٨٤-٨٦-٨٤-٩٢-١٠٢-١٠٥-١٠٧-١١١

١١٣-١١٩-١٢٢-١٣٨-١٣٩-١٨١-١٨٢-٢١٦-٢١٤-٢١٨-٢١٩-٢٢٠

٢٢٣-٢٣٢-٢٣٨-٢٢٠

نصر بن سيار بن صاعد، ابو الفتح — (٢٥٤هـ) — ٢٢٤

نصر بن عبد الرحمن بن بكار الناجي، ابو سليمان الكوفي الوشاء — (٢٢٨هـ) — ٥٣

نصر بن علي الازدي، حافظ ابو عمرو الجهمي البصري — (٢٥٠هـ) — ٣٩-٥٨

نصر بن محمد بن سليمان بن ابي ضمرة، ابو القاسم السلمي الحمصي — ٤٨

نصر بن شمیل، علامه ابو الحسن — (٢٠٣هـ) — ١٠-٥٢

نصر بن محمد المروزي — (١٨٣هـ) — ٣٤

نعيم بن حماد بن معاوية خنصر احمي — (٢٢٨هـ) — ٢٠٩-٢٢٩

نعيم بن عبد شلال — ١٣٦

نقيلي، ابو جعفر عبد الله بن محمد بن علي بن نقيل — (٢٣٢هـ) — ٩٢

نهيك بن مريم اوزاعي — ٢٢٠

نوح بن اسد بن سامان — ١٨

نوح بن قيس البصري، ابو روح — (١٨٣هـ) — ٣٩

نوح قنوي، علامه — ١١٨

نور الدين بن شي، حافظ ابو الحسن — (٨٠٤هـ) — ٢١١

نودي، امام ابو زكريا محي الدين يحيى بن شرف — (٦٤٦هـ) — ٢-٣-٨-٣٦-٢١٥

٢١٦-٢١٤-٢٢٢-٢٣٢-٢٣٣

## هـ

هارون (مستمل عاصم بن علي) — ٢١

هارون بن اسحق بن محمد بن الهادي، حافظ ابو القاسم الكوفي — (٢٥٠هـ) — ٥٢

هارون بن سعيد بن البيهقي، ابو جعفر — (٢٥٣هـ) — ٨٣



بارون بن معاوية بن عبید الله — ٢٢٨

بارون بن موسى بن حيان تميمي، ابو موسى — (٢٢٨ هـ) — ١٣

بارون تمال، حافظ ابو موسى بن عبد الله بن مروان البغدادي البزاز المعروف بالجمال — (٢٢٣ هـ) — ٦٩

بارون الرشيد، ابو جعفر بن محمد المهدي العباسي — (١٩٣ هـ) — ٥ - ١٢ - ٣١ - ٨٢ - ١٤٠

١٨٢ - ١٨٣ - ١٨٤ - ١٨٩

هاشم بن القاسم بن شيبه بن سميع بن شيبه، ابو محمد الحراني — (٢٦٠ هـ) — ٨٥

هبة الله بن زاذان — ٢

هبة الله طبري — لا كافي

هبة بن عبد الوهاب المرزوزي، ابو صالح — (٢٢١ هـ) — ١١٣

هشام بن ابي عبد الله دشتوازي، ابو بكر — (١٥٢ هـ) — ١٨٩

هشام بن خالد بن يزيد الازرق، ابو مروان الدمشقي السلمي — (٢٢٩ هـ) — ٤٤

هشام بن عبد الملك البزفي الحمصي، حافظ ابو التقي — ابو التقي

هشام بن خروجه بن الزبير بن العوام، ابو المنذر — (١٢٥ هـ) — ٣٤ - ٦١

هشام بن عمار شيخ الاسلام ابو الوليد الشلمي الدمشقي — (٢٢٥ هـ) — ٤٥ - ٤٦

هشام بن محمد بن السائب كلبي — (٢٠٢ هـ) — ١٢٩

هشيم بن بشير الواسطي، ابو معاوية — (٨٣ هـ) — ١٢ - ٦١ - ٦٦ - ٦٤ - ١٨٨ - ١٨٩

هشام بن مثنى بن كامل يافى، ابو عقبه — (١٣١ هـ) — ١٢٥

هشام بن الشري بن مصعب، حافظ ابو السري تميمي الداري — (٢٢٣ هـ) — ٥١

و

الواثق بالله، ابو جعفر بارون بن المعتمد محمد عباسي — (٢٣٢ هـ) — ٦٣ - ١٢٢

واصل بن عبد الاعلى بن بلال الاسدي، ابو القاسم الكوفي — (٢٢٢ هـ) — ٥٣

واصل بن عطاء غزال، ابو حذيفة البصري — (١٣١ هـ) — ١٨٤

واقدي، ابو عبد الله محمد بن عمر بن واقد — (٢٠٤ هـ) — ٣١ - ١١٤ - ١٢٩ - ١٨٣

ورزش، قاري ابو سعيد عثمان بن سعيد — (١٩٤ هـ) — ٨٣



الوزير بن عطاء بن كنانة — (١٢٤هـ) — ٢٢٠ —  
 وكيع بن الجراح بن ملح ، امام البوسفيان — (١٩٦هـ) — ١١ — ٥٢ — ٥٥ — ١١٢ — ١٦٢  
 ١٦٥ — ١٨٥ — ١٨٩ — ١٩٥ — ٢٢٢ — ٢٣٠

وليد بن شجاع ، حافظ ابو همام بن ابى بدر الشكونى الكوفى — (٢٢٣هـ) — ٥٢

وليد بن عتبة بن ابى معيط ، ابو وهب — ٥ — ٢٢٢

وليد بن عمرو البصري ، ابو العباس البصرى — ٦٠

وليد بن كثير الخزرجى ، ابو محمد — (١٥١هـ) — ٢٠١ — ٢٠٢

وليد بن مسلم ، ابو العباس الدمشقى — (١٩٥هـ) — ٤٢ — ٢٣٠

وليد بن يزيد بن عبد الملك بن مروان الاموى — (١٢٦هـ) — ١٥٦

ولى الدين خطيب ، شيخ ابو عبد الله محمد بن عبد الله — ١٩٨

ولى الله محدث دهلوى ، شاه — (١١٤٦هـ) — ٤ — ٨ — ٢٢ — ٢٥ — ٢٩ — ٣٦ — ١٥٨

١٤٠ — ١٤١ — ١٤٤ — ١٨٠ — ١٨١ — ١٨٢ — ١٨٤ — ١٨٩ — ١٩١ — ١٩٢ — ١٩٣ — ١٩٤

٢٠١ — ٢٠٢ — ٢١٢ — ٢١٣ — ٢٣٥

وهب بن زمعة ، ابو عبد الله — ٣٤

وهب بن منته بن كامل ، ابو عبد الله — (١١١٩هـ) — ١٢٢

## ي

ياقوت حموى رومى ، علامه ابو عبد الله — (٦٢٦هـ) — ٢ — ٥ — ٢٢ — ٣٢ — ٥١ — ٤٣ — ٤٨

٤٩ — ٨٠ — ٨٣ — ٩٢ — ١٠٣ — ١١٣ — ١٢٥

يحيى بن ابى طالب جعفر بن الزبير قان — (٢٤٥هـ) — ٢١

يحيى بن اكنم ، قاضى — (٢٢٢هـ) — ١٠٣

يحيى بن ايوب الخافقى ، ابو العباس — (١٦٨هـ) — ٨٠

يحيى بن جبيب بن عدوى الحارثى البصرى ، ابو زكريا — (٢٢٨هـ) — ٦٠

يحيى بن حسان بن حيان ، ابو زكريا — (٢٠٨هـ) — ٨٣

يحيى بن حكيم ، حافظ ابو سعيد البصرى المقوم — (٢٥٦هـ) — ٥٨



يحيى بن حنّاد — (٢١٥هـ) — ٥٥

يحيى بن خدام العبّري، ابو زكريا السفطي البصري — (٢٥٢هـ) — ٦٠

يحيى بن خلف الباهلي، الوسلطه البصري المعروف بالجوباري — (٢٢٢هـ) — ٦٠

يحيى بن داود بن ميمون الواسطي — (٢٢٢هـ) — ٤٢

يحيى بن دُرست الهاشمي البصري، ابو زكريا — ٦٠

يحيى بن زكريا بن ابى زائده، ابو سعيد — (١٨٢هـ) — ١٩٥

يحيى بن زكريا طسرانفي — ١٢٣

يحيى بن سعيد بن قيس انصاري، ابو سعيد — (٢٣٣هـ) — ١٨٣-١٦١-٢٢-٣٤-٣٠

يحيى بن سعيد بن قيس، حافظ ابو سعيد — (١٩٨هـ) — ١٢٢-٥٩-٥٤-٥٥

١٨٩-١٦٦-١٦٢

يحيى بن عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار القرشي، ابو سليمان الحنصلي — (٢٥٥هـ) — ٤٨-٤٤

يحيى بن عثمان بن صالح القرشي السهمي، حافظ ابو زكريا المصري — (٢٨٢هـ) — ٨٣

يحيى بن فضل العبّري، ابو زكريا البصري المعروف بالخرقي — (٢٥٦هـ) — ٦٠

يحيى بن علي بن منصور، ابو زكريا رازي — ١٠٠

يحيى بن معين، امام ابو زكريا — (٢٣٣هـ) — ٢٥-٢١-٣٩-١٩-١٨-١٤-٩

١٠١-٩٤-٨٤-٨٦-٤٤-٤٥-٤٢-٦٩-٦٨-٦٤-٦٥-٦٢-٥٢

١٠٦-١٠٩-١١٢-١١٤-١١٦-١١٨-١٢٠-١٢٢-١٢٤-١٢٦-١٢٨-١٣٠-١٣٢-١٣٤-١٣٦-١٣٨-١٤٠-١٤٢-١٤٤-١٤٦-١٤٨-١٥٠-١٥٢-١٥٤-١٥٦-١٥٨-١٦٠-١٦٢-١٦٤-١٦٦-١٦٨-١٧٠-١٧٢-١٧٤-١٧٦-١٧٨-١٨٠-١٨٢-١٨٤-١٨٦-١٨٨-١٩٠-١٩٢-١٩٤-١٩٦-١٩٨-٢٠٠-٢٠٢-٢٠٤-٢٠٦-٢٠٨-٢١٠-٢١٢-٢١٤-٢١٦-٢١٨-٢٢٠-٢٢٢-٢٢٤-٢٢٦-٢٢٨-٢٣٠-٢٣٢-٢٣٤-٢٣٦-٢٣٨-٢٤٠-٢٤٢-٢٤٤-٢٤٦-٢٤٨-٢٥٠-٢٥٢-٢٥٤-٢٥٦-٢٥٨-٢٦٠-٢٦٢-٢٦٤-٢٦٦-٢٦٨-٢٧٠-٢٧٢-٢٧٤-٢٧٦-٢٧٨-٢٨٠-٢٨٢-٢٨٤-٢٨٦-٢٨٨-٢٩٠-٢٩٢-٢٩٤-٢٩٦-٢٩٨-٣٠٠-٣٠٢-٣٠٤-٣٠٦-٣٠٨-٣١٠-٣١٢-٣١٤-٣١٦-٣١٨-٣٢٠-٣٢٢-٣٢٤-٣٢٦-٣٢٨-٣٣٠-٣٣٢-٣٣٤-٣٣٦-٣٣٨-٣٤٠-٣٤٢-٣٤٤-٣٤٦-٣٤٨-٣٥٠-٣٥٢-٣٥٤-٣٥٦-٣٥٨-٣٦٠-٣٦٢-٣٦٤-٣٦٦-٣٦٨-٣٧٠-٣٧٢-٣٧٤-٣٧٦-٣٧٨-٣٨٠-٣٨٢-٣٨٤-٣٨٦-٣٨٨-٣٩٠-٣٩٢-٣٩٤-٣٩٦-٣٩٨-٤٠٠-٤٠٢-٤٠٤-٤٠٦-٤٠٨-٤١٠-٤١٢-٤١٤-٤١٦-٤١٨-٤٢٠-٤٢٢-٤٢٤-٤٢٦-٤٢٨-٤٣٠-٤٣٢-٤٣٤-٤٣٦-٤٣٨-٤٤٠-٤٤٢-٤٤٤-٤٤٦-٤٤٨-٤٥٠-٤٥٢-٤٥٤-٤٥٦-٤٥٨-٤٦٠-٤٦٢-٤٦٤-٤٦٦-٤٦٨-٤٧٠-٤٧٢-٤٧٤-٤٧٦-٤٧٨-٤٨٠-٤٨٢-٤٨٤-٤٨٦-٤٨٨-٤٩٠-٤٩٢-٤٩٤-٤٩٦-٤٩٨-٥٠٠-٥٠٢-٥٠٤-٥٠٦-٥٠٨-٥١٠-٥١٢-٥١٤-٥١٦-٥١٨-٥٢٠-٥٢٢-٥٢٤-٥٢٦-٥٢٨-٥٣٠-٥٣٢-٥٣٤-٥٣٦-٥٣٨-٥٤٠-٥٤٢-٥٤٤-٥٤٦-٥٤٨-٥٥٠-٥٥٢-٥٥٤-٥٥٦-٥٥٨-٥٦٠-٥٦٢-٥٦٤-٥٦٦-٥٦٨-٥٧٠-٥٧٢-٥٧٤-٥٧٦-٥٧٨-٥٨٠-٥٨٢-٥٨٤-٥٨٦-٥٨٨-٥٩٠-٥٩٢-٥٩٤-٥٩٦-٥٩٨-٦٠٠-٦٠٢-٦٠٤-٦٠٦-٦٠٨-٦١٠-٦١٢-٦١٤-٦١٦-٦١٨-٦٢٠-٦٢٢-٦٢٤-٦٢٦-٦٢٨-٦٣٠-٦٣٢-٦٣٤-٦٣٦-٦٣٨-٦٤٠-٦٤٢-٦٤٤-٦٤٦-٦٤٨-٦٥٠-٦٥٢-٦٥٤-٦٥٦-٦٥٨-٦٦٠-٦٦٢-٦٦٤-٦٦٦-٦٦٨-٦٧٠-٦٧٢-٦٧٤-٦٧٦-٦٧٨-٦٨٠-٦٨٢-٦٨٤-٦٨٦-٦٨٨-٦٩٠-٦٩٢-٦٩٤-٦٩٦-٦٩٨-٧٠٠-٧٠٢-٧٠٤-٧٠٦-٧٠٨-٧١٠-٧١٢-٧١٤-٧١٦-٧١٨-٧٢٠-٧٢٢-٧٢٤-٧٢٦-٧٢٨-٧٣٠-٧٣٢-٧٣٤-٧٣٦-٧٣٨-٧٤٠-٧٤٢-٧٤٤-٧٤٦-٧٤٨-٧٥٠-٧٥٢-٧٥٤-٧٥٦-٧٥٨-٧٦٠-٧٦٢-٧٦٤-٧٦٦-٧٦٨-٧٧٠-٧٧٢-٧٧٤-٧٧٦-٧٧٨-٧٨٠-٧٨٢-٧٨٤-٧٨٦-٧٨٨-٧٩٠-٧٩٢-٧٩٤-٧٩٦-٧٩٨-٨٠٠-٨٠٢-٨٠٤-٨٠٦-٨٠٨-٨١٠-٨١٢-٨١٤-٨١٦-٨١٨-٨٢٠-٨٢٢-٨٢٤-٨٢٦-٨٢٨-٨٣٠-٨٣٢-٨٣٤-٨٣٦-٨٣٨-٨٤٠-٨٤٢-٨٤٤-٨٤٦-٨٤٨-٨٥٠-٨٥٢-٨٥٤-٨٥٦-٨٥٨-٨٦٠-٨٦٢-٨٦٤-٨٦٦-٨٦٨-٨٧٠-٨٧٢-٨٧٤-٨٧٦-٨٧٨-٨٨٠-٨٨٢-٨٨٤-٨٨٦-٨٨٨-٨٩٠-٨٩٢-٨٩٤-٨٩٦-٨٩٨-٩٠٠-٩٠٢-٩٠٤-٩٠٦-٩٠٨-٩١٠-٩١٢-٩١٤-٩١٦-٩١٨-٩٢٠-٩٢٢-٩٢٤-٩٢٦-٩٢٨-٩٣٠-٩٣٢-٩٣٤-٩٣٦-٩٣٨-٩٤٠-٩٤٢-٩٤٤-٩٤٦-٩٤٨-٩٥٠-٩٥٢-٩٥٤-٩٥٦-٩٥٨-٩٦٠-٩٦٢-٩٦٤-٩٦٦-٩٦٨-٩٧٠-٩٧٢-٩٧٤-٩٧٦-٩٧٨-٩٨٠-٩٨٢-٩٨٤-٩٨٦-٩٨٨-٩٩٠-٩٩٢-٩٩٤-٩٩٦-٩٩٨-١٠٠٠

٢١٥-٢١٢-٢١٢

يحيى بن يحيى بن بكير بن عبد الرحمن، حافظ ابو زكريا — (٢٢٦هـ) — ١٠٣

يحيى بن يحيى بن كثير الليثي ميموني، ابو محمد — (٢٣٢هـ) — ١٤٩-٢٥

يحيى بن يزداد العسكري، ابو الصقر الوراق — ٤٢

يحيى بن يغمر الليثي البصري، ابو سليمان — (٢٨٩هـ) — ١١٢

يزيد، ابو خالد — ١٣

يزيد بن السمط، ابو السمط — (تقريباً ١٦٠هـ) — ٢٢٠

يزيد بن عبد الله بن يزيد اليامي، ابو محمد — (٢٢٢هـ) — ٣٥



يزيد بن بارون، حافظ ابو خالد — (٢٠٦هـ) — ٣١-٣٥-١٧٦-١٨٢

يزيدي، عسامة — ٦٣

يعقوب بن ابراهيم اللدوقي، حافظ ابو يوسف الجدي — (٢٥٢هـ) — ٦٢-٦٩

يعقوب بن محمد بن كاسب، حافظ — (٢٣١هـ) — ٣٥-٢٢٠

يعقوب بن سفيان قنوي، حافظ ابو يوسف — (٢٤٤هـ) — ١٩-٢٤-١٣٤-١٣٨

يعقوب بن شيبه بن بصلت، حافظ ابو يوسف السدوسي — (٢٦٢هـ) — ٢٠-٣٢-٦٤-١٠١-١٨٢

يعلى بن شداد بن اوس بن ثابت، ابو ثابت — ٢٢٢

يعلى بن عبيد الطنافسي، ابو يوسف — (٢٠٩هـ) — ١١

يوسف بن ابى يوسف، امام — (٩٢هـ) — ١٤٣-١٤٢

يوسف بن احمد، حافظ — ٢٢٤

يوسف بن حسن بن عبد الهادي حنبل، علامه — (٩٠٩هـ) — ١٥١

يوسف بن حماد المعنى، ابو يعقوب البصري — (٢٢٥هـ) — ٦٠

يوسف بن خالد بن عمر سمطي، امام ابو خالد — (١٨٩هـ) — ١٩٥

يوسف بن صبيح — ٨٣

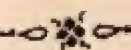
يوسف بن موسى بن راشد القطان، ابو يعقوب الكوفي — (٢٥٣هـ) — ٤١

يوسف بن يعقوب الصفار، ابو يعقوب — (٢٣١هـ) — ١٦٢

يونس بن عبد الاعلى، حافظ ابو موسى الصدفي المصري — (٢٦٢هـ) — ٨٠-٨٣

٩٢-٢٢٢

يونس بن عبيد الله، ابو عبد الله — (١٣٢هـ) — ٥٢





# اسمار امارکن

- آبه — ۸۶
- آذربایجان — ۲۸-۱۱-۲
- آرمینیہ — ۲۸
- آصفیہ حیدر آباد دکن، کتب خانہ — ۲۲-۱۶۶-۱۷۲-۱۷۳-۱۹۶
- ابہر — ۲۸-۲
- احمدی دہلی، مطبع — ۱۸۱-۱۷۱
- آخیم — ۸۰
- اردن — ۷۶
- استرا باد — ۱۹۳
- اسکندریہ — ۱۰۰-۲۸
- اسوان — ۸۰
- اشبیلیہ — ۲۸
- اشرف المطابع دہلی، مطبع — ۱۷۹-۱۷۶-۱۷۷
- اشیا صح — ۱۱
- اصبہان (اصفہان) — ۲۸-۲۹-۳۲-۳۱-۵۵-۸۶-۱۰۱-۱۹۳
- اصح المطابع لکھنؤ، مطبع — ۲۳۶
- افریقہ — ۲۸-۹
- افغانستان — ۹
- انبہار — ۷۳



اندلس — ۲۸-۴۹-۴۵-۱۲۱

انصاری دہلی ، مطبع — ۲۰۳-۲۲۰

انوار احمدی الہ آباد ، مطبع — ۱۰۸

انوار محمدی لکھنؤ ، مطبع — ۲۱۸-۳۲۲

اہواز — ۲۸-۲۹-۶۴-۸۵-۱۹۲-۲۲۵

ایران — ۴-۹-۲۸-۸۵-۱۰۰

ایشیائے کوچک — ۹

ایلہ — ۲۹-۷۹

## ب - پ

باکسیا — ۲۹-۷۳

باس — ۲۸-۲۹-۷۹-۸۴

بانگی پور — ۱۶۲

بجایہ — ۲۸

بجیلہ ، محلہ — ۴۴

بحر قلزم — ۷۹

بحر مصر — ۸۳

بحرین — ۹۰-۱۴۳-۱۹۲

بخارا — ۸-۲۷-۲۸-۴۳-۹۴-۱۰۸-۱۰۹-۱۸۵-۱۹۲-۲۱۵

بدر — ۱۳۵

برلن — ۱۳۵

بریلی — ۲۰۴

بسطام — ۲۸

بصرہ — ۵-۱۰-۱۶-۱۷-۲۸-۲۹-۳۳-۳۹-۴۰-۴۳-۴۴-۵۳-۵۴-۵۵

۵۷-۵۸-۵۹-۶۱-۶۸-۷۱-۷۶-۹۰-۹۱-۱۰۵-۱۵۳-۱۵۷-۱۶۵-۱۶۹-۱۸۴

۱۸۷-۱۹۲-۱۹۲



بطحا — ۸

بغداد — ۹-۱۱-۲۱-۲۲-۲۶-۲۸-۲۹-۳۰-۳۶-۳۸-۴۰-۴۳-۴۵-۵۱

۵۳-۵۵-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۲-۷۳

۷۶-۸۲-۸۵-۸۸-۹۱-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۳-۱۰۷-۱۹۲-۱۹۷-۲۲۲-۲۲۵-۲۲۷

بخشور — ۶۳

بفتیح — ۱۳۷

بلخ — ۱۷-۱۸-۲۸-۲۹-۱۰۳-۱۱۳-۱۱۵-۱۹۲

بلنسیه — ۲۸

بهنسا — ۸۰

بیت المقدس — ۲۸-۲۹-۷۸-۷۹

بیسروت — ۱۷۹

پاکستان — ۱۷۲

پیرچنڈ و ضلع حیدرآباد سندھ، کتب خانہ — ۳۲-۹۹-۱۶۲-۱۶۶-۲۲۷

## ت-ط-ث

ترقف — ۷۳

ترکستان — ۹-۷۹

ترمذ — ۱۹۲

تر — ۲۸

تکریت — ۷۲

تکیه اخلاصیه — ۱۵۱

تلمسان — ۲۸

تیش — ۲۹-۸۳

تهامه — ۲۸

التوفیق دمشق، مطبع — ۱۵۱

توبک — ۱۷۲-۱۹۷-۲۲۵



## ج - چ

جامع حمص — ۷۸

جامع دمشق — ۷۶

جامع عسمر و بن العاص — ۸۲

جامع فتزوين — ۵

جامع کوفه — ۱۵۸

جبال — ۲۸

جبر جان — ۲۸-۱۹۲

جبر جبرایا — ۲۹-۷۳

جزیره — ۱۴-۲۸-۳۹-۴۰-۴۳-۸۲-۸۵-۸۸-۱۰۵-۱۰۶-۱۸۷-۱۹۲

جوسیه — ۳۱

جیسلان — ۲۸

چین — ۶۳

## ح

حجاز — ۹-۱۲-۱۷-۲۲-۲۳-۲۸-۲۹-۳۳-۷۶-۷۹-۱۰۳-۱۶۵-۱۶۹

۲۰۰-۲۱۷-۲۲۷

حدیثه — ۲۹-۷۳

حران — ۲۸-۲۹-۸۲-۸۵

حرمین شریفین — ۱۶-۲۹-۳۲-۳۸-۸۸-۱۰۶-۱۹۱

حیمنیه مصر، مطبع — ۲۲-۱۱۲

حلب — ۴-۱۸-۷۹-۹۲-۱۵۱-۱۶۲-۱۷۸-۱۸۰-۲۰۷-۲۲۲

۲۲۷-۲۳۳-۲۳۶

حلبی مصر، مطبع — ۱۸۲

حلوان — ۳۲-۴۱-۱۹۲



محـص ————— ۲۸-۲۹-۳۱-۴۴-۴۸-۹۰

حیدرآباد، دکن ————— ۳۸-۱۱۶

خ

خراسان ————— ۵-۴-۹-۱۶-۱۸-۲۲-۲۳-۲۸-۳۲-۳۹-۴۰-۵۴-۸۸-۹۲-

۹۳-۹۴-۹۶-۹۷-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۶۲-

۱۸۷-۲۲۷

خوارزم ————— ۲۸-۱۹۲

خوزستان ————— ۸۵

خیبر، مصر، مطبع ————— ۱۷۷

خیزا، خزا ————— ۱۸۵

د

دائرة المعارف حیدرآباد دکن، مطبع ————— ۳-۲۳-۲۸-۳۸-۴۷-۹۴-۱۱۸-۱۲۹-

۱۶۱-۱۶۳-۱۶۵-۱۶۷-۱۸۲-۱۸۸-۲۰۷

دارالکتب المصریہ، مطبع ————— ۳۹-۱۷۳

دارالمعارف مصر، مطبع ————— ۲۱۵

دارالتجارتین ————— ۱۰۷

دامغان ————— ۲۸-۲۹-۱۰۲-۱۹۲

دجلہ ————— ۵۴-۷۲-۸۴-۸۸

دمشق ————— ۴-۱۵-۲۸-۲۹-۳۱-۳۱-۴۷-۷۲-۷۵-۹۰-۹۵-۱۵۰-۱۵۱-

۱۵۶-۱۹۲-۲۲۷

دمياط ————— ۸۳

دہلی ————— ۸-۲۹-۶۳-۱۷۰

دورق ————— ۶۴

دولاب ————— ۳۸

دلم ————— ۱۲۸



دینور — ۲۸

ز

رجب غسان — ۲۲

رجب التخل، بغداد — ۲۱

رقه — ۲۸-۲۹-۷۹-۸۴-۹۰-۱۹۴

رم — ۱۹۴

رمله — ۲۹-۷۸-۹۰-۱۹۴-۲۲۰

رہا — ۲۸-۸۴

روضہ اقدس — ۲۱۴

روم — ۱۹

رتی — ۴-۱۱-۱۲-۲۸-۲۹-۳۸-۵-۸-۸۶-۸۸-۹۲-۹۴-۹۸-۱۰۰-۱۰۱

زرنجبر (زرنگر) — ۲۴-۱۱۱-۱۹۴-۲۱۲-۲۳۸

زعفرانیہ — ۶۷-۶۷-۲۴

زنجان — ۲۸

س

سامرا — ۲۹-۵۷-۶۳-۷۲

سجستان — ۲۸-۱۹۴

سرخس — ۱۰۵-۱۹۴

سرمین رای — سامرا

السعادة مصر، مطبع — ۱۳۷

سیدیه حیدرآباد دکن، کتب خانہ — ۵۰-۱۹۶

سمرقند — ۲۸-۶۷-۱۹۴

سمنان — ۲۸-۲۹-۱۰۲

سندھ — ۹-۲۲۵



سیستان — ۱۱

## ش

شارع منار — ۲۲

شاش — ۲۸

شام — ۹ — ۱۲ — ۱۴ — ۱۸ — ۲۸ — ۲۹ — ۳۳ — ۳۸ — ۳۹ — ۴۰ — ۴۳ — ۴۴ — ۴۵ —

۴۶ — ۴۷ — ۴۸ — ۴۹ — ۸۵ — ۸۸ — ۱۰۰ — ۱۰۵ — ۱۰۶ — ۱۵۰ — ۱۵۶ — ۱۵۷ — ۱۶۹ — ۱۸۷ —

۲۰۱ — ۲۲۳ — ۲۲۴

شاهجهانی بهوپال، مطبع — ۲۳۵

شیراز — ۲۸

## ص

صالحیه، دمشق — ۱۵۱

صدیقی بریلی، مطبع — ۴ — ۱۵۸

صعید، مصر — ۸۰

صغانیان — ۱۹۳

صفه — ۱۱

## ط-ظ

طائف — ۱۲ — ۱۲۴

طبرستان — ۱۱ — ۱۹۴

طبرطوس — ۶۷ — ۹۰

طهران — ۸۵ — ۱۰۰

طوس — ۲۸

لیخارستان — ۱۱

ظاہریہ دمشق، کتب خانہ — ۹۵ — ۱۳۸ — ۱۵۱ — ۲۲۷

## ع-غ

عجم — ۶ — ۸ — ۷۲ — ۱۵۷ — ۱۹۷



عراق — ۹-۱۲-۱۵-۱۷-۲۰-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۸-۳۲-۳۸-۵۱  
 ۵۲-۶۱-۷۱-۷۲-۸۵-۸۸-۹۰-۹۳-۹۵-۱۰۰-۱۰۳-۱۰۴  
 ۱۶۵-۱۶۹-۱۸۷-۲۰۱-۲۱۵-۲۱۷-۲۲۷

عراق عجم — ۲-۸۵-۱۰۱-۱۰۲

عرب — ۱۲-۶۳-۱۵۲-۱۸۸

عرج — ۳۸

عیش مصر — ۱۵

عسقلان — ۲۹-۷۸-۱۰۰

عسکر — سامرا

عکبر — ۶۹

علوی لکهنو، مطبع — ۱۴۰-۲۱۶

عین زریه — ۶۶

غسز ناطه — ۲۸

## ف

فارس — ۶-۷-۸-۲۸-۸۵-۱۹۱

فاس — ۲۸

فخر المطابع لکهنو، مطبع — ۱۹۵

فترات — ۷۳-۸۲

فزر بر — ۲۱۵

فزر غانه — ۱۱

فزر ما — ۸۳

فزیاب — ۲۸-۷۹

فسطاط — ۸۰-۸۲

فلسطین — ۷۶



## ق

قاہرہ — ۲۲۳-۳۹

قدسی مصر، مطبع — ۱۲۳

قترطبہ — ۲۸

قزوین — ۲-۴-۵-۶-۱۱-۱۲-۱۳-۲۸-۵۲-۱۰۶-۱۲۲-۱۲۶-۱۲۸-۲۲۵

قطنطنیہ — ۵۰

قصر مامون — ۲۲

قفط — ۸۰

قہستان — ۲۸-۱۰۶-۱۹۴

قوص — ۸۰

قوس — ۲۸-۱۰۲-۱۹۴

قیروان — ۲۸

## ک-گ

کابل — ۱۱

کراچی — ۲۱

کرمان — ۲۸-۱۹۴

کش — ۱۹۴

کوفہ — ۵-۱۱-۱۴-۱۸-۲۰-۲۲-۲۵-۲۸-۲۹-۳۳-۳۶-۳۸-۳۹

— ۱۰۵-۹۱-۸۶-۷۶-۷۱-۶۲-۵۲-۵۱-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹

۱۱۳-۱۵۴-۱۶۵-۱۶۹-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۷-۱۹۲-۱۹۴-۲۰۳

گلزار محمدی لاہور، مطبع — ۲۳۱

## ل

لاہور — ۲۱۴-۲۳۳

لکھنؤ (ہند) — ۳۰-۱۸۹-۲۳۴

لیڈن، یورپ — ۳-۱۶۶-۱۷۲



م

ماوراءالنهر — ۸-۷-۲۳-۱۰۹-۱۸۵

مجتبائی دہلی، مطبع — ۲-۹-۳۶-۶۳-۱۵۶-۱۴۰-۱۸۴-۱۹۱-۱۹۳-۱۹۸-

۲۰۹-۲۱۲

مجلس اجیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن — ۱۴۳-۱۹۶-۲۲۵

مجلس دائرۃ المعارف — دائرۃ المعارف حیدرآباد

مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن — ۳۹-۴۴

مجلس علمی کراچی، کتب خانہ — ۲۱-۱۶۶-۱۶۶-۱۸۵

محمّدی لاہور، مطبع — ۱-۱۷۱

مدرسۂ نظامیہ، حیدرآباد دکن — ۱۵۱

مدینہ طیبہ، مدینۃ الرسول — ۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-

۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-

۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۸۴-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-

مدینۃ المنصور — ۲۶

مراکش — ۲۸

مرسیہ — ۱۴۸

مرد — ۱۰-۲۸-۲۹-۶۷-۱۰۳-۱۱۲-۱۹۴-

مرد روز — ۶۴

مسجد جبریل بن عبد اللہ — ۴۴

مسجد ابن عقبہ (مسجد حمزہ بن حبیب الزیات) — ۴۴

مسجد رصافہ — ۲۶

مسجد کوفہ — ۴۰

مسجد نبوی — ۲۱۴

مصر — ۲-۳-۴-۵-۶-۹-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۴-۲۵-۲۶-۲۸-۲۹-

۳۳-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۸-۵۱-۵۲-۶۲-



۶۳-۷۵-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۷-۹۰-۹۴-۱۱۶-۱۱۸-  
 ۱۲۴-۱۳۵-۱۳۷-۱۵۷-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۸-۱۷۳-  
 ۱۷۵-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۶-۱۸۸-۱۹۲-۱۹۶-۱۹۷-۲۰۱-۲۰۴-  
 ۲۰۶-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۲-۲۲۷-۲۲۹-۲۳۳-۲۳۶

مصطفائی، مطبع — ۸۱

مصیبه — ۶۶

معارف اعظم گروه، مطبع — ۱۷۱-۱۷۶

مغرب، بلاد — ۲۸-۲۱۷-۲۲۴-۲۲۶

مفید عام آگوه، مطبع — ۱۶۱-۱۷۱-۱۹۵

مکه معظمه — ۱۶-۱۷-۲۸-۲۹-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱

۴۴-۸۰-۱۱۴-۱۳۶-۱۳۷-۱۴۳-۱۴۶-۱۶۹-۱۷۱-۱۷۷-۱۸۸-۱۹۲-۱۹۴

۲۱۰-۲۱۳-۲۱۸-۲۳۱-۲۴۴

مکاتان — ۵۰-۱۳۸

منبج — ۲۸

منبر شریف — ۲۱۳

منیریه مصر، مطبع — ۳۶-۴۷-۴۸-۵۴-۵۷-۱۲۷-۱۴۰-۱۸۷-۱۹۲

نواصل — ۲۸-۸۲-۸۵-۱۹۴

نیریه مصر، مطبع — ۱۲-۱۷-۲۷-۲۹-۳۲-۳۳-۴۲-۴۳-۸۱-۹۳-۱۷۷-۱۸۵

۲۰۶-۲۱۳-۲۱۹

نیمیه مصر، مطبع — ۱۲۳-۱۳۵

ن

نجد — ۲۸

ندوة العلماء، دارالعلوم — ۲۰۴

نسا — ۱۹۴

نسف — ۲۱۳



نصیبین — ۱۹۲

نظامی کانپور، مطبع — ۱-۱۵-۱۱۱-۱۴۴-۲۲۴

نہاوند — ۱۹۲

نہروان — ۷۳

نولکشور لکھنؤ، مطبع — ۲۰۵-۱۹۷-۳۹

نیشاپور — ۱۴-۲۸-۲۹-۳۵-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۱۱-۱۱۲-۱۹۲

۲۲۵-۲۱۷

## و-۵

واسط — ۲۰-۲۹-۴۰-۷۱-۷۳-۱۹۲

وہڑ — ۱۲۰

ہرات — ۲۸-۶۶-۶۶-۱۰۳-۱۰۴-۱۹۲-۲۲۴

ہسٹان — ۱۰۰

ہمدان — ۵-۲۸-۲۹-۵۵-۱۰۲-۱۹۲

ہندوستان — ۵۰-۱۷۰-۱۷۲-۲۰۰-۲۳۳

## ی

یثرب — ۸

یسامہ — ۲۰-۱۹۲

یمن — ۱۴-۲۸-۳۹-۴۰-۱۰۰-۱۰۵-۱۰۶-۱۳۶-۱۸۷-۱۹۲

یورپ — ۱۵۱

یوسفی، مطبع — ۱۰۹



# اسمار قبائل و جماعات

آل صبح — ۱۰

آل عمرو بن الخطاب — ۱۳۷

آل عمرو بن حزم — ۱۳۷

آل نعشم — ۱۲۷-۱۲۸

اخاف — ۲۷-۳۸-۸۰-۱۰۱-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۱-۱۱۲-۱۲۱-۱۲۷-۱۴۰-۱۴۲-۱۸۲

۱۸۵-۱۹۱-۱۹۳-۱۹۶-۲۰۲-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۵-۲۲۳

اساورة بصر — ۵

اصحاب صفه — ۱۴

انصار — ۱۳۵

اہل اندلس — ۳۶

اہل بخارا — ۹۳-۹۵-۱۰۹

اہل بدر — ۳۹

اہل بصرہ — ۴۳-۱۴۳-۱۵۷

اہل بغداد — ۶۵

اہل بلخ — ۱۷

اہل الجزیرہ — ۸۵

اہل حجاز — ۲۵-۴۶-۱۵۷-۱۷۷

اہل حرمین — ۳۲-۱۸۱







بنو خزاعه — ۱۳۶

بنو دارم بن مالک بن حنظله — ۸

بنو ربیعہ بن نزار — ۲ - ۴

بنو عباس — ۹ - ۱۸۴

بنو عبد القیس — ۶۴

بنو لیث — ۱۳۶

بنو مروان — ۱۵۳

بنو مکر — ۶۳

تاتار — ۶۱ - ۱۰۲ - ۱۰۴ - ۱۱۳ - ۱۹۴

## ج-ح-خ

جہمیہ — ۲۶ - ۱۰۴ - ۲۱۲

جہینہ — ۱۳۹

حمرا الدلیم — ۵

خواجه — ۱۱۰ - ۱۵۲

## د-ذ

دلیم — ۵

ذی رُعیین — ۱۳۶

## ر-ز

ربیعۃ الازد — ۳

ربیعہ بن نزار — بنو ربیعہ بن نزار

روافض — ۱۰۴

روافض ، (عبدین) — ۸۰

زنگی — ۵۵

زہرہ بن خویہ — ۵



## س - ش

سلجوق — ۱۱۲

شهیدار بدر — ۳۵

شوافع — ۲۴ - ۸۲ - ۱۱۶ - ۱۴۸ - ۱۹۳

شیعه — ۹۲ - ۱۵۲

## ظ - ع - ق

ظواهر — ۲۰۵ - ۲۷۷

عرب — ۳ - ۲۱ - ۶۴ - ۱۲۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۴ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۵۲

قدریه — ۱۵۲ - ۱۸۴

قزلباش — ۳۲ - ۱۳۵

## م

مالکیه — ۲۰۲ - ۱۹۳ - ۲۹ - ۲۷۷

مرجیه — ۱۰۴ - ۱۰۷ - ۱۱۰

مشارقه (اهل مشرق) — ۲۳۲

مخاض — ۱۳۶ - ۱۳۸

معتزله — ۲۶ - ۶۳ - ۱۱۰ - ۱۸۴

مغایبه — ۲۱۸ - ۲۲۰ - ۲۳۲

## ن - ه

نصارائی — ۷۹

نواصب — ۱۰۷

همدان — ۱۳۶ - ۱۳۸



# اسمار كتب

١

- استخاف المهرة باطراف العشرة ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٤٥
- استخاف النبلاء المتقين باجاء مآثر الفقهاء والمحدثين ، نواب صديق حسن خان — ١-٤-١١١-١٤٤
- الاتقان في علوم القرآن ، علامه سيوطي — ٢١-١٢٥
- الاشمار الجنية في طبقات الخففيه ، ملا علي قاري محدث — ٢٢
- الاجوبة المنيفة عن اعتراضات ابن ابى شيبة على ابى حنيفة ، حافظ قاسم بن قطلوبغا — ٢٨
- احقاق الحق — ١٦١
- احكام في اصول الاحكام ، حافظ ابن جزم — ١٨٣
- احكام القرآن ، امام ابو بكر جصاص رازي — ٥٦-٢٠٢-٢٢٥
- اخبار ابى حنيفة ، قاضي ابو العباس احمد بن محمد بن عبد الله بن ابى العوام — ١٦١
- اخبار ابى حنيفة واصحابه ، امام طحاوي — ١٨٥
- اخبار الحفاظ ، علامه ابن الجوزي — ١٣٨
- اخبار مدنية ، حافظ عمر بن شبة — ٥٤
- اختصار علوم الحديث ، حافظ ابن كثير دمشقي — ٢١٠-٢٢٥
- اختلاف ابى حنيفة وابن ابى ليلى ، امام ابو يوسف — ١٩٦
- الادب المفرد ، امام بخاري — ١٢
- الارشاد في علماء البلاد ، حافظ خليل — ١٣-٤٦-٨٢
- ازالة الخفا عن خلافة الخلفاء ، شاه دلي الله محدث دهلوي — ٤-١٥٨-١٥٩-٢٠٢
- الاستدكار لمذاهب ائمة الامصار وفيما تضمنه الموطأ من المعاني والآثار ، حافظ ابن عبد البر — ٢٠٢



الاستيعاب في معرفة الاصحاب، حافظ ابن عبد البر — ۱۳۶

اسعاف المطابر رجال الموطأ، علامة سيوطي — ۱۸۲

اسمار الحفاظ، حافظ ابو الوليد يوسف بن عبد العزيز الاندلسي المشهور بابن الدبارغ — ۱۴۸

اسمار رجال البخاري، حافظ ابو الوليد باجي — ۲۱۳

اشارات المرام من عبارات الامام، علامة كمال الدين احمد بياضي — ۱۶۵

اشعة اللغات شرح مشكوة فارسي، شيخ عبدالحق محدث دهلوي — ۲۴۱

اطراف احاديث ابى حنيفة، حافظ ابو الفضل محمد بن طاهر مقتدي — ۲۳۳

اطراف الكتب الستة، حافظ ابو الفضل محمد بن طاهر مقتدي — ۲۳۳

الاعتماد في شرح الاعتقاد، حافظ عبد القادر عترشي — ۲۲

اعلام السالين عن كتب سيد المرسلين، حافظ شمس الدين محمد بن علي بن احمد بن طولون — ۱۳۹

اعلام الموقعين عن رب العالمين، حافظ ابن القيم — ۳۳-۳۴-۱۶۹-۱۴۵-۱۴۶

الاعلان بالتونج لمن ذم التاريخ، حافظ شمس الدين محمد بن عبد الرحمن سخاوي — ۲-۲۸-۵۴

۶۳-۸۰-۹۴-۹۹-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۸۵-۱۸۹

اقوام المسالك في بحث رواية مالك عن ابى حنيفة وروايت ابى حنيفة عن مالك، محدث محمد زاهد كوثري

۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳

اكمال الاكمال — ۱۶۲

الاكمال، حافظ امير بن مأكولا — ۱۴۲

الاكمال في اسماء الرجال، شيخ ولي الدين خطيب — ۱۵۴-۱۹۸

الفية الحديث، علامة سيوطي — ۱۴۸

الامار في ضبط الرواية وتقييد السماع، محدث قاضي عياض — ۲۱۶

امالي، امام ابو يوسف — ۱۹۶

الامتار بسيرة الامامين الحسن بن زياد وصاحبه محمد بن شجاع، محدث زاهد كوثري — ۱۴۵-۱۹۶

الامصار ذوات الآثار، حافظ شمس الدين ذهبي — ۲۸-۱۸۵

الانتباه في سلاسل اولياء الله، شاه ولي الله محدث دهلوي — ۲۲

الانتصار لمذهب ابى حنيفة، حافظ ابو بكر جعاني — ۱۱۷



الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح، سبط ابن الجوزي — ١١٦-١١٨

الانتصار في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، علامة حافظ ابن عبد البر — ٦٣-٦٥-١٦٨-١٨٢

١٨٩-٢٢٦

انجاش الحاجه بشرح سنن ابن ماجه، شيخ عبد الغني بن أبي سعيد مجددي دهلوي خفي — ٢٣٦

الانساب، حافظ ابو سعد سمعاني — ٢-٣-٨-٢٢-٢٣-٢٤-٨٣-١٩٦-١٤٢

الانسان العيين في مشايخ الحرمين فارسي، شاه ولي الله محدث دهلوي — ١٤١-١٨١

الانصاف في بيان سبب الاختلاف، شاه ولي الله محدث دهلوي — ١٨٩-١٩٢

٢٠٢-٢٠٣

او هام الهدايه، حافظ عبد القادر ترشي — ٢٣

الاثير بمعرفة رواة الاكثر، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٤٣

## ب

الباعث الخيثة الى معرفة علوم الحديث، حافظ ابن كثير — ٢٣١-٢٣٤

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، امام علماء الدين كاشاني — ١٤٦-١٩٦

البدايه والنهايه، حافظ عماد الدين ابن كثير دمشقي — ٢-٢٨-٣٦-٤٥-١٢٥-١٢٨

٢٢٤-٢٢٣

بدلية البيان في وفيات الاعيان، حافظ ابن ناصر الدين — ١٥٠

برناج، حافظ ابو جعفر بن الزبير غرناطي — ٢٢٩

البستان في فضائل (مناقب) النعمان، حافظ عبد القادر ترشي — ٢٣

بستان المحدثين، شاه عبد العزيز محدث دهلوي — ١-١٤١-١٩٨-٢٠٩-٢٢٣-٢٣١

بلوغ الاماني — ٢٥

بلوغ المرام من ادلة الاحكام، حافظ ابن حجر عسقلاني — ٢٣٥

## ت

تاج العروس من شرح جواهر القاموس، سيد محمد تقي زبيدي — ١-٢-٢١٢

تاريخ ابن ماجه — ١١٥-١٢٢-١٢٦-١٢٤

تاريخ، ابو الحسن احمد بن عبد الله عجلي — ٣٩



- تایخ ، احمد بن عبد اللہ کوفی — ۱۸۲
- تایخ اصبهان ، حافظ ابو نعیم اصفہانی — ۱۵۳-۱۴۳
- تایخ بصرہ ، حافظ عمر بن شیبہ — ۵۴
- تایخ بغداد ، ابو بکر خطیب بغدادی — ۲۲-۲۵-۶۳-۸۴-۱۱۲-۱۱۶-۱۱۷-۱۶۵-۱۶۶
- ۱۴۵-۱۸۶-۲۰۴-۲۲۴
- تایخ الخلفاء ، علامہ سیوطی — ۹-۱۱-۶۳-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷
- تایخ دمشق ، حافظ ابن عساکر — ۱۱-۴۴-۴۵
- تایخ ذہبی — ۲۶-۱۵۱-۱۹۶
- تایخ فتروین ، امام ابن ماجہ — ۱۲۴
- تایخ فتروین ، محدث ابو القاسم رافعی — التدوین فی اخبار فتروین
- تایخ فتروین ، حافظ خلیلی — الارشاد فی علماء البلاد
- تایخ کبیر ، امام بخاری — ۶۱-۹۴-۹۸-۹۹-۱۵۲
- تایخ کبیر ، حافظ ذہبی — تایخ ذہبی
- تایخ مرو — ۲۶
- تایخ ، حافظ مسلم بن قاسم قرطبی — ۲۱۶
- تایخ نیشاپور ، حاکم نیشاپوری — ۱۴-۱۸-۱۱۱
- تاینب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب ، محدث محمد زاهد کوثری — ۱۱۸
- التبیان لبیدۃ السببان ، حافظ ابن ناصر الدین — ۱۵۰
- تبیین الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ، حافظ سیوطی — ۱۱۶-۱۱۸-۱۶۰-۱۶۱
- التجريد للصالح والسنن ، محدث رزین بن معاویہ عبدری سرقسطی مالکی — ۲۳۳
- تحفة الاحرار فارسی ، شمس عارف جامی — ۸
- التحقیق فی احادیث الخلاف ، حافظ ابو الفرج ابن الجوزی — ۲۰۰
- تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی ، حافظ سیوطی — ۲۰-۲۳-۲۵-۲۷-۱۵۷
- ۱۶۳-۱۶۷-۲۰۸-۲۱۱-۲۱۳-۲۱۵-۲۱۶-۲۲۱-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۳۶
- التدوین فی اخبار فتروین ، محدث ابو القاسم رافعی — ۲-۴-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۸-۲۲۴



تذكرة الحفاظ، حافظ شمس الدين ذهبی — ۱۱-۱۲-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۶-۲۷-۳۱-۳۵-

44-43-41-58-56-57-55-54-52-51-50-47-44-40-38

- 83-84-85-86-87-88-89-90-91-92-93-94

-1.4-1.5-1.6-1.7-1.8-1.9-2.0-99-98-97-96-95-94-93

179-178-177-176-175-174-173-172-171-170-169-168-167-166-165-164-163-162-161-160-159-158-157-156-155-154-153-152-151-150-149-148-147-146-145-144-143-142-141-140-139-138-137-136-135-134-133-132-131-130-129-128-127-126-125-124-123-122-121-120-119-118-117-116-115-114-113-112-111-110-109-108-107-106-105-104-103-102-101-100-99-98-97-96-95-94-93-92-91-90-89-88-87-86-85-84-83-82-81-80-79-78-77-76-75-74-73-72-71-70-69-68-67-66-65-64-63-62-61-60-59-58-57-56-55-54-53-52-51-50-49-48-47-46-45-44-43-42-41-40-39-38-37-36-35-34-33-32-31-30-29-28-27-26-25-24-23-22-21-20-19-18-17-16-15-14-13-12-11-10-9-8-7-6-5-4-3-2-1.

126-127-128-129-130-131-132-133-134-135-136-137-138-139-140-141-142-143-144-145-146-147-148-149-150-151-152-153-154-155-156-157-158-159-160-161-162-163-164-165-166-167-168-169-170-171-172-173-174-175-176-177-178-179-180-181-182-183-184-185-186-187-188-189-190-191-192-193-194-195-196-197-198-199-200-201-202-203-204-205-206-207-208-209-210-211-212-213-214-215-216-217-218-219-220-221-222-223-224-225-226-227-228-229-230-231-232-233-234-235-236-237-238-239-240-241-242-243-244-245-246-247-248-249-250-251-252-253-254-255-256-257-258-259-260-261-262-263-264-265-266-267-268-269-270-271-272-273-274-275-276-277-278-279-280-281-282-283-284-285-286-287-288-289-290-291-292-293-294-295-296-297-298-299-300-301-302-303-304-305-306-307-308-309-310-311-312-313-314-315-316-317-318-319-320-321-322-323-324-325-326-327-328-329-330-331-332-333-334-335-336-337-338-339-340-341-342-343-344-345-346-347-348-349-350-351-352-353-354-355-356-357-358-359-360-361-362-363-364-365-366-367-368-369-370-371-372-373-374-375-376-377-378-379-380-381-382-383-384-385-386-387-388-389-390-391-392-393-394-395-396-397-398-399-400-401-402-403-404-405-406-407-408-409-410-411-412-413-414-415-416-417-418-419-420-421-422-423-424-425-426-427-428-429-430-431-432-433-434-435-436-437-438-439-440-441-442-443-444-445-446-447-448-449-450-451-452-453-454-455-456-457-458-459-460-461-462-463-464-465-466-467-468-469-470-471-472-473-474-475-476-477-478-479-480-481-482-483-484-485-486-487-488-489-490-491-492-493-494-495-496-497-498-499-500-501-502-503-504-505-506-507-508-509-510-511-512-513-514-515-516-517-518-519-520-521-522-523-524-525-526-527-528-529-530-531-532-533-534-535-536-537-538-539-540-541-542-543-544-545-546-547-548-549-550-551-552-553-554-555-556-557-558-559-560-561-562-563-564-565-566-567-568-569-570-571-572-573-574-575-576-577-578-579-580-581-582-583-584-585-586-587-588-589-590-591-592-593-594-595-596-597-598-599-600-601-602-603-604-605-606-607-608-609-610-611-612-613-614-615-616-617-618-619-620-621-622-623-624-625-626-627-628-629-630-631-632-633-634-635-636-637-638-639-640-641-642-643-644-645-646-647-648-649-650-651-652-653-654-655-656-657-658-659-660-661-662-663-664-665-666-667-668-669-670-671-672-673-674-675-676-677-678-679-680-681-682-683-684-685-686-687-688-689-690-691-692-693-694-695-696-697-698-699-700-701-702-703-704-705-706-707-708-709-710-711-712-713-714-715-716-717-718-719-720-721-722-723-724-725-726-727-728-729-730-731-732-733-734-735-736-737-738-739-740-741-742-743-744-745-746-747-748-749-750-751-752-753-754-755-756-757-758-759-760-761-762-763-764-765-766-767-768-769-770-771-772-773-774-775-776-777-778-779-780-781-782-783-784-785-786-787-788-789-790-791-792-793-794-795-796-797-798-799-800-801-802-803-804-805-806-807-808-809-810-811-812-813-814-815-816-817-818-819-820-821-822-823-824-825-826-827-828-829-830-831-832-833-834-835-836-837-838-839-840-841-842-843-844-845-846-847-848-849-850-851-852-853-854-855-856-857-858-859-860-861-862-863-864-865-866-867-868-869-870-871-872-873-874-875-876-877-878-879-880-881-882-883-884-885-886-887-888-889-890-891-892-893-894-895-896-897-898-899-900-901-902-903-904-905-906-907-908-909-910-911-912-913-914-915-916-917-918-919-920-921-922-923-924-925-926-927-928-929-930-931-932-933-934-935-936-937-938-939-940-941-942-943-944-945-946-947-948-949-950-951-952-953-954-955-956-957-958-959-960-961-962-963-964-965-966-967-968-969-970-971-972-973-974-975-976-977-978-979-980-981-982-983-984-985-986-987-988-989-990-991-992-993-994-995-996-997-998-999-1000-1001-1002-1003-1004-1005-1006-1007-1008-1009-1010-1011-1012-1013-1014-1015-1016-1017-1018-1019-1020-1021-1022-1023-1024-1025-1026-1027-1028-1029-1030-1031-1032-1033-1034-1035-1036-1037-1038-1039-1040-1041-1042-1043-1044-1045-1046-1047-1048-1049-1050-1051-1052-1053-1054-1055-1056-1057-1058-1059-1060-1061-1062-1063-1064-1065-1066-1067-1068-1069-1070-1071-1072-1073-1074-1075-1076-1077-1078-1079-1080-1081-1082-1083-1084-1085-1086-1087-1088-1089-1090-1091-1092-1093-1094-1095-1096-1097-1098-1099-1100-1101-1102-1103-1104-1105-1106-1107-1108-1109-1110-1111-1112-1113-1114-1115-1116-1117-1118-111

۲۲۵-۲۳۸-۲۲۷-۲۲۵-۲۲۲-۲۲۳-۲۱۷-۲۱۶-۲۱۵-۲۱۴-۱۹۸-۱۹۷-۱۸۹

تذكرة الحفاظ، حافظ نخبم الدين عمر بن فهد — ١٥٠

تذكرة الحفاظ وتبصرة الايقاظ، علامه يوسف بن حسن بن عبد الهادي حسبي — ١٥١

ترتیب المدارک و تقریب المسالك المعرفة اعلام مذہب مالک ، قاضی عیاض — ۱۸۲-۱۸۳

ترجمة الامام احمد من تاريخ الاسلام للذهبي — ۲۱۵

تذکرہ الاملاک بمناقب الامام مالک، علامہ سیوطی ————— ۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴

19A-1A4-1A5

تجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة ، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷

التعقبات على الموضوعات ، حافظ سبيوطي ————— ٢١٦

التعليقات السنية على الفوائد البهية، مولانا محمد عبدالحی منسنگی محل — ۲۲۰

التحلیق المجد علی موطا الامام محمد، مولانا محمد عبدالحی فسرنگی محلی ————— ۲۰۴۱۷۷

تفسير آدم بن ابی ایاس الحنقلانی — ۱۲۵

التفسير، حافظ ابراهيم بن مقل — ٢١٢

تفسیر ابن ابی حاتم — ۱۲۵

تفسیر ابن جریر طبری — ۶۳-۱۲۵-۱۲۶

تفسیر ابن مرد دویہ الاصفہانی — ۱۲۵

تفسير ابن المنذر في تفسيره

تفسیر ابوبکر بن ابی شیبہ ————— ۱۲۵

تفسیر ابوشیخ بن حبان الاصفهانی (تفسیر ابن حبان) — ۱۲۵



تفسير السجى بن راهويه — ۱۲۵

تفسير، امام ابن ماجه — ۶۸-۷۰-۷۱-۷۳-۹۳-۱۰۰-۱۱۲-۱۱۵-۱۲۵-۱۲۷

تفسير حاكم — ۱۲۵

تفسير روح بن عباد — ۱۲۵

تفسير سفیان بن عیینہ — ۱۲۵

تفسير سنيد — ۱۲۵

تفسير، شجاع بن مخلد الفلاس — ۷۰

تفسير شعب بن الحجاج — ۱۲۵

تفسير عبد بن حميد — ۱۲۵

تفسير عبد الرزاق — (مطالع انوار التنزيل = رموز الكنوز) — ۱۲۵

تفسير مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی — ۷-۸

تفسير دكيج بن الجراح — ۱۲۵

تفسير يزيد بن بارون السلمي — ۱۲۵

تقدمه نصب الراية، محدث کوثری — ۳۲

تقريب التهذيب، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۱۰۲-۱۲۵

التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير والنذير، امام نووي — ۲۳۳

تقريب العلم، خطيب بغدادی — ۱۳۵

التقييد في رواة الكتب المسانيد، حافظ ابو بكر بن نقط بغدادی — ۲۱۲-۲۲۷

التقييد والايضاح لما اطلق واغلق من مقدمة ابن الصلاح، حافظ زين الدين عراقی — ۹۲

تلخيص سنن ابی داود، حافظ منذری — ۲۲۰-۲۲۳

تلخيص كتاب الاستغاثة المعروف بالرد على السكري — ۸۷

التهديد لما في الموطأ من المعاني والاسانيد، حافظ ابن عبد البر — ۱۵۵

تنقيح الانظار في علوم الآثار، علامه محمد بن ابراهيم المعروف بابن الوزير ايباني — ۱۳۷-۱۳۸-۲۳۲

تنوير الجواالك على موطأ مالك، علامه جلال الدين سيوطی — ۱۵۵-۱۵۹-۱۶۰-۱۸۲

تنوير العينين في اثبات رفع اليدين، مولانا اسماعيل شهيد دهلوی — ۲۲۵











## خ

- خاتمة الاشارات الى بيان اسماء المبهمات ، علامه نووي — ٢٣٣  
 خصائص المسند ، حافظ ابو موسى مديني — ٢٠٨ - ٢٠٩ - ٢١٠  
 خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في اسماء الرجال ، علامه صفي الدين خزرجي — ١٢ - ١٩ - ٥٢  
 ٨٣ - ٨٦ - ١٠٢ - ١٠٥ - ١٠٦ - ١١٠  
 خلق افعال العباد ، امام بخاري — ٥١  
 الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم النعمان ، علامه ابن حجر مكي شافعي — ٨١

## د

- الدرا السحابه في من دخل مصر من الصحابة ، حافظ جلال الدين سيوطي — ٤٩  
 الدر المنظم ، علامه نور قنوي — ١١٨  
 الدر المنيفه في الرد على ابن ابي شيبيه فيما اوردته على ابي حنيفة ، حافظ عبد القادر قرشي — ٢٢ - ٢٨  
 دول الاسلام ، حافظ ذهبي — ١٨٨  
 الديباجه في شرح سنن ابن ماجه ، شيخ كمال الدين محمد بن موسى ديمري — ٢٣٦

## ذ

- ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث ، محدث عبد الغني نابلسي حنفي — ٢٣٢  
 ذيل تاريخ بغداد ، حافظ سمحاني — ٢٤  
 ذيل الاستبصار ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٥٠ - ١٥١  
 ذيل تذكرة الحفاظ ، حافظ ابو المحاسن جويني دمشقي — ١٥٠  
 ذيل طبقات الحفاظ ، حافظ جلال الدين سيوطي — ١٥١  
 ذيل تذكرة الحفاظ (جويني ، ابن فهد وسيوطي) ، تصحيح وتعليق محدث كوثري — ٣٤ - ١٥١

## ر

- الرحمة الغيثيه في الترجمة الليثيه ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ٨١  
 الرد على سيرة الازاعي ، امام ابو يوسف — ١٩٦  
 الرد على الشافعي فيما خالف فيه الكتاب والسنة ، محمد بن عبد الله بن عبد الحكم مالكي — ٣٤  
 الرد على من رد على ابي حنيفة واقتضبه وجعله بابا في كتابه ، حافظ ابو بكر بن ابي شيبيه — ٣٨



رساله ابی داؤد السجستانی فی وصف الیفر کتاب السنن — ۱۶۴ - ۱۸۶ - ۲۰۰ - ۲۲۱

الرساله ، امام شافعی — ۶۷

الرساله المستطرفه (المستطوره) لبيان مشهور كتب السنة المشرقة ، محمد بن جعفر کتانی —

۱۷۹ - ۱۸۰

الرقیات ، امام محمد بن الحسن الشیبانی — ۸۲

رواة مالک ، خطیب بغدادی — ۱۶۲ - ۱۹۸

روضه العلماء ، امام زندوستی — ۱۸۶

ز

زهر الربی علی المجتبی ، علامه سیوطی — ۹۹ - ۲۱۸ - ۲۲۱ - ۲۳۸

الزهره — ۱۱۱

زوائد سنن ابن ماجه علی کتب (الحفاظ) الخمسة ، حافظ شهاب الدین احمد بوصیری — ۲۴۰ - ۲۴۱

زیادات ، حافظ شمس الدین سخاوی — ۱۵۰

س

سلك الدرر فی اعیان القرن الثاني عشر ، علامه مرادی — ۱۷۲

سنن ابن ماجه — ۵ - ۱۱ - ۱۶ - ۳۱ - ۳۵ - ۳۷ - ۴۵ - ۴۶ - ۵۳ - ۵۹ - ۶۸ - ۷۳ - ۷۸

۷۹ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۹۳ - ۱۰۰ - ۱۰۲ - ۱۰۵ - ۱۱۳ - ۱۱۵ - ۱۱۹

۱۲۱ - ۱۲۵ - ۱۲۷ - ۱۳۹ - ۱۴۱ - ۱۴۶ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵

۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۷

سنن ابی داؤد — ۱۵ - ۱۶ - ۲۵ - ۲۶ - ۱۱۹ - ۱۲۸ - ۱۳۵ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۱ - ۱۴۳

۱۸۶ - ۲۰۳ - ۲۱۱ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۰ - ۲۳۷

۲۴۱ - ۲۴۲

سنن ابی مسلم کجی — ۲۲

سنن بیهقی — ۱۳۸

سنن ترمذی — جامع ترمذی

سنن دارقطنی — ۱۱۷ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۲۰۳



سنن دارمی — ۱۲-۱۵-۱۶-۱۳۵-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۵۳-

۱۴۶-۲۳۵-۲۳۶

سنن صغری — المجتبى

سنن نسائی — ۱۰۵-۱۲۸-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-

۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۳-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۴-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۵-

سیر اعلام النبلاء، حافظ ذہبی — ۱۰۸-۱۰۹-۱۲۵-۱۴۴-۱۸۵-۲۱۹-۲۲۰-۲۳۹-

سیرۃ شامیہ، حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی شامی — ۴-۳۸-۱۴۵-

سیرۃ النعمانی، علامہ شبلی نعمانی — ۱۶۱-۱۴۱-۱۴۲-۱۹۵-

السیر الکبیر، امام محمد بن الحسن الشیبانی — ۱۰-۱۹۶-

ش

شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، علامہ ابن العزاد حنبلی — ۳-۱۲۵-۲۳۱-

شرح الفیہ الحدیث، حافظ عسراقی — ۴۲-

شرح بخاری، شیخ الاسلام زکریا انصاری — ۸۰-

شرح ترمذی (الفروع الشذی فی شرح الترمذی)، حافظ ابو الفتح ابن سید الناس —

۲۲۴-۲۳۰-

شرح الخلاصہ، حافظ عبد القادر متشرقی — ۲۴-

شرح زرقانی علی موطا امام مالک — ۱۶۲-۱۶۳-

شرح سفر السعادت فارسی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی — ۱۹۴-۲۰۵-

شرح سنن ابن ماجہ، ابن رجب زبیری — ۲۳۵-

شرح سنن ابن ماجہ، علامہ ابو الحسن محمد بن عبد البہادی ہندی — ۲-۱۳۸-

۲۳۳-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۶-

شرح سنن ابن ماجہ، حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد المعروف ببسط ابن العجی — ۲۴۶-

شرح سنن ابن ماجہ، امام حافظ علامہ الدین مغلطائی بن قلیچ بن عبد اللہ الحنفی — ۲۴۵-

شرح صحیح مسلم، امام نووی — ۸-۳۶-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-

شرح مختصر الطحاوی، امام ابو بکر حصاص — ۲۲۵-



شرح معاني الآثار، الطم لمحاوي — ٨٠-١١٤-٢١٩  
 شرح نخبه الفكر في مصطلح اهل الاثر، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٩  
 شرح نقايه مختصر الوقايه، محدث ملا علي قاري — ٢٠٠  
 شروط الائمة النخبة، حافظ ابو بكر حازمي — ٢١٢-٢١٤  
 شروط الائمة الستة، حافظ ابو الفضل محمد بن طاهر معتدي — ١٢٢-١٢٣-٢١٨-٢٢٣-٢٢٨  
 ٢٣٣-٢٣٨

## ص

صادقه، عبد الله بن عمرو بن العاص — ١٢٠  
 صحيح ابن حبان — ١٣٨-٢٣١  
 صحيح ابن خزيمة — ٢١٩  
 صحيح ابن سكين — ٢٢٣  
 صحيح ابن منده — ٢٢٣  
 صحيح بخاري (الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه) — ١٢  
 ١٦-٢٤-٣٢-٣٥-٤٥-٥١-٥٥-٥٨-٦٢-٦٤-٩٣-٩٦-٩٤  
 ١٠٥-١١٠-١١١-١١٢-١١٤-١١٩-١٣٦-١٤٠-١٤٢-١٤٣-١٥٩-١٦٣-١٤٦  
 ١٤٨-١٤٩-١٨٠-١٨٥-١٨٤-١٩٨-٢١١-٢١٢-٢١٣-٢١٤-٢١٥-٢١٦-٢١٨  
 ٢٢٣-٢٢٨-٢٣٥-٢٣٤-٢٣١-٢٣٢-٢٣٣-٢٣٤  
 صحيح مسلم — ١٣-٣٥-٣٦-٣٧-٤١-٤٥-٤٦-٨٣-٩٦-١١٠-١١٢-١٣٣  
 ١٣٢-١٣٣-١٤٣-١٤٨-١٨٤-١٩٢-٢٠٠-٢١١-٢١٥-٢١٦-٢١٧-٢٢٣  
 ٢٢٨-٢٢٩-٢٣٥-٢٣١  
 صحيحين (صحيح بخاري وصحيح مسلم) — ٦-١٣٨-١٣٢-١٣٥-١٦٨-١٤٨-١٨٠-٢٠٩-٢١٨  
 ٢٢٠-٢٣٤-٢٣٤

صحيحه، بهام بن منبّه يمان — ١٣٥

## ض

الضوء اللامع في اعيان العترة الناصية، حافظ سخاوي — ٢٨



## ط

- طبقات ابن سعد — ٢٠ - ٢١ - ١٨٣  
 طبقات الحفاظ ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٥٠  
 طبقات الحفاظ ، حافظ جلال الدين سيوطي — ١٥١  
 طبقات الحفاظ ، شيخ الاسلام تقي الدين بن دقيق العيد — ١٢٩  
 طبقات الحفاظ ، امام ذهبي — تذكرة الحفاظ  
 طبقات الخبابة ، ابن ابى يعلى — ٩٠  
 طبقات الخفيف ، علامة كفوي — ٢٢  
 طبقات الشافعية الكبرى ، علامة تاج الدين سبكي — ٩ - ٢٢ - ٢٤ - ٦١ - ٦٣ - ٦٥ - ٦٦  
 ٨٢ - ٩٢ - ٩٥ - ١٠٠ - ١٠٣ - ١٠٨ - ١٠٩ - ١١٢ - ٢١٩ - ٢٢٣  
 طبقات الفقهاء ، علامة شيخ ابوالحق شيرازي — ٢٢٠  
 طبقات الكبرى (لوائح الانوار في طبقات السادة الاخيار) ، امام شعسراي — ٦٦  
 طبقات المحدثين باصهان والواردين عليها ، حافظ ابوالشيخ بن حيان — ١٤٣  
 الطرق والوسائل الى معرفة احاديث خلاصة الدلائل ، حافظ عبد القادر عترشي — ٢٢

## ع

- عارضة الاحوذى شرح ترمذي ، حافظ ابو بكر ابن العربي — ١٨٨ - ٢٢٤  
 خبر في اخبار من غير ، حافظ شمس الدين ذهبي — ١٢٢  
 عجال نافذة فارسي ، شاه عبد العزيز محدث دهلوي — ١ - ٢ - ١٨٤  
 عقود الجمان في مناقب ابى حنيفة النعمان ، حافظ محمد بن يوسف دمشقي — ٣٨ - ١٤٥  
 علل حديث الزهري ، امام ذهبي — ١٠٤  
 الغاية في تخريج احاديث الهداية ، حافظ عبد القادر عترشي — ٢٢  
 العواصم والقواصم في الذب عن سنة ابى القاسم ، علامة محمد بن ابراهيم وزير يمني — ٢٢٢  
 عون البارى لحل ادلة البخاري ، تواب صديق حسن خان — ٤ - ٤  
 حيون الاثر في فنون المعازي في الشامل السير ، حافظ ابوالفتح بن سيد الناس عمري — ٦٢



## خ

غاية المقصد في زوائد المسند ، حافظ نور الدين سيثي — ۲۱۱

غاية المقصود في حل سنن ابی داود — ۲۰۳-۲۲۰-۲۲۵

غرائب الک ، دارقطني — ۱۹۶

## ف

الفاروق اذ و علامه شبل نعمانی — ۱۹۵

فتاویٰ ، تقال — ۸۲

فتح الباری بشرح صحیح البخاری ، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۱۲-۱۵-۳۲-۱۳۳-۱۴۰-

۱۴۴-۱۵۳-۲۱۴-۲۲۳-۲۲۴

فتح القدير (للعاجز الفقير) شرح هداية ، امام کمال الدين بن الہام — ۳۹-۲۰۴

فتح المغیث فی شرح الفیة المحریث ، حافظ شمس الدین سخاوی — ۳۰-۳۲-۴۳-۱۸۹-

۲۱۸-۲۱۹-۲۲۳-۲۲۳-۲۳۴-۲۳۵

فضائل اہل اندلس ، حافظ ابن حزم اندلسی — ۴۹-۵۳

الفہرست ، ابن الندیم — ۱۵۶

فہرست ، شیخ ابو محمد سجلی — ۲۱۶

الفہرست الادب ، حافظ ابن طولون — ۱۱۸-۱۴۵

الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ، مولانا محمد عبدالحی فرنگی محل — ۲۲-۲۳-۲۴-۱۰۹-

## ق

القاموس المہیط (والقابوس الوہیط) الجامع لما ذہب من کلام العرب شاطیط ، علامہ محمد الدین فیروز آبادی

۲-۳۶

قصر ان مجید — ۱۱-۱۳-۳۳-۳۴-۳۶-۳۷-۳۹-۴۱-۵۰-۶۴-۶۵-۶۸-

۷۴-۸۳-۹۴-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۳-۱۲۲-۱۲۵-۱۲۸-۱۲۹-

۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۴۲-۱۴۶-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۱-۱۶۸-۱۷۷-

۱۹۳-۲۰۴-۲۱۴-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴







کتاب الجرح والتعديل، امام ابن ابی حاتم — ۹۳-۹۲-۹۸-۹۹

کتاب الحج، امام محمد بن الحسن الشیبانی — ۱۹۶

کتاب الحفاظ، علامه ابن الجوزی — ۱۵۱

کتاب الخراج، امام ابو یوسف — ۱۹۶

کتاب خطأ البخاری، امام ابن ابی حاتم — ۹۲

کتاب الرد علی اهل الاھوار، امام ابو حفص صغیر — ۱۰۹

کتاب الرد علی اللقطیہ، امام ابو حفص صغیر — ۱۰۹

کتاب السنن، حافظ حلوانی — ۳۲

کتاب السنن، حافظ سہل بن زنجبلہ — ۸۶

کتاب السنن، امام مکحول دمشقی — ۱۵۶

کتاب الصلہ، حافظ مسلمہ بن قاسم اندلسی — ۹۲-۹۶

کتاب المضطر الصغیر، امام بخاری — ۳۸

کتاب العلل، ابن ابی حاتم — ۲۳۹

کتاب العلل، علی بن المدینی — ۹۶

کتاب العین، خلیل بصری — ۵۴

کتاب فی الموائفہ قلوبہم، حافظ عبدالقادر عترشی — ۲۲

کتاب الکئی، حافظ ابو احمد حاکم نیشاپوری — ۹۵

کتاب الکئی والاسماء، حافظ ابو بشر دولابی — ۳۸-۳۹

کتاب المذبح، دارقطنی — ۱۶۳

کتاب المراسیل، امام ابو داؤد سجستانی — ۱۳۸-۲۴۰

کتاب النوادر، داؤد بن رشید — ۷۰

کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، حافظ ابو محمد عبداللہ حارثی بخاری — ۲۲

کشف الظنون عن اسامی الکتاب الفنون، ملا کاتب چلبی — ۲-۴۶-۴۸-۱۲۷-۱۳۸

۱۵۰-۱۷۶-۱۷۷

الکفایہ فی معرفۃ اصول علم الروایہ، حافظ ابو بکر خطیب بغدادی — ۱۶۷



کلمات طبیات (مجموعہ مکاتیب فارسی)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — ۱۹۱-۲۱۲-۲۱۳  
الکمال فی اسماء الرجال، حافظ عبدالغنی مقتدی — ۲۳۳

لحظہ الاحاط بذیل طبقات الحفاظ، حافظ تقی الدین محمد بن محمد — ۲۳-۲۲-۱۵۰  
لسان المیزان، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۲۳-۳۸-۴۹-۵۰-۶۲-۹۲-۱۱۶-۱۴۲  
لحات النظر فی سیرۃ الامام زکریا، محدث کوثری — ۵۶  
اللؤلؤیات، ابو مطیع محمول بن الفضل لنسفی — ۲۷

ما تمس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ، شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملحق — ۲۳۶  
ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی — ۲۰۴

۲۳۵-۲۳۹

مارواه الاکابر عن مالک، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن مخلد العطار — ۱۶۳  
المبسوط، امام سرخسی — ۱۹۶  
المبسوط، امام محمد بن الحسن اشیبانی — ۱۹۸  
المجتبی فی مختصر سنن الکبریٰ، حافظ ابو بکر بن اسنی — ۲۲۰  
المجروح فی اسماء رجال ابن ماجہ کلہم سوی من اخرج لہ منهم فی احد الصحیحین، حافظ ذہبی — ۲۲۷  
منحج بحار الانوار (منحج البحار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار)، محدث محمد طاہر ثنی — ۱۸۱  
مجموعہ شروح اربعہ ترمذی — ۲۲۷

المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، حافظ ابو محمد حسن بن خلاد راجہ رمزی — ۲۱-۱۶۶  
محلی شرح موطا، شیخ سلام اللہ — ۱۶۲-۱۶۳  
المختصر فی علوم الحدیث، حافظ عبد القادر شمشی — ۲۳  
مدارک، محدث قاضی عیاض — ترتیب المدارک  
المدخل، امام بیہقی — ۱۲۰

المدخل فی اصول الحدیث، محدث حاکم نیشاپوری — ۱۸۰-۲۰۶-۲۰۸  
مراتب الدیانۃ، حافظ ابن حزم اندلسی — ۴۷



المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری ————— ۲۹-۹۸-۱۳۵-۱۳۸-۲۱۷

۲۳۰

مسک الختام شرح بلوغ المرام فارسی، نواب صدیق حسن خان قنوجی ————— ۲۳۳

۲۳۶-۲۴۱

مسند ابن ابی شیبہ ————— ۴۶

مسند ابن خضرو ————— ۱۷۳

مسند ابی داؤد (سیمان بن داؤد) طیالسی ————— ۲۷-۲۰۸

مسند ابی یعلیٰ موصلی ————— ۱۴-۱۲۲-۱۳۸

مسند، احمد بن منیع ————— ۶۲

مسند اسحق بن راہویہ ————— ۲۰۸

مسند امام ابو حنیفہ، ابن خضرو ————— ۱۶۲-۱۶۳

مسند امام ابو حنیفہ، ابن الضیاء ————— ۱۶۲-۱۶۳

مسند امام ابو حنیفہ، ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری ————— ۲۲-۲۳

مسند امام احمد بن حنبل ————— ۶-۱۲-۱۶-۲۳-۱۳۵-۱۳۸-۱۴۰-۱۴۳-۱۴۵

۱۸۱-۱۹۱-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱

مسند، حافظ جوہری ————— ۶۶

مسند، حافظ رامادی ————— ۶۲

مسند، حافظ یعقوب دورقی ————— ۶۹

مسند دارمی ————— سنن دارمی

مسند عبید اللہ بن موسیٰ ————— ۲۰۸

مسند عدنی ————— ۳۵

مسند علی، امام نسائی ————— ۱۲

المسند الکبیر، حافظ ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی ————— ۲۱۲

مسند مالک، امام نسائی ————— ۱۰۵-۲۲۰

مسند یعقوب بن سفیان ————— ۱۳۸



- شکل الآثار ، امام طحاوی — ۳
- مشکوٰۃ المصابیح ، شیخ ولی الدین خطیب — ۱۲-۱۶-۸۱-۱۵۴-۱۹۸
- مصابیح السنہ ، امام بغوی — ۱۹۷
- مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجہ ، علامہ جلال الدین سیوطی — ۲۲۶
- المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد ، حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن الجزری — ۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱
- مصنفی شرح موطأ ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — ۲۵-۲۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۶-۱۸۰-۲۳۵
- مصنف ابن ابی شیبہ — ۲۶-۲۹-۵۰-۵۱-۵۲-۱۳۸-۱۳۹
- مصنف حماد بن سلمہ — ۱۴۹
- معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ، امام احمد بن محمد ابوسلیمان خطابی — ۲۲۲
- معجم البلدان ، علامہ یاقوت حموی رومی — ۴-۵-۸-۲۲-۵۱-۴۳-۴۸-۴۹-۸۰-۸۳
- ۸۵-۹۲-۹۸-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۳-۱۱۳-۱۲۵
- معجم الشیوخ ، سمحانی — ۲۷
- معجم الصحابة ، حافظ عبد الباقي بن قانع — ۵۶
- معجم الصغير ، حافظ طبرانی — ۱۴۳
- معجم الكبير ، حافظ طبرانی — ۱۳۵
- المعجم المفهرس ، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۱۱۸
- معرفة علوم الحديث ، ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری — ۱۵-۱۶-۱۸-۳۹-۴۰-۴۵-۶۰
- ۶۱-۷۱-۸۱-۱۴۳
- مفتاح الحجة شرح سنن ابن ماجہ ، شیخ محمد علوی — ۲۲۶
- مقدمہ ابن صلاح — ۱۸-۱۹-۱۶۲-۱۴۸-۲۱۲-۲۲۴-۲۳۳-۲۳۶
- مقدمہ فتح الباری (ہدی الساری) ، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۲۷-۲۳-۴۳-۹۳-۹۴
- ۹۶-۹۹-۱۱۲-۱۴۷-۱۴۹-۱۸۵-۱۸۶-۱۹۵-۲۰۶-۲۱۲-۲۱۴
- ۲۱۶-۲۱۹
- مناقب ابی حنیفہ ، حافظ ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری — ۱۶۲



مناقب ابی حنیفه وصاحبیه ، حافظ شمس الدین ذہبی — ۱۴-۲۲-۲۵-۶۲-۸۶-

۱۶۶-۱۶۸-۱۸۲-۱۸۸

مناقب الامام ابی حنیفه ، محدث صیمری — ۲۱-۱۶۶

مناقب الامام احمد بن حنبل ، حافظ ابن الجوزی — ۱۶-۱۴-۲۶-۵۱-۶۱-۶۲-۸۸-۲۰۹

مناقب الامام الاعظم ، صدر الامم موفوق بن احمد مکی — ۱۰-۱-۶-۱۸-۲۰-۲۴-۳۸-۳۰-۳۲

۸۰-۸۱-۸۹-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۸-۱۱۶-۱۶۲-۱۶۵-۱۶۶-۱۴۵

مناقب الامام الاعظم ، علامہ حافظ الدین ابن البرزکوردی — ۳-۱۸-۱۸۲-۱۹۲

مناقب الامام الاعظم ، محدث ملا علی قاری — ۱۸۲

مناقب الشافعی ، امام رازی — ۴۷

منتخب کنز العمال ، المتقی الہندی — ۱۳۵-۱۳۶

المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ، حافظ ابن الجوزی — ۳-۱۸-۲۸-۳۸-۹۱-۱۲۳

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعۃ والقدریہ ، علامہ ابن تیمیہ — ۲۹-۳۶-۳۷

۳۹-۴۰-۷۲-۸۸-۲۰۰

المنہج القدیم فی شرح الصراط المستقیم ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی — شرح سفر السعادت

منیۃ الالمی فی ما فات من تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی ، حافظ قاسم بن قطلوبغا —

۱۹۶-۲۰۰

مواہب — ۱۶۳

موطا ، ابن ابی ذئب — ۱۸۸

موطا ، امام مالک — ۹-۲۵-۳۱-۴۶-۴۷-۴۹-۵۰-۷۳-۸۱-۱۳۸-۱۶۰-

۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶



الميران الكبرى ، امام عبد الوهاب شعرائي — ۱۶۸-۱۸۸

## ن

النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ، جمال الدين ابو الحسن ابن تقي الدين بردي — ۳

۱۲۵-۲۱۹

نصب الراية لتخريج احاديث الهداية ، حافظ جمال الدين زليبي — ۳۲-۱۳۴-۱۹۶

نظم تذكرة الحفاظ ، حافظ اسماعيل بن محمد المعروف بابن بردوس — ۱۵۰

فتح الطيب من غصن الاندلس الرطيب ، علامه احمد بن محمد المقرئ — ۳۶-۴۹-۵۴

النكت الطريفة في الحديث عن ردود ابن ابي شيبة على ابني حنيفة ، علامه محمد زاهد كوثري — ۴۸

النكت على (كتاب علوم الحديث) لابن الصلاح ، بدر الدين زركشي — ۱۶۲

النكت على مقدمة ابن الصلاح ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ۹۹-۱۶۲

نور الانوار ، ملا جيون — ۱۴۰

نور مصباح الزجاجة على سنن ابن ماجه ، شيخ علي بن سليمان الدمنقي الجمعي — ۱۲۴-۲۴۶

نيل الاماني في سيرة الامام محمد بن الحسن شيباني ، محدث كوثري — ۱۴-۲۴

نيل الاوطار من اسرار منتقى الاخبار ، شوكانى — ۷

## و-ه

الوفيات ، حافظ عبد القادر عتريشي — ۲۴

وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان ، ابن خلكان — ۲-۳-۲۸-۵۴-۸۰-۱۲۵

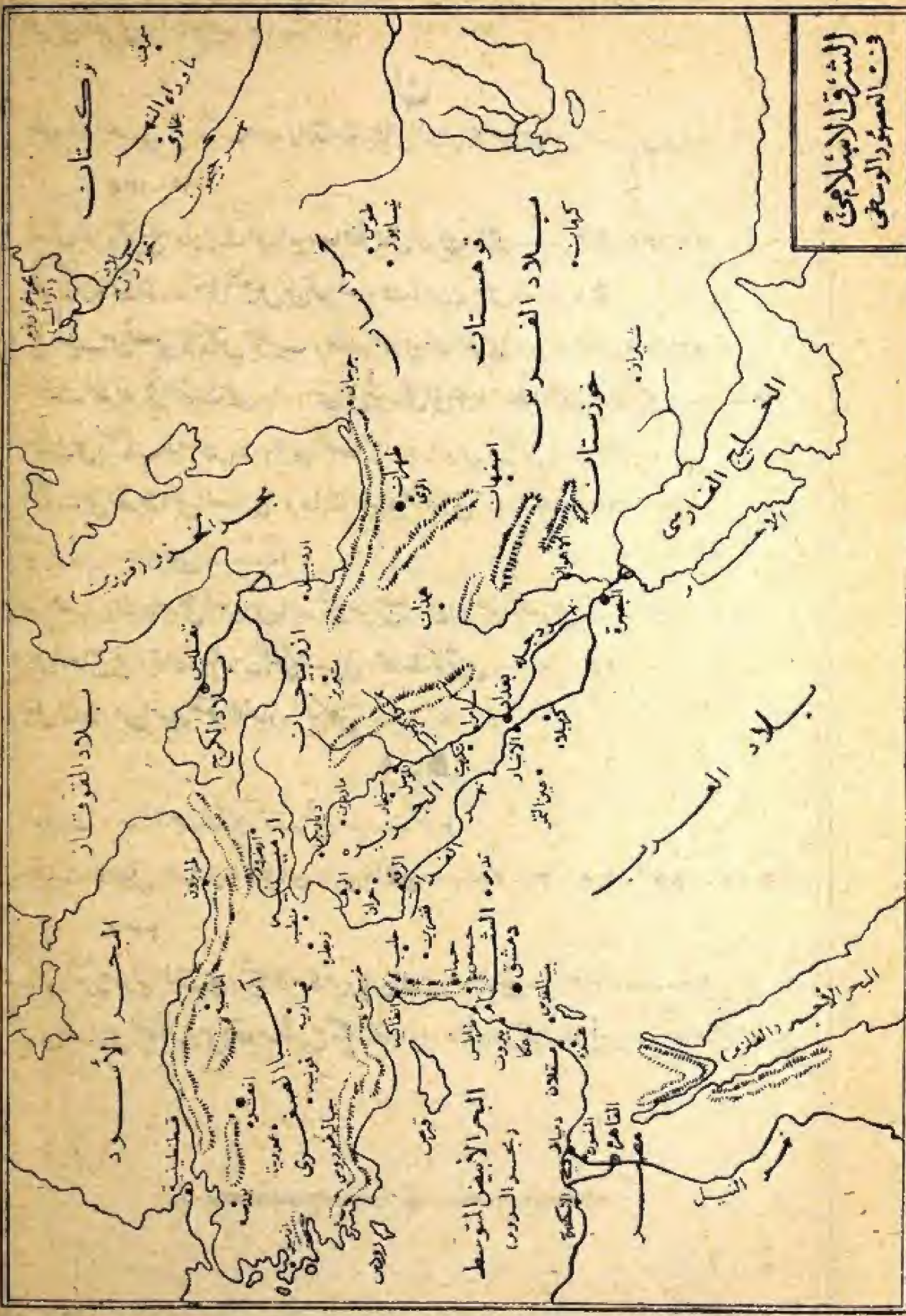
۲۳۷

هداية (شرح بداية المبتدي) شيخ الاسلام برهان الدين مرغيناني — ۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸

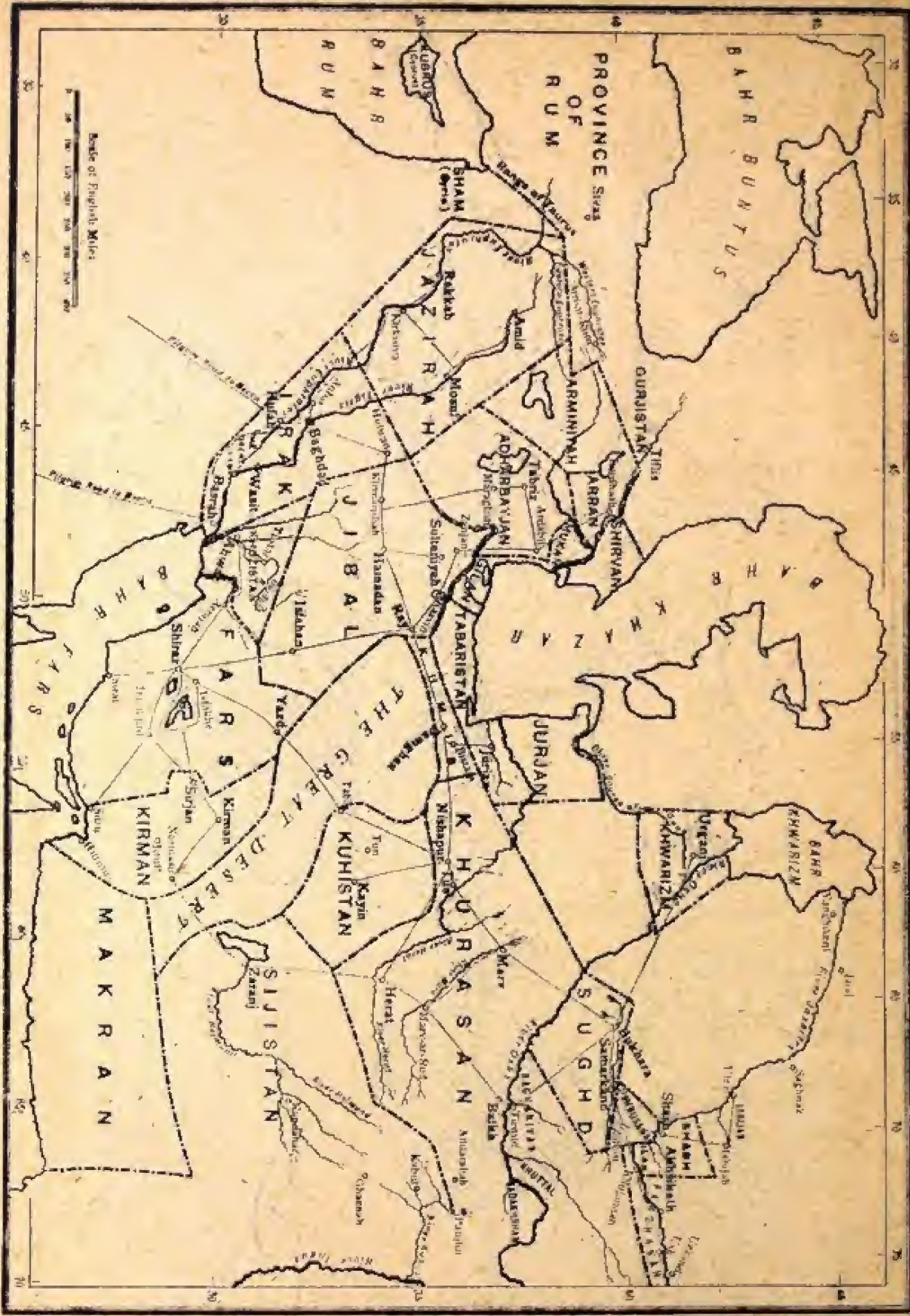
هدى السارى لفتح البارى مقدمه شرح صحيح البخارى ، حافظ ابن حجر عسقلاني — مقدمه فتح البارى



الشرق الاوسط  
في العهد العثماني







THE PROVINCES OF THE ABBASID CALIPHATE. SHOWING THE CHIEF HIGH ROADS







# صحت نامہ

اس کتاب کی بعض کاپیاں پُرانی ہو جانے کے باعث قدرے خراب ہو گئی تھیں مطالعہ قبل غلط و زبردست فرمایا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۶	جیسا	جیسا	۲۵	آخری	ابوحنیفہ الرازی القراء	ابوحنیفہ الرازی القراء
۲	۱۶	مغرب	مغرب	۵۰	۱۱	تذکرۃ الحفاظ میں کثرت ابو سعد ہر او تہذیب الہندیہ	تذکرۃ الحفاظ میں کثرت ابو سعد ہر او تہذیب الہندیہ
۲	۲۶	مرتضیٰ	مرتضیٰ	۵۰	۲۱	ابن بلر	ابن بلر
۳	۱۲	مون	مون	۵۲	۲۲	العاری ابو محمد	العاری ابو محمد
۳	۲۶	قال	قال	۵۲	۲۳	الرفاسی	الرفاسی
۳	آخری	علامہ کردی	علامہ کردی	۵۲	۲۵	۱۳۷۷ھ	۱۳۷۷ھ
۴	۱۱	اقلم	اقلم	۵۲	۱	امام ابو جعفر النیل	امام ابو جعفر النیل
۴	۱۶	فتز وین	فتز وین	۵۴	۱۲	۲۶۳ھ	۲۶۳ھ
۵	۵	ولید بن عقبہ	ولید بن عقبہ	۵۸	۹	الغزنی	الغزنی
۶	۵	۲۱۰ھ	۲۱۰ھ	۵۹	۱۵	۲۵۰ھ	۲۵۰ھ
۱۲	۲۳	ابو بکر محمد بن حجاج مقری	ابو بکر محمد بن حجاج مقری	۵۹	۲۳	ابن الفز	ابن الفز
۲۱	۲۷	محدث صیمری	محدث صیمری	۵۹	۲۳	العمری	العمری
۲۱	۲۹	مناقب صیمری	مناقب صیمری	۶۶	۱۷	الطبری	الطبری
۲۳	۱۵	۶۵۵ھ	۶۵۵ھ	۶۹	۱۵	۲۷۶ھ	۲۷۶ھ
۲۳	۱۸	امام ابو یوسف	امام ابو یوسف	۷۱	۱	الخزاز	الخزاز
۲۹	۳	جر اجرایا	جر اجرایا	۷۱	۸	حمدان	حمدان
۳۱	۲۸	فضیل ابن عیینہ	فضیل ابن عیینہ	۷۲	۵	محمد بن شان	محمد بن شان
۲۲	۹	رائسا	رائسا	۷۲	۱۳	معظم باللہ	معظم باللہ
۲۲	۲۳	مطبوعہ مصر	مطبوعہ مصر	۷۸	۹	۹۲۸ھ	۹۲۸ھ
۲۲	۲۵	فتاویٰ	فتاویٰ				



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۲	ضعیفہ	ضعیفہ				علی بن شامہ بن مرزوق
۸۱	۲۲	امام ابوسف	امام ابوسف				ابن شامہ بن مرزوق
۸۱	۲۵	لہ فتاویٰ	لہ فتاویٰ	۱۰۰	۲۷	(۲)	(۵)
۸۳	۲۰	عمر بن عبد العزیز	عمر بن عبد العزیز	۱۰۰	۲۸	(۵)	(۶)
۸۳	آخری	البذلی	البذلی	۱۰۰	۲۹	۲۲۱ - (۶)	۲۲۱ - (۷)
۸۴	۲۹	۱۱۰	۱۸۰	۱۰۶	۱۲	زیانت	دیانت
۸۷	۱۱	۱۱۰	۱۸۰	۱۰۶	۱۶	رنگ	دنگ
				۱۰۷	۲	ابن الاحزم	ابن الاحزم
۹۰	۱۱	المنظلی	المنظلی	۱۰۷	۳	قصور	قصور
۹۰	۱۳	۱۰۹	۲۰۹	۱۰۷	۱۸	دار البجاریین	دار البجاریین
۹۱	۱۵	کرفہ	کوفہ	۱۰۸	۱۹	الاحزم	الاحزم
۹۱	۲۲	عثمان بن خرزاد	عثمان بن خرزاد	۱۰۸	۲۰	لایاکننی	لایاکننی
۹۲	۱۰	الذہلی شہد مشائخہ	الذہلی شہد مشائخہ	۱۰۸	۲۱	امام بخاری	امام بخاری
۹۲	۱۱	بالتحریر مدقہ	بالتحریر مدقہ	۱۰۹	۱۷	طیالسی حمیدی	طیالسی و حمیدی
۹۲	۲۰	ابن خرمیہ	ابن خرمیہ	۱۱۰	۶	حقاوت	متفاوت
۹۲	۲۲	نسائی ابراہن ماجکوند	نسائی ابراہن ماجکوند	۱۱۰	۱۷	۳۲۲	۳۲۹
۹۲	۲۶	تقرب	تقرب	۱۱۶	۲۱	جراتے	فرماتے
۹۳	۱۳	الاعلان بالنوح	الاعلان بالنوح	۱۱۷	۲	ابو الحسن	ابو الحسن
۹۳	۱۱	جزو	جزو	۱۱۷	۱۰	الانتصار	الانتصار
۹۳	۲۶	حافظ عسراقی	حافظ عسراقی	۱۱۸	۲۶	عن ابی امامۃ	عن ابی امامۃ
۹۵	۶	۲۷۸	۳۷۸	۱۲۱	۱۳	مطین ابن نمیر	مطین ابن نمیر
۹۶	۱۸	بلکہ	بلکہ	۱۲۱	۲۷	مناسب	مناقب
۱۰۰	۲۶	علی بن احسن	علی بن احسن	۱۲۵	۳	۳	۳
۱۰۰	۲۷	روایت کی ہے	روایت کی ہے	۱۲۷	۵	حسان بن زیاد	حسان بن زید



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۱۹	دکھایا	دکھایا	۱۶۴	۱۵	اسامید	اسانید
۱۳۵	۲۷	حکیم، ترمذی	حکیم ترمذی	۱۶۴	۱۶	اقوال	اقوال
۱۳۷	۸	مداول	مداول	۱۶۴	۱۶	حلفت	سلف
۱۳۸	۵	نموی	نموی	۱۶۴	۲۱	کتاب التبر	کتاب التبر
۱۳۸	۶	الوزرہ	الوزرہ	۱۶۴	۳۰	کتاب التبر	کتاب التبر
۱۳۸	۷	ابو حاتم	ابو حاتم	۱۶۹	۱۰	ابن الیقیم	ابن الیقیم
۱۳۹	۶	جہنیہ	جہنیہ	۱۷۰	۱۷	منے	منے
۱۳۹	۱۸	الساثلین	الساثلین	۱۷۰	۲۷	روان	روان
۱۴۰	۱۹	عبداللہ بن عمرو	عبداللہ بن عمرو	۱۷۱	۱	والد ماجد کی پیروی	والد ماجد کی پیروی
۱۴۲	۵	عبداللہ بن عمرو	عبداللہ بن عمرو	۱۷۲	۲۰	سیرۃ النسان	سیرۃ النسان
۱۴۳	۱۸	اپنے	اپنے والد	۱۷۲	۲۲	بخط	بخط
۱۴۳	۲۰	مشہور حسام	مشہور راوی حسام	۱۷۲	۲۲	برولتہ	بروایتہ
۱۴۳	۲۰	جن میں حسام	جن میں حسام کی یہ	۱۷۴	۱۲	سلک الدر	سلک الدر
۱۴۶	۵	مسلم بن قیس	مسلم بن قیس	۱۷۹	۲۸	محمد بن جعفر کتابی	محمد بن جعفر کتابی
۱۴۸	۱۹	بابن الدباغ	بابن الدباغ	۱۸۲	۲۱	برحال	برجال
۱۵۰	۷	بابن بروس	بابن بروس	۱۸۳	۱۸	شیخ صالح	شیخ طاہر بن صالح
۱۵۱	۲۸	مجموعہ تذکرۃ الحفاظ	مجموعہ تذکرۃ الحفاظ	۱۸۴	۲۵	ملا علی قاری تصنیف	ملا علی قاری کی تصنیف
۱۵۶	۱۰	معمر	معمر	۱۸۹	۲۸	کے	کے
۱۶۱	۱۸	تبلیض لصحیفہ	تبلیض لصحیفہ	۱۹۰	۱۱	اور جس	اور جس
۱۶۱	۱۴	بدی	بدی	۱۹۴	۱۳	وامغان	وامغان
۱۶۲	۱۸	بن	بن	۲۱۳	۲۶	کشیمہنی	کشیمہنی
۱۶۲	۲۴	راہد	راہد	۲۱۷	۲۶	المجتہدین	المجتہدین
۱۶۳	۶	وارقطنی	وارقطنی	۲۲۸	۲۱	لشئی	لشئی
۱۶۳	۱۳	مارواۃ الکبیر	مارواۃ الکبیر	۲۴۶	۱۸	شیخ دمنی	شیخ علی بن سلیمان دمنی
۱۶۳	۲۲	لابی الضیاء	لابی الضیاء				
۱۶۳	۲۶	غیر الدارقطنی	غیر الدارقطنی				